

راویح الاعلیٰ السیف الذی الفقراء

سیر سیدنا حیدر کرامت

مشکلات کشتا

جلد اول

چشتی کتب خانہ

فیصل آباد

مفتی قرآن مجید علامہ صائم چشتی مدظلہ العالی

کتابخانه و انتشارات اسلامی

سیرت سیدنا حیدر کز اراکین

اول

مشکل کشای

مفسر قرآن حضرت علامه صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

چشمی کتب خانہ

ارشد مارکیٹ جوگ پور لاہور

041. 2646756
0321.4926515
0300.6674752

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	مشکل کشا جلد اول
موضوع	سیرت حضرت علیؑ
مصنف	علامہ صائم چشتیؒ
پہلا ایڈیشن	جمادی الاول ۱۴۰۰ھ
پچیسواں ایڈیشن	جنوری ۲۰۰۸ء
طابع	محمد شفیق مجاہد
کمپوزنگ	چشتی کمپوزرز

تکمل سیٹ = 800 روپے

ملنے کا پتہ

شبیر برادرز اردو بازار لاہور



بانتساب

امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، وصی و اخی رسولؐ، تاج سر بتول
جناب حیدر کرار، تاجدارِ اہل اتے، مُرتضیٰ، مشکل کُشاء
شیرِ خدا، سیدنا و مولا نا و مُرشدنا حضرت

علی

کرم اللہ وجہہ الکریم کے لائقنا ہی رُوحانی فیضان سے
فیضیاب ہونے والے تمام مجاہدانِ حیدر کرار کے نام

گدائے پنجتن، سگ دربارِ شیرِ یزدان، ناچیز و مجتہدان

صائمِ چشتی

۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۹ ہجری

عشق کا مَصَدَّر ہیں علی

قاسمِ خُلد علی ساقی کوثر ہیں علی
ہادی و مہدی علی حیدر و صغدر ہیں علی
مُرتضیٰ ، شیرِ خُدا ، فاتحِ خیبر ہیں علی
منظرِ نُورِ خُدا عکسِ پیمبر ہیں علی

عرش کا دل ہیں علی عرشِ معلّے کی قسم
نُورِ خالق ہیں علی نُورِ من اللہ کی قسم

دونوں عالم میں درخشاں ہے ولایت اُن کی
تاابد جاری و ساری ہے حکومت اُن کی
لا شُبہ حق کی عبادت ہے زیارت اُن کی
ہاں شہادت کی شہادت ہے شہادت اُن کی

دستِ قدرت ہیں علی زورِ ید اللہ کی قسم
حُسنِ کعبہ ہیں علی حُرمتِ کعبہ کی قسم

مصطفیٰ چاند ہیں تو چاند کا ہالہ ہیں علی
 صبح اسلام کے چہرے کا اُجالا ہیں علی
 زینتِ فقر و غنا اعلیٰ و بالا ہیں علی
 حسنِ فطرت کی کتابوں کا حوالہ ہیں علی

حیدر ایمان ہیں ایماں کی حرارت کی قسم
 شرحِ قرآن ہیں قرآن کی عظمت کی قسم

مثلِ ہارون علی مثلِ مسیحا ہیں علی
 حاملِ فتح میں فیض کا دریا ہیں علی
 علم کے شہر کا درِ حق کی تجلی ہیں علی
 کعبے میں پیدا ہوئے آپ بھی کعبہ میں علی

جانِ احمد ہیں علی جانِ رسالت کی قسم
 شانِ احمد ہیں علی شانِ رسالت کی قسم

ایک تھے ایک ہیں اور ایک رہیں گے حیدر
 ایک ہے زہرا تو دو کیسے بنیں گے حیدر
 حق اُدھر ہو گا جدھر چہرہ کریں گے حیدر
 ہو گا قرآن اُدھر جس سو چلیں گے حیدر

عزت دیں ہیں علی دین کی عزت کی قسم
 حسنِ عرفاں ہیں علی نورِ حقیقت کی قسم

فازہ رُونے وفا عشق کا مصدر ہیں علی
 مرکز نور علی حُسن کا محور ہیں علی
 فقر کا گھر ہیں علی ہادی و رہبر ہیں علی
 لوح محفوظ کا اک نقشِ منور ہیں علی
 صدق و صدیق علی صدق و صداقت کی قسم
 ہیں علی ذوقِ نبی ذوقِ نبوت کی قسم
 کانِ ایمان ہیں ایمان کا مرکز بھی علی
 بحرِ عرفان ہیں عرفان کا مرکز بھی علی
 گنجِ فیضان ہیں فیضان کا مرکز بھی علی
 شرحِ ایقان ہیں ایقان کا مرکز بھی علی
 میرے محبوب علی مجھ کو محبت کی قسم
 حق کے مطلوب علی حقِ امامت کی قسم
 شاہِ مرداں ہیں علی قوتِ یزداں ہیں علی
 ماہِ تاباں ہیں علی مہرِ درخشاں ہیں علی
 عزتِ آلِ عبا آنِ شہیداں ہیں علی
 شاہِ شاہانِ زماں زورِ غریباں ہیں علی
 میرے ہیں مولا علی اُن کی ولایت کی قسم
 اُن کا صائم ہوں گدا اُن کی سخاوت کی قسم

حیدریم قلندر مَسْتَم
 بندہ مُرْتَضٰی علی ہَسْتَم
 سرگروہ تمام رِندانم
 کہ سب گُوئے شیر یزدانم
 حضرت بوعلی قلندر



گویند غَالِمِ بھنائے تو یا علی
 حال ایں کہ مَن زِ حق ثنائے تو قاصر



شانِ مُشکلِ کُشاء

مُرْتَضٰی مُجْتَبٰی مَوْلَا مُشْکِلِ کُشَاء
 بیکسوں کا سہارا ہے مولا علی
 صاحبِ ہَلِ آتی زوجِ خیر النساء
 مُصطفٰی کا دُلارا ہے مولا علی

شوکتِ پنچتنِ راحتِ اَعْجمن
 بندہ ذوالنہنِ تاجدارِ زمیں
 حُسنِ سُرور و سمنِ شاہِ خیرِ شِکمن
 معرفت کا ستارا ہے مولا علی

سرورِ اولیاءِ شاہِ فقر و غنا
 مرکبِ اتقیاءِ محوِ اَصْفیاء
 مظہرِ مُصطفٰی ظَلِّ نُورِ خُدا
 حوضِ کوثر کا دھارا ہے مولا علی

شاہِ مرداں علی شیرِ یزداں علی
بابِ علمِ نبی جانِ ایماں علی
نورِ عرفاں علی رُوحِ قرآں علی
بحرِ غم کا کنارہ ہے مولا علی

دل کو راحت ملی جاں کو فرحت ملی
بادِ رحمت چلی مہکی دل کی کلی
حلِ مشکل ہوئی ہر مصیبت ملی
جب بھی صائم پکارا ہے مولا علی

فہرست

انتساب	۴	ابوطالب نے حضور کی کفالت
عشق کا مصدر ہیں علی	۵	نہیں کی
۵۱		
تہنیت	۳۰	کیا فرماتے ہیں ؟
۵۳		
حرف آغاز	۳۳	یہ تاریخ ہے ؟
۵۳		
باب		ابوطالب نہیں زیر بن عبدالمطلب
۵۵		
والدین مشکل کشاء	۴۳	دوسری دلیل
۵۶		
نسب نامہ	۴۴	ان عبارات میں کیا ہے ؟
۵۸		
شجرہ نور	۴۵	حقیقت اس کو کہتے ہیں
۶۰		
پاکیزگی نسب	۴۶	ابوطالب اور کفالت مصطفیٰ
۶۲		
نور کیسے منتقل ہوا ؟	۴۷	الاصابہ فی تمیز الصحابہ
۶۲		
کیا ابوطالب مشرک ہے	۴۹	الاستیعاب فی اسماء الصحاب
۶۴		
ہمارے بھی ہیں		طبقات ابن سعد
۶۵		
مہرباں کیسے کیسے	۵۱	خصائص کبریٰ
۶۷		

سلسلۃ الذہب	۶۹	حیدر کڑا کی ولادہ	۷۹
سیرت ابن ہشام	۷۰	حضرت علی کی والدہ مسلمان	
روض الانف	۷۱	نہیں تھیں	۸۰
الوفاء فی احوال المصطفیٰ	۷۱	الاصابہ کی پوری عبارت	۸۲
انوار محمدیہ	۷۱	یہ محبت یہ نوازش	۸۵
شواہد النوت	۷۲	الاستغیاب	۸۶
مدارج العبودۃ	۷۲	طبقات ابن سعد	۸۸
تفسیر ابن عباس	۷۳	المستدرک	۸۹
تفسیر کبیر	۷۴	نور الابصار	۹۲
تفسیر غرائب القرآن	۷۴	سلسلۃ الذہب	۹۴
تفسیر جمل علی الجلائین	۷۴	اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ	۹۶
تفسیر صاوی	۷۵	اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	۹۷
تفسیر جلائین	۷۵	یہ اعزازات	۱۰۰
تفسیر کشاف	۷۵	باب	
معالم التنزیل	۷۵	پیدائش و طفولیت	۱۰۳
تفسیر ابن کثیر	۷۵	ولادت باسعادت	۱۰۴
تفسیر خازن	۷۶	شرف کس کو ملا؟	۱۰۹
تفسیر فتح البیان	۷۶	سوئے ادب	۱۱۳

ولادت عیسیٰ علیہ السلام	۱۱۴	امت کا وہ کمال جو انبیاء کو نہیں ملا	۱۳۲
مثال دینا	۱۱۸	امت پیغمبر سے اوپر جاسکتا ہے	۱۳۳
علی مثیل عیسیٰ	۱۱۸	خیر القرون قرنی سے بہتر لوگ	۱۳۳
مکالمہ موسیٰ و غزالی	۱۱۹	میں نے ولایت محمدی اور	
غوث اعظم کا یہ فرمان	۱۲۲	ولایت ابراہیمی کو ملا دیا ہے	۱۳۴
موسیٰ اور خضر کا مکالمہ	۱۲۳	دو سمندروں کو یکجا کر دیا	۱۳۴
خضر غوث اعظم سے		نسبت محبوبیت کا غلبہ	۱۳۵
اسم اعظم کیجئے ہیں	۱۲۵	کمالات نبوت کا حصہ	۱۳۵
غوث اعظم اور حضرت خضر	۱۲۶	ولای منع نہیں	۱۳۷
یہ چیلنج	۱۲۷	زینت رسالت بڑھانا	۱۳۷
موسیٰ کی آرزو	۱۲۸	بد نصیب مخدوم کون ہے؟	۱۳۷
عیسیٰ جیسے کام غوث اعظم نے کیے	۱۲۸	بادشاہ نوکروں کے محتاج ہیں	۱۳۸
تم باذن اللہ اور تم باذنی	۱۲۹	استفادہ باعث نقصان ہے	۱۳۹
یہ تقابل	۱۲۹	معاندین بھی ہوتے ہیں	۱۳۹
ملائکہ کا رسول اور غوث اعظم	۱۳۰	حصول منزل کے لئے	۱۴۰
انبیاء کرام کے ہم مرتبہ	۱۳۱	انبیاء کو امتی کے وسیلے کی ضرورت	۱۴۰
صحابہ کرام جیسے کمالات	۱۳۲	معمہ حل ہو گیا	۱۴۱
اولیاء پر صحابہ کو فضیلت نہیں	۱۳۲	حضور کو کمال حاصل ہوا	۱۴۲

باب	۱۴۲	وہ اُمتی کون ہے؟
۱۷۴ علیہ السلام انوارِ نامِ علی	۱۴۳	کمالاتِ انبیاء سے الحاق
۱۷۵ اسمِ علی علیہ السلام	۱۴۴	مذہبِ صوفیاء کرام
۱۸۳ علی نور نہیں؟	۱۴۷	پیس نہیں بجھے گی
۱۸۴ کیا یہ حدیث وضعی ہے؟	۱۴۷	انبیاء کی نبوت کا خاندان
۱۹۳ نور کے مزید حوالے	۱۴۸	حضرت داؤد علی کا نام لیتے
۱۹۶ مادہ پرستی کا یہ دور	۱۴۸	اٹھارہ ہزار عالم کلاہ علی میں
۲۰۰ شوکانی کون ہے؟	۱۴۹	مثالِ مصطفیٰ
۲۰۳ اسمِ علی سراپا حسن و لطافت ہے	۱۵۰	غور تو کریں
۲۰۴ ہر چیز میں علی	۱۵۱	بات دور چلی جائے گی
۲۱۱ فارسی رباعی کا اردو مفہوم	۱۵۲	جانبِ منزل
۲۱۱ علی علی ہے	۱۵۳	علی مثلِ کعبہ
۲۱۲ بطورِ خاص محبانِ علی کیلئے	۱۵۴	پہلے کیا دیکھا
۲۱۳ پنجابی قطعہ	۱۵۵	پہلا اور آخری غسل
۲۱۴ چند مثالیں	۱۵۷	القاباتِ حیدر کرار
۲۱۴ خاص نکتہ	۱۶۰	شانِ حیدر بزبانِ حیدر
۲۱۴ دوسری مثال	۱۶۹	اسمِ گرامی
۲۱۵ تیسری مثال	۱۷۰	پنگھوڑے میں زورِ یدِ الٰہی

۲۱۶	حکمتیں ہی حکمتیں	۲۱۶	علی آغوشِ مصطفیٰ میں	۲۱۶
۲۲۰	دوسری حکمت	۲۲۰	علی کے دہن میں زبانِ نبی	۲۲۵
۲۲۰	تیسری حکمت	۲۲۰	میرا بھائی میرا ناصر	۲۲۵
۲۲۱	چوتھی حکمت	۲۲۱	علی کا دل میں بہلاتے محمد	۲۲۶
۲۲۵	اب جمع کر لیں	۲۲۵	نیند کیسے آتی تھی ؟	۲۳۷
۲۲۶	پانچویں حکمت	۲۲۶	سوالِ ابوطالب	۲۳۸
۲۲۶	آخری ہندسہ چھٹی حکمت	۲۲۶	ایمان و حکمت کے خزانے	۲۳۸
۲۲۸	آخری نکتہ	۲۲۸	کیا یہ اعتراض ہو سکتا ہے ؟	۲۳۹
۲۲۹	علی کی عین	۲۲۹	محبت کی عظیم مثال	۲۵۲
۲۳۴	علی کی لام	۲۳۴	حضرت عباسؓ کو رسول اللہ	
۲۳۷	علی کی ”ی“	۲۳۷	کا ارشاد	۲۵۳
۲۳۷	عین کی مزید وضاحت	۲۳۷	دربار رسالت کا انعام	۲۵۵
۲۴۱	مدارجِ تصوف	۲۴۱	علی حجر و شجر کی زبان سمجھتے ہیں	۲۵۷
۲۴۱	شریعت	۲۴۱	تشریح	۲۵۷
۲۴۲	طریقت	۲۴۲	باب	
۲۴۲	حقیقت	۲۴۲	نمازِ علیؓ علیہ السلام	۲۵۹
۲۴۲	معرفت	۲۴۲	پہلا مومن پہلا نمازی	۲۶۲
۲۴۳	اعترافِ حقیقت	۲۴۳	حضرت علیؓ ہی اولین مسلمان ہیں	۲۷۳

۳۲۱	فرمانِ اعلان	۲۷۳	خاص وجہ یہ ہے
۳۲۵	علی انتظامِ دعوت کرو	۲۷۶	فہم و محدثین کی تطبیق
	باب	۲۷۸	یہ تطبیق کیوں ؟
۳۳۳	خلافتِ صدرِ کرار	۲۸۳	علی نے کب اسلام ظاہر کیا
۳۳۳	کون ہے جو خلیفہ بنے ؟	۲۸۵	طبقاتِ ابنِ سعد
۳۳۶	مکالمہ ابوطالبؓ و ابولہبؓ		حضرت علیؓ کیسے چھپ کر
۳۴۰	علی خلیفہ رسول کیسے ؟	۲۹۶	نماز پڑھتے تھے
۳۴۱	تعجب خیز	۳۰۰	چند مزید روایات
۳۴۱	سب روایات قبول ہیں	۳۰۳	وجدان کی بات
۳۴۳	مگر ایسا کیوں ؟	۳۰۵	حقائق سے گریز
۳۴۶	یہ حدیث موضوع ہے	۳۰۹	اہم ترین سوال
۳۵۳	علی شیر خدا خلیفہ رسول ہیں	۳۱۰	نمازی اور غازی
۳۶۱	ہاشمی خلیفہ	۳۱۱	کیا مساجد قتل گاہیں ہیں ؟
۳۶۲	علی خلیفہ بلا فصل ہیں		شہادتِ گاہِ حسین اور
۳۶۷	خلافتِ اس کو کہتے ہیں	۳۱۳	شہادتِ گاہِ علی
۳۶۸	محبت کیوں واجب ہے ؟	۳۱۵	نماز علیؓ کیلئے سورج کی واپسی
۳۶۹	کشتی نوح کیا ہے ؟	۳۱۸	دوسری بار سورج کا لوٹنا
۳۶۹	اہل بیت ہی کیوں ؟	۳۲۰	اظہارِ اسلام اب ہوتا ہے

- ۳۹۵ امامت کہاں ہے ؟ ۳۷۱ نام علی کہاں کہاں
- ۳۹۶ علی کو امام کیوں بنایا ۳۷۲ اسد اللہ آسمانی خطاب ہے
- ۳۹۷ حضور کی علی سے مناسبت کلی ۳۷۳ نعرہ حیدری کی قوت
- ۳۹۹ حضرت مجدد الف ثانی کا اللہ کی تلوار
- ۴۰۰ عقیدہ بھی یہی ہے ۳۷۶ امامت کبریٰ
- اب دیکھو ۳۷۸ باب
- ۴۰۱ طریقہ نقشبندیہ سب سے دور الم
- ۴۰۲ کیوں افضل ہے ۳۷۸ اعلان تبلیغ کے بعد
- ۴۰۳ علی کیوں افضل نہیں ؟ ۳۸۰ حضور کے دشمن کون تھے ؟
- ۴۰۴ تفضیلِ رفض نہیں ۳۸۱ حضرت حمزہ کا قبولِ اسلام
- ۴۰۴ غیر نبی کی نبی پر فضیلت ۳۸۵ محمد شمعِ محفل بود
- ۴۰۵ علی خیر البریہ ہیں ۳۸۵ اعلانیہ نماز کی ادائیگی
- ۴۰۶ باب ۳۹۰ عمر فاروق کا اعلانِ اسلام
- معراجِ مصطفیٰ اور شانِ مرتضیٰ ۴۰۷ کفارِ مکہ کا حملہ علی نے روکا
- خروجِ مصطفیٰ برائے مرتضیٰ ۴۰۸ پھر آگ بھڑک اٹھی
- شبِ معراج تھی آواز کس کی ۴۰۸ ہجرتِ حبشہ کا اعلان
- یہ اعزاز ۴۰۹ شاہِ حبشہ کا قبولِ اسلام
- عرش پر نام علی ۴۱۰ مشرکینِ مکہ کی کوشش

۴۳۰	شب ہجرت	۴۱۲	شعب ابی طالب
۴۳۰	ہجرت حکم خدا	۴۱۳	حضرت ابوطالب کا پہرہ
۴۳۲	کفار کے ارادے	۴۱۴	شعب ابی طالب کا زمانہ
۴۳۳	حضور کو بروقت اطلاع	۴۱۶	رحمت الہی جوش میں
۴۳۴	علی کو حکم رسول	۴۱۶	حضور نے بشارت دی
۴۳۵	جناب سیدہ سے ملاقات	۴۱۸	پروانہ نجات
۴۳۶	علی بستر رسول پر	۴۱۸	مصیبت میں رفاقت
۴۳۷	شیر خدا کی رات کیسے گزری	۴۱۹	اور..... سایہ اُٹھ گیا
۴۳۸	علی کیلئے اعزاز خداوندی	۴۲۰	حضور کا اظہارِ غم
۴۳۹	ضروری وضاحت	۴۲۱	پیام غم و الم
۴۴۱	ایں گل دیگر شگفت	۴۲۲	دُعائے محمد برائے علی
۴۴۲	زعمائے اہلسنت کی خدمت میں	۴۲۲	غم نے اظہارِ محبت کر دیا
۴۴۳	غلیظ لٹریچر کا جواب دو	۴۲۳	حضور روتے رہتے
۴۴۴	اہلسنت کا فریضہ	۴۲۴	مرثیہ و سلام
۴۴۶	غالی مؤلفین کون ہیں؟		جناب اسد اللہ الغالب
۴۴۶	طبقات ابن سعد	۴۴۶	بکسور خدیجہ و ابوطالب
۴۴۷	کشف المحجوب		باب

۴۵۹	۴۵۰	مدارج النبوت	أُسْدُ الْغَابَةِ
۴۶۰	۴۵۰	مدعی لاکھ پہ بھاری ہے	أَحْيَاءُ الْعُلُومِ غَزَالِي
۴۶۱	۴۵۱	مواہب اللدنیہ	الْوَفَاءُ رَوْضُ الْإِنْفِ
۴۶۲	۴۵۲	زرقانی علی المواہب	هَجْرَتِ مِثْرَتَضْوٰی
۴۶۳	۴۵۳	جرح	اِمَانَتُوں کی واپسی
	۴۵۳	اس جرح کا مطلب	کیا اہلبیت حضرت علی کے
۴۶۴	۴۵۴	تفسیر خازن	ساتھ آئے تھے
۴۶۷	۴۵۵	تفسیر درمنثور	طبقات ابن سعد
۴۶۸	۴۵۵	تفسیر معالم التنزیل	أُسْدُ الْغَابَةِ فِي مَعَارِفَةِ الصَّحَابَةِ
۴۶۸	۴۵۵	تفسیر کشاف	حضرت علی کا سفر ہجرت
۴۷۰	۴۵۶	تفسیر ابن کثیر	روایات کا تضاد
۴۷۱	۴۵۶	تفسیر ابن جریر	لعاب رسول سے شفاء
۴۷۲	۴۵۷	تفسیر روح المعانی	ناقہ مصطفیٰ کا سوار آ گیا
۴۷۴	۴۵۷	احکام القرآن القرطبی	اوٹنی اُٹھ بیٹھی
۴۷۵	۴۵۷	البدایہ والنہایہ	پاپیادہ ہی آئے تھے
۴۷۷	۴۵۸	سیرت ابن ہشام	سفر کی صعوبتیں
۴۷۸	۴۵۸	سیرت حلبیہ	سیرت ابن ہشام
۴۸۰	۴۵۹	المستدرک الحاکم	انوار محمدیہ

۵۱۳	اللہ نے بدرجائے	۳۸۰	تعارض ختم کرنا چاہا مگر
۵۱۵	حیدران اہل بیت کی رہائی	۳۸۳	بات پھر وہی ہے
۵۱۶	الاصابہ فی تمیز الصحابہ	۳۸۴	مدنی زندگی
۵۱۷	الصواعق المحرقة		باب
۵۱۸	ابن حجر مکی	۳۸۶	تزویج مقدس
۵۱۹	البیان والتبین		حضرت علی اور سیدہ
۵۲۰	نزہۃ المجالس	۳۸۷	فاطمہ کا نکاح مبارک
۵۲۱	ریاض النضرہ فی مناقب عشرہ	۳۸۸	ہر درخواست مسترد
۴۵۲	یہ کیسی شادی ہے	۳۸۹	مسجد نبوی میں مشورے
۵۲۷	ازل سے چنے ہوئے	۳۹۱	حضرت علی سے ملاقات
۵۲۹	سہرا علی کے سر	۳۹۴	علی بارگاہ رسول میں
	حضرت علی کا عقد	۵۰۲	معارض کے علاوہ
۵۳۱	مبارک زمین پر	۵۰۵	حیدر کرار کا نکاح آسمانوں پر
۵۳۲	یاروں سے ملاقات		نسیم امروہوی کا
۵۳۳	حضور کی تشریف آوری	۵۱۰	خران عقیدت
۵۳۳	عثمان غنی کا اظہار محبت	۵۱۲	ہلے نچھاور کئے گئے
۵۳۴	جہیز کا سامان	۵۱۲	حضور خوش ہو گئے
۵۳۶	ایجاب و قبول	۵۱۳	یہ بزم نکاح خاص ہے

۵۶۱	فرشتوں کی آمد	۵۳۶	صحابہ کو پیغام رسول
۵۶۲	سواری جناب کی	۵۳۸	علی کے لئے حکم رسول
۵۶۹	حیدر کرار سہرا	۵۳۹	جبریل پیغام خدا لائے
۵۷۱	والدہ مریم کی دعا	۵۴۱	خطبہ نکاح
۵۷۲	حضور کی دعا	۵۴۲	نکاح اور مہر
۵۷۲	حضور کی تشریف آوری	۵۴۵	بزم نکاح کا منظر
۵۷۳	حضور نے دم فرمایا	۵۴۸	شیخ مصطفیٰ شبستان مرتضیٰ میں
۵۷۴	سیدہ کے راز و نیاز	۵۴۸	حضرت علی کا جواب
۵۷۴	فقر باعث افتخار ہے	۵۴۹	ازواج رسول بارگاہ رسول میں
۵۷۴	اللہ نے دوسروں کو پسند فرمایا	۵۵۰	حضرت خدیجہ الکبریٰ کی یاد
۵۷۶	وضاحت	۵۵۱	حضور کا جواب
۵۷۷	گلشن حیدر کے پھول کلیاں	۵۵۲	دعوت ولیمہ
۵۷۷	ریاض بتول کا پھول	۵۵۴	زیورات زہرا
۵۷۸	نور کے تین سمندر	۵۵۶	امہات المؤمنین کی مسرت
۵۸۰	ولادت حسن نماز زہرا		حضرت عائشہ الصدیقہ
۵۸۲	امام حسن کا خطبہ	۵۵۷	کے اشعار
۵۸۲	جی بہل گیا	۵۵۸	حضرت خضہ کے اشعار
۵۸۴	دوسرا پھول	۵۶۰	یہ تہنیت نامے

۶۰۶	منافقین کی بات نہیں	۵۸۸	علی وفا طمہ
۶۰۶	شیطانی وسوسہ ہے	۵۸۹	دریا اور موتی
۶۰۶	صحابہ کی عظمت	۵۸۹	بہر نبوت اور بہر فوت
۶۰۸	حقیقت یہ ہے	۵۹۱	نامیہ الزہرا
۶۰۹	نا قابل تردید حقیقت		باب
۶۱۰	مقام مولائے کائنات	۵۹۴	قوت پرور دگار
۶۱۰	دعائے رسول کا اثر	۵۹۵	پیش منظر
۵۱۳	علمبردار مصطفیٰ	۵۹۶	نا قابل تردید حقیقت
۶۱۴	ارشاد مولا علی	۵۹۷	تعجب کیا ہے
۶۱۶	باب	۵۹۸	یہ آگ نہیں بجھے گی
	غزوہ بدر اور حیدر کرار	۵۹۹	حصول جنت کا مدار
۶۱۷	غزوہ بدر	۵۹۹	محبت کیا چاہتی ہے
۶۲۰	صحابہ کرام کا جذبہ	۶۰۰	شیطان کے قبضہ میں
۶۲۱	علی نبی کے ساتھ ہے	۶۰۱	علی کی انفرادیت
۶۲۱	سفر وسیلہ ظفر	۶۰۲	وہ کتنے خوش نصیب تھے
۶۲۲	میدان بدر کا واقعہ	۶۰۳	وہ مغوضان علی نہیں
۶۲۳	شاہین کے لئے شاہین	۶۰۴	دربار مصطفیٰ کی عطائیں
۶۲۴	حضرت عائشہ کی چادر پر چم	۶۰۴	خوش نصیب آنکھیں

۶۲۸	منافقین کی ساز باز	۶۲۵	کفر کا پہلا بلاوہ
۶۵۰	علی تلوار یوں طلب کرتے ہیں	۶۲۷	جنگ کا حسن آغاز
۶۵۲	پرچم بردار	۶۳۰	قوت حیدری
۶۵۲	آغاز جنگ اور زور حیدری		داد شجاعت اور
۶۵۳	تیغ علی کا پہلا شکار	۶۳۱	زیارت مصطفیٰ
۶۵۶	طلحہ کا بھائی قتل ہوتا ہے	۶۳۲	تیغ جو ہر دار
۶۵۶	تیسرا بھائی بھی قتل ہو گیا	۶۳۷	ذوالفقار حیدری
۶۵۷	ذوالفقار حیدری کا دوسرا شکار	۶۳۹	علی کے ساتھ مدد دی
۶۵۷	گھمسان کی لڑائی	۶۴۰	ایک اور اعزاز
۶۵۸	کفار کے پاؤں اُکھڑ گئے	۶۴۲	مولائے کائنات کا استفسار
۶۶۰	ایک اور شکار	۶۴۳	باب
۶۶۱	تعارف علی بزبان علی		غزوہ احد اور حیدر کرار
۶۶۲	درہ والوں کی غلطی	۶۴۴	جنگ احد
۶۶۳	پانسہ پلٹ گیا	۶۴۴	کھویا بھی اور پایا بھی
۶۶۳	مگر علی بھی تھے	۶۴۵	درہ کی حفاظت کی ہدایت
۶۶۴	جلال رسالت	۶۴۶	قیمت ادا کرنا پڑی
۶۶۵	کفار کا حملہ	۶۴۶	مقابلہ کی تیاری
۶۶۶	لافٹی الاعلیٰ	۶۴۷	بدر کا بدلہ لینے کی تیاری

۶۸۸	باب	۶۶۸	یہ واقعہ وضعی ہے
۶۸۹	غزوہ بنی نضیر اور حیدر کرار	۶۶۹	احتراز کیوں کیا گیا
۶۹۰	غزوہ بنو نضیر کا پس منظر	۶۷۰	میں شہید ہو جاؤں
۶۹۱	الطبقات ابن سعد	۶۷۱	جانبازوں کی شہادت
۶۹۲	انتخاب حیدر کرار	۶۷۲	سرکار زخمی ہو گئے
۶۹۳	حکمت کیا تھی؟	۶۷۳	فضیلت علی
۶۹۵	امتیاز	۶۷۵	اپنی اپنی رائے
۶۹۶	دس دن کے بعد	۶۷۶	لافی الا علی حدیث نہیں
۶۹۷	تلوار	۶۷۷	کیا یہ خاص واقعہ نہیں
۶۹۹	سپہ سالار و پرچم بردار	۶۷۹	نصرت رسول کی اہمیت
۷۰۰	غرور کا غرور کس نے توڑا؟	۶۷۹	مقصود برادری کا طریقہ
۷۰۱	تمہارے کام کو گئے ہوں گے	۶۸۰	جبریل محافظ علی
۷۰۳	باقی بھی گئے	۶۸۱	صاحب روضۃ الاحباب کا قول
۷۰۴	واقعہ کے حوالہ جات	۶۸۱	علامہ ذہبی کا قول
۷۰۸	باب	۶۸۲	محدث دہلوی کا اپنا فرمان
۷۰۹	غزوہ احزاب اور حیدر کرار	۶۸۵	خون کے آنسو
۷۰۹	کفار مکہ کی آخری ضرب	۶۸۵	شہزادی مصطفیٰ کی حالت
۷۱۰	کفار کی آخری کوشش	۶۸۶	سیدہ کا جہاد میں حصہ

۷۱۱	دربارِ مصطفیٰ سے چوتھا اعزاز ۷۴۷	سپہ سالارِ اعظم
۷۱۲	خوارج کا اعتراض ۷۴۷	پتھر پاش پاش ہو گیا
۷۱۳	انعام یافتہ کی گواہی ۷۵۰	علی کا پہلا شکار
۷۱۴	ابن عبدود کی ہلاکت کے بعد ۷۵۴	عفریت میدانِ جنگ میں
۷۱۶	باب ۷۵۶	شیر خدا عفریت کے سامنے
۷۱۹	غزوہ بنی قریظہ اور حیدر کرار	پورا ایمان پورا کفر
۷۲۰	پس منظر ۷۵۷	ابن عبدود کا قفاخر
۷۲۸	حضور کہاں تھے؟ ۷۵۹	دوسرا عفریت جہنم میں
۷۳۰	بلال نے اعلان کیا ۷۶۱	اللہ کی طرف سے علی کو تمغہ
۷۳۱	حضرت علی کی روانگی ۷۶۱	یہ حدیث
۷۳۲	یہودی کانپ گئے ۷۶۳	اہل باطن و اہل ظواہر کا فرق
۷۳۳	غیرت ہاشمی ۷۶۵	دوسرا تمغہ
۷۳۴	حضرت، خدمت سرکار میں ۷۶۶	ابن مسعود کا قول
۷۳۵	یہودیوں کا محاصرہ ۷۷۰	سب سے الگ اعزازات
۷۳۹	یہودیوں کی گرفتاری ۷۷۲	اعزازِ نمبر ۱
۷۴۰	یہودیوں کی موت ۷۷۳	چند منطقی دلائل
۷۴۴	شیطان بدکردار زیرِ ذوالفقار ۷۷۵	دربارِ مصطفیٰ سے دوسرا اعزاز
۷۴۶	مقتولوں کی تعداد ۷۷۶	دربارِ مصطفیٰ سے تیسرا اعزاز

فدک کیسے فتح ہوا ؟ ۷۷۸ باب ۷۹۹

باب ۷۸۲ غزوہ خیبر اور حیدر کرار

غزوہ حدیبیہ اور حیدر کرار خیبر کہاں ہے ۸۰۰

پس منظر ۷۸۳ غزوہ خیبر کا پس منظر ۸۰۱

روانگی بسوئے مکہ معظمہ ۷۸۳ محاصرہ ۸۰۳

سفیر کون بنے ؟ ۷۸۴ مقابلہ ۸۰۳

بیعت رضوان ۷۸۴ جب یاد تیری آئی ۸۰۵

علی گردنیں اُڑانے یہ اعزاز علی کیلئے تھا ۸۰۷

والا ہے ۷۸۵ صحابہ کی خواہش ۸۰۸

صلح نامہ کی ابتداء ۷۸۷ علی گرمی سردی سے محفوظ ۸۱۱

علی لکھو ۷۹۰ حضرت سعد کے انداز ۸۱۵

حضور کو رسول اللہ ۷۹۱ حق بحق داررسد ۸۱۶

الادب فوق الامر ۷۹۳ حضرت علی کی تیاری ۸۱۷

کس نے بدلا ۷۹۴ حضور کی علی کیلئے ہدایات ۸۱۹

علی کو امیر المومنین نہ ماننا ۷۹۴ کیا علی نہیں جانتے تھے ۸۲۰

پیشگوئی ۷۹۴ حارث مولا علی کے روبرو ۸۲۴

آپ نے سچ فرمایا ۷۹۶ مرحب کی آمد ۸۲۵

یہ واقعہ ۷۹۷ مرحب مولا علی کے روبرو ۸۲۸

۸۴۰	مقام علی کا تعین	۸۳۱	مرحب کا خاتمہ
۸۴۳	باب	۸۳۵	حیدر و عمر
۸۴۴	غزوہ حنین کا پس منظر	۸۳۸	قوتِ حیدری و یاسر خیری
۸۴۵	کثرت پر ناز غلط ہے	۸۴۰	صحیح یا غیر صحیح
۸۴۶	ہولناک حالات	۸۴۳	دروازہ علی کے ہاتھ میں
۸۴۷	یہ پروانے	۸۴۸	تعریفِ مرتضیٰ بزبانِ مصطفیٰ
۸۴۸	کون فرار نہ ہوا ؟	۸۵۴	باب
۸۸۰	طبقات ابن سعد	۸۵۵	جنگِ امل اور حیدر کرار
۸۸۲	فتح کیسے ہوئی ؟	۸۵۶	شر پسندوں کی سرکوبی
۸۸۷	ضربتِ حیدری	۸۵۸	ابوبکر صدیق کا حملہ اور ناکامی
۸۸۷	ابو خزیل جہنم میں	۸۵۹	فاروقِ اعظم کا حملہ اور ناکامی
۸۸۹	بات میں بات	۸۶۱	عمرو بن العاص کی آرزو اور شکست
۸۹۲	برست مقصد	۸۶۲	علی ہی فاتح قرار پائے
۸۹۵	باب	۸۶۳	فرستِ حیدر کرار
۸۹۶	محاصرہ طائف	۸۶۳	عمرو بن العاص کا مشورہ
۸۹۷	علی سب بتکدے جا کر مٹا دو	۸۶۳	دشمنوں کا خاتمہ
۸۹۸	بشارت و در بشارت	۸۶۸	حیدر کرار کا استقبال
۸۹۹	بشارت و در بشارت	۸۶۹	بشارت و در بشارت

۸۹۸	قرآن و علی سے محبت کرو	۹۲۴	بت شکن
۸۹۹	علی اور قرآن	۹۲۵	بتوں کا پجاری جہنم میں
۹۰۲	علی بسم اللہ کی با کا نقطہ ہیں	۹۲۶	خدا نے کی ہے سرگوشی علی سے
۹۰۵	تفسیر روح البیان	۹۲۷	منکرین کی عجیب منطق
۹۰۷	بسم اللہ کی با	۹۲۷	مصلحت یہ تھی
۹۰۹	نقطہ میں مزید نکتہ	۹۲۸	تقسیم غنیمت
۹۰۹	اسرار قرآن اور بسم اللہ	۹۲۹	طائف سے واپسی
۹۱۱	بائے بسم اللہ پندر	۹۳۰	آؤ سودا کر لیں
۹۱۲	ابن عباس کا اعتراف	۹۳۲	وضاحت پھر ہوگی
۹۱۳	نافع کلام	۹۳۳	طائف کیسے فتح ہوا ؟
۹۱۵	سات سمندر میں ایک قطرہ	۹۳۸	علی جان مصطفیٰ ہیں
۹۳۹	علم علی کے معترف		باب
۹۱۸	علی نبی کیلئے ایسے ہیں جیسے		قرآن اور علی
۹۱۹	نبی خدا کے لئے	۹۲۰	علی اور قرآن
۹۲۱	قرآن ناطق کیسے ؟	۹۲۲	ہمیں حیرت ہے
۹۲۱	علی قرآن کے ساتھ ہے	۹۲۳	فرامین مصطفیٰ کو تسلیم کرو
۹۲۲	پہلا سوال یہ ہے	۹۲۴	علی صراطِ مستقیم کی تفسیر میں
۹۲۳	دوسری صورت	۹۲۶	بھٹکتے رہو گے

۹۷۰	صحیفہ کہاں سے آیا ؟	۹۴۷	حق امانت ادا کیا
۹۷۱	ہم جانتے ہیں	۹۴۸	علی کا سینہ علم کا خزانہ
۹۷۵	علوم و اسرار کا خزانہ	۹۴۸	اسرارِ غیبیہ کا علم
۹۷۵	سب سے زیادہ علم کیسے	۹۴۹	قرآن میں سب علوم
۹۷۶	کیسے بھول سکتے تھے	۹۵۰	روح محفوظ اور قرآن مجید
۹۷۹	ایک سوال	۹۵۰	سرکارِ دو عالم کا علم
۹۸۳	مزید حوالے	۹۵۱	علی امام مبین ہیں
۹۸۶	علی کو دُور نہ رکھنا	۹۵۲	فرمانِ علی ہے
۹۸۸	اللہ کے حکم سے سکھایا	۹۵۲	علی نے یاد رکھا
۹۹۰	نا قابلِ تردید حقیقت	۹۵۳	نوحے علم
۹۹۱	اتنی جلدی کیسے ؟	۹۵۴	غوثِ اعظم کا ارشاد ہے
۹۹۲	چلتا پھرتا قرآن	۹۵۶	سورۃ فاتحہ کی تفسیر
۹۹۳	اعترافِ فاروقِ اعظم	۹۵۶	ایک فرمان ہی دیکھ لو
۹۹۴	قرآن کے ظاہر و باطن کا علم	۹۵۸	علوم و اسرارِ الہیہ کا منبع
۹۹۶	جو چاہو پوچھو	۹۵۸	گو اہی علمائے راسخین کی
۹۹۷	کتابیات	۹۶۲	فہم اور صحیفہ کیا ہے ؟
		۹۶۳	فہم کس شخص کے پاس ہے
		۹۶۷	من اندازِ قدرتِ رامی شناسم
		۹۶۹	انکشافِ حقیقت

تہنیت

از: محترم المقام نادر الکلام محی فاللہ حضرت نادر جاجوی صاحب دامت برکاتہم القدسیہ

مُشکل کشا! باب مدینۃ العلم شہر ہزار در کے اسم مقدس کا ایک منور
عکس حسن عقیدت کا معیار جمال ذوقِ اظہار کا وجدان برحق تقاضائے جسم و
جاں سے ماوری کیف تکمیل حُسن کی آخری لطافت جلالِ اتم کا ملکوتی استعارہ
”**مُشکل کشا**“... ۳۰۰ صفحات پر پھیلی ہوئی تحقیق..... داستاں درو
داستاں علم و آگہی کے وہ درخشندہ باب جن میں لفظ لفظ ناگزیر صداقتیں
فروزاں ہیں مسائل آئینہ در آئینہ نگاہوں کو تجر آشنا کرتے جاتے ہیں وسعت
موضوع نئی تدقیق کے نئے دائرے کھول رہی ہے۔

تصوّف کے باریک نکات ورق و ورق و غناء کی روح تک گرہ کشائی
کر رہے ہیں۔

حقائق کا پھیلاؤ صدیوں پہ محیط ہے جو لحوں کی تہہ در تہہ تاریخی گھمبیر
تا کے باوجود پوری تابانی سے ظہور پذیر ہو رہا ہے تشویق و ذوق نے احادیث
واقعات کو اس ربط تک کھوج لیا ہے جس کے بعد حقیقت تحریم کا ہر سلسلہ ابدی
ولا زوال ہوتا ہے متنازعہ عبارات کے وہ روشن حل جو براہین قاطعہ کا درجہ

رکھتے ہوں متناقض سوچوں اور متضادم تخیلات کے لئے وہ صحیح پیرائے جو
دلیل برسوں کا مطالعاتی حاصل قرونوں کی تنقید کا خنک فیصلہ “

خوشا ! عزمِ قلم کہ الہاماتی ساعتوں سے پروقا رگزر،
خوشا ! سعیِ مصنف کہ سلکِ تحریر کو منفرد سلیقہ ترتیب دی گئی۔

خوشا ! وہ قریہ جاں کہ قافلہ درود کی منزل ٹھہرا،
خوشا ! وہ زندگی کہ وقفِ اذکار محبوب ہوئی۔

یہ دستاویز روحانیت کی ایک فردوسِ جمیل ہے کہ دھڑکنوں کے لئے
وجہ قرار بن رہی ہے برخلِ منضبط مواد کا ایک بسیط قلم ہے کہ موجیں مار
رہا ہے گونا گوں لاتعداد بحثوں کا ایک صحیفہ فصل ہے کہ ضرورت مطالعہ پر
حرفِ آخر کہنا بجا ہوگا اس امٹ کارنامہ کے سبب مصنف کا نام اور کام دونوں
ابد الٰہیاد تک زندہ و تابندہ رہیں گے۔

ایسی گرفت و یافت اور محنت دُنیا کی مخصوص اور اہم ترین کتب پر ہو
سکتی ہے جنہیں نہ صرف ہر دور نے پذیرائی بخشی ہے بلکہ انہیں مختلف زبانوں
کے خوبصورت تراجم سے بھی پیراستہ کیا گیا ہے۔

آواز میں قوتِ اظہار میں صداقت اور دلائل میں ندرت ہو تو! تاثر
روایت کی گردان سے گزر کر امر ہو جاتا ہے..... اس لئے میرے محبت گرامی
جناب علامہ صائم چشتی صاحب مدظلہ العالی قلب و روح کی گہرائیوں سے
نکلنے والی تہنیت و مبارکباد کے مستحق ہیں جنہوں نے تحقیقات کی نئی پیوند

کاری سے سیرت کے ایسے موضوع کو سدا بہار کر دیا ہے میری دانست میں
 اتنی بڑی کتاب اور ایسا عظیم مرقع آج تک نہیں لکھا گیا خدائے ذوالمنن
 بطفیل پنجتن اسے قبولیت عام کی سند عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین

نادر جاجوی

۷ مارچ ۱۹۸۰ء

حرفِ آغاز

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ وَآلِهِ

وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ

مشیتِ ایزدی کی حکمتوں اور اسرارِ الہیہ کو سمجھ لینا ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔ بلکہ اس منصبِ جلیلہ پر خداوندِ قدوس کی بارگاہِ اقدس سے خاص خاص لوگوں کو ہی متمکن کیا جاتا ہے۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ہماری ہر خواہش اُسی وقت پوری ہو جائے جب وہ ہمارے دل و دماغ میں کروٹ لیتی ہے، مگر ارادہ مصمم اور عزم راسخ ہو تو یقیناً یقیناً اللہ تبارک و تعالیٰ ہماری آرزوؤں کو پورا فرما دیتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس میں کچھ تاخیر واقع ہو جائے۔ اور یہ تاخیر عربی کے اس مقولہ ”التَّأْخِيرُ مِنَ الرَّحْمَنِ“ کے مصداق یقینی طور پر بہتر سے بہتر نتائج پر مبنی ہوتی ہے۔

کتاب ہذا بھی قارئین کی خدمت میں کچھ تاخیر سے پیش کی جا رہی

ہے، مگر

گر ہے تاخیر تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا

حیدر کرار حضرت علی کریم اللہ وجہہ الکریم کی سیرتِ مقدسہ ایک ایسا

بحرِ ناپیدا کنار ہے جس کا کما حقہ احاطہ ناممکن الامر ہی نہیں بلکہ محال ترین ہے۔

ہم نے اس موضوع پر جو کتاب پہلے تصنیف کی تھی وہ باوجود ایک ضخیم کتاب ہونے کے موجودہ کتاب کا کچھ حصہ ہی قرار دی جاسکتی ہے، اُس کی طباعت میں تاخیر ہوئی تو قدرتِ خداوندی کی پوشیدہ حکمتوں نے تحقیق و تحسّس کی مزید نئی نئی راہوں پر ڈال دیا اور پھر یہ سلسلہ زُلفِ محبوب کی طرح طویل سے طویل تر ہوتا گیا اور کتاب کا مسودہ تین ہزار سے بھی زیادہ صفحات پر پھیل گیا۔

ہماری خواہش بھی یہی تھی اور کوشش بھی یہی تھی کہ کتاب مختصر اور جامع ہو مگر اس خواہش کا صرف ایک حصہ ہی پورا ہو سکا یعنی کتاب جامع تو ہو گئی مگر مختصر نہ رہ سکی۔

اختصار نہ کر سکنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جنابِ حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ کی ذاتِ ستودہ صفاتِ شروع ہی سے متنازعہ فیہ رہی ہے۔ سرکارِ دو عالم حضورِ رحمۃ اللّٰعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد بھی اس پر شاہدِ عدل ہے، کہ

”یا علیؑ تم مثالِ مسیحؑ ہو، انہیں کی طرح ایک گروہ تمہاری شان میں غلو و مبالغہ سے کام لیکر راستہ کھو بیٹھے گا اور ایک گروہ تمہارے ساتھ عداوت اور دشمنی کے سبب تباہ و برباد ہو جائے گا۔“

دورانِ تصنیف ہمیں اس گروہ کے چند نام نہاد محققین کی تحقیق دیکھنے کا بھی موقع ملا اور یہ ایسی معاندانہ تحقیق تھی جس نے ہمارے راہوارِ قلم کو ایک ایسی طرف موڑ دیا جس میں ہر مقام متعینہ منزل معلوم ہوتا۔ مگر جب اس مقام تک رسائی ہو جاتی تو محض نشانِ منزل بن کر رہ جاتا اور یوں ہی یہ سفر کٹتا رہا، راستہ بھی دشوار گزار تھا اور قدم قدم پر مشکلات کا بھی سامنا تھا، ایسی مشکلات جنہیں صرف محسوس کیا جاسکتا ہے سمجھایا نہیں جاسکتا مگر ہمارے مرکب خیال کی زمام مشکل کُشاء کے ہاتھوں میں تھی، ہم مشکلات کے سامنے سر کیسے ڈال سکتے تھے، خداوندِ تعالیٰ جلّ مجدہ الکریم کا فضل شامل حال تھا۔

محبوبِ خدا عَلَیْہِ التَّحِیَّۃُ وَالتَّسْلِیْمُ کا دامنِ رحمت سایہ کئے ہوئے تھا اور تاجدارِ اہلِ اُتی شیر خدا مشکل کُشاء علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ہر ہر گام پر رہنمائی حاصل تھی پھر منزل مقصود کیوں نصیب نہ ہوتی،

یہ الگ بات ہے کہ ہمیں اس قدر دشوار گزار راہوں اور پر پیچ وادیوں سے ہو کر گذرنا پڑا جہاں تاریخ کی بھول بھلیاں ایمان و ایقان کا جنازہ نکال کر رکھ دیتی ہیں۔

بہر حال! یہ راستے نہایت ہی عجیب و غریب تھے جنہیں انتہائی خوشگوار بھی کہا جاسکتا ہے اور نہایت صبر آزما بھی، ان عجیب راہوں میں اگر چند لمحات کے لیے اذیت اور تکلیف برداشت کرنا پڑتی تو چند قدم چلنے پر سامانِ راحت بھی موجود ہوتا۔ اگر کچھ وقت کے لئے دامنِ دل و نگاہ خاردار

جھاڑیوں میں الجھ کر رہ جاتا تو جلد ہی مشامِ جان کو معطر کر دینے والی مشکبار ہوائیں قریب ہی کسی مہکتے ہوئے گلشنِ محبت کی نشاندہی کر دیتیں۔

اس حقیقت سے شاید کسی کو انکار نہ ہو کہ وادیِ تحقیق میں قدم رنجا فرمانے والے بڑے بڑے محققین سر بیخِ کورہ جاتے ہیں۔

بلکہ راستہ کی ناہمواریاں متعدد لوگوں کے ذہنِ ماؤف کر کے رکھ دیتی ہیں اور ایسے لوگ بالآخر تھک ہار کر خود کو سپردگی کے عالم میں حالات کے دھارے پر چھوڑ دیتے ہیں اور طوعاً و کرہاً کسی ایک راستہ پر گامزن ہو جاتے ہیں۔ خواہ انکی اُبھرتی ہوئی شخصیت انکے متبعین کے لئے ہدایت و سلامتی کا مینارۂ نور ثابت ہو یا ضلالت و گمراہی کا اندھا کنواں۔

ہم نے اپنی حیاتِ مستعار کا معتد بہ حصہ ان حالات کا تجزیہ کرنے میں بھی صرف کیا ہے جن کے تحت محققین کی جماعت کا کچھ حصہ راہِ مستقیم کو چھوڑ کر آڑی ترچھی پگڈنڈیوں پر گامزن ہو جاتا ہے جبکہ اُن کے پاس علم اور عقل کی روشنی بھی ایک خاص مقدار میں موجود ہوتی ہے اور پھر یہ حقیقت پر مبنی نتیجہ بھی اخذ کیا ہے کہ اس قسم کے لوگوں کے پاس علم و عقل کی روشنی تو ضرور ہوتی ہے مگر اُن کے قلوب واذہانِ عشق و محبت کے انوار و تجلیات سے یکسر محروم ہوتے ہیں۔

حالانکہ علم و عقل کی روشنی کی مثال بالکل ایسے ہی ہے جیسا کہ ایک بند کمرے میں ایک لیمپ روشن کر رکھا ہو اور اُس کا مخصوص دائرۂ کار کمرے

کے درو دیوار سے آگے نہ بڑھ سکے اور جب وہ شخص اندھیری شب میں اس کمرے سے باہر جھانک کر دیکھے تو اُسے سوائے اندھیروں کے تہہ در تہہ پردوں کے اور کچھ بھی نظر نہ آئے جبکہ اسکے برعکس، عشق کا نور دل کے آسمان پر آفتاب جہاں تاب کی صورت میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے طلوع کر کے نہ صرف یہ کہ اپنے دل و دماغ ہی کو منور کرتا ہے بلکہ اس کی ضیاء پاش کر نیں اس کے گرد و پیش کو بھی درخشاں کر دیتی ہیں۔

عشق ایک ایسا لافانی اور لازوال نور عطا فرماتا ہے جس کی روشنی میں آگے پیچھے یسار و یمین اور تحت و فوق کی ہر چیز کا باسانی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ علم اور عقل انسان کو صرف نور بصارت ہی عطا کرتے ہیں جبکہ عشق ”اتقوا فراسة المومن“ کی تفسیر بن کر اُسے نور بصیرت کے لامتناہی فیضان سے بہرہ ور کر دیتا ہے۔

عقل تو ہے ہی سراپوں میں الجھ کر رہ جانے والی چیز علم کی روشنی بھی بالعموم دھوکا دے جاتی ہے اس لئے محدود بھی ہوتی ہے اور عارضی بھی، علم کی کمی اور زیادتی کی وجہ سے اس کا کم اور زیادہ ہونا ایک لازمی امر ہے۔

علم کے بے شمار مراحل بھی ہیں اور لاتعداد مدارج بھی اور عقل بھی تو ایک جیسی نہیں ہوتی اسکی بھی قسام ازل نے درجہ بندی کر رکھی ہے یہی وجہ ہے کہ ان کو اکثر طور پر زوال و انحطاط کا ہی شکار ہونا پڑتا ہے۔

مگر عشق کا نور عشق ہی کی طرح لازوال اور غیر فانی ہے اس میں

فراوانی تو آسکتی ہے مگر کمی کا گمان نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ اس کا اُجالا تجربات و مشاہدات کی پیداوار نہیں، اس کا نور اکتسابی نہیں بلکہ وہی ہے اور جو چیز وہی ہو وہ دھوکا بھی نہیں دیتی اور اس میں کمی واقع ہونے کا بھی ہرگز ہرگز امکان نہیں ہوتا۔

علم جب تک حدودِ عرفان میں داخل ہو کر آگہی حاصل نہیں کرتا روشنی کا ایک ایسا محدود دائرہ رہتا ہے جو کبھی رہنما کے فرائض انجام دیتا ہے اور کبھی خود اپنے لئے ہی پردہ بن جاتا ہے اور ایسے ہی علم کو ”العلم حجاب اکبر“ کہا گیا ہے۔ اسی طرح جس عقل کا رہنما عشق نہ ہو وہ بجائے حقائق کی کنہ تک پہنچنے کے خود فریبگی کا شکار ہو جاتی ہے اور پھر خود اس قابل بھی نہیں رہتی کہ وہ کسی دوسرے کی راہنمائی قبول کر لے۔ بلکہ وہ اپنی خود فریبی کو چھپانے کیلئے گرگٹ کی طرح متعدد رنگ بدلنا شروع کر دیتی ہے ”عقل عیار ہے سو بھیس بنالیتی ہے“ مگر گوہر مقصود حاصل کرنا اسکے بس کا روگ نہیں رہتا۔

اس لئے کہ اسرار و رموز الہیہ اور فرامینِ مصطفویٰ کو بھی اپنے معیار پر پرکھنا شروع کر دیتی ہے، جز ہو کر بھی اپنے کُل کا احاطہ کر نیکے درپے ہو جاتی ہے، حالانکہ جز کُل پر کبھی محیط ہو ہی نہیں سکتا، قطرہ سمندر کی تہہ میں جا کر جزو سمندر تو بن سکتا ہے لیکن سمندر سے باہر رہ کر سمندر کی بیکراں وسعتوں کا نہ تو تعین کر سکتا ہے اور نہ ہی احاطہ کر سکتا ہے۔ جز کے لئے اس

میں ہی بھلائی ہے کہ وہ اپنے کل میں خود کو فنا کر کے حیاتِ دوام حاصل کر لے۔ ترجمانِ اہلسنت علامہ اقبالؒ ”جیسی تو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ:-
 عقل قرباں گن پیش مصطفیٰ
 اور پھر فرماتے ہیں کہ:-

موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں
 یہ کوئی منطقی استدلال اور فلسفیانہ اشارات نہیں جن کا سمجھنا دشوار ہو
 بلکہ یہ ایک بالکل سامنے کی بات ہے قرآن مجید کے حقائق و معارف جاننے
 کے لئے صاحبِ قرآن کا دامن جھٹک کر آگے بڑھنے کی کوشش تباہی اور
 بربادی کے سوا کیا دے گی۔

اسلام کی لطافتوں، نفاذاتوں اور سر بلندیوں سے آگاہی حاصل کرنا
 ہے تو بانیِ اسلام کے بتائے ہوئے راستوں پر چلنا ہوگا اور بے چوں و چرا
 اس کے سرمدی احکام کے حضور سر نیاز جھکنا پڑے گا۔

احکامِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناءؐ اپنی محدود اور بیمار عقل کی کسوٹی پر
 پرکھنا علمی جہالت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پڑھا لکھا جاہل ان پڑھ جاہل سے
 کہیں زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ان پڑھ جاہل صرف اپنی ذات
 تک گم کردہ راہ ہوتا ہے جبکہ پڑھا لکھا جاہل اپنے علاوہ دوسرے بے شمار
 لوگوں کو بھی ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔

وہ ایسے مرض کا شکار ہوتا ہے جسکی بیماری کے جراثیم نہایت آسانی

سے اس کے قریب آنے والوں میں منتقل ہو جاتے ہیں اور اُن کو معلوم بھی نہیں ہوتا کہ وہ کیسی مہلک مرض کا شکار ہو چکے ہیں۔

خارجیت کی وبا بھی ایسی ہی متعدد کمراض کی صورت میں ظاہر ہوئی ہے۔ جس کے اثرات اسقدر تیزی سے پھیل رہے ہیں کہ اگر بروقت ان مہلک جراثیم کو ختم نہ کیا گیا تو ان پر قابو پانا مزید دشواریوں میں مبتلا کر دینے کا باعث بھی ہو سکتا ہے۔

اور ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ خارجیت کے جراثیم ہمارے ملک میں ایک خاص منصوبے اور سوچی سمجھی سکیم کے تحت درآمد کیے گئے ہیں ان خوف ناک جراثیم کی درآمدگی کا ذکر ہم نے محض مفروضے کے طور پر ہی نہیں کیا بلکہ ہمارے پاس اس کے واضح ترین شواہد موجود ہیں اور ایسی مطبوعہ تحریریں موجود ہیں جن میں بعض نام نہاد اسلامی ریاستوں کے سربراہ اس سلسلہ میں خرچ کرنے کے مقرر ہیں۔

اور ہمارے ملک کے خارجیت زدہ لوگ بڑے طمطراق سے اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ ان ایمان کش جراثیم پھلانے کا اہتمام فلاں ”شاہ“ نے اپنے ذاتی خرچہ سے کیا ہے۔

کرسچن افسوس اور حیرت کا مقام ہے کہ اسلام کی علمبردار کہلانے والے لوگ ہی اسلام کی بیخ کنی پر تلے ہوئے ہیں۔ اور مسلمانوں کا روحانی اثاثہ لوٹنے کے ساتھ ساتھ انہیں مادیت کے زہریلے انجکشن بھی دے رہے

ہیں۔

بات کہاں سے کہاں تک چلی گئی ہے بتانا یہ تھا کہ ہم اس کتاب کو محض صاحب وجدان اور اہل محبت حضرات کے لئے ترتیب دینا چاہتے تھے ہماری یہ خواہش تھی کہ ہم روحانیت کے تاجدار کی ضربِ یدِ اللہ کو اس انداز میں پیش کرتے کہ موجودہ نسل کے نوجوانوں میں اسلام کے ناقابلِ تسخیر مجاہد بننے کا جذبہ اُجاگر ہوتا۔

مگر جب موجودہ خارجیوں کی شرمناک اور سرتاپا فریب عبارتیں سامنے آئیں تو ہمیں اپنے قلم کا رخ تھوڑا سا تبدیل کرنا پڑا۔

اگرچہ ہمارا مقصد آب بھی وہی ہے تاہم منزل تک پہنچنے کے لئے دوسرا راستہ اختیار کرنا پڑا ایسا راستہ جو مشکلات سے اٹا پڑا ہو۔ ایسا راستہ جس پر چلنے کے لئے ہر قاری مشکل سے ہی تیار ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ہم جانتے ہیں کہ لطیف افہان بحث و مناظرہ جیسے مضامین سے اجتناب ہی میں عافیت سمجھتے ہیں مگر افسوس کہ عقلِ ناتمام کی راہنمائی میں چلنے والے زر خرید غلاموں اور قلم کی طہارت بیچنے والے کمینہ خصلت اور کینہ توز نام نہاد محققین نے ہمیں مجبور کر دیا ہے کہ نشانِ منزل کی راہنمائی کرنے کے ساتھ ساتھ راستے کے روڑے ہٹانے کا فریضہ بھی انجام دیں۔ اس سلسلہ میں ہمیں کس حد تک کامیابی ہوئی ہے اس کا فیصلہ ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں۔

حالانکہ ہمیں یقین ہے کہ اللہ جلّ مجدہ الکریم اس کوشش کو رائے گا

نہیں فرمائے گا۔

اور آج نہیں تو کل ایک وقت ایسا ضرور آئیگا جب اس کتاب کی افادیت سے کسی کو بھی مجال انکار نہیں ہوگی۔ کیونکہ ہم نے جس قدر بھی سعی و کاوش کی ہے اس میں کسی مقام پر بھی خلوص و دیانت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور ہماری طہانیت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم نے قلم کے تقدس کو فروخت نہیں کیا ہے اور نہ ہی اپنے ایمان کی قیمت وصول کی ہے۔ جس بات کو حق سمجھا ہے اُسے بغیر کسی قسم کا بیچ و خم دیے تحریر کر دیا ہے اور حق..... اگر حق ہے تو اُس کے سامنے باطل نہیں ٹھہر سکتا، اس لئے کہ!

جَاءَ الْحَقُّ وَذَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ ذَهُوًّا

خدا تعالیٰ کا فرمان ہے اور خدا تعالیٰ کے فرامین تغیر و تبدل سے پاک ہیں، زمانے کے تغیرات خداوندِ قدوس کے کسی بھی فرمان پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔

دُعا کریں کہ اللہ جل مجدہ الکریم اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ سے اس کتاب کو قبول و منظور فرمائے اور آنے والے ہر دور کیلئے مشعلِ راہ بنائے۔ آمین ثم آمین۔

نیاز کیش

صائمِ چشتی

۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۷ھ

کتاب

السید علیہ السلام

وَالْقَمِينَ مُشْكَلُ كُشَاء

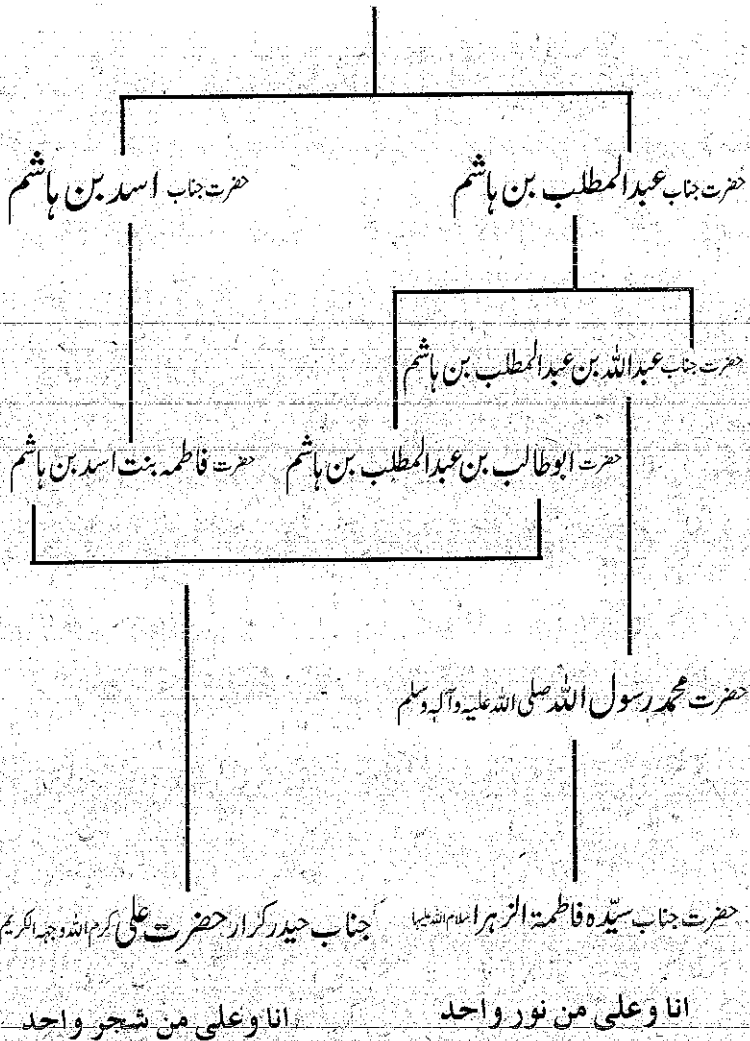
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَسَبِ نامہ

جیسا کہ ہم ”حرف آغاز“ میں بتا چکے ہیں کہ ہماری خواہش یہ تھی کہ ہمہ اقسام کی مباحث سے کھلیئے احتراز کرتے ہوئے مولائے کائنات، تاجدارِ ولایت، سیدنا حیدرِ کرار مولانا علی کریم اللہ وجہہ الکریم کی سیرتِ طیبہ نقل کی جاتی مگر اس خواہش کے پورا نہ ہو سکے کی سب سے بڑی وجہ خوارج و نواصب کی بڑھتی ہوئی شاطرانہ قماریاں ہیں۔ ارضِ پاک میں خاندانِ بنو ہاشم کے خلاف جو ڈرامہ ان خارجیوں نے رچا رکھا ہے اس کا تقاضا یہی تھا کہ حضرت علی کریم اللہ وجہہ الکریم کی سیرتِ طیبہ کے ساتھ ساتھ اُن اعتراضات کا بھی سدِ باب کر دیا جاتا جو آئے دن یہ لوگ اٹھائے رہتے ہیں اور کوئی نہ کوئی نیا شوشہ چھوڑتے رہتے ہیں۔ چنانچہ آغازِ کتاب سے ہی یہ سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ کیونکہ دشمنانِ اہلبیت نے حضرت علیؑ کے والدین کے متعلق بھی عجیب عجیب باتیں وضع کر رکھی ہیں جن کی تفصیل جلد ہی پیش کی جا رہی ہے فی الحال آپ کا نسب نامہ ملاحظہ فرمائیں

شجرہ نور

حضرت جناب ہاشم بن عبد مناف بن قصی



حدیث

حدیث

پاکیزگی، نسب

سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدِ گرامی حضرت ابوطالبؓ اور آپ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسدؓ دونوں کے دادا حضرت ہاشم بن عبد منافؓ ہیں۔ یعنی آپ کا باپ جناب ہاشمؓ کا پوتا ہے اور آپ کی ماں جناب ہاشمؓ کی پوتی ہے اور جناب ہاشمؓ اگر حضرت علیؓ کے والدین کے دادا ہیں تو امام الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی دادا ہیں۔ اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب نامہ عالیہ محتاج تعارف نہیں۔“

آپ کے آباؤ اجداد کی پاکیزگی و طہارت منصوص بالنص ہے۔ اگرچہ کچھ ایسی روایات ذخیرہ حدیث میں موجود ہیں جن کی اتباع کرتے ہوئے بعض لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد کے بارہ میں مشرک وغیرہ ہونے کا گمان کیا ہے مگر جمہور علماء نے ایسے گمان کو غلط قرار دیا ہے اور حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کے پیش نظر کہ ہم طیب و طاہر اصلاب و ارحام میں منتقل ہوتے رہے ہیں ثقہ محدثین کی ایک جماعت نے ان روایات کا نسخ کیا ہے جن میں اس کے خلاف پایا جاتا ہے اور اس پر مزید اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس فرمان کو بھی شاہد بنایا ہے کہ محبوب ہم تمہارا ساجدین میں منتقل ہونا ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

بہر حال! یہ مسئلہ کبھی متنازعہ رہا بھی ہو تو اب نہیں ہے کیونکہ بعض

علمائے وہابیہ بھی اس سے اتفاق کرتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد کفر و شرک وغیرہ کی نجاستوں سے مطلق طور پر پاک ہیں۔ اس پر فرمانِ رسول شاہد ہے ہم نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب ”والدین رسول الثقلین“ تصنیف کی ہے جو انشاء اللہ العزیز عنقریب طبع ہو جائیگی۔

اب جبکہ علماء اُمت کی کثیر تعداد کا فیصلہ ہے کہ حضور سرور کو نبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد کرام طیب و طاہر ہیں تو ظاہر ہے کہ جناب سیدنا حیدر کرارؑ کے آباؤ اجداد بھی وہی ہیں جو جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہیں۔

نور کیسے منتقل ہوا؟

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اور علی کو دو نور بنا کر اپنے عرش کے سامنے پیدا فرمایا۔ تخلیقِ آدم سے دو ہزار سال قبل ہم خدا تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کرتے تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ہمارا نور اُن کی پشت میں جا گزیں فرمایا۔ جو اصلاب و آرحام طیبات و طاہرات میں منتقل ہوتا ہوا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں ٹھہرا اور وہاں سے پاکیزہ صلیبوں اور آرحام طاہرہ میں پھرتا ہوا حضرت

عبدال مطلبؑ کی پشت میں جلوہ افروز ہوا۔ وہاں سے دو تہائی حصہ حضرت عبداللہؑ کو اور ایک تہائی حصہ حضرت ابوطالبؑ کو ملا۔ پھر وہ نور مجھؑ سے اور علیؑ سے فاطمہ میں آکر مجتمع ہو گیا پس حسنؑ اور حسینؑ پروردگارِ عالمین کے دو نور ہیں۔ متن ملاحظہ ہو۔

عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ عن
النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان اللہ خلقنی
وخلق علیا نورین بین یدی العرش نسبح اللہ و
نقدسہ قبل ان یخلق آدم بالفی عام فلما خلق اللہ
آدم اسکننا فی صلبہ ثم نقلنا من صلب طیب
وبطن طاهر حتی اسکننا فی صلب ابراہیم ثم
نقلنا من صلب ابراہیم الی صلب طیب و بطن
طاهر حتی اسکننا فی صلب عبد المطلب ثم
افترق النور فی عبد المطلب فصار ثلثا ہ فی
عبد اللہ و ثلثہ فی ابو طالب ثم اجتمع النور منی
ومن علیؑ فی فاطمہؑ فالحسنؑ والحسینؑ نوران
من رب العلمین .

﴿ترجمہ المجالس جلد ۲ صفحہ ۲۳۰ مطبوعہ مصر للعلامہ عبدالرحمن الصفوری﴾

ایسی ہی ایک روایت حضرت علامہ مولانا محمد جعفر اپنی مشہور کتاب

”تذکرۃ الواعظین“ میں نقل فرماتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے لکھا ہے کہ:-

حضرت ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ! اے علی ہم اور تو اَصْلَاب و اَرْحَام طیبّات و طاہرات میں منتقل ہوتے رہے ہیں اور ہمیں جہالت کا زمانہ نہیں چھوڑا۔ عربی متن ملاحظہ ہو!

عن ابی العاص انه قال قال رسول الله
ﷺ لعلي بن ابي طالب كرم الله وجهه الكريم
يا علي انا وانت نقلنا من اصلاّب الطاهرات
الى الارحام الزاكيات وما مسنا عهد الجاهلية

﴿تذكرة الراغبين باب الغامس والاربعمون صفحہ ۱۶۹﴾

ان روایات سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ جس طرح حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کفر اور شرک کی نجاستوں سے پاک اور طاہر تھے اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے والدین بھی شرک و کفر کی نجاستوں سے پاک طیب و طاہر تھے۔

کیا ابو طالب مُشرک تھے ؟

بعض ایسی مشہور روایات کُتب احادیث میں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابو طالب نہ صرف یہ کہ کافر ہی تھے بلکہ مُشرک بھی تھے لیکن یہ روایات غیر معتبر بھی ہیں اور غیر صحیح بھی اس لئے کہ ان ہی روایات میں ایک جملہ یہ بھی موجود ہے کہ آپ اپنے باپ دادا کے دین پر فوت

ہوئے تھے۔ چونکہ یہ ایک فیصلہ شدہ امر ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد کا فرو
مشرک نہیں تھے۔ لہذا ان روایات کو باطل قرار دینا پڑے گا۔ جن میں ہے کہ
آپ اپنے باپ دادا کے دین پر بھی تھے اور مشرک بھی تھے۔

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ایسی ایک روایت بھی کسی کتاب
میں موجود نہیں جس سے یہ ظاہر ہو کہ حضرت ابوطالبؑ نے دُنیا کے دُور
جہالت میں کبھی اصنام پرستی کی ہو یا قبیحات و منکرات کو پسند فرمایا ہو۔ بلکہ
ایسی روایات بکثرت ملتی ہیں کہ آپ اپنے والد گرامی جناب عبدالمطلبؑ کی
تقلید میں اُن چیزوں سے ہمیشہ احتراز فرماتے تھے جو عقیدہ توحید کے
برعکس ہوں یا جن میں قباحت کا کوئی پہلو ہو حتیٰ کہ آپ اپنے باپ ہی کی
طرح شراب کو بھی اپنے اُپر حرام قرار دیتے تھے حالانکہ دُور جہالت
فی الحقیقت دُور شراب تھا۔ چنانچہ سیرت حلبیہ میں ہے !

وكان ابي طالب ممن حرم الخمر على نفسه في

الجاهلية كما به عبد المطلب .

﴿انسان العیون سیرة حلبیة جلد اول ص ۱۳۲﴾

ہم نے سیدنا ابوطالبؑ کے متعلق ضخیم کتاب ”ایمان ابوطالب“ کے
نام سے لکھی ہے اور وہ طبع بھی ہو چکی ہے۔ اس کتاب میں ہم نے مضبوط
ترین دلائل و براہین سے ثابت کیا ہے کہ آپ دُور جاہلیت میں بھی اپنے والد
گرامی کی طرح توحید پرست تھے اور آپ کو شرک کی نجاست نے چھوا تک

نہیں، اور آپ نے وقتِ احتضارِ اظہارِ اقرارِ رسالتِ محمدیہ بھی کر دیا تھا۔ اگرچہ باطنی طور پر اظہارِ رسالت و نبوت سے پہلے بھی آپ ﷺ کی نبوت کے قائل تھے۔

ہمارے بھی ہیں مہربان کیسے کیسے

جب ہم نے کتاب ”ایمانِ ابی طالب“ تصنیف کی تو ہمارے ایک بزرگوار نے ہمیں مشورہ دیا کہ اس کتاب کا نام ایمانِ ابوطالب کی بجائے ”خدماتِ ابوطالب“ رکھیں، کیونکہ ایمانِ ابوطالب نزاعی مسئلہ ہے جبکہ خدماتِ ابوطالب اظہارِ من الشمس ہیں جن سے انکار کی کسی کو مجال ہے ہی نہیں۔ اب ان بزرگوار کو کون سمجھائے کہ حضرت آپ کے نزدیک خدماتِ ابوطالب نزاعی مسئلہ نہ ہوگا مگر ان لوگوں کا کیا کرو گے جن کے سینوں میں خاندانِ ہاشمی کے خلاف بغض و کدورت کے لاوے اُبل رہے ہیں اور وہ کسی بھی قیمت یہ برداشت کرنے کو تیار نہیں کہ کسی قسم کا کوئی کریڈٹ خاندانِ علویہ کے حصے میں آجائے۔

ابوطالب نے حضور کی کفالت نہیں کی

اگرچہ تمام کتبِ تواریخ و سیر اور تفاسیر و حدیث میں بالاتفاق اور بالاجماع یہ حقیقت مرقوم ہے کہ حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مشفق دادا کی رحلت کے بعد اپنے شفیق چچا حضرت ابوطالب کی آغوش

رافت میں پروان چڑھے۔ مگر خارجی مصنف عباسی نے اس نمایاں حقیقت کو جھٹلا کر جو نیا شگوفہ چھوڑا ہے وہ یہ ہے !

واضح ثبوت ہے ان وضعی روایتوں کے بے اصل اور بے حقیقت ہونے کا جو ”ابوطالب“ کی آپؐ کی ذاتِ اقدس سے بے انتہا محبت تھی اور آپؐ کے ایامِ طفولیت میں کفالت و پرورش کرنے کی عام طور سے مشہور ہیں“

ابوطالب کے سگے بھائی زبیر بن عبدالمطلب تھے وہ ہی اپنے پدر بزرگوار عبدالمطلب کے وصی و جانشین تھے۔ وہی بارہ تیرہ برس ہاشمی خاندان کے سربراہ و سرپرست رہے۔ انہوں نے ہی جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے اور آگے تفصیلاً آتا ہے۔ اپنے محبوب چھوٹے بھائی عبد اللہ بن عبدالمطلب کے ان نادارہ روزگار فرزند ارجمند محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش و کفالت غیر معمولی محبت و شفقت سے کی تھی۔

زبیر کے مرنے کے بعد جب ابوطالب سربراہ خاندان ہوئے تو آنحضرتؐ کا سن شریف بائیس تیس برس تھا۔ آپؐ خود کفیل تھے اور تجارت ذریعہ معیشت

تھا۔ کسی دوسرے چچا کی اعانت سے مستغنی تھے۔

﴿وقائع زند گانی ام ہانی مصنفہ محمود احمد عباسی خارجی صفحہ ۱۲﴾

کیا فرماتے ہیں ؟

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کتاب کا نام ”ایمانِ ابوطالب“ کی بجائے ”خدماتِ ابوطالب“ رکھا جائے تو کس طرح، کیونکہ اب تو خدماتِ ابوطالب کا بھی پتہ کٹ چکا ہے اور عیار لوگوں نے ایک ایسی تاریخ مرتب کرنا شروع کر دی ہے جس میں اس قسم کے عنوان ہوا کریں گے۔

جنگِ بدر کر بلا کے میدان میں لڑی گئی تھی..... خیبر کا قلعہ امیر معاویہ نے فتح کیا تھا..... کعبہ کی بنیاد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رکھی تھی..... ابنِ عبدود کو ابوسفیان نے قتل کیا تھا..... مکہ معظمہ ایران کا دار الخلافہ ہے اور بیت المقدس کوہِ ہمالیہ پر واقع ہے۔

یہ تاریخ ہے ؟

خارجی عباسی کی جس کتاب سے ہم نے مندرجہ بالا اقتباس پیش کیا ہے اس میں اس قسم کی اور بھی تاریخ بازیاں کی گئی ہیں مثلاً اس میں یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ تاجدارِ دو جہاں سیاحِ لامکاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جسمانی معراج ہرگز نہیں ہوئی بلکہ بیت الحرام سے بیت المقدس تک

جانا بھی محض روحانی طور پر تھا۔ چہ جائیکہ لامکاں تک مع الجسم تشریف لے جانا بلکہ اس سے بڑھ کر یہ بھی باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ معراج تو محض، ایک خواب تھا جسے قصہ گو اور کذاب راویوں نے ایک من گھڑت افسانہ بنا کر پیش کیا ہے۔

اسی کتاب میں تاریخ کا حلیہ یوں بھی بگاڑا گیا ہے۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا تو ان کے سب سے زیادہ دشمن اور ایذا دینے والے بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب تھے۔ خاص طور پر سخت دشمنی رکھنے والے ابوطالب کے لواحقین اور قرہی رشتہ دار تھے۔ اور یہ کہ فتح مکہ تک آپ سے جنگیں لڑنے والے تمام کے تمام بنو ہاشم تھے۔ ان دشمنانِ اسلام میں بنو اُمیہ کا نام ہر گز نہیں آتا۔ وہ تو سب کے سب آپ کے جانثار تھے۔

اور اس بات پر تو انتہائی زور صرف کیا ہے کہ ابوطالب بن عبد المطلب نے نہ تو کبھی سرکارِ دو عالم کی کفالت ہی کی اور نہ ہی کسی قسم کی اعانت اور مدد کی اور جن روایات ان کی کفالت کا ذکر آتا ہے وہ سب کی سب وضعی، مصنوعی اور بناوٹی ہیں جنہیں کذاب راویوں نے افسانوں کی صورت میں جمع کر رکھا ہے۔

اس کتاب میں یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد نہ تو ہجرت کر کے مدینہ منورہ

پہنچیں اور نہ ہی انہوں نے اسلام قبول کیا۔

مندرجہ ذیل واقعات اگر تاریخ قرار دیئے جاسکتے ہیں تو یہ باور کرانا کونسا مشکل ہے کہ قرآن مجید انگلش زبان میں نازل ہوا تھا جسے مُشتشرقین اور شعرائے عرب نے مل کر عربی میں منتقل کر دیا تھا اور انگلش میں نازل ہونے والا اصلی قرآن مہاتما بدھ کے مجسمے میں مدفون ہے۔

مندرجہ بالا اقتباسات خارجی کی اصل عبارتوں کی صورت میں ہم اُن کے مواقع پر بلفظہ ہدیہ قارئین کرویں گے۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ پاکستان میں اسلام کی یہ تاریخ اگر ایسے ہی مرتب ہوتی رہی تو نئی پودکا کیا انجام ہوگا۔

اس سے پہلے کہ ہم یہ ثابت کریں کہ کفالتِ مُصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شرف حاصل کرنے والی ذات کا نام ابوطالب بن عبدالمطلب ہے زبیر بن عبدالمطلب نہیں خارجی عباسی کی مزید چند تحریریں قارئین کے سامنے پیش کرتے ہیں جن میں اس کے برعکس یہ زور دیا گیا ہے کہ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت ابوطالب نے نہیں کی، بلکہ زبیر بن عبدالمطلب نے ہی کی ہے۔ ملاحظہ ہو!

ابو طالب نہیں زبیر بن عبدالمطلب

سیدہ آمنہ کی ناگہانی وفات کے بعد سے کوئی دو برس شفیق دادا کے آغوشِ محبت میں رہے۔ ان ایام میں کفالت و پرورش عملی طور پر جناب زبیر

کے ذمہ رہی جیسا ابھی ذکر ہوا عبد المطلب کی کبیر سنی میں جملہ حوائج و ضروریات ان کے فرزند زبیر پوری کرتے تھے اور آنحضور بھی صغیر سنی میں ہی تایا زبیر سے زیادہ مانوس بھی تھے۔ بارہ تیرہ برس انہی کی آغوشِ محبت و مشفقانہ محبت میں رہے اور پھر انساب الاشراف بلاذری کا یہ حوالہ داغ دیا۔

بل اختیارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم علی الذبیر وکان الطف عمیہ بہ و

یقال اوصاہ عبد المطلب بان یکفله بعدہ ہ

﴿الانساب والاشراف جلد ۱ صفحہ ۸۵﴾

ترجمہ:-

بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی

زبیر کے پاس رہنا پسند کیا۔ وہ ہی آپ کے چچوں

میں سب سے زیادہ شفیق تھے کہتے ہیں کہ عبد المطلب

ہی کو وصیت کی تھی۔ کہ میرے بعد تم ہی ان کی کفالت

کرنا۔

دوسری دلیل

خارجی عباسی انساب الاشراف بلاذری کی عبارت کا یہ ٹکڑا نقل کرنے

کے بعد دوسری دلیل اپنے موقف میں یہ دیتا ہے کہ قدمائے روایتوں میں

صراحتاً بیان ہے کہ آنحضور کو صغیر سنی میں زبیر تایا اپنے گلے سے لگائے رہتے

گودوں لئے پھرتے، ہاتھوں پر جھلاتے اور یہ لوری گنگناتے جاتے جسے دیگر مولفین کے علاوہ ابن حجر عسقلانی نے الأصابہ فی تمیز الصحابہ ۲/۳۰۸ میں بضمن تذکرہ عبد اللہ ابن زبیر عبد المطلب یوں درج کیا ہے۔

یقال ان الذبیر بن عبد المطلب یرقص
النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وهو صغیر و
یقول محمد بن عبد م عشت بعیش انعم فی
عز فرع اسلم .

ترجمہ !

کہتے ہیں کہ زبیر بن عبد المطلب نبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کو جب آپ صغیر بن تھے اپنے ہاتھوں پر
جھلایا کرتے اور یوں کہتے۔

”یہ محمد میرے عبد اللہ بھائی کی نشانی ہے خوب
عیش و آرام سے جئے اور بڑی اعلیٰ منزلت و توقیر
پائے۔“

کتاب المنق کے قدیم ترین مؤلف ابو جعفر محمد بن حبیب
البہاشی متوفی ۲۴۵ھ نے بھی جناب زبیر کی یہی لوری دو بول کے اضافے
سے یوں لکھی ہے !

قال الذبیر ابن عبد المطلب یرقص

النبي ﷺ محمد بن عبدم، عشت بعيش انعم
 لانات في عيش عم ودولة ومغنم يفيك عن
 الكل انعم وعشت حتى تهرم.

﴿كتاب المنقح ص ۴۳ مطبوعه دائرة المعارف حيدرآباد دکن﴾

ان عبارات میں کیا ہے ؟

ہم نے خارجی مصنف عباسی کے مندرجہ بالا حوالہ جات اسکی کتاب
 ”وقائع زندگانی اُمّ بانی“ کے صفحہ ایک سو تیس اور ایک سو اکتیس سے بلفظ نقل
 کر دیے ہیں تاکہ اس کے وضاحتی بیان میں کوئی کسر باقی نہ رہ جائے۔

ان عبارات میں ایک عبارت تو بلا ذری کی ہے جس میں ہے کہ کہا
 جاتا ہے کہ حضرت عبدالمطلب کے انتقال کے بعد حضور نے زبیر بن
 عبدالمطلب کی کفالت میں رہنا پسند کر لیا۔

کیونکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جناب زبیر ہی جناب عبدالمطلب کے
 وصی و جانشین تھے۔

الاصابہ وغیرہ کی عبارت میں ہے کہ جناب زبیر حضور صلی اللہ علیہ و
 آلہ وسلم کو بچپن میں لوری دیا کرتے تھے۔

بلا ذری اور اس کی انساب الاشراف کے متعلق وضاحت کے لئے تو
 ہماری کتاب ”شہید ابن شہید حصہ دوم“ کا مطالعہ کریں۔ اس میں
 نہایت شرح و بسط کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ بلا ذری کس بلا کا نام ہے

حالانکہ خارجی مصنف نے اسکی بیان کردہ روایت کا محض ایک ٹکڑا نقل کر کے اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کی ہے۔

بلا ذری کی بیان کردہ پوری روایت ہماری تصنیف ”ایمان ابوطالب“ میں ملاحظہ کریں۔

رہا الاصابہ وغیرہ کی اس روایت کو دلیل کے طور پر استعمال کرنا کہ چونکہ حضرت زبیر بن عبدالمطلب سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچپن ہی میں ہاتھوں پر اٹھا کر لوریاں سنایا کرتے تھے۔ لہذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عبدالمطلب کے انتقال کے بعد انہی کی کفالت میں رہنا پسند کر لیا تو یہ محض ایک فریب ہے اور دلیل بھی قطعاً بے جان ہے خدا تعالیٰ جب کسی کا ایمان زائل کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اُس کی عقل بھی چھین لیتا ہے۔ ہم اس فاجر العقل بڑھے کھوسٹ اور احمق الناس محقق سے پوچھتے ہیں کہ اے بدطینت اور دشمن اہلبیت یہ تو بتا کہ بچوں کو لوری کس عمر میں دی جاتی ہے ؟

کیا جناب زبیر آپ کو آٹھ نو سال کی عمر میں بھی لوری سنایا کرتے تھے جس سے متاثر ہو کر آپ نے انہی کی کفالت میں رہنا پسند فرمایا۔ محض اپنی انایت کی تسکین کے لئے واقعات کا حلیہ بگاڑ دینا تحقیق نہیں تلبیس ابلیس ہے۔ اس سے بڑھ کر بے ایمانی اور بے حیائی اور کیا ہو سکتی کہ تمام

ترذخیرہ کتب اسلامیہ اس سفاکی سے ٹھکرا دیا جائے اور محض عداوتِ اہلبیتؑ کے پیش نظر تصوراتی مکروہات اور تخیلاتی خرافات کا نام تحقیق رکھ دیا جائے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اگر جناب زبیر بن عبدالمطلبؓ لوریاں سنایا کرتے تھے اور ہاتھوں پر اٹھائے پھرتے تھے ”ہشتم مارِ روشنِ دلِ ما شاد“ ہمیں جناب زبیر بن عبدالمطلب سے کوئی دشمنی تو نہیں۔ وہ ہاشمی شہزادے ہیں۔ وہ حضرت عبدالمطلبؓ کے فرزند ارجمند ہیں۔ وہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سگے تایا ہیں۔ جناب ابوطالبؓ اور جناب عبد اللہؓ کے سگے بھائی ہیں مگر تمہیں ان سے کیا نسبت۔ تمہیں تو بنو ہاشم سے دشمنی ہے۔ اولادِ عبدالمطلبؓ سے بیر ہے خاندانِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عداوت ہے۔ تمہارا ہاشمی خاندان کے کسی فرد دیا ہستی ہے۔ یہ لگاؤ ظاہر کرنا خارجِ جیانہ چالاکی اور ناصبیانہ سفاکی ہے۔ اور یہ تم محض اس لئے کرتے ہو کہ کبھی ایک کی تعریف کر کے دوسرے کی تنقیص کر لی اور کبھی دوسرے کی تنقیص کر کے پہلے کی تعریف کر لی۔ بات تو نیت کی ہوتی ہے اور نیت تمہاری قطعی طور پر نادرست اور غیر صحیح ہے۔

حقیقت اس کو کہتے ہیں

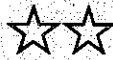
ان خارجِ جیانہ چالاکیوں کی نقاب کشائی کے بعد ہم معتبر کتب سے چند ایسی ناقابل تردید روایات پیش کرتے ہیں جن سے آفتابِ نصف النہار

کی طرح روشن ہو جائیگا کہ سیدنا عبدالمطلبؑ کے وصال کے بعد حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عم محترم جناب ابوطالبؑ کی کفالت میں ہی رہنا پسند کیا اور آپ ہی کی آغوشِ رافت میں پروان چڑھے۔ اس کے برعکس تفسیر و حدیث اور تاریخ و سیر کی کسی کتاب میں کوئی روایت موجود نہیں سوائے بلاذری کی اس عبارت کے جس کا ایک ٹکڑا نقل کر کے باقی عبارت گول کر لی ہے “

چونکہ جناب زبیر کی لوری وغیرہ کا واقعہ خارجی رائے نے الاصابہ فی تمیز الصحابہ سے نقل کیا ہے اس لئے سب سے پہلے الاصابہ کی عبارت پیش کی جاتی ہے جس میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت و پرورش کا سہرا جناب ابوطالبؑ کے سر پر ہی بندھا تھا۔

جناب ابو طالب اور كفالت

مصطفیٰ



الاصابه فی تمیز الصحابه

ابو طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد
مناف بن قصی القرشی الهاشمی عم رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفیق ابیہ امہا فاطمہ
بنت عمرو بن عائذ المخزومیہ بکنیہ واسمہ
عبد مناف علی المشہور وقیل عمران وقال
الحاکم اکثر المتقدمین علی ان اسمہ کنیہ ولد
قبل النبی بخمس وثلاثین سنۃ ولما مات وعبد
المطلب اوصی بمحمد صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم الی ابی طالب فکفلہ واحسن تربیتہ
وسافر بہ صحبۃ الی الشام وهو شاب ولما بعث

قام فی نصرۃ وذب عنہ من عاداہ ومدحہ عدۃ

مدائح .

﴿الاصابه فی تمیز الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۱۱۵﴾

﴿علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ ہجری﴾

ترجمہ ! ابو طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن
 قصی قریشی ہاشمی عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور
 آپ کے والد گرامی کے سگے بھائی تھے۔ والدہ کا نام
 فاطمہ بنت عمر بن عائد مخزومیہ ہے۔ اپنی کنیت سے
 مشہور ہیں جبکہ آپ کا اصل نام عبدمناف ہے اور بعض
 نے عمران بھی کہا ہے۔ حاکم نے کہا ہے متفقہ میں سے
 اکثر نے کنیت ابو طالب ہی کو نام سمجھا۔ آپ نبی صلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش مبارکہ سے پینتیس برس
 پہلے پیدا ہوئے اور جب حضرت عبدالمطلب پر وقت
 احتضار آیا تو انہوں نے ابو طالب کے لئے حضور صلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی کفالت میں رکھنے کی وصیت
 فرمائی۔

چنانچہ ابو طالبؑ نے حضور کی کفالت کی اور
 بہترین تربیت کی اور جب شام کے سفر پر گئے تو آپؐ
 کو ساتھ لے کر گئے حتیٰ کہ آپ جوان ہو گئے اور جب

آپ نے اعلانِ نبوت فرمایا تو ابو طالب آپ کی نصرت و حمایت پر مکمل طور پر قائم رہے۔ اور دشمنوں سے آپ کی حفاظت کرتے نیز آپ کی مدح و ستائش میں متعدد قصائد لکھے۔ اٹھیں۔

یہ ہے الاصابہ کی عبارت کا اردو ترجمہ جس کو پوری کی پوری گول کر کے خارجی مصنف نے جناب زبیر کی لوری والی روایت بیان کر کے یہ تاثر قائم کرنے کی کوشش ناتمام کر ڈالی کہ چونکہ وہ بچپن میں آپ کو لوری سنایا کرتے تھے اس لئے انہوں نے ہی حضور کی کفالٹ بھی کی مگر حقائق کو بدل ڈالنا آسان نہیں۔

رب آپ اس ضمن میں چند معتبر کتب کے مزید حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

الاستیعاب فی اسماء اصحاب

انه تو في جده عبدالمطلب وهو ابن ثمان
سنين فاء وصى به الى ابى طالب فصار في حجر
عمه ابى طالب لوجاهته في بنى هاشم وكان مع
ذالك شقيق ابيه و خرج النبي صلى الله عليه
والآله وسلم عمه ابى طالب في تجارة الى الشام
سنة ثلاث عشرة من الفيل فراه بنحيرة الراهب

فقال احتفظوا به فانه نبي.

﴿الاستيعاب في اسماء اصحاب جلد اول صفحہ ۱۲۰﴾

﴿مؤلفہ ابی عمر یوسف بن عبداللہ بن عبداللہ متوفی ۵۲۲ھ﴾

ترجمہ !

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد کا وصال ہوا تو اُس وقت آپ کی عمر مبارک آٹھ سال تھی حضرت عبدالمطلب نے جناب ابوطالب کو آپ کی کفالت کی وصیت فرمائی اور آپ ابوطالب کی آغوشِ رافت میں آ گئے۔ جناب ابوطالب بنی ہاشم میں صاحبِ وجاہت بھی تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدِ گرامی کے سگے بھائی بھی تھے چنانچہ اصحابِ فیل کے واقعہ کے تیرہویں سال میں آپ نے اپنے چچا ابوطالب کی معیت میں شام کا سفر تجارت کیا۔ اور بحیرہ راہب نے جناب ابوطالب کو بتایا کہ ان کی حفاظت کرو یہ نبی ہیں۔ (انتہی)

طبقات ابن سعد

حضرت عبدالمطلب جب مشرف بہوت

ہوئے اور آپ کا وقتِ رحلت قریب آیا تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت و احتیاط کے لئے
جناب ابوطالبؓ کو وصیت فرمائی۔

﴿طبقات ابن سعد مترجم جلد ۱ صفحہ ۱۸۰﴾

﴿مؤلفہ ابو عبد اللہ محمد بن سعد البصری متوفی ۲۴۰ھ﴾

اسی کتاب میں مزید اس طرح لکھا ہے کہ !

جب عبدالمطلبؓ انتقال کر گئے تو ابوطالبؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پاس رکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں کے ساتھ رہنے لگے۔ ابوطالبؓ مال و دولت والے نہ تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت ہی چاہتے تھے حتیٰ کہ اپنی اولاد سے بھی اتنی محبت نہ تھی۔ سوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے ساتھ سوتے۔ باہر نکلتے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ساتھ ہوتے۔ یہ گرویدگی اتنی بڑھی اور اس حد تک پہنچی کہ کسی شے کے ابوطالبؓ اتنے گرویدہ نہ ہوئے۔ آپ کو خاص طور پر اپنے ساتھ کھانا کھلاتے۔ حالت یہ تھی کہ ابوطالبؓ کے عیال و اطفال خود ایک ساتھ یا الگ الگ کھانا کھاتے تو سیر اور آسودہ نہ ہوتے مگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانے میں شرکت فرماتے تو سب کے سب آسودہ ہو جاتے۔ لڑکوں کو کھانا چاہتے تو ابوطالبؓ فرماتے “

کما انتم حتیٰ یعضر ابنی“ یعنی تم جیسے بھی ہونا ہے۔

شہر و میرا بیٹا آ لے۔ پھر کھاتے ہیں۔

﴿طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۱۸۲﴾

اسی مضمون کا عربی متن چند دیگر کتابوں سے ملاحظہ کیجئے

خصائص کبریٰ السیوطی

(باب ما ظهر من الآيات وهو في كفالة عمه ابی طالب)

وكان ابو طالب يقرب الى الصبيان

بصحفتهم فيجلسون وينتهبون ويكف، رسول الله

ﷺ يده لا ينهب معهم فلما رأى ذلك عمه

عزل له طعامه على حدة.

واخرج ابن سعد وابو نعيم وابن عساكر

من طريق مجاهد وغيره قالوا كان اذا اكل عيال

ابی طالب جميعا أفرادی لم يشبعوا ما اذا اكل

معهم رسول الله ﷺ شبعوا فكان اذا اراد ان

يغذيهم اولعشيتهم قال كما انتم حتى يحضرا

ابنی. فياتی رسول الله ﷺ فیا کل معهم.

﴿خصائص کبریٰ جلد اول ص ۸۲﴾

طبقات ابن سعدی سے ملتی جلتی عبارت کا عربی متن دلائل النبوة

سے بھی ملاحظہ کریں۔

دلائل النبوة

لما تو فی عبد المطلب قبض ابو طالب
 رسول الله ﷺ اليه فكان يكون معه وكان
 ابوطالب لا مال له وكان يحبيه حبا شديدا
 يحبه ولده وكان لا ينال الى جنبه ويخرج
 فيخرج معه وصبه به ابوطالب صباة لم
 يصعب بمثلها بشيء قط وكان يخصصه بالطعام
 وكان اذا اكل عيال ابى طالب جميعا او
 فرادى لم يشبعوا اذا اكل معهم رسول الله
 ﷺ فيا كل معهم فكان يفضلون من طعمهم

﴿دلائل النبوة جلد ۱ ص ۱۱۵﴾

اسی کتاب دلائل النبوة شریف کے صفحہ ۱۵۳ پر مزید ہے کہ
 ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوطالب کی
 معیت میں منزل شباب پر رونق افروز ہوئے اور اللہ
 تعالیٰ نے آپ کو تمام تر امور جاہلیت سے محفوظ رکھا“

عربی متن یہ ہے !

وشب رسول الله ﷺ مع ابى طالب
 يكلاه الله ويحفظه من الامور الجاهلية

سلسلۃ الذہب ہستی میں ہے کہ آپ آٹھ سال کی عمر کو پہنچتے تھے

کہ آپؐ کے دادا کا انتقال ہو گیا اور آپؐ اپنے والدؑ کے سکے بھائی ابوطالبؓ کی کفالت میں آ گئے۔ ابوطالبؓ آپؐ کے دسترخوان پر تشریف لائے بغیر اپنے گھر والوں کو کھانا نہیں کھانے دیتے تھے کیونکہ آپؐ کی تشریف آوری سے کھانے میں خیر و برکت ہو جاتی اور تمام لوگ سیر ہو جاتے۔ بارہ سال کی عمر میں آپؐ نے ابوطالبؓ کی ہمراہی میں شام کا سفر کیا۔

عربی متن یہ ہے !

سلسلة الذهب

الى تمام ثمان مئین فمات جدہ و کفلہ

عمہ ابوطالب و کان شفیق ابیہ علیہ السلام و کان

یرثی عمہ منہ علیہ السلام الخیر

والبرکة کشیع عیالہ اذا اکل علیہ السلام معهم

وعدم شبعهم اذا لم یأکل معهم ولما بلغ

عمرہ علیہ السلام اثنتی عشرة سنة سافر

ابوطالب بہ علیہ السلام الی الشام .

«سلسلة الذهب لصوفیہ صفحہ ۱ مؤلفہ السید محمد نور بخش قہستانی»

جناب ابوطالبؓ کا حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

کفالت اور حمایت و نصرت فرمانا ایک ایسی ناقابل تردید حقیقت ہے جسے

جھٹلادینا ممکن ہی نہیں بلکہ امر محال ہے اور یہ مضمون ایک ایسا بحرناپیداکنار

ہے جسے ہزاروں صفحات پر بکھیرا جاسکتا ہے،

ہمارے خیال میں دنیا کا سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ کوئی شخص یہ باور کرانے کی کوشش کرے کہ حضرت عبدالمطلبؑ کے وصال کے بعد حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت حضرت ابوطالبؑ کے علاوہ کسی اور نے کی ہے اور اس قسم کا ننگا جھوٹ سوائے کسی فاجر العقل ناصبی اور مردود ملعون خارجی کے اور کوئی بک بھی نہیں سکتا۔

بہر حال بتانا یہ ہے کہ اگر ہم چاہیں تو اپنے موقف میں ہزار ہا حوالہ جات پیش کر سکتے ہیں جبکہ خارجیوں کے کارخانہ کذابیت میں اس کے برعکس ایک بھی صحیح حوالہ موجود نہیں۔ البتہ بے پرکی اڑاتے جانا اور بات ہے۔

اب ہم محض قارئین کی معلومات کے لئے چند معتبر کتب کا عربی متن پیش کرنے پر اکتفا کریں گے کیونکہ ان عبارات کا مفہوم اور مطالب و معانی وہی ہیں جو آپ مختلف عبارتوں کے ترجموں کی صورت میں ملاحظہ فرما چکے ہیں اسلئے بخوفِ طوالت ترجمے سے گریز کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

سیرت ابن ہشام

وذكر كون النبي ﷺ في كفا له عمه
يكلوه ويحفظه فمن حفظ الله له في ذلك انه
كان يتيماً ليس له أب يرحمه ولا أم تراه لانها
ماتت وهو صغير وكان عيال ابوطالب ضعفا
وعيشم شظفا فكان يوضع الطعام له وللصبية من

أولاً: د ابوطالب.

«سيرة ابن هشام جلد ١ صفة ٢١٣»

«للامام ابى محمد عبد الملك بن هشام متوفى ٥٢٣ هـ»

روض الانف

وكان رسول الله ﷺ بعد عبدالمطلب مع

عمه ابوطالب وكان عبدالمطلب فيما يزعمون يوصى به

عمه ابوطالب وذلك لان عبد الله أبا رسول الله ﷺ

وأبا طالب اخوان لأب دام أمها فاطمة بنت عمرو بن

عائد بن عبد بن عمران بن مخزوم .

«روض الانف على سيرة ابن هشام جلد ١ صفة ١١٩»

«للامام الفقيه المحدث ابى القاسم عبد الرحمن الغشمى السهيلي متوفى ٥٨٤ هـ»

الوفاء فى احوال المصطفى ﷺ

عن ابن عباس قال لما توفى عبدالمطلب

قبض ابوطالب رسول الله ﷺ اليه فكان يكون

معه وكان ابوطالب لامل له ان كان يحبه حباً

شديد ألا يحبه ولده وكان لا ينام الا الى جنبه .

«الوفاء فى احوال المصطفى صفة ١٣١»

«للامام ابى الفرج عبد الرحمن بن جوزى متوفى ٥٩٤ هـ»

انوار محمدية من مواهب الدنيا

وكفله ابوطالب واسمه عبد مناف وكان

عبدالمطلب قد اوصاه بذلك لكون شقيق

عبداللہ ولما بلغ رسول اللہ ﷺ اثنی عشرہ

سنة خرج مع ابی طالب الی الشام .

«انوارالمحمدیہ لامام نبھانی»

«من المواہب الدخیة للامام قسطلانی صفحہ ۴۵»

شواہد النبوة

جناب عبدالمطلبؑ کی وفات کے بعد حضور علیہ السلام کی کفالت جناب ابوطالبؑ کے سپرد ہوئی، اُس وقت آپؐ کی عمر شریف آٹھ سال تھی جناب ابوطالبؑ کو آپؐ سے بڑی محبت تھی۔

﴿شواہد النبوة مترجم امام عبدالرحمن جامی صفحہ ۷۳﴾

مدارج النبوة

ابو طالب کہ عم اعیانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بود در عہد کفالت آنحضرت در آورده اگرچہ زبیر بن عبدالمطلب نیز اعیانی بود لیکن میان عبداللہ و ابو طالب زیادت محبت و ارتباط بود . در روایت آمده کہ آنحضرت را مخیّر ساختند کہ کفالت کدام یگے از اعمام خود را میخواہی ، آنحضرت ابو طالب را اختیار کرد و ابوطالب با قصی لغایت

و احسن وجوہ محافظت آنحضرت قبل از
ظہور نبوت و بعد ازاں بتقدیم رسانید و بے دے
طعام نمی خورد جامنہ خواب آنحضرت پهلونے
خود راست میگرد و درون و بیرون خانہ
اور اہمراہ داشتی“

﴿مدارج النبوة النشأه عبد الحق محدث دملوی جلد ۲ صفحہ ۲۲﴾

جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ تمام تر کتب توارخ و سیر اور
تفاسیر و احادیث میں یہ حقیقت روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے کہ حضور
رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت کا شرف حضرت عبدالمطلبؑ
کے وصال مبارک کے بعد جناب ابوطالب ہی کو حاصل ہے اور اس حقیقت
سے آج تک کسی کو مجال انکار نہیں ہو سکی۔ چنانچہ ان چند سیرت کی کتابوں کے
بعد ”مشتی نمونہ از خردارے“ کے طور پر نہایت اختصار کے ساتھ محض چند
تفاسیر کے حوالہ جات عربی متن کی صورت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ اگرچہ
کتب تفاسیر میں متعدد مقامات پر اس حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے لیکن ہم
صرف تیسویں پارے کی سورت ”الضحیٰ“ کی آیت مبارکہ ”الْم یجدک
یتیمًا فآوی“ کے تحت آنے والی عبارتوں کا اختصار پیش کرنے پر اکتفا
کرتے ہیں۔

تفسير ابن عباس

”یتیم“ بلا اب و بلا امر“ فاواک عمک

ابی طالب .

﴿تنویر المقیاس تفسیر ابن عباس صفحہ ۳۶۷﴾

﴿ار حضرت عبداللہ ابن عباس﴾

تفسير كبير الرازی

وكان عبدالمطلب يوصى ابا طالب به لأن

عبدالله وابا طالب كان من ام واحدة فكان ابو

طالب هو الذي يكفل رسول الله ﷺ بعد جده .

﴿تفسير كبير للامام فخرالدين رازی جلد ۳ صفحہ ۱۲۳﴾

تفسير غرائب القرآن

فكفل ابو طالب رسول الله ﷺ الى ان

ابتعثه الله للرسالة فقام بنصرته مدة مديدة

وعطفة الله عليه فاحسن تربيته .

﴿تفسير غرائب القرآن المعروف نیشاپوری جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۷﴾

﴿للعلماء نظام الدين الحسن بن محمد القمي النيشاپوری﴾

تفسير جمل على الجلالين

وكان عبدالمطلب اوصى ابا طالب به

لأن عبد الله وابا طالب كان من ام واحدة فكان

ابو طالب هو الذي كفل رسول الله ﷺ بعد

جده الى ان بعثه الله نبيا .

﴿تفسير جمل جلد ۲ صفحہ ۵۲۹﴾

تفسير صاوى

ومات جده عبدالمطلب وهو ابن ثمان

سينين فكفله عمه ابو طالب لا نه كان شقيق ابيه .

﴿تفسير صاوى للامام احمد صاوى مالکى جلد ۲ صفحہ ۲۷۸﴾

تفسير جلالين

بان ضمك الى عمك ابى طالب .

﴿تفسير جلالين مع صاوى جلد ۲ صفحہ ۲۷۸﴾

تفسير كشاف

ومات جده وهو ابن ثمان سينين فكفله

عمه ابو طالب وعطفه الله عليه فأحسن تربيته .

﴿تفسير كشاف جلد ۲ صفحہ ۵۵۰ مولفہ محمود بن عمر زمخشرى﴾

معالم التنزيل

و ضمك الى عمك ابى طالب حتى

أحسن تربيتك وكفاك المونة .

﴿تفسير معالم التنزيل جزء فتم صفحہ ۲۱۶﴾

﴿مولفہ ابى محمد الحسين الفراء البغوى متوفى ۵۱۶ھ جری﴾

تفسير ابن كثير

وله العمر ثمان سينين فكفله عمه ابو طالب

ثم لم يزل يحوطه وينصره والاحوى ويرفع من
قدره ويوقر ويكف عنه اذى قومه .

﴿تفسير ابن كثير جلد ۵ صفحہ ۲۴۶﴾

تفسير خازن

فلما مات عبدالمطلب كفله عمه

ابوطالب الى ان اقوى واشته وتزوج خديجة .

﴿تفسير خازن جزء رقم جلد ۴ صفحہ ۲۱۶﴾

﴿مؤلفه علی بن محمد بن ابراهيم البغدادي المعروف خازن قرغ من تالیفه ۷۲۵ هجری﴾

تفسير فتح البيان

وقيل بمال خديجة بنت خويلد وتربيت

ابوطالب

﴿تفسير فتح البيان جلد ۵ صفحہ ۲۹۹ مؤلفه نواب صديق حسن بهويالى﴾

تقاير کے بعد تاريخ کی مُستند کتاب تاريخ کامل کا ایک حوالہ ملاحظہ

فرمائیں۔

توفى عبدالمطلب بعد الفيل ثمان سنين

واوصى أبا طالب برسول الله صلى الله عليه وآله

وسلم فكان ابوطالب هو الذى قام بأمر النبى

صلى الله عليه وآله وسلم بعد جده .

﴿تاريخ كامل ابن الاثير جزرى متوفى ۷۴۵ هجری جلد ۲ صفحہ ۴۳﴾

اگرچہ اس ضمن میں دیگر بے شمار کتب معتبرہ کے حوالہ جات بھی پیش کئے جاسکتے ہیں مگر اہل علم و دانش حضرات کے لئے یہی کیا کم ہے جواب تک پیش کیا جا چکا ہے۔

لب آخر پر بلا ذری وغیرہ کے وضعی ٹکڑے کی حیثیت بھی ملاحظہ فرمائیں۔ سیرت کی مشہور و معروف کتاب زرقانی علی المواہب کا خلاصہ ہے کہ حضور امام الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت حضرت عبدالمطلبؑ کی وصیت کے مطابق حضرت ابوطالبؑ نے ہی فرمائی اور یہ ان کے لئے مخصوص تھی اور زبیر بن عبدالمطلبؑ کی شرکت کفالت کے متعلق جو کہا جاتا ہے تو انہوں نے اسلام کا زمانہ نہیں پایا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جناب عبدالمطلبؑ نے ابوطالبؑ اور زبیرؓ کے لئے قرعہ اندازی کی مگر قرعہ فال بنام ابوطالبؑ ہی نکلا۔

اسد الغابہ میں عزالدین ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ابوطالبؑ نے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت فرمائی۔ کیونکہ وہ حضورؐ کے والد حضرت عبد اللہؑ بن عبدالمطلب کے سگے بھائی تھے۔ جیسا کہ زبیرؓ بھی حضرت عبد اللہؑ کے سگے بھائی تھے۔ مگر کفالت حضرت ابوطالبؑ ہی نے فرمائی کیونکہ ان کے لئے حضرت عبدالمطلبؑ نے وصیت فرمائی تھی۔ اور جو کہا جاتا ہے کہ ابوطالبؑ سے پہلے زبیرؓ بن عبدالمطلبؑ کفالت کرتے تھے اور ان کے

فوت ہونے کے بعد ابوطالبؓ کفیل بنے تو یہ غلط محض ہے کیونکہ زبیر بن عبدالمطلبؓ حلف الفضول کے واقعہ میں حاضر تھے اور آخر پر لکھا ہے کہ یہ دلیل ہے اس بات پر کہ حضرت ابوطالبؓ نے ہی آپؐ کی کفالت فرمائی اور ابوطالبؓ کو آپؐ سے شدید محبت تھی اور ایسی محبت وہ اپنی اولاد سے بھی نہیں کرتے تھے۔

متن کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

وكان عبد المطلب اوصاه بذلك
 لكون شقيق عبد الله والده دون الحرث ونحوه
 فالقصر اضافي فلا يرد أن الذبير شقيقة
 ايضاً وقد قيل اقرع عبد لمطلب بينهما فخرجت
 القرعة لأبي طالب وفي اسد الغابه لحافظ
 عز الدين بن الاثير كفله ابو طالب شقيق ابيه
 وكذا لك الذبير لكن كفا لآبى طالب
 اما لوصية عبد المطلب واما لان الذبير كفله حتي
 مات ثم كفله ابو طالب هذا غلط لأن الذبير شهد
 حلف الفضول و للمصطفى نيف وعشرون سنة
 واجمع العلماء ووعلى انه شخص مع ابي طالب
 الى الشام بعد موت ابي طالب بأقل من خمس
 سنين فهذا يدل على أن أبا طالب هو الذي كفله

انتہی و کان ابو طالب یحبہ حباً شدیداً لا یحب
اولادہ

﴿زرقانی علی المواہب ۱۸۹﴾

﴿الامام العلامہ محمد بن عبدالباقی﴾

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شفیق عم محترم اور
حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے والد گرامی جناب ابوطالب رضی اللہ عنہ
کے متعلق اس وضاحتی بیان کے بعد، اب آپ جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ
کی والدہ مکرمہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے متعلق
معلومات حاصل کریں۔“

حیدر کرار کی والدہ

آئندہ اوراق میں حضرت ابوطالب کے متعلق مختصر طور پر یہ بھی بتایا
جائے گا کہ انہوں نے اسلام اور بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کون کونسی
خدمات سرانجام دیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے کس قسم کی محبت
تھی مگر پیش ازیں باب مدینۃ العلم سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ
مکرمہ سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے متعلق حسب سابق پہلے خوارج
کی دریدہ دہنی ملاحظہ کریں اور پھر ان الزامات و اتہامات کا ردِ بلیغ پیش کیا
جائے گا۔

حضرت علی کی والدہ مسلمان نہیں تھیں

خارجی عباسی نے جو نئی تاریخ اسلام مرتب کرنا شرع کی ہے اس کا ایک ورق یہ بھی ہے کہ !

فاطمہ بنت اسد سے نہ کسی حدیث کی روایت ہے اور نہ آنحضرتؐ کے زمانہ قبل نبوت کے حالات کے متعلق کوئی ایک لفظ اور نہ ان کا نام ہاشمی خاندان کی عورتوں کی فہرست میں شامل ہے جو اسلام سے مشرف ہوئیں اور ہجرت کی۔ حالانکہ ان کی بیٹیوں تک کے نام رسول اللہ صلعم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بیعت کرنے والی ہاشمیہ عورتوں میں شامل ہیں۔

الاصابہ جلد ۴ صفحہ ۴۸۰ میں ان کا ہجرت سے پہلے فوت ہو جانے کا بھی ذکر ہے اس سے ظاہر ہے کہ ان کے مسلمان ہونے اور ہجرت کر نیکی روایت صحیح نہیں

﴿وقائع زند گانی ام ہانی صفحہ ۴۲ مثنو لفظ نامحمود عباسی﴾

جناب سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے متعلق خارجی عباسی کی پوری کی پوری عبارت نقل کر دی گئی ہے تاکہ کسی قسم کی تاویل کی گنجائش باقی نہ

قارئین جان گئے ہوں گے کہ پہلے تو خارجی مصنف نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ فاطمہ بنت اسدؓ کے اسلام لانے اور ہجرت کرنے کی کوئی روایت سرے سے موجود ہی نہیں اور پھر الاصابہ کی مختصر عبارت نقل کر کے یہ ثابت کر دیا کہ ان کے ہجرت کرنے اور اسلام لانے کی جو روایت موجود ہے وہ صحیح نہیں۔

سچ کہا ہے دانا لوگوں نے کہ ”دروغ گور حافظہ نباشد“ حقیقت یہ ہے کہ یہ کذب سرائیاں اور قلمی بددیانتیاں محض اور محض خاندان ہاشمی کے ساتھ مستقل بغض و عداوت اور کینہ پروری کا نتیجہ ہیں۔ ورنہ اتنا بڑا جھوٹ بولتے وقت تو شیطان کی روح بھی کانپ کانپ جاتی ہوگی بہر حال یہ خارجیوں کی کینگی اور شراکیزی کی ایک زندہ مثال ہے کہ یہ لوگ مسلسل جھوٹ بکنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے اور پھر ایک جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے ہزاروں جھوٹ تراشتے جانا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے حالانکہ ہزاروں جھوٹ گھڑ کر بھی کسی ایک جھوٹ کو نہ کبھی سچ ثابت کیا جاسکا ہے اور نہ ہی آئندہ انشاء اللہ العزیز تا قیامت ثابت کیا جاسکے گا۔

چنانچہ سب سے پہلے الاصابہ ہی کی پوری عبارت ہدیہ قارئین کی جاتی ہے جس کا ایک ٹکڑا خارجی عباسی نے نقل کر کے جناب فاطمہ بنت اسدؓ کا ہجرت نہ کرنا ثابت کر لیا ہے۔

الاصابه كى پورى عبارت

فاطمة بنت اسد بن هاشم بن عبد مناف
 الهاشمية والدقة على واخوته قبل انها توفيت
 قبل الهجرة والصحيح انها هاجرت وماتت
 بالمدينة وبه جزم الشعبي قال اسلمت
 وهاجرت وتوفيت بالمدينة، واخرج ابن عاصم
 من طريق عبد الله بن محمد بن عمر بن علي بن
 ابي طالب عن ابيه ان النبي ﷺ كفن فاطمة
 بنت اسد في قميصه وقال لم تلق بعد ابي طالب
 ابري منها وقال الأعمش عن عمرو بن مرة عن
 ابي البحرى عن علي قلت لامي اكفى فاطمة
 سقاية الماء والذهاب في الحاجة وتكفيك
 الطحن والعجن وقال الذبير بن بكار هي اول
 هاشمية ولدت خليفة ثم بعد ها فاطمة الزهراء
 وسيئاتى لها ذكر فى فاطمة بنت حمزة يدل على
 انها ماتت بالمدينة قال ابن سعد كانت امرأة
 صالحة وكان النبي ﷺ يزورها ويقيم في بيتها

«الاصابه فى تميز الصعابه جلد ٣ صفحه ٣٦٨ مؤلفه ابن حجر عسقلانى»

ترجمه !

فاطمه بنت اسد بن هاشم بن عبد مناف هاشميه

حضرت علی اور انکے بہن بھائیوں کی والدہ ہیں۔ کہا کہ وہ ہجرت سے پہلے فوت ہوئیں مگر صحیح یہ ہے کہ آپ نے ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ میں وفات پائی اسی سے جزم کیا شععی نے اور کہا کہ آپ نے اسلام قبول کیا اور ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔

اور روایت بیان کی عاصم نے کہا محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب نے اپنے باپ سے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنی قیص کا کفن پہنایا اور فرمایا کہ ہمارے ساتھ ابوطالب کے بعد سب سے بہتر سلوک کرنے والی تھیں۔

اور کہا اعمش نے روایت بیان کی عمر بن مرہ نے ابی الجحتری سے کہ : حضرت علی نے فرمایا کہ میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ بیرونی امور پانی وغیرہ لانے میں حضرت فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت کریں اور وہ گھریلو کام آٹا گوند ہنے اور چکی وغیرہ پینے میں آپ کی مدد کریں۔

زبیر بن بکار نے کہا کہ آپ پہلی ہاشمیہ عورت ہیں جس نے ہاشمی خلیفہ کو جنم دیا پھر ان کے بعد فاطمہ الزہرا ہیں عنقریب ان کا ذکر فاطمہ بنت حمزہ کے ذکر میں ہوگا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا وصال مدینہ منورہ میں ہوا۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ آپ نہایت صالح عورت تھیں اور حضور صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم انکی زیارت کو آتے اور انکے گھر میں آکر آرام فرماتے تھے۔
یہ تھی الاصابہ کی پوری عبارت مع ترجمہ جس کا ایک ٹکڑا نقل کرنے
کے بعد خارجی مصنف کے ہاتھوں پر ریشہ طاری ہو گیا۔ کیونکہ ملحقہ عبارت
میں پہلے قول کی نفی کرتے ہوئے واضح ترین صورت میں تحریر تھا۔ کہ صحیح
روایت یہ ہے کہ آپ اسلام بھی لائیں اور ہجرت بھی کی، سرکارِ مدینہ نے ان
کو اپنی قمیص مبارک کا کفن بھی عطا فرمایا اور آپ مدفون بھی مدینہ منورہ میں
ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی زیارت کے لئے ان کے گھر بھی
جاتے تھے۔ اور ان کے پاس آرام بھی کرتے تھے آپ نے انکی شفقت و
محبت کا ذکر بھی فرمایا اور یہ بھی فرمایا میرے چچا ابوطالب کے بعد سب سے
زیادہ ہمارا خیال رکھنے والی فاطمہ بنت اسد تھیں ﴿رضی اللہ عنہا﴾

اگرچہ الاصابہ کی پوری عبارت نقل کر دینے کے بعد مزید کوئی حوالہ
پیش کرنیکی خاص ضرورت باقی نہیں تاہم برکت حاصل کرنے اور خارجیوں
کے منہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بند کر دینے کیلئے چند معتبر کتب کے مزید حوالہ جات
پیش خدمت ہیں۔

پہلے آپ الاصابہ کی ہی ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیں جس سے
یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ مدینہ منورہ ہجرت کر کے تشریف لائیں اور یہ بھی
معلوم ہو جائے گا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فاطمہ کے نام
سے کس قدر محبت ہے۔

یہ محبت یہ نوازش

واخرج ابن ابی عاصم من طریق ابی فاختة
عن جعدة بن هبيرة عن علي قال اهدى الى
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم حلة
استبرق فقال اجعلها خمر ابين الفواطم
فشققها اربعة اخمرة خمار الفاطمة بنت رسول
الله صلى الله عليه وآله وسلم وخمار الفاطمة
بنت اسد وخمار الفاطمة بنت حمزة ولم يذكر
الرابعة (قلت) ولعلها امرأة عقيل الاثنية قريبا.

«الاصابه في تميز الصحابه جلد ۲ صفحہ ۳۷۰»

ترجمہ :- حضرت علی کرم اللہ وجہہ لکریم بیان فرماتے
ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ریشمی
کپڑے کا ہدیہ آیا تو آپ نے فرمایا اس کے ٹکڑے کر
کے فاطمہ نام کی عورتوں میں تقسیم کر دو چنانچہ اس کے
چار ٹکڑے کئے گئے اور ایک ٹکڑا فاطمہ بنت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور ایک ٹکڑا جناب فاطمہ بنت
اسد کو اور ایک ٹکڑا جناب فاطمہ بنت حمزہ کو عطا کیا
گیا۔ چوتھے ٹکڑے کے متعلق حضرت علامہ ابن حجر
عسقلانی کہتے ہیں کہ حضرت عقیل ابن ابی طالبؓ

کی بیوی کو عطا فرمایا گیا۔

اس واقعہ کے بعد ہم اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں جناب فاطمہ بنت اسدؓ والدہ مکرمہ جناب علی المرتضیٰؓ کی ہجرت اور مدینہ منورہ میں مدفون ہونے کے متعلق چند معتبر کتب کے حوالہ جات ملاحظہ کریں۔

الاستیعاب

فاطمۃ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ام علی بن ابی طالب و اخوتہ رضی اللہ عنہم قبل انہما ماتت قبل الهجرة و لیس بشی و الصواب انہا ہاجرت الی المدینہ بہا ماتت ، عن الشعبي قال ام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہا فاطمۃ بنت اسد بن ہاشم اسلمت و ہاجرت الی المدینہ و توفیت بہا و قال الذبیر ہی اول ہاشمیہ و لدت ہاشمی ، قال و قد اسلمت و ہاجرت الی اللہ و رسولہ و ماتت بالمدينہ فی حیاۃ النبی ﷺ و شہد ہا رسول اللہ ﷺ .

و قال ابو عمرو روى سعدان بن الوليد السابري عن عطاء بن ابي رباح عن ابن عباس قال ماتت فاطمة ام علی بن ابی طالب البسہا رسول اللہ ﷺ قميصہ واضطجع

معہافی قبرھا فقالو اما رائنک صنعت ما
صنعت بهذه؟ فقال انه لم یکن احد بعد ابی طالب
أبر بی منها، انما البستها قمیصی لتکسی من
حلل الجنة واضطجعت لیھون علیھا .

﴿الاستیعاب مع الاصابہ جلد ۳ صفحہ ۳۷۰﴾

ترجمہ :- اسد بن ہاشم بن عبد مناف کی بیٹی
فاطمہؓ علی ابن ابی طالبؓ اور ان کے بہن بھائیوں کی
والدہ ہیں (رضی اللہ عنہم اجمعین) روایت ہے کہ
آپ ہجرت سے پہلے فوت ہوئیں مگر یہ غلط ہے اور
کوئی شے نہیں صحیح و صواب یہ ہے کہ آپ نے مدینہ
منورہ کے لئے ہجرت کی اور مدینہ منورہ ہی میں فوت
ہوئیں۔ شععی کہتے ہیں کہ فاطمہ بنت اسد بنت ہاشم اُم
علی بن ابی طالبؓ مشرف بہ اسلام ہو کر مدینہ منورہ
میں ہجرت کر کے آئیں اور وہیں فوت ہوئیں۔ زبیر
کہتے ہیں کہ آپ پہلی ہاشمیہ ہیں جنہوں نے ہاشمی کو جنم
دیا۔ کہا اور بے شک آپ نے اسلام قبول کیا اور اللہ
ورسول کے لئے ہجرت کی اور مدینہ منورہ میں انتقال
فرمایا۔“

اور کہا ابو عمر نے کہ روایت بیان کی سعدان بن ولید نے ساہری سے انہوں نے عطاء بن ابی رباح سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ جب فاطمہ اُمّ علی بن ابی طالبؑ کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قمیص مبارک کا کفن عطا فرمایا اور ان کی قبر میں لیٹے، پس جب آپ سے پوچھا گیا کہ اس سے پہلے آپ نے کبھی کسی سے یہ سلوک نہیں فرمایا۔ یا ایسا نہیں کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابو طالبؑ کے بعد ہمارے ساتھ ان سے زیادہ حُسن سلوک بھی کسی نے نہیں کیا۔ ہم نے اپنی قمیص اس لئے پہنائی ہے کہ انہیں جنت کے حُطّے ملیں اور قبر میں ساتھ اس لئے لیٹے ہیں کہ ان پر قبر کی تنگی نہ ہو۔

طبقات ابن سعد

حضرت فاطمہؑ آپ اسد بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی کی صاحبزادی ہیں، اور آپ کی والدہ فاطمہ بنت قیس بن حرم بن رواحہ بن حجر بن عبد بن بَغِیض بن عامر بن لوی ہیں آپ زائدہ بن اِصم بن حرم بن رواحہ جو

ام المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد کے دادا ہیں کی چچا زاد خیاں بہن ہیں
 حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضرت ابو طالبؑ نے نکاح کیا
 جن سے آپ کے طالبؑ، عقیلؑ، جعفرؑ اور علیؑ چار بیٹے اور اُمّ ہانی، جمانہ، اور
 ریطہ تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

جناب فاطمہؑ مسلمان ہو گئی تھیں اور ایک نیک دل خاتون تھیں
 حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر ان سے ملتے جلتے رہتے اور دوپہر کو ان ہی
 کے گھر میں آرام فرمایا کرتے۔

«طبقات ابن سعد مترجم باب بیعت کرنے والی خواتین جلد ۸ صفحہ ۳۰۳»

المستدرک للحاکم

كانت فاطمة بنت اسد بن هاشم اول
 هاشميه ولدت من هاشمي وكانت بمحل عظيم
 من الاعيان في عهد رسول الله صلى الله عليه
 وآله وسلم وتوفيت في حياة رسول الله
 صلى الله عليه وآله وسلم وكان اسم علي اسد
 ولذلك يقول ﴿انا الذي سمتني امي حيدر﴾
 لما ماتت فاطمة بنت اسد بن هاشم كفنها
 رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في
 قميصه وصلى عليها وكبر عليها سبعين تكبيرة و
 نزل في قبرها فلما ذهب قال له عمر بن

الخطاب رضى الله عنه يا رسول الله رائتك
 فعلت على هذه المرأة شيئا لم تفعله على احد ؟
 فقال يا عمران هذه المرأة كانت امي التي
 ولدتنى ان ابا طالب كان يصنع الصنيع وتكون
 له ائمة و كان يجمعنا على طعامه فكانت
 هذه المرأة تفضل منه كله نصيبنا فاعود فيه و
 ان جبريل عليه السلام اخبرنى عن ربي وعز وجل
 انه امان اهل الجنة واخبرنى جبريل عليه السلام
 ان الله تعالى ام سبعين الفامن الملائكة يصلون
 عليها .

﴿المستدرک للمعاکم جلد ۳ صفحہ ۱۰۸﴾

ترجمہ:- فاطمہ بنت اسدؓ بن ہاشم پہلی ہاشمیہ
 عورت ہیں جنہوں نے ہاشمی کو جنم دیا۔ آپؐ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانہ میں نہایت
 عظیم المرتبت اور بلند شان والی ہوئیں ہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات
 طیبہ میں فوت ہوئیں اور آپؐ نے ان کی نماز جنازہ
 پڑھی انہوں نے حضرت علیؑ کا نام اسد (شیر) رکھا تھا
 یہی وجہ تھی کہ حضرت علیؑ فرماتے تھے کہ میں وہ

ہوں میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے
 حضرت فاطمہ بنت اسدؓ بن ہاشم کا انتقال ہوا تو رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی قمیص میں کفنایا
 اور ان کی نماز جنازہ ستر تکبیروں کے ساتھ پڑھی اور
 ان کی قبر میں لیٹے۔ جب آپ ان کی قبر میں اترے
 تو عمر بن خطابؓ نے عرض کی یا رسول اللہ آپ نے
 جو سلوک اس عورت کیساتھ فرمایا ہے کبھی کسی کے
 ساتھ نہیں کیا۔ تو آپ نے فرمایا: اے عمر یہ عورت وہ
 عورت ہے جو ابوطالبؓ کی اولاد کی والدہ ہے اور
 جب کھانا تیار کر لیتی تو دسترخوان پر ہم سب کھانے
 کیلئے جمع ہوتے تو یہ عورت سب سے زیادہ ہمارا حصہ
 نکالتی اور جبرائیل علیہ السلام نے ہمیں خبر دی ہے کہ
 اللہ رب العزت کی طرف سے یہ اہل جنت سے ہے
 اور جبریل نے یہ بھی خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکی
 نماز جنازہ پڑھنے کے لئے ستر ہزار فرشتوں کو حکم فرمایا
 ہے۔

نور الابصار

فاطمة بنت اسد بن هاشم بن عبد مناف
تجتمع مع ابي طالب في هاشم جد النبي
ﷺ اسلمت وهاجرت مع النبي ﷺ. (الخ)
وهي اول هاشمية ولدت هاشميه ولما ماتت
كفنها صلى الله عليه وآله وسلم بقميصه لا
نها كانت عنده بمنزلة امة وامر رسول الله صلى
الله عليه وآله وسلم اسامه بن زيد و ابا ايوب
انصاري وعمر بن الخطاب و غلاما اسود
فحفروا قبرها بالقيع فلما بلغوا الحد ها حضرة
رسول الله ﷺ بيده واخرج ترابه فلما فرغ
اضطجع فيه وقال "الهم اغفر لي لامي فاطمة
بنت اسد ولقنها حجتها ووسع عليها
مدخلها بحق نبيك محمد و الانبياء الذين من
قبلي فانك ارحم الراحمين فقيل ثياب الجنة
واضطجعت في قبرها يخفف عنها من ضحلة
القبر لانها كانت من احسن الخلق الله تعالى
صنعها الي بعد ابي طالب.

﴿نور الابصار في مناقب آل بيت النبي المختار صفحه ٨٢﴾

فاطمة بنت اسد بن هاشم بن عبد مناف

کا سلسلہ نسب حضرت ابوطالبؓ کیساتھ ہی رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد حضرت ہاشمؓ سے
 مل جاتا ہے انہوں اسلام قبول کیا اور حضورؐ کے ساتھ
 ہجرت فرمائی۔ آپؐ پہلی ہاشمیہ ہیں جنہوں نے ہاشمی
 کو جنم دیا۔ جب اُن کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قمیص مبارک کا کفن پہنایا آپؐ
 کے نزدیک وہ بمنزلہ ماں کے تھیں اور رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسامہ بن زیدؓ ابویوب انصاری
 عمر بن خطاب اور سیاہ غلام کو ارشاد فرمایا کہ ان کیلئے
 جنت البقیع میں قبر تیار کرو اور پھر جب قبر تیار ہو گئی تو
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لحد کو اپنے مبارک
 ہاتھوں سے کھود کر درست کیا اور مٹی نکالی۔ جب اس
 کام سے فارغ ہوئے تو قبر میں لیٹ کر خدا تعالیٰ کے
 حضور میں دعا کی، الہی میری ماں فاطمہ بنت اسد کی
 مغفرت فرما اور اسکو اسکی حجت القافر مادے اور اسکی
 قبر کو کھول دے بحق اپنے نبی محمد کے اور انبیاء کے جو
 مجھ سے پہلے ہوئے ہیں۔ پس تو نہایت رحم کرنے والا
 ہے۔ اور فرمایا کہ ہم نے اپنی قمیص کا کفن اس لئے دیا

ہے کہ انہیں جنت کا حُلہ نصیب ہو اور قبر میں اس لئے
لیئے ہیں کہ قبر کی تنگی دُور ہو جائے۔ یہ میرے ساتھ ابو
طالبؑ کے بعد سب سے بہتر سلوک کیا کرتی تھیں۔

سلسلۃ الذهب

وہا جر علی کرم اللہ وجہہ الکریم بعد ہجرت
النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وابی بکر بثلاثة
ایام ولحقهما بقبا ء ومعہ امہ فاطمة بنت اسد
رضی اللہ عنہا وانہا کانت اسلمت من قبل ثم
هاجرت مع ابنہ علی رضی اللہ عنہا الی
المدينة و لما ماتت کفنها البنی صلی اللہ علیہ
وسلم بقمیصہ فلما حضر قبرہا با لبقیع و بلغ
لحدہا حضرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بیده و اخرج ترابہ فلما فرغ اضطجع فیہ وقال
الہم اغفر لامی فاطمہ بنت اسد ولقنہا
حجتها ووسع علیہا مدخلہا او قال علیہ
الصلوة والسلام انہا کانت من احسن خلق اللہ
صنعاً الی بعد ابی طالب .

«سلسلۃ الذهب الصرغیہ صفحہ ۴۷»

ترجمہ:- اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے

نبی صلی اللہ وآلہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے تین دن بعد ہجرت فرمائی اور آپ سے قبائیں ملاقات کی اور آپ کے ہمراہ آپکی والدہ مکرمہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا بھی تشریف لائی تھیں۔ آپ پہلے ہی مشرف بہ اسلام ہو چکی تھیں مگر ہجرت اپنے بیٹے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کی۔ جب انکا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنکو اپنی قمیص مبارک میں کفن دیا۔ بعد ازاں جب جنت البقیع میں انکی قبر کھودی جا چکی اور لحد تیار ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے لحد کو درست فرمایا اور اسکی مٹی نکالی، جب لحد سے فارغ ہو گئے تو آپ خود اس میں لیٹ گئے اور بارِ خداوندی میں عرض کی یا اللہ میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما اور اسکی حجّت اسے سکھا دے اور اسکی قبر کو فراخ فرما دے اور پھر فرمایا کہ ابو طالبؓ کے بعد میرے ساتھ سب سے بہتر سلوک یہی کیا کرتی تھیں،

کتب احادیث میں آتا ہے ایک دفعہ حضرت علیؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ریشم کے کپڑے کا ایک ٹکڑا فاطمہ نام کی عورتوں میں تقسیم

کر نیکا حکم فرمایا چنانچہ اس کا ایک حصہ حضرت فاطمہ بنت اسدؓ کو بھی ملا علاوہ
 ازیں ایک حصہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی جناب
 فاطمہ الزہراؓ سلام اللہ علیہا کو ملا اور ایک حصہ جناب فاطمہ بنت حمزہؓ کو
 عطا فرمایا گیا یہ واقعہ مدینہ منورہ کا ہے اس لئے یہ کہنا کہ آپ نے ہجرت نہیں
 فرمائی محض شراغیز پر اپینگندہ ہے چنانچہ اس ضمن میں بھی ایک حوالہ ملاحظہ
 فرمائیں۔

اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ

ودر روایت بجائے بین النساء بین الفواطم آمدہ و فواطم
 فاطمہ کہ چند فاطمہ در خانہ امیر المؤمنین جمع بودند اول
 فاطمہ زہرا بتول بنت رسول اللہ و بضعتہ و عی علیہ وآلہ وسلم و علیہا و دوم فاطمہ بنت اسد بن ہاشم زوجہ
 ابی طالب اُمّ علی و جعفر و عقیل و طالب و آں حضرت
 در شان وے فرمودہ امی بعد امی دوے رافضائل جمہ
 است و وے اول ہاشمیہ است کہ زائید ہاشمیین را بہا
 شمی سوم فاطمہ بنت حمزہ بن عبدالمطلب سید الشہداء
 و بعضے گفتہ اند کہ ثالث فاطمہ بنت ولید بن عتبہ بن
 ربیعہ است کہ از مکہ بہا جرت نمودہ بمدینہ آمدہ بود و

اول صحیح تر است چہ اعطائے آنحضرت با اہلبیت
نبوت سلام اللہ علیہم اجمعین قریب تر و ظاہر تر است۔

﴿اشعته للمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۳ صفحہ ۵۳۹﴾

اس واضح ترین عبارت کے بعد جناب فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا
کے ہجرت فرمانے اور اسلام قبول کرنے کے بارے میں آخر پر مزید ایک
فیصلہ کن عبارت پیش کی جاتی ہے جس سے قطعی طور پر پتہ چل جاتا ہے کہ وہ
روایت یقینی طور پر وہی اور وضعی ہے جس میں ہے کہ آپ نے ہجرت نہیں
فرمائی۔ ملاحظہ ہو

اسد الغابہ فی معرفت الصحابہ

فاطمة بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف
القرشیة الهاشمیة ام علی بن ابی طالب و اخوتہ
طالب و عقیل و جعفر قیل انہا توفیت قبل
الہجرة و لیس بشئ و الصحیح انہا ہاجرت الی
المدينة و توفیت بہا

یعنی فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف
قرشیہ ہاشمیہ جناب علی ابن ابی طالبؑ اور ان کے
برادران طالب و عقیل و جعفر کی والدہ ہیں۔

کہتے ہیں کہ وہ ہجرت سے پہلے وفات پا گئیں

مگر یہ کوئی چیز نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ آپ مدینہ منورہ میں ہجرت فرما کر گئیں اور وہیں آپ کا انتقال ہوا مزید لکھا ہے کہ !

قال الشعبي أم علي فاطمة بنت اسد
اسلمت وهاجرت إلى المدينة وتوفيت
بها وروى الأعمش عن عمر بن مرة عن أبي
البحري عن علي قالت قلت لأمي فاطمة بنت
اسد اكفي فاطمة بنت رسول الله ﷺ سقاية
الماء والذهب في الحاجة وتكفيك
الداحل الطحن والعجن وهذا يدل على
هجرتها لأن عليا إنما تزوج فاطمة بالمدينة .

(اسد الغابہ جلد ۵ صفحہ ۵۱۷)

ترجمہ :- شععی کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کی والدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسلام قبول کیا اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور مدینہ منورہ ہی میں فوت ہوئیں۔

ابو البحری سے روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ بیرونی کام پانی وغیرہ لانے میں فاطمہ بنت محمد صلوٰۃ اللہ علیہا علیہا سے تعاون کریں اور وہ امور خاۓ داری چکی وغیرہ پینے میں آپ کی کفایت کریں۔

یہ دلیل ہے اس بات پر کہ آپ نے ہجرت فرمائی۔ کیونکہ سیدہ فاطمہ الزہراءؑ کا نکاح مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مدینہ منورہ میں ہوا تھا۔

اسی کتاب میں مزید یہ روایت بھی نقل فرمائی ہے کہ جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کی لحد مبارک کو فراخ بھی فرمایا اور آپ اُن کی قبر میں بھی لیٹے اور اپنی قمیص مبارک بھی اُنکے کفن کے لئے عطا فرمائی جیسا کہ اس ضمن میں آپ متعدد عبارات سابقہ اوراق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ یہاں پر بھی اس عبارت کا پورا پورا عربی متن نقل کیا جاتا ہے تاکہ خارجیوں کے خیالی قلعے نیست و نابود ہو جائیں۔“

عن ابی بکر بن ابی عاصم حدثنا عبد الله بن شبيب بن خالد القيسي حدثنا يحيى بن ابراهيم بن هاني اخبرنا حسين بن زيد بن علي بن عبد الله بن محمد بن عمر بن علي عن ابيه ان رسول الله ﷺ كفن فاطمة بنت اسد في قميصه واضطجع في قبرها وجزاها خيراً وروى عن ابن عباس نحوه هذا وذاذ فقالوا اما رايتنا نك صنعت بأحد ما صنعت بهذه قال انه لم يكن بعد ابی طالب أبر بی منها انما البستها قميص لتكسي من حلل الجنة واضطجعت في قبرها ليهون عذاب

یہ اعزازات

قارئین کرام اچھی طرح جان چکے ہیں کہ خارجی عباسی کو خاندان مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کس حد تک عداوت ہے۔ کیونکہ یہ مخبوط الحواس انسان نما حیوان یہ بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ اس خاندان کے عظیم افراد کا نام مسلمانوں کی فہرست میں آجائے۔ اگر ہم چاہیں تو اس ضمن میں بھی سینکڑوں حوالے پیش کر سکتے ہیں مگر کیا احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لئے یہ کافی نہیں جواب تک بیان کیا جا چکا ہے؟ اور حدیث و سیئر کی ان ثقہ کتب کے بعد کوئی سر پھر ایسی ہوگا جو عباسی کی خرافات کو درست تسلیم کر کے اپنے ایمان کا بھی جنازہ نکوالے۔ مگر متلاشیانِ حق کیلئے اس کے بعد حق جلوہ فرما ہو چکا ہے۔

گذشتہ حوالہ جات کی روشنی میں امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین سیدنا و مولانا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ مکرمہ کی شان و عظمت کا جو مقام متعین ہوتا ہے وہ بہر صورت واضح ہے۔ سیدہ فاطمہ بنتِ اسد کی عظمت و بزرگی اور عزت و وقار کے اظہار کیلئے اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوگی کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر آپ کو ملنے کے لئے تشریف لے جاتے

ہیں اور اکثر انہیں کے گھر دو پہر کو آرام فرماتے ہیں۔ اور یہ اعزاز کسی اور کو مل بھی کیسے سکتا تھا جب کہ آپ کو بچپن میں ماں کی مامتا دینے والی فاطمہ بنت اسدؓ ابھی مدینہ منورہ میں بقید حیات تھیں، ماں کی آغوشِ راحت کو چھوڑ کر اور کہاں آرام کیا جاسکتا ہے اور ماں بھی ایسی جو اپنے سگے بچوں سے زیادہ حصّہ آپ کا نکالتی ہو۔ اور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی اولاد سے بھی زیادہ محبت اس وقت کرتی ہو جب ابھی آپ نے اعلانِ نبوت بھی نہیں فرمایا تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منہ بولی ماں کے متعلق بد گمانیاں پھلانا مسلمان کا کام نہیں بلکہ کارِ شیطان ہے حضورؐ تو اُمّ علیؓ کو اپنی قمیص کا کفن عطا فرماتے ہیں۔ ان کی لحد خود اپنے مقدّس ہاتھوں سے کھودتے ہیں ان کے ساتھ ان کی قبر میں لیٹتے ہیں۔ قبر میں ساتھ لیٹنے میں یہ حکمت بھی درست ہے کہ آپ کی قبرِ جنت کا باغ بن جائے مگر اس حقیقت سے بھی کیسے انکار کیا جاسکتا ہے کہ سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری بار ماں کی آغوشِ رافت میں لیٹنے کی کیفیت حاصل کرنا چاہتے تھے۔

ہم نہیں سمجھتے کہ کسی مسلمان کے لئے اس سے بڑھ کر بھی کوئی اعزاز ہو سکتا ہے کہ محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسکے احسانات کا اس انداز سے تذکرہ فرمائیں۔ اور صحابہ کرام میں اعلان فرمائیں کہ یہ عورت کوئی عام عورت نہیں ہے بلکہ ہمارے ساتھ ہمارے چچا ابوطالب کے بعد دُنیا میں

سب سے زیادہ حُسنِ سلوک سے پیش آنے والی یہ عورت ہے اگرچہ یہ اعزاز بھی کم نہیں کہ اللہ جل مجدہ الکریم نے جناب فاطمہ بنت اسدؓ کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے تشریف فرار فرشتوں کو مقرر فرمایا۔ مگر سب سے بڑا اعزاز تو یہ ہے کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفن کے لئے اپنی قمیص عطا فرما کر لحد بھی خود تیار کریں اور قبر میں ساتھ بھی لیں اور نماز جنازہ بھی خود پڑھیں۔

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ سوائے سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے دنیا کے کسی شخص کو یہ اعزاز حاصل نہیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے مرنے کے بعد قبر میں لیٹے ہوں۔

انہی الفاظ پر سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا مقدس تعارف ختم کیا جا رہا ہے، ”اگرچہ ضمناً آپ کا ذکر آئندہ صفحات میں بھی آئے گا۔

باب پیدائش و طفولیت

ولادت باسعادت

ولدته فی حرم المعظم آمنة طابت و طاب
ولیدها والمولد السید الحمیری بحوالها
نور الابصار وغیره
ترجمہ !

آپ کی والدہ مکرمہ نے آپ کو حرم معظم میں
جنا، جننے والی بھی طیب اور پاک ہے اور بیٹا بھی طیب
اور پاک ہے۔

کسے رَا میسر نہ شد ایں سعادت
بلکہ ولادت ، بمسجد شہادت

معتبر اور مشہور روایت کے مطابق سلطان الاولیاء تاجدار ہل اتی
امیر المؤمنین، امام المسلمین، صاحب ذوالفقار، حیدر کرار، مرنے سے مشکل کشا
شیر خدا، سیدنا و مولانا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم عین جوف کعبۃ اللہ میں
سید الایام جمعۃ المبارک کے دن ۱۳ رجب المرجب کو تیس عام الفیل میں
اپنی والدہ مکرمہ حضرت جناب سیدہ فاطمہ بنت اسدؓ کی آغوش رافت میں
بصد کر وفر تشریف لائے۔

فی الحقیقت کعبہ معظمہ میں پیدا ہونے کا شرف سوائے آپ کے کسی
دوسرے کو حاصل نہیں بعض روایات میں آتا ہے کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے پہلے عمرو بن حزام کی ولادت بھی کعبہ معظمہ میں ہوئی لیکن یہ روایت نہ تو تواتر کا درجہ رکھتی ہے اور نہ ہی اسے ثقہ لوگوں نے قبول کیا ہے اور اگر کسی نے یہ روایت قبول کی بھی ہے تو وہ اسے ایک اتفاقی امر قرار دیتا ہے جیسا کہ نزہۃ المجالس شریف میں ہے۔

واما عمرو بن حزام فولدته امه فی الکعبہ

اتفاقاہ لا قصد ا۔

بہر حال ثقہ محدثین اور سیرت نگار اس پر متفق ہیں کہ کعبہ شریف میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ولادت مبارکہ ان کا خاصہ ہے جس میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔

چنانچہ نزہۃ المجالس میں بھی حضرت علامہ عبدالرحمن صفوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت امام ابوالحسن ماکی علیہ الرحمۃ کی مشہور تالیف ”فصول المہمہ فی معرفۃ الائمۃ“ کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں کہ !

حضرت علیؑ شکم مادر سے خوفِ حرم یعنی کعبۃ اللہ زادہا اللہ شرفہا کے اندر پیدا ہوئے تھے اور یہ فضیلت خاص طور پر آپ کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے مخصوص فرما رکھی تھی، جب جناب فاطمہ بنت اسدؑ پر زچگی کا عالم طاری ہوا جناب ابوطالبؑ آپ کو حرمِ محترم کے اندر لے گئے اور وہیں پر آپ تیس عام الفیل رجب المرجب میں جمعۃ المبارک کے دن پیدا ہوئے اس وقت امام الانبیاء حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ام المومنین محبوبہ، محبوب

رب العالمین جناب سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح مبارک ہوئے تین سال ہو چکے تھے۔ متن ہے۔

عن علیا رضی اللہ عنہ ولدته امہ بجوف الکعبة
شر فہا اللہ وہی فضیلة خصہ اللہ تعالیٰ بہا
وذاک ان فاطمة بنت اسد رضی اللہ عنہا
اصابہا شدة الطلق فادخلہا ابو طالب الی الکعبة
فطلقت طلقہ واحدة فولدتہ یوم الجمعة فی
رجب ثلاثین من عام الفیل بعد ان تزوج النبی
خدیجۃ بثلث سنین .

﴿نزهة المجالس جلد ۲ صفحہ ۲۰۵﴾

علامہ شبلی نعمانی اپنی مشہور تالیف ”نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی
الختار“ میں واضح طور پر بیان فرماتے ہیں کہ جناب حیدر کرار حضرت علی کرم
اللہ وجہہ الکریم بیت الحرام زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً میں جمعۃ المبارک کے دن
تیرہ رجب الحرام کو پیدا ہوئے اور اس سے قبل یہ سعادت آپ کے سوا کسی
دوسرے کو حاصل نہیں ہوئی۔

ولد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بمکة داخل البيت
الحرام علی قول لیوم الجمعة ثالث عشر رجب
الحرام ، ولم یولد فی بیت الحرام قبلہ احد
سواہ ،

مورخ جلیل علامہ مسعودی مروج الذهب
میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کعبہ
شریف کے اندر پیدا ہوئے تھے۔ (وکان مولدا فی
الکعبة)

﴿مروج الذهب مسعودی مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۳۸۵﴾

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی عظیم تالیف ازالۃ الخفاء میں رقمطراز

ہیں !

متواتر اخبار سے ثابت ہے کہ امیر المومنین علی
کرم اللہ وجہہ الکریم اپنی والدہ مکرمہ جناب فاطمہ
بنت اسد کے ہاں کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔

ولدة امیر المومنین علیا فی جوف الکعبة

﴿ازالة الخفاء جلد ۲ صفحہ ۲۵۱﴾

علاوہ ازیں اسی مفہوم کی عبارت سیرت حیدر کرار پر مشہور کتاب
اسد اللہ کے صفحہ ۴۲ پر بھی موجود ہے۔

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیت اللہ شریف میں ولادت
کے متعلق علامہ قسستانی علیہ الرحمۃ اپنی مشہور تالیف ”ذہب الصوفیہ“ میں
رقمطراز ہیں۔

ان امیر المومنین علی ابن ابی طالب بن عبد

المطلب بن ہاشم ولد بمكة فی جوف بیت

الحرام يوم الجمعة ثالث عشر من الربح

«سلسلة الزمب الصوفيه قهستانی ص ۴۱»

امام العاشقین مولانا عبد الرحمن جامی علیہ الرحمۃ اپنی مشہور تالیف

شواہد البتوت شریف میں فرماتے ہیں !

آپ کی ولادت مکہ معظمہ میں اور بقول بعض

آپ کی ولادت خانہ کعبہ شریف میں ہوئی ہے۔

«شواہد النبوة صفحہ ۲۸۰»

علاوہ ازیں متعدد کتب تواریخ و سیر میں ولادتِ مرتضوی کے متعلق

معمولی اختلاف سے مندرجہ بالا روایت موجود ہے۔ بعض روایات میں آتا

ہے کہ جناب سیدہ فاطمہ بنت اسد طواف کعبہ میں مصروف تھیں کہ آپ کو درود

زہ کی خفیف سی تکلیف محسوس ہوئی تو آپ بے حد پریشان ہو گئیں کیونکہ

سوائے خانہ کعبہ کے قریبی مقام پر باپردہ مکان موجود نہیں تھا۔ آپ ابھی

پریشانی اور خفت کے عالم میں سوچ ہی رہی تھیں کہ معاً کعبۃ اللہ کی دیوار خود

بخود شق ہو گئی اور آپ کے اندر تشریف لے جانے کے بعد دیوار کا شکاف از

خود بند ہو گیا۔ آپ ابھی خانہ کعبہ کے اندر پہنچی ہی تھیں کہ ولایت و امامت کا

درخشہ آفتاب آپ کی جھولی میں آ گیا اور بعض روایتوں میں جیسا کہ ہم اوپر

بیان کر چکے ہیں اس طرح مرقوم ہے کہ طواف کعبۃ اللہ کے دوران میں

حضرت ابو طالب بھی آپ کے ساتھ تھے۔ چنانچہ اُن سے آپ نے اپنی

پریشانی کا اظہار فرمایا تو وہ آپ کو کعبہ شریف کے دروازے کے راستہ سے

اندر چھوڑ کر باہر تشریف لے آئے تو سید العرب مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام والدہ ماجدہ کی گود میں تشریف لے آئے۔

بہر حال یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ آپ کی ولادتِ معظمہ کعبہ معظمہ کے اندر ہوئی اور یہ آپ کا خاص اعزاز ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے آپ کے لئے مخصوص تھا اور اس میں کوئی شخص بھی آپ کا شریک و سہم نہیں

اِیں سَعَادَتِ بَزُوْرِ بَازُوْ نِیْسَتِ
تَا نَہْ بَخْشَدِ خُدا ئِ بَخْشَدِ

شرف کسی کو ملا ؟

عام طور پر یہی خیال کیا جاتا ہے کہ مولائے کائنات تاجدارِ اہل اتی شیرِ خدا مشکل کشاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا حرمِ محترم کے اندر پیدا ہونا آپ کے لئے شرف و کرامت کا باعث ہے۔ بلاشبہ یہ خیال کسی حد تک درست بھی ہے۔ کیونکہ کعبہ اللہ زاد شرفاً تعظیماً کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہل اسلام کے لئے نہایت ہی محترم مقام قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں کعبہ معظمہ کی عظمت و بزرگی کے متعلق متعدد آیات نازل فرمائی ہیں۔

کعبہ شریف وہ مقدّس گھر ہے۔ جسے بیت اللہ ہونے کا شرف

حاصل ہے۔

کعبہ محترم وہ مینارۂ نور ہے جو انوار و تجلیاتِ الہیہ کا مرکز ہے۔

کعبۃ اللہ وہ طیب و طاہر مقام ہے جو تمام تر اہل اسلام کا قبلہ ہے
کعبہ معظمہ وہ مقدس خانہ خدا ہے۔ جس کی دیواروں کی زیارت
کرتے رہنا عبادت ہے۔

کعبہ وہ ہے جس کی دیوار میں جنت کا پتھر نصب ہے۔
کعبہ وہ ہے جس کی بنیادیں خدا تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبروں نے
استوار فرمائیں۔

کعبہ وہ ہے جسے حرم محترم کہا جاتا ہے اور جس کے گرد گھومنے سے
اہل اسلام کی نجات ہو جاتی ہے۔

کعبہ معلّٰی وہ باعظمت مقام ہے جس کا طواف کئے بغیر حج جیسے
رکن عظیم کی تکمیل نہیں ہوتی۔

کعبۃ اللہ وہ مقام تقدیس و عظمت ہے کہ جب حج کے دیگر ارکان
ادا کر کے اس کا طواف زیارت کیا جاتا ہے تو انسان گناہوں سے ایسے پاک
ہو جاتا ہے جیسے ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

”من طاف بالبيت سبعا و صلی خلف

المقام رکعتین و شرب من ماء زم زم غفرت له

ذنوب کله .

﴿در منشور جلد اول ۱۲۰﴾

بہر حال کعبۃ اللہ شریف خیر و برکت کا منبع بھی ہے اور انوار الہیہ کا

مرکز بھی۔ کعبہ شریف کے اندر پیدا ہونانی الواقع جناب حیدر کرار کا عظیم ترین اعزاز ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ایک بدیہی حقیقت ہے کہ کعبہ شریف کے اندر جناب حیدر کرار کی ولادت کعبہ شریف کے لئے بھی بہت بڑا اعزاز ہے۔ اس لئے کہ مقام مُرتضیٰ بہر طور کعبۃ اللہ سے بلند و بالا ہے۔“

اگر کعبۃ اللہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے تو جناب حیدر کرار کے چہرہ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔

اگر کعبۃ اللہ انوار و تجلیات کا مرکز ہے تو علی کا دل اللہ تعالیٰ کا عرش اور منبج نور ہے۔

اگر کعبہ کو بیت اللہ ہونے کا شرف حاصل ہے تو علی کو کرم اللہ اور اسد اللہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

اگر کعبۃ اللہ میں پتھر نصب کرنے والے خلیل و ذبیح علیہما السلام ہیں تو علی کو گود میں اٹھانے والے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

اگر کعبہ کو اللہ تعالیٰ سے نسبت ہے۔ تو علی کا نام اللہ تعالیٰ کے نام سے مشتق ہے۔

کعبہ کی دیواروں اور حجرِ اسود کے چومنے سے تو انسان کے گناہ ہی دھلتے ہیں مگر علی کے قدم چومنے سے مقامِ غوثیت و قطبیت حاصل ہو جاتا ہے۔

کعبہ فی الواقع مُعَظَّم و مُکَرَّم ہے لیکن اس میں یہ قوت نہیں کہ اپنے اندر رکھے ہوئے بُتوں کو اٹھا کر باہر پھینک دے۔ یہ علی کا کام ہے۔ کعبہ اگر بُت خانہ بن جائے تو علی اسے انجاس وار جاس سے پاک کر کے پھر کعبہ بنادے۔

کعبہ اللہ کا طواف کرنے سے ارکانِ حج کا ایک رُکن ادا ہوتا ہے جبکہ علیؑ کی زیارت ہزاروں حجوں کے ثواب کے مترادف ہے۔

کعبہ اللہ کو دیکھنے سے کعبے والے کی یاد آتی ہے۔ مگر علیؑ کو ملنے سے کعبے والا مل جاتا ہے۔ لوگ دُور دُور سے کعبہ شریف کی زیارت کو حاضر ہوتے ہیں مگر کعبہ علیؑ کے غلاموں کا استقبال کیا کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کعبہ بھی محترم ہے اور علیؑ بھی محترم ہے۔ مولد بھی محترم ہے اور پیدا ہونے والا بھی محترم ہے۔ کعبہ بھی مکرم ہے اور علیؑ بھی مکرم ہے۔ کعبہ بیت اللہ ہے اور علیؑ اسد اللہ ہے۔ کعبہ بھی عظیم ہے اور علیؑ بھی عظیم ہے۔ کعبہ شریف میں پیدا ہونے کا اعزاز جو جناب حیدر کرار کو حاصل ہوا اُس سے کہیں بڑھ کر شرف کعبہ کو علیؑ کی ولادت سے حاصل ہوا علیؑ کی عزت افزائی کعبے نے کی اور کعبہ کو معزز علیؑ نے کیا۔ علیؑ کو شرفِ ولادت کعبہ میں حاصل ہوا۔ اور اس سعادت سے مشرف کعبہ کو علیؑ نے کیا۔ کعبہ کا اعزاز علیؑ ہے اور علیؑ کا اعزاز کعبہ ہے۔ علیؑ خدا کے گھر میں پیدا ہوتا ہے اور خدا علیؑ کے گھر سے ملتا ہے۔

بصد تلاش نہ کچھ وسعتِ نظر سے ملا
 نشانِ منزلِ مقصود راہبر سے ملا
 علیؑ ملے تو ملے خانہ خدا سے ہمیں
 خدا کو ڈھونڈا تو وہ بھی علیؑ کے گھر سے ملا

سوئے ادب

ہم یہاں جنابِ حیدر کرار کے اس اعزاز کے بارے نہایت ہی
 لطیف قسم کے چند نکتے اہل وجدان حضرات کے لئے پیش کرنا چاہتے تھے کہ
 ذہن اس قسم کی ایک تحریر کی طرف مبذول ہو گیا ”کہ ولادت کے بارہ میں
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا تقابل کرنا سوئے
 ادب اور کابانت انبیاء کے مترادف ہے؟

جہاں تک ہم نے اس معاملہ میں غور و فکر کیا ہے ہمیں تو اس میں
 ہرگز کوئی قباحت نظر نہیں آئی، بلکہ یہ تمثیل کمالاتِ اُمتِ محمدیہ علی صاحبہا
 علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ایک عظیم اور درخشاں دلیل ہے۔

اور اس میں ہرگز کابانتِ عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی پہلو نہیں۔ اس سے
 پہلے کہ ہم اپنے موقف کی تائید میں چند ایک واقعاتی مثالیں پیش کریں
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت مبارک کا واقعہ پیش کرتے ہیں۔

ولادت عیسیٰ علیہ السلام

اس میں شک نہیں کہ مقدس مریم کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے وہ عظیم اعزاز عطا فرمایا جو بہر نوع ایک منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں بتول کے لقب سے ملقب فرمایا اور انہیں بغیر کسی مرد کے چھوٹنے کے وہ عظیم بیٹا عطا فرمایا جسے روح اللہ کہا جاتا ہے۔ دورانِ حمل انہیں جنت کے پھل کھانے کو دیئے اور وضعِ حمل سے قبل تک مسجد اقصیٰ کی محراب کو اُن کا مسکن بنایا اور نہایت اعزاز کے ساتھ اُن کا ذکر قرآن مجید فرقانِ حمید میں

بایں الفاظ فرمایا

وَ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يَا مَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَ
طَهَّرَكِ وَ اصْطَفٰكِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ

﴿آل عمران آیت ۴۱﴾

اور جب کہا فرشتوں نے کہ اے مریم بیشک اللہ تعالیٰ نے تجھے چن لیا اور خوب پاکیزہ فرمایا اور آج سارے جہان کی عورتوں سے تجھے پسند کیا۔

پھر جب جناب مریم کو جناب عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت دی گئی تو جناب مریم علیہا السلام نے بارگاہِ ایزدی میں عرض کی کہ الہی میرے ہاں بچہ کہاں سے ہوگا جب کہ مجھے کسی شخص نے ہاتھ ہی نہیں لگایا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔ اللہ ایسے ہی پیدا فرماتا ہے۔ جب کسی کام کا حکم فرمائے تو

اُس سے یہی کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

آیت کریمہ ہے۔

قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ یَکُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَلَمْ یَمَسَّسْنِیْ بَشَرٌ
قَالَ کَذٰلِکَ اللّٰهُ یَخْلُقْ مَا یَشَآءُ اِذَا قَضٰی اَمْرًا
فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهُ کُنْ فِیْکُوْنُ

﴿آل عمران آیت ۴۶﴾

جناب مریم علیہ السلام کو دورانِ حملِ جنّت کے اور بے موسم کے
پھل عطا فرمانے کا ذکر خداوندِ قدّوس قرآنِ مجید میں اس طرح فرماتے
ہیں۔

کُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ
عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ اِنِّیْ لَکَ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ
عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ

﴿آل عمران آیت ۴۶﴾

سبحان اللہ یہ ہے شانِ مریم علیہ السلام کی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اُن
کی پاکیزگی اور طہارت پر مہر لگائے، فرشتے انہیں رُوح اللہ کی پیدائش
مُبَارک کی بشارت دیں، دورانِ حمل اُن کی غذا کے لئے جنّت کے پھلوں کا
انتخاب کیا جائے۔

مگر اس طیب و طاہر اور مقدس مریم علیہا السلام پر جب وضعِ حمل کا
وقت آتا ہے۔ تو آپ بیت المقدس کی محراب کو چھوڑ کر کسی اور مقام پر

تشریف لے جاتی ہیں۔ قرآن مجید میں ہے۔

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا

﴿سورہ مریم آیت ۱۹﴾

پھر آپ چالیس روز بعد اپنی قوم کی طرف جناب عیسیٰ علیہ السلام کو گود میں لے کر واپس تشریف لائیں۔ مفسرین کرام نے زیر آیت فَانْتَبَذَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ لکھا ہے کہ آپ اس مقام پر نفاس کی وجہ سے چالیس روز قیام پذیر رہیں۔

چنانچہ تفسیر درمنثور میں ہے کہ۔

اخرج سعيد بن منصور وابن عساكر عن ابن

عباس في قوله "فَانْتَبَذَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ" قال بعد

اربعين يومًا بعد ما تعالت من نفاسها .

﴿تفسیر درمنثور للسيوطی جلد ۲ صفحہ ۲۷۰ مطبعہ تہران﴾

دیگر متعدد تفاسیر میں بھی یہ وضاحت موجود ہے کہ جناب مریم کو وضع حمل کے بعد چالیس روز مدت نفاس تک نہ صرف یہ کہ مسجد اقصیٰ کی محراب سے بلکہ بستی سے باہر رہنا پڑا۔

چونکہ ہمیں اس واقع کو پھیلانا مقصود نہیں اس لئے کنائے یہی بتانے پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی ایک ایسی صالحہ، عابدہ، زاہدہ اور طیبہ و طاہرہ بندی پر جب وضع حمل کا وقت آتا ہے اور اس کے بطن اطہر سے ولادت بھی ایک ایسے عظیم الشان پیغمبر کی ہونے والی ہے تو اُسے مسجد اقصیٰ کی

محراب چھوڑ کر کسی دوسرے مقام پر جانا پڑتا ہے جبکہ ان کی پوری مدت حمل اسی مقدس محراب میں گزری۔

مگر اس طرف معاملہ اس کے کتنا برعکس ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ ماجدہ جناب فاطمہ بنت اسد اپنے حمل کی پوری مدت تو اپنے گھر میں رہتی ہیں مگر جب ان کے مقدس بیٹے کی ولادت کا وقت قریب آتا ہے تو آپ بیت الحرام کے طواف کو تشریف لے جاتی ہیں حالانکہ عام طور پر عورتوں کو اس خاص وقت کے ظہور کا کچھ دیر پہلے ضرور پتہ لگ جاتا ہے مگر یہاں تو مشیت اپنے کسی خاص پروگرام کی تکمیل کی خواہاں ہے۔ قدرت الہیہ ایک خاص مقصد کو پورا فرمانا چاہتی ہے۔

قدرت کا یہ اہتمام خاص بلا وجہ یا اتفاقی واقعہ نہیں بلکہ اس میں بے شمار اسرار الہیہ پوشیدہ ہیں جن کا ذکر ہم کسی دوسرے مقام پر کریں گے یہاں تو صرف یہ بتانا ہے کہ جناب مریم علیہا السلام کا جناب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت بیت المقدس کو چھوڑ دینا اور جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی ولادت کعبۃ اللہ میں ہونا ایک بدیہی حقیقت اور قرار واقعی امر ہے ان ہر دو واقعات کو یکجا جمع کر کے بیان کرنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تحقیر کا ہرگز کوئی پہلو نہیں نکلتا، اور نہ ہی مقام ولادت و نبوت میں کوئی تصادم واقع ہوتا ہے، بلکہ یہ اپنا اپنا اعزاز ہے۔

مثال دینا

امام الانبیاء سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام

ارشاد فرماتے ہیں کہ

”علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل“

”یعنی ہماری اُمت کے علماء ایسے ہیں جیسے بنی

اسرائیل کے انبیاء“

شارحین حدیث فرماتے ہیں کہ وہ اُن کی مثل نہیں بلکہ اُن جیسے کام

کریں گے۔ تو اس سے بھی حدیث شریف کے متن پر کیا اثر پڑا، انبیاء بنی

اسرائیل جیسے کام کرنا کوئی معمولی بات تو نہیں، بات تو تشبیہ دینے کی ہے اور

وہ یہاں موجود ہے۔

علیؑ مثیل عیسیٰ

حضور پر نور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی

کو ارشاد فرماتے ہیں کہ علیؑ تمہاری مثال عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہے۔ چنانچہ

کتب احادیث میں آتا ہے۔

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبیؐ، مثل من

عيسى عليه السلام .

﴿مسند احمد بن حنبل مشكوة المصابيح مترجم ص ۲۲۵ جلد ۲﴾

﴿المستدرک حاکم جلد سوم صفحہ ۱۲۳﴾ ﴿صواعق المحرقة ۱۲۳﴾

یہ تو مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی بات ہے
کتابوں میں آتا ہے کہ شبِ معراج حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضور سرور
دو عالم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ آپؐ نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ
ہماری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں جیسے ہوں گے تو کیا آپؐ مجھے
کسی ایسے عالم سے ملاقات کا موقع فراہم کریں گے؟ تو امام الانبیاء صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے اُن پر امام غزالی کی روح پیش فرمائی۔

مکالمہ موسیٰ و غزالی

وذكر في حرز العاشقين وغيره من الكتاب ان
نبيا صلى الله عليه وآله وسلم لقي ليلة المعراج
سيدنا موسى عليه السلام فقال موسى مرحبا يا
النبي الصالح والاخ الصالح انت قلت "علماء
امتي كانبيا بني اسرائيل" اريد ان يحضر احد
من علماء امتك ليتكلم معي فا حضر النبي
صلى الله عليه وآله وسلم روح الغزالي
رحمة الله الي موسى عليه السلام وسلمنا على
بعضهما فساله موسى عليه السلام عن اسمه

فقال محمد بن محمد محمد بن الغزالی فقال
 موسى عليه السلام سئلتك عن اسمك وما
 سئلتك عن اسم والدك وجدك ؟
 فقال الغزالی فی جوابه حين سأل الله
 عنك عما بيدك بقوله عز وجل "وَمَا تَلَكَ
 بِيَمِينِكَ يَا مُوسَى" ﴿سورة طه آیت ٤١﴾ لم
 قلت فی جوابه "هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّوْا عَلَيْهَا وَ
 أَهْشُ بِهَا عَلَى غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَى"
 فاذا قلت هي عصاى اما كان كانيا. (الخ)

﴿تفريح الخاطر مطبوعه مصر صفحہ ۹﴾

ترجمہ :- حضور سرور کونین ہمارے نبی صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم نے معراج کی شب سیدنا موسیٰ علیہ
 السلام سے ملاقات فرمائی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام
 نے عرض کیا مرحبا اے صالح نبی اور صالح انبی آپ کا
 ارشاد ہے کہ "میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے
 نبیوں کی طرح ہیں" میری خواہش ہے کہ آپ کی
 اُمت کے کسی ایک عالم سے ہم کلامی ہو جائے تو امام
 الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزالی علیہ الرحمۃ کی
 رُوح کو حاضر فرمایا۔ ہر دو نے ایک دوسرے کو سلام کیا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا تمہارا کیا نام ہے تو امام غزالی نے عرض کیا۔ محمد ابن محمد ابن محمد غزالی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہم نے تو صرف تمہارا نام پوچھا ہے تمہارے باپ دادا کا نہیں تو جناب غزالی نے عرض کیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ سے پوچھا تھا کہ اے موسیٰ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے تو آپ نے جواب دیا تھا کہ یہ میرا عصا ہے میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے میں اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور اس سے اور بھی کام لیتا ہوں کیا آپ کا یہ کہہ دینا ہی کافی نہ تھا کہ یہ میرا عصا ہے؟

اب دیکھنا یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت کا اگر ایک عالم بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہو سکتا ہے یا اُن جیسے کام کر سکتا ہے اور اس قسم کے واقعات بیان کرنے سے اُن کی اہانت کا کوئی پہلو نہیں نکلتا تو پھر اس اُمت کے علماء کے سر تاج جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی واقعہ کی حضرت عیسیٰ کے واقعہ سے تمثیل بیان کر دینے میں کون سی قباحت ہے؟

غوثِ اعظم کا یہ فرمان

جناب حیدر کرار کی بات چھوڑیے جناب حیدر کرار کی اولاد مقدس میں سے ایک برگزیدہ شخصیت جناب غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند واقعات سامنے لے آئیے، یہ وہی واقعات ہیں جن کی ثقاہت پر اہلسنت و جماعت کے سوا ذی اعظم کا قطعی اتفاق ہے۔ مثلاً سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

خضنا بحرا لم يقف على ساحله الانبياء

کہ ہم ایسے سمندر میں غوطہ زن ہیں جس کے کنارے پر انبیاء علیہم السلام کو کھڑے ہونا نصیب ہوا۔ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ گوڑوی اس جملہ کی تاویل یوں بیان فرماتے ہیں کہ بحر و دریا سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، یعنی ہم کو کمالِ اتباع ظاہری و باطنی شریعت و طریقت ذاتِ پاک محمدیؐ میں کامل فنا حاصل ہے۔ بخلاف سائر انبیاء علیہم السلام کے کہ وہ اپنی اپنی شرائع میں رنگین ہونے کے باعث اس فنا کمال سے عاری ہیں۔ سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ وضاحت انتہائی مناسب ہے تاہم تقابل اپنی جگہ پر برقرار ہے۔

مزید دیکھیے کہ حضرت خضر علیہ السلام پیغمبر ہیں۔ اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت یہ ہیں کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام رسول ہیں۔ مگر

آپ نبی ہیں۔ بعض نے آپ کو ولی بھی لکھا ہے لیکن درست یہی ہے کہ آپ نبی ہیں ورنہ ولی ثابت کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ایک جلیل قدر پیغمبر نے ایک ولی کی متابعت کا ارادہ فرمایا۔

حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کا مکالمہ

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کا ساتھی اس جگہ کو بھول گیا جہاں مچھلی رکھی ہوئی تھی تو آپ اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے پیچھے کو پلٹے۔

تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ انہیں ملا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا فرمایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اُن سے کہا کہ میں تمہارے ساتھ اس شرط پر رہنا چاہتا ہوں کہ تم وہ اچھی بات جو تمہیں معلوم ہے سکھا دو گے تو اُس نے کہا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے اور اس بات پر کیسے صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا انشاء اللہ عنقریب آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں آپ کے کسی حکم کے خلاف نہیں کروں گا۔

آیات کریمہ ہیں !

قَالَ ذَٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغُ فَأَرَادَ عَلَىٰ آثَارِهِمَا

قَصَصًا فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ

عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا قَالَ لَهُ مُوسَىٰ

هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَنْ تُعَلِّمَنِي مِمَّا عَلَّمْتَ رُشْدًا
 قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا وَكَيْفَ تَصْبِرُ
 عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا قَالَ سَتَجِدُنِي إِنِ شَاءَ
 اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا.

﴿سورہ الکہف آیت ۶۷ تا ۷۲﴾

قرآن پاک میں حضرت خضر علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات اور ان کے اکٹھے سفر کا واقعہ تفصیل سے موجود ہے محدثین و مفسرین کا اجماع ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جس شخص کی رفاقت میں رہنے کی خواہش ظاہر کی تھی وہ حضرت خضر علیہ السلام ہی تھے اور اس واقعہ میں کسی قسم کا نزاع ہرگز نہیں۔

مندرجہ بالا آیات قرآنیہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک خاص علم عطا فرما رکھا تھا جس سے متاثر ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام اُنکے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتے تھے۔ مگر حضرت خضر علیہ السلام اپنے اس علم ہی کی بنا پر بار بار فرماتے ہیں کہ آپ سے صبر نہیں ہو سکے گا۔

اگر مزید تفصیل میں نہ بھی جائیں تو حضرت خضر علیہ السلام کے ارفع و اعلیٰ مقام کی نشاندہی کے لئے یہی کافی ہے کہ اُن کا ایک ہم عصر اور برگزیدہ پیغمبر اُن کی رفاقت میں رہنے کی اشد خواہش کا اظہار کرتا ہے۔ اب آپ

انہیں حضرت خضر علیہ السلام اور جناب غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات کے چند واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

خضر علیہ السلام

غوث اعظمؒ سے اسم اعظم سیکھتے ہیں

قرآن مجید کی نصوص صریحہ کے مطابق حضرت خضر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے علم لدنی عطا فرما رکھا تھا۔ ایسا علم جس کا احاطہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی نہیں کر سکے تھے۔ مگر حضرت خضر علیہ السلام اُس خاص الخاص علم کے حامل ہونے کے باوجود ”اسم اعظم“ جناب غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے سیکھنے کا اعتراف کرتے ہیں۔ چنانچہ تفریح الخاطر میں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت بہاؤ الدین نقشبند سے فرمایا کہ میں تمہیں انتباہ کرتا ہوں کہ حضرت غوث اعظم کی طرف متوجہ ہو جاؤ کیونکہ میں نے بھی اسم اعظم انہیں سے سیکھا ہے۔

عربی متن ہے۔

فراى الخضر عليه السلام جائيا اليه فاستقبله

الشيخ وسلم عليه فقال له الخضر يا بها والدين

ان الاسم الاعظم وصلى من الغوث الاعظم .

جناب غوث اعظمؒ اور حضرت خضر علیہ السلام

اب آپ یہ بات ذہن میں رکھتے ہوئے کہ حضرت خضر علیہ السلام بنی اسرائیل کے پیغمبر ہیں درج ذیل واقعہ ملاحظہ فرمائیں ہمارے خیال میں اس واقع کے بعد کسی اور مثال کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔

سیرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ پر مشہور کتاب قلائد الجواہر میں ہے کہ حضور غوث پاکؒ نے فرمایا !

میں نے اپنے منبر کے سامنے فضاء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تشریف فرما دیکھا تو فرط مسرت میں فضا ہی میں چھ سات قدم آگے بڑھا تو جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے منہ میں سات بار لعاب دہن اس طرح ڈالا جیسے تھکارا جاتا ہے آپ کے بعد جناب حضرت علی تشریف لائے انہوں نے میرے منہ میں چھ بار اپنا لعاب دہن ڈالا۔ (الح)

ان فتوحات کے بعد میری زبان میں گویائی پیدا ہو گئی اور میں لوگوں کو واعظ و نصیحت کرنے لگا۔ اس کے بعد میرے پاس حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے۔

میں نے ان سے کہا کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ تم میرے ساتھ نہیں رہ سکو گے۔ میں آپ کو کہتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ نہیں رہ سکیں گے۔

اگر آپ اسرائیلی ہیں تو ہوں گے اور میں محمدی ہوں۔ آپ میرے ساتھ رہنا چاہیں تو رہیں۔ میں بھی موجود ہوں اور آپ بھی موجود ہیں۔ یہ معرفت کی گیند ہے اور یہ میدان ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور یہ خدا تعالیٰ ہے۔ یہ میرا کسا ہوا گھوڑا ہے اور یہ میرے تیر و کمان ہیں، اور یہ میری تلوار ہے۔

﴿حیات جاودانی اردو ترجمہ قلائد لجواہر ص ۲۵﴾

یہ چیلنج

اگرچہ مندرجہ بالا واقع ہمارے موقف کی صحت کیلئے حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔ جناب حیدر کرار کے ایک صاحبزادے کا بنی اسرائیل کے پیغمبر کو یوں مخاطب فرمانا اور یہ بتانا کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یوں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ نہیں رہ سکتے جبکہ ہمارا اعلان ہے کہ آپ اُن تمام علوم و معارف کے ہوتے ہوئے بھی جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے تھے ہمارے ساتھ نہیں چل سکو گے۔

اسی طرح متعدد ثقہ کتابوں میں یہ روایت بھی موجود ہے۔

کہ حضور غوث الثقلین سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ واعظ

فرما رہے تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو ہوا میں گزرتے ہوئے مشاہدہ فرمایا

تو آپ نے بھی چند قدم فضا میں جا کر ارشاد فرمایا !

”قف يا بنی اسرائیل فاسمع کلام المحمدی“

﴿بہجتہ الاسرار ص ۱۱۲﴾ زبدۃ الآثار صفحہ ۷۶ شاہ عبد الحق محدث دہلوی

﴿اخبار الاخیار شاہ عبد الحق محدث دہلوی ص ۱۹﴾

﴿حیات جاودانی قلند الجواہر ص ۹۶﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آرزو

علاوہ ازیں دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا فرماتے ہیں کہ الہی مجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی بنا دے۔

قال تلک امة احمد قال رب اجعلنی من امة

احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

﴿تفسیر درمثور جلد سوم صفحہ ۱۲۶ مطبوعہ تہران﴾

عیسیٰ علیہ السلام جیسے کام غوث اعظم نے کئے

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ بھی ثقہ کتابوں میں موجود ہے کہ آپ نے ایک عیسائی کو جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فضیلت دیتا تھا فرمایا کہ اس فضیلت دینے کی تمہارے پاس کیا دلیل ہے اس نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ اگرچہ ہم نبی نہیں بلکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ہیں، اگر ہم مردہ زندہ کر دیں تو تم مسلمان ہو جاؤ گے؟ چنانچہ آپ نے مردہ کو زندہ فرمایا اور وہ عیسائی مسلمان ہو گیا۔

فقال العیسوی ان نبینا کان یحی الموتی فقال

الغوث انی لست بنبی بل من اتباع محمد صلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم ان احیت میتاتو من نبیا
 محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال نعم۔

﴿تفریح الخاطر صفحہ ۲۱﴾

قُمْ بِاَذْنِ اللّٰهِ اَوْ رَقْمِ بَا ذَنِّی

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ
 السلام مُردہ کو زندہ فرماتے وقت ارشاد فرماتے ”قُمْ بِاَذْنِ اللّٰهِ“ مگر حضرت
 غوث اعظم نے مُردہ زندہ فرمانے کیلئے ارشاد فرمایا ”قُمْ بِاَذْنِی“ اُٹھ میرے
 حکم سے، متن ہے:-

قال قم باذنی فانشق القبر وقام الميت حیا مغنیا ،

﴿تفریح الخاطر ص ۱۲ مطبوعہ مصر﴾

یہ تقابل

اب جبکہ اس عجیب و غریب تقابل میں اہانت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی
 پہلو موجود نہیں اور یہ واقعہ بیان کرنے سے ولایتِ نبوت کے درجہ سے بلند
 نہیں ہوتی تو پھر کیا وجہ ہے کہ جناب حیدر کرار کی ولادت مبارکہ کو حضرت
 عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت مبارکہ سے مثال دے کر بیان کرنے سے سُوئے
 ادب کا پہلو نکل آنے کا گمان پیدا ہو جاتا ہے۔

ملائکہ کا رسول اور غوث اعظم

حضرت عزرائیل علیہ السلام رسول الملائکہ ہیں۔ مگر بایں ہمہ شان و عظمت حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ اُن سے قبض شدہ ارواح چھین لیتے ہیں۔ جن کی شکایت جناب ملک الموت بارگاہِ خداوندی میں کرتے ہیں تو انہیں حکم ہوتا ہے کہ تم نے ہمارے محبوب و مطلوب کے حکم کو کیوں نہ مانا۔

نبیوة المحبوبة جبرائیل واخذہ من یدہ

فتفرقت الارواح ورجعت الی ابدانہا فنا جی

ملک الموت علیہ السلام ربہ الخ

فخاطبه الحق جل جلالہ باملک الموت ان

الغوث الاعظم محبوبی لم لا اعطیتہ روح

خادمہ

﴿تشریح الخاطر ص ۱۸﴾

امیر المومنین سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کے ضمن میں لکھی جانے والی کتاب کے مضامین کا اقتضاء تو یہی تھا کہ ان میں صرف وہی واقعات مندرج ہوتے جو آپ کی حیات مبارکہ سے متعلق ہوتے اور اُن واقعات کو قلمبند کرنے سے اعراض کیا جاتا جن کا تعلق براہِ راست آپ کی سیرت سے نہیں ہے مگر ہم جن حالات سے گزرے ہیں بلکہ اب بھی جن حالات کا سامنا ہے وہ اس قدر خوفناک اور پیچیدہ ہیں کہ بغیر مندرجہ بالا قسم

کے واقعات سے استدلال کرنے کے دورِ حاضر کے اُن مُفتیانِ کرام کے فتوؤں کی زد سے بچنا انتہائی مشکل ہے جن کے فرائض میں شامل ہے کہ اول تو اہل اسلام سے خارج کرنے کی کوشش کریں اور اگر آسانی سے ایسا نہ ہو سکتا ہو تو کم از کم زمرۃ اہلسنت وجماعت سے ضرور باہر نکال بھیجیں۔

چنانچہ سابقہ تجربات کی روشنی میں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہر ممکن طریقہ سے قارئین کو ذہنی الجھنوں سے بچانے کے ساتھ ساتھ خود کو بھی ہدفِ تنقید بننے سے محفوظ کر لیا جائے تو بہتر ہے۔ لہذا اب چند عبارات امام ربّانی مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات شریف سے اُن کی اپنی ہی ذاتِ مبارکہ کے متعلق پیش کی جاتی ہیں تاکہ سندر ہے۔

انبیاء کرام کے ہم مرتبہ

اولو العزم پیغمبروں کے رحلت فرما جانے سے

ہزار سال کے بعد انبیاء کرام اور رسل عظام مبعوث

ہوتے تھے۔ چونکہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی شریعت نسخ و تبدیل سے محفوظ ہے اس لئے

حضور کی اُمت کے علماء کو انبیاء کا مرتبہ عطا فرما کر

شریعت کی تقویت اور ملت کی تائید کا کام ان کے سپرد

کیا گیا۔

صحابہ کرام جیسے کمالات

حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
رحلت کر جانے سے ہزار سال بعد حضور کی اُمت کے
جو اولیاء ظاہر ہوں گے اگرچہ وہ قلیل ہوں گے مگر اکمل
ہوں گے، خلاصہ یہ ہے کہ اس طبقہ کے اولیاء کے
کمالات اصحاب کرام رضوان اللہ عنہم کے کمالات
جیسے ہیں۔

﴿مکتوبات ص ۶۶۲ ج ۱ مکتوب ۲۰۹﴾

ان اولیاء پر صحابہ کو فضیلت نہیں دے سکتے

اگرچہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد
فضیلت اور بزرگی اصحاب کرام کے لئے ہے۔ لیکن
یہ ایسا مقام ہے کہ کمال مشابہت کے باعث ایک کو
دوسرے پر فضیلت نہیں دے سکتے۔

﴿مکتوب ۲۰۹﴾

امتِ مصطفیٰ کا وہ کمال جو انبیاء کو نہیں ملا

سوال :

وہ کون سا کمال ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت سے
وابستہ ہے اور وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو باوجود نبی ہونے کے حاصل

نہیں ہوا ؟

جواب: وہ کمال حقیقتہ الحقائق سے وصول و اتحاد ہے جو کہ تبعیت اور وراثت سے وابستہ ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے کمال فضل پر موقوف ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت میں اخص الخواص کا حصہ ہے اور جب تک اُمت میں سے نہ ہو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا اور توسط کا حجاب نہیں اُٹھ سکتا جو کہ اتحاد کے وسیلہ سے قائم ہوتا ہے شائد اللہ تعالیٰ نے اسی لئے فرمایا ہے۔ **كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ**۔

﴿مکتوبات حصہ دوم دفتر سوم ص ۱۴۸ مکتوب ۱۲۲﴾

اُمّی پیغمبر سے اوپر جاسکتا ہے

اگر اُمّتوں میں سے کوئی فرد اپنے پیغمبر کی تبعیت کے طفیل سے بعض پیغمبروں کے اوپر بھی چلا جائے تو خادمیت اور تبعیت کے عنوان سے ہوگا۔

﴿مکتوب ۱۲۲ ص ۱۴۸ ج ۲﴾

خیر القرون قرنی سے بہتر لوگ

اگر کوئی سوال کرے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اصحاب کے زمانہ کے بعد تابعین کے زمانہ کو اور تابعین کے زمانہ کے بعد تبع تابعین کے زمانہ کو بہتر فرمایا ہے تو یہ دونوں قرن بھی یقیناً اس گروہ سے بہتر ہوں گے پھر یہ طبقہ کمالات میں اصحاب کرام کیساتھ کیسے مشابہ ہوگا؟

تو اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ اس قرن (الف ثانی)

کا اس کے طبقہ سے بہتر ہونا اس اعتبار سے ہو کہ اولیاء اللہ کا ظہور کثرت سے ہوگا اور بدستیوں اور بدکاروں اور گنہگاروں کا وجود کم ہوگا اور یہ امر ہرگز اس بات کے منافی نہیں کہ اس طبقہ کے اولیاء اللہ میں سے بعض افراد ان دونوں قرونوں کے اولیاء کرام سے بہتر ہوں جیسے کہ حضرت مہدیؑ

میں نے ولایت محمدی اور

ولایت ابراہیمی کو ملا دیا ہے

حضور کی شان محبوبی میں اضافہ

میرا گمان ہے کہ میری پیدائش سے مقصود یہ ہے کہ ولایت محمدی ولایت ابراہیمی علیہا الصلوٰات والتحیات کے رنگ سے رنگین ہو جائے اور اس ولایت کا حسن ملاحظت اس ولایت کے جمال صباحت کے ساتھ مل جائے اور اس رنگ اور ملاوٹ کے ساتھ محبوبیت محمدیہ کا مقام درجہ علیا تک پہنچ جائے۔

﴿مکتوب ۲ مکتوبات ۱۴۲﴾

دو سمندروں کو یکجا کر دیا

اور میری پیدائش سے جو مقصود مجھے معلوم ہے میرے علم میں پورا ہو

گیا ہے اور ہزار سالہ تجدید کی دُعا مقبول ہو گئی ہے۔ تمام تعریفیں اُس ذات کے لئے ہیں جس نے مجھے دو سمندروں کے درمیان رابطہ اور دو گروہوں کے درمیان صلح کرانے والا بنا دیا۔

﴿مکتوبات ۱/۴۲ مکتوب ۶﴾

نسبت محبوبیت کا غلبہ

فقیر چونکہ ولایتِ محمدیؐ، موسوی علیٰ صاحبہما الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ دونوں کا پروردہ ہے اس مقامِ ملاحظت میں اقامت اور سکونت رکھتا ہے ولایتِ محمدی علیٰ صاحبہما الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے غلبہ کی وجہ سے محبوبیت کی نسبت غالب ہے۔

﴿مکتوبات ۶﴾

کمالات و خصائص نبوت کا حصہ

اے فرزندِ اس معاملے کے باوجود جو میری پیدائش سے واسطہ کیا گیا ہے ایک اور عظیم کام میرے سپرد کیا گیا ہے مجھے پیری مریدی کیلئے دُنیا میں نہیں لایا گیا۔ میری پیدائش سے مقصود مخلوق کی تکمیل و ارشاد نہیں ایک دوسرا کام اور معاملہ ہے۔

اس عظیم کام کی نسبت ارشاد و تکمیل کا کام اس طرح معمولی ہے جس طرح راستے میں پڑی ہوئی چیز ”انبیاء کرام علیہم الصلوٰات والتسلیمات کی دعوت ان کے باطنی معاملات کی نسبت یہی حیثیت رکھتی ہے۔ اگرچہ منصب

نبوت ختم ہو چکا ہے لیکن تنبیہ و وراثت کے طور پر نبوت کے کمالات و خصائص سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات سے ان کے کامل پیروکاروں کو بھی حصہ ملتا ہے۔

﴿مکتوبات حصہ اول دفتر دوم ص ۴۲ مکتوب ۱﴾

امام ربانی مجدد الف ثانی کے ان ارشادات عالیہ کا ادراک چونکہ ہر شخص نہیں کر سکتا۔ اس لئے کسی صاحب نے اس قسم کا سوال کر دیا ہوگا کہ حضور یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ امتی ہو کر اپنے نبی کی ولایت کو ولایتِ ابراہیمی کے رنگ میں رنگ سکیں اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ ملاحِ مصطفائی اور صباحتِ خلیلی کا امتزاج کر کے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقامِ محبوبیت کو بلند تر کر سکیں۔

تاجدارِ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ شہنشاہِ سرہند، امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں اس قسم کا سوال نامہ آیا تو آپ نے اس کی جو وضاحت فرمائی اُسکی تفصیل آپ کے مکتوبِ گرامی ستانوی میں اس طرح ہے۔

”آپ نے سوال کیا کہ اس عبارت کا کیا مطلب ہے جو مکتوبات ششم میں واقع ہے کہ میں خیال کرتا ہوں کہ میرے پیدا ہونے کا مقصد یہ ہے کہ ولایتِ محمدی ولایتِ ابراہیمی علیہا الصلوٰۃ والتسلیمات کے رنگ میں رنگی جائے اور اس ولایت کی ملاحِ اس ولایت کی صباحت سے مل جائے

اور رنگین اور امتزاج سے محبوبیت محمدیہ کا مقام بلند تر ہو جائے (تو اس کا جواب یہ ہے کہ)

دلالی منع نہیں

دلالی ۱ اور مشاطگی کا منصب منع اور ناجائز نہیں، دلالہ اپنے فن کی خوبی کی وجہ سے دو صاحب جمال و کمال کو آپس میں ملاتی ہے اور ہر ایک کے حُسن کو دوسرے کے قریب کرتی ہے یہ تو اس کی انتہائی خدمت گزاری ہے۔ اس لحاظ سے اس کی سعادت اور بزرگی انتہاء کو پہنچتی ہے، اور اس سے دونوں صاحب جمال کی شان میں کوئی نقص اور قصور لازم نہیں آتا۔

زینت رسالت بڑھانا

اسی طرح اگر مشاطگی دکھا کر ان دونوں صاحب جمال کے حُسن و کمال کو بڑھاتی ہے اور ایک نئی تازگی اور زینت پیدا کرتی ہے تو یہ اس کی سعادت اور شرافت ہے اور ان میں کوئی قصور لازم نہیں آتا۔

بد نصیب مخدوم کون ہے ؟

مختصر یہ کہ وہ نفع یا فائدہ جو صاحب دولت لوگوں کو غلاموں اور

۱۔ فاضل مصنف نے دلالی کا ترجمہ قوسین میں راہنمائی کیا ہے۔ ممکن ہے یہ بھی درست ہو ویسے کسی امتی کار رسول ﷺ کی راہنمائی کرنا عجیب سا معلوم ہوتا ہے

خادموں کی راہ سے میسر آتا ہے وہ ممنوع اور ناجائز نہیں۔ کیونکہ وہ قصور اور نقصان کو مستلزم نہیں جبکہ صاحبِ دولت کو کمال غلاموں اور خادموں کی خدمت میں ہے۔ وہ بد نصیب ہوتا ہے جو خادموں کی خدمت سے نفع نہ اٹھائے۔

بادشاہ نوکروں کے محتاج ہیں

یہ اسرار و معارف بیان کرنے کے بعد حضرت مجدد الف ثانی مزید استدلال پیش فرماتے ہیں کہ بادشاہ اور اُمراء نوکروں کے محتاج ہیں۔ اس لئے وہ اُن سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے مجبور ہیں علاوہ ازیں بڑوں کا چھوٹوں سے نفع حاصل کرنا کمال کا باعث بنتا ہے۔ جبکہ اس کے برعکس چھوٹوں کا بڑوں سے فائدہ حاصل کرنا موجب نقصان و زبان ہے۔ آپ فرماتے ہیں !

یہ تو ظاہر ہے کہ چھوٹے اور نچلے لوگوں کی خدمات بڑے لوگوں کے مرتبہ میں بزرگی پیدا کرتی ہیں۔ اور اگر بد یہی بات کسی کی سمجھ میں نہ آئے تو عبارت کا کیا قصور ہے۔

بادشاہ اور اُمراء اپنی خوبصورتی اور تسلط میں خادموں اور نوکروں کے محتاج ہیں اور اپنے کمالات کو اُن سے وابستہ سمجھتے ہیں اور اس معنی سے کوئی نقصان اور قصور ان کی شان میں پیدا نہیں ہوتا۔

بڑوں سے استفادہ باعث نقصان ہے

اس کے بعد تاجدار و شہر یار مملکت نقشبندیہ امام ربانی مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ ہمارے ارشادات میں شکوک و شبہات کے پیدا ہونے کا سبب چھوٹے اور بڑے سے فائدہ اور نفع اٹھانے میں امتیاز نہ کرنا ہے۔ اور اب تو یہ ظاہر ہے کہ چھوٹے سے نفع لینا کمال بخشتا ہے اور بڑے سے فائدہ لینا نقصان پیدا کرتا ہے پس پہلا یعنی ”چھوٹوں سے استفادہ کرنا“ جائز ہوگا اور دوسرا یعنی ”بڑوں سے فیض حاصل کرنا“ ممنوع ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ ہی درست بات کا الہام کرنے والا ہے۔

﴿مکتوبات شریف حصہ ہفتم جلد دوم ص ۱۳۶ مکتوب ۹۷﴾

معاندین بھی ہوتے ہیں؟

ہو سکتا ہے کہ امام ربانی کی ان تصریحات کے باوجود کچھ لوگ اس استدلال کو مسترد کر دیں اور یہ تصور کر لیں کہ ان عبارتوں سے خدا تعالیٰ جل مجدہ الکریم کے جلیل القدر پیغمبروں کی اہانت اور توہین کا پہلو نکلتا ہے مگر مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقام ارفع و اعلیٰ اور جلالت علمی کے سامنے ان لوگوں کی حیثیت ہی کیا ہے اور کس محتسب کو مجال دم زدنی ہے کہ اس مقبول بارگاہ اور صاحب استقامت بزرگ کے ارشادات عالیہ سے اختلاف کر کے ناقابل معافی جرم کا مرتکب ہونے کی جرأت کر سکے۔ تاہم معاندین تو ہر دور میں ہوتے ہیں اور محاسبہ کا عمل جاری رہتا ہے۔

حصول منزل کے لئے

اگرچہ پیش کردہ چند عبارات ہمیں جانب منزل لانے کے لئے کافی مدد معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔ تاہم منزل کے انتہائی قریب آنے کیلئے ہمیں ایک اور طویل چکر کاٹنا پڑے گا۔ اگرچہ ہماری کوشش یہی ہوگی کہ ہر ممکن حد تک مسافت کو کم کیا جاسکے، چنانچہ قافلہ سالار نقشبندیہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے چند مزید ارشادات ہدیہ قارئین کئے جاتے ہیں۔

تاجدار سر ہندؒ ولایت محمدی اور ولایت ابراہیمی کے اتصال و قربت بلکہ ان میں امتزاج اور ہم آہنگی پیدا کرنے کے سلسلہ میں اپنے مقام اور اپنی خدمات کا تذکرہ مکتوبات شریف کے دوسرے حصہ کے مکتوب چورانوے میں مزید وضاحت کے ساتھ فرماتے ہیں۔ جس کے چند اقتباسات قارئین کی دلچسپی کے لئے پیش خدمت ہیں۔

انبیاء کو امتی کے وسیلے کی ضرورت

چونکہ ولایت محمدی کا طبعی مقام دائرہ غلیلی کا مرکزی نقطہ ہے ”علیہما الصلوٰۃ والسلام“ الخ

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے کوئی فرد واسطہ چاہیے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کی وجہ سے اس مرکز کے عین میں ہو اور دوسرے طریقے سے اس دائرہ کے محیط سے مناسبت رکھتا

ہو۔ تاکہ وہ اس مرتبہ کے کمال حاصل کرے اور اس مرتبہ کی حقیقت سے متصف ہو۔

مُعَمَّہ حل ہو گیا

اس فرد کے وصول کے ذریعہ سے ان کمالات سے بھی متصف ہوتا ہے اور مراتبِ غلیلی پورے کرتا ہے۔ اس معمہ کا راز جو اس فقیر پر ظاہر کیا ہے کہ دائرہِ خلّت کے مرکز کا نقطہ جو کہ اس تمام نقاط میں سے محبت کے ساتھ ممتاز ہوا ہے اگرچہ بسیط ہے لیکن چونکہ وہ محبیت اور محبوبیت کے اعتبار کا متضمن ہے لہذا دائرہ کی صورت پیدا کرتا ہے اور اس مرکز سے دائرہ پیدا ہوتا ہے جو کہ اس اعتبارِ محبیت کا محیط ہے اور اس محبوبیت کے اعتبار کا مرکز ہے اور ولایتِ موسوی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا منشا اعتبارِ محبیت ہے جو کہ اس دائرے کا محیط ہے اور ولایتِ محمدی کا منشا اعتبارِ محبیت ہے جو کہ اس دائرہ کا مرکز ہے۔ حقیقتِ محمدی کا حصول اسی جگہ تصور کرنا چاہیے اور ہزار سال کے بعد اس دائرہ ثانی کے نقطہ نے بھی جو کہ حقیقتِ محمدی اس کے ساتھ وابستہ ہے وسعت پیدا کی اور اس میں دو اعتبار ظاہر ہوئے۔ اور دائرہ کی صورت میں باہر آیا کہ وہ اس محبوبیتِ خالص کا مرکز ہے اور اس محبوبیت کا محیط محبیت سے ہوا ہے اور ولایتِ احمدی کا منشا اس دائرہ کا مرکز ہے۔

اُمّی کے وسیلے سے حضور کو کمال حاصل ہوا

تاجدارِ سلطنت نقشبندیہ امام ربّانی حضرت مجدد الف ثانی مندرجہ بالا عبارات کے بعد مزید کئی دقیق اور ناقابل فہم نکتہ آفرینیوں کے بعد اپنے مقصد کی کھلے طور پر وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

”اب ہم اصل بات پر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس دائرہ کا محیط جو محبوبیت ہے اور محبیت سے ملا ہوا ہے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے افراد میں سے کسی فرد کی ولایت کا منشاء ہے اور اس کے کمالات کو بھی حاصل کیا ہے، اور معلوم ہوا کہ دولت ثانی اس کو ولایت موسوی سے حاصل ہوئی ہے اور وہ دو عظیم ولایتوں کی طفیل سے مرکز و محیط کے کمالات کا جامع ہوا۔

اور یہ تو طے شدہ بات ہے کہ وہ ہر کمال جو اُمّت کو میسر آتا ہے وہ کمال اس اُمّت کے نبی کو بھی حاصل ہے، بحکم من سن سنۃ حسنہ“ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اس فرد کے ذریعہ سے اس دائرہ کے محیط کے کمالات حاصل ہوئے۔

وہ اُمّی کون ہے ؟

قارئین یہ جاننے کے لئے بے تاب ہونگے کہ وہ خوش نصیب اور عظیم المرتبت اُمّی کون ہو سکتا ہے جو نہ صرف یہ کہ ولایت محمدی اور ولایت

ابراہیمی کے حسین امتزاج کا وسیلہ و ذریعہ ہے۔ بلکہ ولایت محمدی اور ولایت موسوی کا بھی جامع ہے ؟

اور اُس کو بیک وقت مرکز اور دائرے کے ساتھ ایک ہی جیسا اِتصال بھی نصیب ہے اور صرف یہی نہیں کہ اُس کی ولایت کی سرحدیں ایک ساتھ مرکز و محیط کے ساتھ ملتی ہیں بلکہ تمام تر کمالات کے جامع پیغمبر سلطان الانبیاء امام المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کے ذریعہ سے دائرہ کے محیط کے کمالات حاصل کرتے ہیں، بلکہ اُن کے وسیلہ ہی سے اپنی ولایت کو ولایتِ ابراہیمی سے ہم رنگ کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ قارئین کو زیادہ تجسس فرمانے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس خوش نصیب اور بلند ہمت امتی کی وضاحت بھی مکتوبات شریف کی سابقہ تحریروں کی اگلی سطور میں صاف صاف موجود ہے تاجدارِ سرہند جامع ولایتِ انبیاء حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کی اپنی ہی ذاتِ مبارکہ و معظمہ ہے۔

کمالاتِ انبیاء سے الحاق

تبعیت کے طور پر یہ ولایتِ انبیاء علیہم الصلوٰات والتسلیمات والحمیات کے اکابر صحابہ میں پائی جاتی ہے۔ اور قلت و ندرت کے طور پر غیر

اصحاب میں بھی متحقق ہے اور فی الحقیقت یہ شخص گروہ صحابہ میں شامل اور کمالات انبیاء علیہم الصلوٰت و برکات سے ملحق ہے۔ شائد ایسے ہی شخص کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ”لا یدری خیر آخر ہم یعنی معلوم کیا جاسکتا کہ ان کے پہلے بہتر ہیں یا پچھلے“

﴿مکتوب ۲۹ دفتر دوم حصہ اول ص ۱۴۷﴾

تاجدار سرہند شریف حضرت مجدد الف ثانی کی ان توجیہات کو جان لینے کے بعد اگر کوئی شخص یہ گمان کرتا ہے کہ انبیاء سابقین کے کمالات سے اس اُمت کے کمالات کا موازنہ کرنا غلط ہے اور یہ امر عقیدۂ اہلسنت کے مطابق نہیں تو اُس کے اپنے ذوق کی بات ہے، ہم تو اس پر صرف یہی ایک راز منکشف کرنے پر اکتفا کریں گے۔

ہیں وہ دیوانے جو دیوانہ سمجھتے ہیں مجھے
ٹھو کریں دو چار دانستہ بھی کھا لیتا ہوں میں

مذہب صوفیاء کرام

جیسا کہ ہم اوراق سابقہ میں بتا آئے ہیں کہ ہمیں اپنی منزل تک پہنچنے کے لئے ایک لمبا چکر کا ثنا پڑے گا۔ علمائے ظواہر کی ریشہ دوانیوں نے ہمیں انتہائی تلخ تجربات کے دور سے گزار کر اس مرحلہ پر لا کھڑا کیا ہے جہاں سوائے پھونک پھونک کر قدم رکھنے کے چارہ کار نہیں یہاں تک کہ چند راز ہائے سر بستہ بھی کھل گئے۔

ہم اپنے قارئین پر واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت ہی وہ فرقہ ناجیہ ہے جن کا مذہب عین صوفیا کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مطابق ہے اور اگر کوئی شخص صوفیاء کرام کے دامن کو جھٹک کر اپنے ظاہری علم کے محدود دائرہ کار میں رہتے ہوئے کوئی بات منوانا چاہتا ہے تو کم از کم ہم اس کی یہ پابندی ہرگز قبول نہیں کر سکتے۔

اس لئے کہ اگر یہ درست ہے کہ اہل سنت و جماعت کا وہی مسلک ہے جو مسلک صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کا ہے تو پھر یہ ضروری ہے کہ ایسے کسی بھی شخص کے تخیلات و تصورات پر اولیاء کرام کے ارشادات کو ترجیح دی جائے کیونکہ اولیائے کرام ہی اُس مقدس طائفہ کے لوگ ہیں جس کو ظاہری علوم کے ساتھ علوم باطنی کا حصہ بھی بقدر ظرف حاصل ہوتا ہے۔ اور یہی وہ مقدس گروہ ہے جو روایات کیساتھ ساتھ مشاہدات اور مکاشفات کی دولت سے بھی مالا مال ہوتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی یہ جان لینا بھی ضروری ہے کہ بعض اصحاب طریقت کی ان باتوں کے تو اہل طریقت مکلف ہیں اور نہ ہی مذہب مہذب اہل سنت و جماعت کے علماء شریعت انہیں دین کا درجہ دیتے ہیں جو شریعت مطہرہ کی اساسی ہیت میں تبدیلی رونما کر دینے کا موجب ہوں، یا وہ شریعت کے بنیادی اصولوں سے ایسی صورت میں متصادم ہوں کہ ان باتوں کی قریب یا بعید کی تاویل کی کوئی بھی گنجائش موجود نہ ہو۔ اس قسم کی گفتگو ان دو صورتوں

میں سرزد ہوتی ہے ۔

اول : سالک پر ارتقائی مراحل طے کرتے وقت مختلف قسم کی ایسی کیفیات کا ورود ہوتا جو اسے تحریر کی وادیوں میں لے جائے۔

دوم : غلبہ حال واستغراق یا حالت سکر کے انکشافات۔

تاہم ان صورتوں میں وارد ہونے والی ہر بات کو تشکیک و اشتباہ کی نظر سے نہیں دیکھا جاسکتا۔ کیونکہ ان نظائر کا معتد بہ حصہ باعتبار حقیقت و ماہیت درست ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کیفیات کو الفاظ و معانی کا جامہ نہیں پہنایا جاسکتا اس لئے ضروری ہے کہ انہیں قلم بند نہ کیا جائے۔ بایں ہمہ یہ امر مسلم ہے کہ جس بات کی تاویل نہ ہو سکتی ہو اسے وہ بزرگ خود ہی مسترد کر دیتا ہے جس نے غلبہ حال واستغراق میں وہ بات کہی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام کے اقوال و اعمال و احوال میں بھرپور قسم کی یکسانیت موجود ہو ہے۔

اندریں حالات ان لوگوں کو ہرگز راہ راست پر قرار نہیں دیا جاسکتا جو بعض بزرگوں کی غلبہ سکر میں کہی ہوئی باتوں کو جزو ایمان بنائے رہتے ہیں۔ اس وضاحت کے بعد ہم قارئین کرام کو پھر اس مخلصان کرم کی طرف لے جاتے ہیں جس کا ہر پھول خوشبوئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رچا ہوا ہے۔

سیدنا حیدر کرار علیہ السلام کی شان و عظمت اور شکوہ و تہور کی چند ایسی دلاویز تصویریں جن کا عکس آپ قرآن و حدیث کی پاکیزہ تحریروں کے آئینے

میں بھی دیکھ سکتے ہیں۔

اہل باطن کے بیان کردہ وہ مشاہدات و شواہدات جو انہوں نے اپنے لئے نہیں بلکہ کمالات مرقضوی کے اظہار کیلئے بیان فرمائے۔ قطب الاقطاب خواجہ محمد حسینی گیسودراز خلیفہ اعظم سلطان الاصفیاء خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی مولائے کائنات کے حضور میں یوں نظرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں !

پیا س نہیں بجھے گی

قیامت کے روز حضرت علی ساقی ہو گئے جب تک لوگ آپ کے ہاتھ سے جام کوثر نہیں پئیں گے پیا س نہیں بجھ سکے گی۔
(آداب المریدین مصنفہ حضرت گیسودراز ص ۴۸)

انبیاء کی نبوت کا خاندان

ایک دفعہ خواجہ گیسودراز نے ارشاد فرمایا، اگر جناب علی المرتضیٰ کے مناقب کا ایک شمع ظاہر کروں تو آفتاب کا سب جمال محو ہو جائے۔ اور جو کچھ میں نے آنجناب سے مشاہدہ کیا ہے اگر اسکو بیان کروں تو آدم سے لے کر عیسیٰ تک تمام انبیاء کی نبوت کا خاندان اسی جناب سے خیال کرے۔
(بحر المعانی تصنیف خواجہ گیسودراز بحوالہ کوب الدری ص ۱۰۴)

حضرت داود علیہ السلام کا نام لیتے

حضرت امیر خسروؒ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ معظم عالی جناب حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مہتر داؤد علیہ السلام کی بابت بیان ہو رہا تھا کہ آپ کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا تھا اور پھر آپ اس سے زرہ تیار کر لیتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام ہاتھ میں لوہا لیا کرتے تھے تو علی کا نام لیا کرتے اور آپ کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا۔

﴿افضل الفوائد جلد اول ص ۷۷﴾

﴿ملفوظات خواجہ نظام الدین دہلویؒ خلیفہ اعظم بابا فرید الدین گنج شکر﴾

اٹھارہ ہزار عالم کلاہ علی میں

چہارتر کی کلاہ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ولایت مآب، امیر المومنین، امام الاچھین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سر اقدس پر رکھی وہ صوفی سادات اور مشائخ پہنچتے ہیں۔ اس سے مراد دولت و سعادت ہے اور جو کچھ اٹھارہ ہزار عالم میں ہے، سب اس میں رکھا گیا ہے۔

﴿افضل الفوائد جلد اول ص ۲ مرتبہ خواجہ خسرو﴾

مثال مصطفیٰ

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانیؒ اپنی تالیف مبارکہ جواہر البحار میں نقل کرتے ہیں کہ، ابن عساکر حضرت انس سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسا کوئی نبی نہیں جس کی نظیر میری امت میں موجود نہ ہو،

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نظیر ہیں اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت موسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظیر ہیں

اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت ہارون علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظیر ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خود میری نظیر ہیں۔
اور جو کوئی چاہتا ہو کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام کو دیکھے، تو وہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی زیارت کرے،

اخرجه ابن عساکر عن انس رضی اللہ
عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ما من نبی الا له نظیر فی امتی، ابو بکر نظیر
ابراہیم و عمر نظیر موسیٰ و عثمان نظیر
ہارون و علی نظیر ی ومن سرہ بنظر عیسیٰ ابن

مریم فلینظر الی ابی ذر .

﴿جوامع البیعار للعلامة الذبھانی مطبوعه مصر ص ۳۶۲﴾

غور تو کریں

ابو سعید ”شرف النبوة“ میں روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا ”تمہیں تین چیزیں ایسی عطا کی گئی ہیں جو نہ تو اور کسی کو عطا کی گئیں اور نہ ہی مجھے عطا فرمائی گئیں اول یہ کہ : تمہیں مجھ جیسا سر عطا کیا گیا لیکن مجھے ایسا سر نہیں ملا جو میری مثل ہو۔

دوم یہ کہ : تمہیں میری بیٹی جیسی صدیقہ بیوی عطا کی گئی ہے لیکن مجھے اس کے مثل بیوی نہیں ملی۔

سوم یہ کہ : تمہاری صلب سے حسین جیسے شہزادے پیدا ہوئے جبکہ میری صلب سے ان کی مثل پیدا نہیں ہوئے لیکن تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں“

روی ابو سعید فی ”شرف النبوة“ ان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لعلی
فلانا لم یوتھن احد ولا انا اوتیت صھرا مثلی
ولم اؤت انا مثلی و اوتیت زوجة صدیقة مثل
ابنتی ولم اؤت مثلھا زوجة و اوتیت
الحسن والحسین من صلبک ولم اؤت

صلیٰ مثلہما ولکنکم منی وانا منکم

انہیں معنوں کی ایک حدیث ابن موسیٰ رضانے بھی اپنی مسند میں نقل فرمائی ہے اور اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ ”یا علی“ تم میں تین چیزیں ایسی جمع فرمائی گئی ہیں جو تمہارے سوا کسی دوسرے کو عطا نہیں ہوئیں میں تمہارا سر ہوں اور قاطعہ تمہاری بیوی ہے اور حسین تمہارے بیٹے ہیں اور جو تھی چیز یہ کہ اگر تم نہ ہوتے تو مومنین کی پہچان ہی نہ ہوتی، کیونکہ مومنوں کی پہچان یہی ہے کہ وہ علی سے محبت رکھتے ہیں اور جو علی سے بغض رکھتا ہے وہ مومن نہیں منافق ہے۔

واخرج معناه ابن موسى الرضا في مسنده

وزيادة في لفظه باعلى اعطيت ثلاثا لم

يجتمعن بغيرك مصاهرتي وزوجك

ولديك والرابعة لولاك ما عرف المومنون .

﴿الرياض النضرہ فی مناقب عشرہ مبشرہ ج ۲ صفحہ ۲۶۸﴾

بات دُور چلی جائے گی

ہم اگر اس قسم کی مثالیں پیش کرتے جائیں تو بات دُور نکل جائے گی اور ہمارا موضوع بہت پیچھے رہ جائے گا۔ لہذا اہل دانش حضرات کے لئے یہی چند واقعات بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت مبارکہ اور

جناب حیدر کرار علیہ السلام کی ولادت مبارکہ کا ظہور جس جس انداز سے ہوا بیان کر دینے سے ہرگز ہرگز جناب عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں کمی واقع نہیں ہوتی۔

بلکہ مقصود یہ ہے کہ حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت کی برگزیدہ شخصیات کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے کون کون سے عظیم ترین اعزازات سے نوازا ہے۔

انہی رسول و زوج بتوں کا سرالایہ امام المسلمین امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو جو اعزاز خاص بھی دربار خدا و مصطفیٰ سے ملا وہ اُن ہی کا حصہ ہے اور کوئی دوسرا اس میں شامل ہونے کا دعویٰ نہیں ہو سکتا اور خصوصاً اعزازات کے بارے میں ہم بالوضاحت آئندہ اوراق میں متعدد ناقابل تردید شواہد پیش کریں گے۔ انشاء اللہ العزیز،

جانب منزل

جیسا کہ ہم بالوضاحت عرض کر چکے ہیں کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کا حرم محترم کے اندر پیدا ہونا آپ کا اعزاز خاص ہے، اور یہ آپ کا ایسا خاصہ ہے۔ جس میں کوئی دوسرا خواہ کوئی بھی ہو شریک نہیں اور نہ ہی اس خصوصیت کو توڑنے کا کسی کو حق حاصل ہے۔

محمد شین کرام کعبہ شریف کے اندر پیدا ہونے والے دوسرے شخص

کے نام سے بھی متفق نہیں اور وہ عمرو بن حزام کی بجائے حکیم بن حزام بتاتے ہیں۔ جبکہ حضرت علیؑ تو خود ہی کعبہ ہیں۔

علیؑ مثل کعبہ

حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ لکریم سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے علیؑ! تم کعبہ شریف کی مانند ہو۔ جس کو آنا ہے تمہارے پاس چل کر آئے تم کو کسی کے پاس چل کر جانے کی ضرورت نہیں۔“

عن علی قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله

وسلم انت بمنزله كعبة توتى ولا تاتى.

«اسد الغابة فى معرفة الصحابة مطبوعه بيروت جلد چہارم ۹»

خوارج و نواصب اگر جناب حیدر کرار کے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے روایات کو توڑنے مروڑنے میں اپنی مہارت تامہ کا ثبوت فراہم کرتے ہیں تو یہ اُن کا الگ مسئلہ ہے۔ اُن سے ہم انشاء اللہ العزیز احسن طریقہ سے پنپنا جانتے ہیں اور ان کے دلائل کو توڑنے کے لئے ہمارے پاس جو حربے ہیں وہ انہی کیلئے مخصوص ہیں۔

اُن کیلئے مخصوص حربوں میں سے کوئی ایک حربہ نہ تو ہم اپنوں پر استعمال کر سکتے ہیں۔ اور نہ ہی ہمیں اس کی مجال ہے۔ اس لئے اُس قسم کے دلائل کا سہارا لیا گیا ہے جو اہلسنت و جماعت کے لئے قابل قبول ہوں۔“

(اسکی بحث کو یہیں پر ختم کرتے ہوئے ہم جناب حیدر کرار کی ولادت مبارکہ کے متعلق مزید وضاحت پیش کرتے ہیں۔

پہلے کیا دیکھا ؟

جناب حید کرار کی والدہ کی گواہی

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ مکرمہ جناب فاطمہ بنت اسد ارشاد فرماتی ہیں۔ کہ میرا بیٹا علی میرے شکم میں تھا۔ مگر کبھی نہ تو مجھے کسی قسم کا نفل یا بوجھ محسوس ہوا اور نہ ہی وقت ولادت ایسی تکلیف کا احساس ہوا۔ جیسا کہ عورتوں کو عام طور پر اس وقت میں ہوتا ہے۔ میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہی تھی کہ اچانک خفیف سادرد محسوس ہوا اور میں (حرم محترم کے اندر) بیٹھ گئی، اور پھر علی میری گود میں تھے اور کتابوں میں آتا ہے کہ جناب فاطمہ بنت اسد حیدر کرار کی والدہ مکرمہ نے ارشاد فرمایا کہ جب میرا بیٹا علی میری گود میں آیا تو اس کی آنکھیں بالکل بند تھیں، اور دیر تک باوجود میری کوشش کے آنکھیں نہ کھولنے سے مجھے گمان ہونے لگا کہ شاید یہ کبھی بھی آنکھیں نہ کھولے۔ مجھے اس بات کی سخت پریشانی تھی اور جب میں نے اس بات کا تذکرہ ابوطالبؓ سے کیا تو وہ بھی پریشان نظر آنے لگے میں اپنے بچے کو اٹھا کر خانہ کعبہ سے واپس گھر آگئی تو میں نے دیکھا کہ میرا بیٹا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرا منتظر ہے۔ میں نے بیٹے کا بتایا تو انہوں نے مسرت کا اظہار

فرمایا تو پھر میں نے یہ کہتے ہوئے علیؑ کو ان کی گود میں دے دیا کہ شاید اسکی آنکھوں کی بینائی معدوم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکرا کر بچے کو گود میں لے لیا اور اس کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال کر پیار سے چمکا رہا تو بچے نے فوراً اپنی خوبصورت آنکھیں کھول کر اپنے بھائی کے چہرے پر گاڑ دیں اور مسکرانے لگا۔ میں یہ معاملہ دیکھ کر متحیر رہ گئی۔

﴿اسد الغابۃ ص ۱۲﴾

اس واقعہ سے صاف طور پر واضح ہے، کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ دنیا میں آنے کے بعد اپنی پہلی نگاہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخ انور کے سوا کسی اور چیز پر ڈالنا گوارا ہی نہ کرتے تھے اور یہ بھی جناب علی علیہ السلام کا ایک مخصوص اعزاز ہے جس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہو سکتا۔

اُن کی صائم ہے ولادت کی جگہ حرمِ کعبہ
آنکھ کھولی ہے تو چہرہ محمدؐ دیکھا

پچھلا اور آخری غسل

سُلطان العاشقین امیر المملکت والدِ خواجہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے شیخِ معظم حضور خواجہ نظام الدین اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تو جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں دیئے گئے تاکہ آپ اپنے دست مبارک سے غسل دیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو

غسل دیا اور جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حضرت ابوطالبؑ کی گود میں
دیکر رونے لگے۔

جناب ابوطالبؑ نے عرض کیا اس خوشی کے موقع پر آنسو کیسے؟
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چچا جان علیؑ کو پہلا غسل
میں نے دیا ہے مگر مجھ کو آخری غسل یہ دے گا۔

﴿افضل الفوائد مترجم حصہ اول ص ۴﴾

﴿ملفوظات گرامی حضرت خواجہ نظام الدین مرتبہ حضرت خواجہ امیر خسرو﴾

القابات حیدر کراڑ

مولائے کائنات امام الائمہ سلطان الاولیاء امیر المؤمنین سیدنا حیدر کراڑ حضرت علی علیہ السلام کے القابات کا حصہ و احاطہ کرنا ناممکنات سے ہے اسی طرح آپ کی بے شمار کنیتیں ہیں۔ جن میں سے آپ کو کنیت ابو تراب بے حد پسند تھی کیونکہ ایک دفعہ آپ مسجد نبوی کے کچے صحن میں ننگی پشت اس حالت میں لیٹے ہوئے تھے کہ آپ کی پشت مبارک گرد آلود تھی آپ غنودگی کے عالم میں تھے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری ہو گئی۔ آپ نے آپ کی پشت پر مٹی کی تہہ دیکھ کر فرمایا قم یا ابا تراب اُس دن سے آپ یہی کنیت پکارے جانے پر بے حد خوش ہوتے تھے۔ لفظ ابو تراب کے معانی کے متعلق صوفیائے کرام نے جو اسرار ظاہر فرمائے ہیں اُن کی تفصیل اور یہ الفاظ تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو کس ضمن میں ارشاد فرمائے، کی تشریح انشاء اللہ العزیز آئندہ اوراق میں پیش کی جائے گی یہاں صرف آپ کے مشہور و مستند القابات کی مختصر

نشان دہی کی جاتی ہے۔ جو آپ کو وقتاً فوقتاً حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بعض مقتدر صحابہ کرام کی طرف سے دئے گئے۔

- ابوالحسن ابو الحسن ابوالحسنین
 ابوالسبطين ابوالرحاتین ذوالقرنین
 صاحب ذوالفقار شیخ المهاجرین والنصار
 حیدر کرار قسیم الجنة والنار
 یعسوب الدین یعسوب المؤمنین
 امام المتقین ولی المؤمنین ولی المتقین
 سید المسلمین قائد الغر المحجلین
 صالح المؤمنین سید المؤمنین
 قاتل الکفار و المشرکین قاتل الناکشین
 الحاشرو القاسطین سید الرکعین
 اول المصلین شیخ المهاجرین
 سید الناصحین العالم ولی المؤمنین
 رایة المهتدین نور المطفئین
 امام العادلیین زینت العارفین
 دفع الناکشین وضع القاسطین
 رمغ المارقین قاتل المارقین
 اول المؤمنین اول المسلمین
 سید الساجدین العاقب وصی رسول

اخي رسول زوج بتول تبغ مسئل
 قاضي دين رسول صاحب رسول
 نفس رسول وزير رسول حبيب رسول
 رفيق رسول علمبردار رسول، محب رسول
 خليفة رسول ناصر رسول
 محبوب رسول الصفي اميد الله
 وجهه الله يد الله حجة الله نور الله
 ولي الله مموس في ذات الله محب الله
 قائم بامر الله اعظم عند الله
 اوفابعهد الله مع الله سيف الله
 لا خسر في ذات الله الناصح المؤمن
 الساقى المرتضى الحبيب الفاتح
 خاصف النمل باب مدينة العلم
 باب دار الحكمة سيد العرب
 صديق الاكبر فاروق اعظم باب الحطة
 خير البشر ذابة الجنة امير المؤمنين
 امير النحل كوكب الصبح في اهل الدنيا
 راية المهدي امام الاولياء مثل عيسى
 مثل هارون ولي في الدنيا والاخر
 صاحب الوء بيضته البلد لحد دانهي

ایلیاء ذوالبرقہ قرآن ناطق
 المہدی کاسر الاصنام الصّدیق
 الطّاهر الہادی الولی المَوْلَا
 الشّاہد الصّادق الشّہید الرّاکع
 السّاجد العابد الزّاہد النّاصر
 القاری القمر العادل

شانِ حیدر بزبانِ حیدر

یوں تو جناب علی علیہ السلام کے سینکڑوں خطابات ایسے ہیں جن میں آپ نے اپنی ذات والا صفات کا تعارف انتہائی خصوصی ضرورت کے وقت کرایا ہے۔ یہ سب کلام آپ کے خطبات کے ضمن میں آئیگا۔ یہاں صرف مضمون کی مناسبت سے آپ کے ارشادات کا ایک حصہ ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

امام کمال الدین ابی سالم محمد بن طلحہ حلبی شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مناقب کی کتاب الدر المنظم میں فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک عظیم خطبہ ارشاد فرمایا تو ایک شخص سوید بن نوفل ہلالی نے اُٹھ کر عرض کیا اے امیر المؤمنین جس باب کا آپ تذکرہ فرما رہے ہیں آپ اُس کو جانتے بھی ہیں؟

تو جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ غضبناک ہو گئے اور اُس کو متوجہ

کر کے فرمایا !

تجھ کو رونے والیاں روئیں پیشیں اور تم پر مصائب کا نزول ہو، اے
بزدل کے بیٹے بیت توڑنے والے اور جھٹلانے والے خبیث عنقریب طویل
عرصہ ختم ہو جائے گا اور تم کو غول بیابانی ہلاک کر دیں گے اور پھر آپ نے
اپنے متعلق یہ کلمات ارشاد فرمائے۔

”میں رازوں کا راز ہوں،

میں انوار کا درخت ہوں،

میں آسمانوں کا رہنما ہوں،

میں مستحیات کا انیس ہوں،

میں میکائیل کا صفی ہوں،

میں بادشاہوں کا قائد ہوں،

میں آسمانوں کا شہباز ہوں،

میں صراحت کا تخت ہوں،

میں لوح کی حفاظت کرنے والا ہوں،

میں تاریکی کا قطب ہوں،

میں بیت معمور ہوں،

میں بادلوں کا ابر نیساں ہوں،

میں غیاہب کا نور ہوں،

میں لوحوں کی حفاظت کرنے والا ہوں،

میں حج کی کشتی ہوں،

میں حج کی حجت ہوں،

میں مخلوق کی اصلاح کرنے والا ہوں،

میں حقائق کو قائم کرنے والا ہوں،

میں تاویل کو بیان کرنے والا ہوں،

میں انجیل کا مفسر ہوں،

میں کساء والوں کا پانچواں ہوں،

میں نساء کے لئے تبیان ہوں،

میں اُلفت والوں کی اُلفت ہوں،

میں اعراف والوں سے ایک ہوں،

میں سربراہیم ہوں،

میں اُژدہائے کلیم ہوں،

میں ولی الاولیاء ہوں،

میں انبیاء کا وارث ہوں،

میں زبور کا نغمہ ہوں،

میں غفور کا پردہ ہوں،

میں جلیل کی صفوة ہوں،

میں انجیل کا ایلیاء ہوں،

میں شدید القوی ہوں،

میں حاملِ لواء ہوں،

میں محشر کا امام ہوں،

میں ساقی کوثر ہوں،

میں قاسمِ جنان اور نارِ تقسیم کرنے والا ہوں،

میں دین کا بادشاہ ہوں،

میں امامِ الحَقِّین ہوں،

میں وارثِ مختار ہوں،

میں کمزوروں کا مددگار ہوں،

میں کفار کی جڑ اُکھاڑنے والا ہوں،

میں نیک اماموں کا باپ ہوں،

میں دروازہ اُکھاڑنے والا ہوں،

میں گروہوں کو متفرق کرنے والا ہوں،

میں قیمتی جوہر ہوں،

میں بابِ مدینہ ہوں،

میں مفسرِ براہین ہوں،

میں ظاہر طور پر مشکلات کو حل کرنے والا ہوں،

میں نُون والقلم ہوں،
 میں تاریکی کا چراغ ہوں،
 میں مٹی کا سوال ہوں،
 میں مدد و رحمت ہوں،
 میں بنیادِ عظیم ہوں،
 میں صراطِ مستقیم ہوں،
 میں اَصْداف کا صوتی ہوں،
 میں قاف کا پہاڑ ہوں،
 میں حُرُوف کا راز ہوں،
 میں ظُروف کا نور ہوں،
 میں جبلِ راسخ ہوں،
 میں بلند پرچم ہوں،
 میں غیبوں کی کنجی ہوں،
 میں دلوں کا چراغ ہوں،
 میں نورِ ارواح ہوں،
 میں مکررِ حملہ آور ہونے والا سوار ہوں،
 میں مددگاروں کی مدد ہوں،
 میں ننگی تلوار ہوں،

میں مقتول شہید ہوں،
 میں قرآن جمع کرنے والا ہوں،
 میں بیان کی دیوار ہوں،
 میں برادرِ رسول ہوں،
 میں زوجِ بتول ہوں،
 میں اسلام کا ستون ہوں،
 میں کاسرِ الاضام ہوں،
 میں صاحبِ اذن ہوں،
 میں جن کا قاتل ہوں،
 میں صالح المؤمنین ہوں،
 میں فلاحِ پانے والوں کا امام ہوں،
 میں سخاوت کرنے والوں کا امام ہوں،
 میں اسرارِ نبوت کی کان ہوں،
 میں اولین کی خبروں سے آگاہ کرنے والا ہوں،
 میں آخرین کو پیش آنے والے وقائع کی خبر دینے والا ہوں،
 میں قطبِ الاقطاب ہوں،
 میں حبیبِ الاحباب ہوں،
 میں مہدیٰ عصر ہوں،

میں عیسیٰ زمان ہوں،
 خدا کی قسم میں وجہ اللہ ہوں،
 خدا کی قسم میں اُسد اللہ ہوں،
 میں سید العرب ہوں،
 میں مصیبتوں کو دور کرنے والا ہوں،
 میں وہ ہوں جسے لافتنی کہا گیا ہے،
 میں وہ ہوں جسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے
 تو مجھے ایسے ہے جیسے موسیٰ کے لئے ہارون،
 میں بنو غالب کا شیر ہوں،
 میں **علی ابن طالب** ہوں“
 متقن ملاحظہ کریں !

فقال يا امير المؤمنين انت حاضر لما ذكرت
 وعالم به ؟ فالتفت اليه بعين الغضب وقال له
 نكلتك الثواكل ونزلت بك النوازل ،
 يا ابن الحبان الخباث والمكذب الناكث
 الطول ويغليک والغول ،

انا لاسرار ، انا شجرة الانوار ، انا دليل
 السماوات ، انا انيس المسبحات ، انا خليل

جبرائيل ، اناصفى مكائيل ، اناقاند الاملاك
 ، اناسمندل الافلاك ، اناسرير الصراح ، انا
 حفيظ الالواح ، اناقطب الديجور اناييت
 المعمور ، انامزن السحاب ، انانور الغياهب
 ، انافلك الحجج ، اناحجة الحجج
 ، انامسد الخلائق ، اناحقق الحقائق اناماؤل
 التاويل ، انامفسر الانجيل ، اناخامس الكساء
 ، اناتبسان النساء ، انالفتة الايلاف انارجال
 الاعراف ، اناسر ابراهيم ، انانعيان لكليم ، اناولى
 الاولياء ، اناورثة النبياء ، انالوريالذبور
 ، اناحجاب الغفور ، اناصفوة الجليل ، اناليلياء
 الانجيل اناشديد القوي ، انا حامل اللواء ، انامام
 المحشر ، اناساقى الكوثر ، اناقسيم الجنان
 ، اناشاطر النيران ، انايغسوب الدين ، انامام
 الممتقين ، اناورث المختار ، انا ظهير الاظهار ، انا
 مبيد الكفرة ، انا ابوالائمة البررة ، اناقالع الباب ،
 انامضرق الاحزاب ، انالجوهرة الثمينة ، اناباب
 المدينة ، انامفسر البيئات ، انامبين المشكلات
 ، انالنون والقلم ، انامصباح الظلم ، اناسؤال متى
 ، اناممدوح هل اتى ، انالنباء العظيم ، اناصراط

المستقيم ، انا لؤلؤ الاصداف ، انا جبل قاف
 ، انا سر الحروف ، انا نور الظروف ، انا الجبل
 الراسخ ، انا علم الشامخ ، انا مفتاح الغيوب
 ، انا مصباح القلوب ، انا نور الارواح ، انا روح
 الاشباح ، انا فارس الكرار ، انا نصره الانتصار
 انا السيف المسلول ، انا شهيد المقتول ، انا جامع
 القرآن ، انا بيان البيان ، انا شفيق الرسول ، انا بعل
 البتول ، انا عمود الاسلام ، انا مكسر الاصنام
 ، انا صاحب الاذن ، انا قاتل الجن ، انا صالح
 المؤمنين ، انا امام المفلحين ، انا امام ارباب
 الفتوة ، انا سرار النبوة ، انا المطلع اخبار الاولين ،
 انا المخبر عن وقائع الآخرين انا قطب الاقطاب
 ، انا حبيب الاحباب ، انا مهدى الاوان ، انا عيسى
 الزمان ، انا والله وجه الله ، انا والله اسد الله ،
 انا سيد العرب ، انا كاشف الكبر ، انا الذى قيل
 فى حقه لافى الاعلى ، انا الذى قال فى شأنه انت
 منى بمنزلة هارون من موسى انا لىث بنى غالب
 انا على بن ابي طالب .

«قال فصاح السائل صيحة عظيمة وخر متيا الدر المنظم

» مؤلفه علامه كمال الدين شافعى مع يتابع المودة جلد دوم ٢٠١/٢٠٤»

تاجدارِ اہلِ اُتی شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی زبان فیض
ترجمان سے ہی جب ان کا اپنا یہ تعارف سنا تو سوال کرنے والے نے بلند
آواز سے چیخ ماری اور مر گیا۔

اسمِ گرامی

معتبر روایات کے مطابق آپ کے ابتدائی اسمائے گرامی یہ ہیں اُسد
حیدر علی، پہلا نام اُسد آپ کی والدہ مکرمہ جناب فاطمہ بنتِ اسد نے رکھا تھا
جس کے متعلق مشہور روایت یہ ہے کہ جب حضرت ابوطالبؓ نے ان سے
پوچھا کہ بچے کا نام کیا ہو تو آپ نے کہا کہ میں نے اس کا نام اپنے باپ کے
نام پر اُسد رکھا ہے۔ تو جناب ابوطالبؓ نے فرمایا کہ میں اس کا نام علی
رکھتا ہوں۔ اس روایت کی تفصیل ”اسمِ علی“ کی بحث میں ملاحظہ فرمائیں۔
آپ کا دوسرا نام حیدر بھی آپ کی والدہ ماجدہ ہی نے رکھا ہے
جس کا اظہار آپ نے غزوہ خیبر میں اپنے حریفِ مَرَحِب کے سامنے بایں
الفاظ کیا۔

انا الذی سمتنی امی حیدرۃ

ضرغامِ اجام ولیثِ قسورۃ

ترجمہ:- میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے

میرا نام شیر رکھا، اور میں وہ شیر ہوں جو چیر پھاڑ کر رکھ

دیتا ہے۔“

پنگھوڑے ہی میں زورید اللہی

اس نام کے رکھنے کی وجہ کتابوں میں اس طرح مرقوم ہے کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی پنگھوڑے ہی میں تھے آپ کی والدہ آپ کے پاس موجود نہیں تھیں کہ ایک سانپ نے آپ کو ڈسنا چاہا کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کھلونے کی طرح اس کو ہاتھ میں پکڑ لیا اور اتنی زبردست قوت سے دبایا کہ سانپ نے ہاتھ ہی میں دم توڑ دیا، جب آپ کی والدہ ماجدہ واپس آئیں تو آپ کے ہاتھ میں کچلے ہوئے سانپ کو دیکھا تو فرمایا کہ میرا بچہ ”حیدر“ یعنی شیر ہے۔ عالم شیر خوارگی میں جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے زورید اللہی کے اس مظاہرہ کے بعد کون انہیں ایک عام بچہ سمجھنے کی جسارت کر سکتا ہے۔ بہر حال اس واقعہ کا عربی متن ملاحظہ

”فسمته امہ حیدرة لان علیا کان رفیعا و هو فی
البيت وحده و کانت امہ خارجة فی بعض
الحاجات و کان منزلهم لجنب جبل مکة فنزلت
حیة و هممت لقتل علی ، فمدیدہ و اخذہ الحیة
وامسکها فماتت فی یدہ فدخلت امہ و رأت
الحیة مقتولة فی یدہ فقالت حیاک اللہ یا حیدرہ
لذاک سمی حیدرہ“

﴿ مناقب الاصحاح بحوالہ ارجح المطالب ص ۱۱ ﴾

﴿ الشیخ الاسلام نجم الدین السبکی ﴾

آپ کے تیسرے اسم گرامی کے متعلق صاحب تفسیر حسینی ملا حسین واعظ کاشفی نے روضۃ الشہداء میں جو تحریر فرمایا ہے اس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ حضرت ابوطالبؑ نے جب اپنی زوجہ محترمہ سے پوچھا کہ بچے کا نام کیا رکھا ہے تو انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اس کا نام اپنے باپ کے نام پر ”اسد“ رکھا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس کا نام ہمارے جد اعلیٰ قصی کے نام پر زید ہوگا (قصی جو خاندان بنو ہاشم کے جد اعلیٰ ہیں کا نام زید تھا)

ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ تاجدارِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف لے آئے اور استفسار فرمایا کہ کیا معاملہ ہے، تو جناب ابوطالبؑ نے عرض کی کہ آپ کی چچی بچے کا نام ”اسد“ اور میں ”زید“ رکھنا چاہتا ہوں اس اختلاف پر مطلع ہو کر جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ ”میں اس کا نام ”علی“ رکھنا چاہتا ہوں“ علی نام سنتے ہی آپ کی والدہ ماجدہ جناب فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ”خدا کی قسم میں نے ایک روز ہاتھ کو یہ ندا کرتے سنا تھا کہ جو بچہ تمہاری گود میں آئیو والا ہے اس کا نام علی رکھنا۔“

﴿روضۃ الشہداء ص ۶۱﴾

ایک روایت میں ہے کہ جناب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اس دُنیا میں تشریف لائے تو جناب ابوطالبؑ نے غلافِ کعبہ کو تھام کر بارگاہِ رب العزت میں عرض کی کہ اے شبِ تاریک اور درخشاں صبح کے مالک مجھ پر

اس بچے کا نام القافرما، ابھی جناب ابوطالبؑ اپنی اس التجا سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ سروش غیبی کی ندا آئی، کہ آسمان پر اس کا نام ”علی“ ہے اور وہ ”العلی“ سے جو خداوند قدوس کا بلند مرتبہ اور عظمت و بزرگی والا اسم گرامی ہے سے مشتق ہے تمام دنیائے ہست و بود میں سب سے پہلے صرف آپ کا اسم مبارک ہی ”علی“ یعنی عالی مرتبت اور علو شان والا رکھا گیا۔ جیسا کہ تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھا گیا آپ سے پہلے کسی کا نام بھی محمد یا احمد نہیں تھا۔

كان فاسم "علی" حين يظهر في حياة الجاهلية
وحين يدخل في مجال الحياة النبوية ويضاف
الى النبی "محمد" لا ينظر بينهما ناظر من تلك
الجهة الا وجد بينهما قرابة قريبة ودلالة دالة على
انهما من معدن متخير ممسوس با لطف الله
محفوظ برحماته

﴿ینابیع المودة ۱/۹۲﴾

بہر حال یہ ایک واضح ترین حقیقت ہے کہ نہ تو تاجدار رسالت سے پہلے کسی کا نام محمد تھا اور نہ ہی تاجدار ولایت سے پہلے کسی کا نام علی تھا۔
مذکورہ بالا واقع حضرت ابوطالبؑ کے اشعار سے بھی واضح ہوتا ہے جنہیں متعدد سیرت نگاروں نے نقل کیا ہے۔ یہ اشعار ہم کسی دوسرے موقع

پہنچا کر دیں گے۔

هذا ويحدث المؤرخون ان ابا طالب كان غائباً
حين ولوله هذا الغلام وان امه سمته
'اسد' فلما رجع لم يرض له اسم 'اسد' وسماه
علياً.

﴿يتابع المودة ۱۲۲﴾

جَاب

أَنْوَارِ نَامِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اسم علی علیہ السلام

حضرت سید علی بن شہاب ہمدانی جو مقتدر اولیاء کبار میں سے ہیں اور جن کا ذکر دیگر تذکرہ نگاروں کے علاوہ عاشقِ مصطفیٰ علامہ عبدالرحمن جامی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب ”نحات الانس“ میں نہایت احترام سے کرتے ہوئے آپ کے شرف و کمالات و ولایت پر مہرِ تصدیق ثبت کی ہے۔ اپنی عظیم تالیف مبارکہ ”مودۃ فی القربا“ میں جناب حیدر کرار علیہ السلام کا نام ”علی“ رکھنے کے بارے میں درج ذیل عجیب روایت بیان فرماتے ہیں کہ،

حضرت عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان فرماتے ہیں کہ جب فاطمہ بنتِ اسد صلوٰۃ اللہ علیہا کی گوہ مبارک میں علی کرم اللہ وجہہ الکریم تشریف لائے تو آپ نے نو مولود کا نام اپنے باپ کے نام پر ”اسد“ رکھا۔ لیکن حضرت ابوطالبؓ نے اس نام پر اظہارِ رضا مندی نہ فرمایا اور اپنی زوجہ محترمہ جناب فاطمہ بنتِ اسدؓ کو ارشاد فرمایا کہ ہم آج شب جبلِ ابوقیس پر بسر کریں اور خالقِ آسمان سے دُعا کریں کہ وہ ہمیں اس بچہ کے نام سے آگاہی عطا فرمائے۔

چنانچہ دونوں مقدّس ہستیاں سرِ شام ہی کوہِ ابوقیس پر تشریف لے

گئیں، اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں مصروفِ دُعا ہو گئیں۔

جناب ابوطالبؑ نے بارگاہِ ایزدی میں دُعا کے لئے منظوم قطعہ کہا !

اے اس تاریکی اور درخشندہ روشنی کے

پروردگار ہمیں اپنے فیصلہ کئے گئے حکم سے آگاہی عطا

فرما کہ ہم اس بچے کا کیا نام رکھیں ؟

چنانچہ اچانک ہی آسمان سے ایک جھنکار کی صدا بلند ہوئی جناب

ابوطالبؑ نے اپنی نگاہوں کو اوپر اٹھایا تو دیکھا کہ زبرد کی ایک سبز تختی ہے۔

جس پر چار سطور مرقوم ہیں، جناب ابوطالبؑ نے اس تختی کو دونوں ہاتھوں

میں تھام لیا اور پھر مضبوطی سے اپنے سینہ اطہر سے لگا لیا۔ اس تختی پر رقم شدہ

سطور کا مفہوم یہ ہے کہ:-

”میں نے تم کو پاکیزہ طیب و طاہر اور برگزیدہ

فرزندِ ارجمند سے مختص فرمایا ہے اس کا نام نامی اور اسم

گرامی ”اللہ تعالیٰ“ قاہر علیٰ نے ”علیٰ“ رکھا ہے جو علی

سے مشتق ہے“

جناب ابوطالبؑ نے یہ تحریر دیکھی تو انتہائی مسرت اور شادمانی کا

اظہار فرمایا اور اظہارِ تشکر و اطمینان کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور

سجدے میں گر گئے۔ پھر دس اُونٹ ذبح کر کے عقیقہ کی رسم ادا کی گئی، اور وہ

تختی بیت اللہ شریف میں لٹکا دی گئی۔ جس کی وجہ سے بنو ہاشم دوسرے قریش

پر فخر و مباہات فرماتے تھے حتیٰ کہ جب حجاج بن یوسف نے حضرت عبداللہ
ابن زبیر کو شہید کر کے انہدام کعبہ کیا تو وہ تنہی بھی غائب ہو گئی۔
متن ملاحظہ فرمائیں !

عباس بن عبد المطلب رضى الله عنه قال
لما ولدت فاطمة بنت اسد عليا سمه باسم ابيه
اسد ولم ير ض ابوطالب بهذا لا سم فقال هلم
حتى نعلوا اباقيس ليلاوند عم خالق الخضراء
فلعله ينبأنى اسمه فى اسمه امسيا خر جاء وصعدا
اباقيس وذا عيا الله تعالى فانشاء ابوطالب
شعراء

يارب الغسق الدجى
والفلق المبتلع المفى

بين لنا عن امر ك المقضى
لما نسمى لذك الصبى
فاذا خشة من السماء فرفع ابوطالب
طرفه فاذا الروح مثل زبر جد خضر فيه اربعة اسطر
فاخذه بكتايديه وضمه الى صدره ضما شديدا
فاذا مكثوب

صصتما بالولد الزكى
والطاهر المنتخب الرضى
واسمه من قاهر العلى
على اشتق من العلى
فصرا ابو طالب سروراً عظيماً وخرساجد الله
تبارك وتعالى وعق بعشيرة من الابل وكان
اللوح معلقاً فى بيت الحرام يفتخر به بنو هاشم
على قریش حتى غاب زمان قتال الحجاج ابن
الزبير .

«مودة القربى للمعلى بن شهاب ممدانى مطبوعه مصر مع يتابع جلد دوم ص ۲۵۵»

اس کے ساتھ ہی ملتی جلتی ایک روایت کتابوں میں یہ بھی موجود ہے
کہ جناب ابوطالبؑ نے کعبہ کے دروازہ کو تھام کر اللہ کے حضور میں دُعا کی
تھی کہ اے رب کعبہ مجھے نومولود کا نام القا فرما چنانچہ اُن پر آپؐ کا نام علی
القائى صورت میں ظاہر فرما دیا گیا۔ ”واللہ اعلم بالصواب“

علاوہ ازیں کتب سیر میں یہ روایت بھی آتی ہے کہ:-

ای فان ام على كرم الله وجهه سمتہ اسد

ابا سم ابیہا وكان ابرہ ابو طالب غائباً، فلما قدم

کرہ ذالک وسماء علیا.

«سیرت حلبیہ جلد دوم ص ۳۸۸ ریاض النظرہ المناقب العشرہ جلد ۲ ص ۱۰۵»

جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا نام علی جناب
ابوطالبؑ نے رکھا تھا کیونکہ آپ کی غیر موجودگی میں
آپ کی زوجہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت اسدؑ نے اپنے
باپ کے نام پر ”اسد“ نام رکھا تھا۔ لیکن جب حضرت
ابوطالبؑ کو بتایا گیا تو آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا اس
کا نام ”علی“ ہے۔

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ”علی“ رکھنے کے متعلق
درست روایت یہی ہے کہ یہ نام خود تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
تجویز فرمایا تھا۔ اور یہ اُن روایات سے متعارض بھی نہیں جن میں ہے کہ آپ
کا نام آپ کے والدین کو القا کیا گیا تھا ”کیونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے جب انہیں ”علی“ نام رکھنے کا مشورہ دیا تو انہوں نے نہ صرف یہ کہ
فوراً قبول کر لیا بلکہ بتایا کہ ہم پر بھی یہی نام القاء کیا گیا ہے۔

بہر حال دیگر سیرت نگاروں کی ہمنوائی میں عبدالکریم خطیب بھی
اپنی کتاب ”بقیۃ النبوة وخاتم الخلافة“ میں بالوضاحت اس موضوع پر یوں
رقمطراز ہے۔

اور اسم ”علی“ اسم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے معاف کی
صورت میں ملا ہوا ہے اور اہل دو خاص اسمائے کریمین میں ایک خاص ربط
باہمی ہے اور جس طرح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی

مرقع محسن و لطافت ہے اور آپ سے پہلے کسی شخص نے اپنے بچے کا نام ”محمد“ نہیں رکھا اسی طرح علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا نام ”علی“ پیکر حسن و لطافت ہے اور آپ سے پہلے کسی شخص کا نام علی نہیں تھا۔ تاریخ عرب میں بھی آپ سے پہلے کسی کا نام علی نہیں تھا۔ سرور انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیدر کرار کا نام اس لئے علی تجویز فرمایا کہ جناب علی علیہ السلام نبوت کی خوشبوؤں سے ایک خوشبو اور رسالت کی برقرار تجلیات سے ایک تجلی تھے۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نو مولود کے رخ انور کو دیکھا تو جان لیا کہ یہ بچہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں اعلیٰ ترین مقام کا حامل اور یقینی طور پر اسلام میں اعلیٰ و بلند مقام پر فائز ہوگا۔

اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی اپنے چچا جان حضرت ابوطالبؓ اور ان کی زوجہ محترمہ کو نو مولود کا اسم گرامی ”علی“ رکھنے کا مشورہ مرحمت فرمایا ہے۔

اور مزید لکھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات اقدس سے پوری حیات طیبہ میں خلاف اسلام کوئی واقعہ نہ تو ظاہر میں اور نہ ہی باطن میں سرزد ہوا۔ خواہ وہ دور اسلام سے پہلے کا ہو یا اسلام آنے کے بعد کا۔ گویا آپ قبل از زمانہ اسلام مسلمان ہی تھے۔

واسم علیٰ یلقی مع اسم ”محمد“ لقاء اخاء و
معانقہ ”فاسم علی“ لم یکن مما تتسمی

بہا العرب فی جاہلیتہا، ولم یحفظ التاريخ
 الجاہلی من تسمی بہ قبل صاحبه "علی ابن
 طالب" کان کاسم "محمد" فی لطفہ وحسنہ .
 ان اختیار ہذا الاسم "علی" کان نفحة
 من نفحات النبوة ولمحة من لمہاتہا حین نظر
 محمد الی وجہ ہذا الولید وقع فی نفسہ انہ فی
 الاعلیٰ من عباد اللہ وان جدیر بآن یكون فی
 المقام الاعلیٰ فی الاسلام . اما علی کرم اللہ
 وجہہ ، فكانت حیاتہ فی الجاہلیۃ والاسلام
 علی سواء لم یغیر منہ الاسلام شیئا فی ظاہرہ
 وباطنہ اذولہ سلما قبل الاسلام فلعل
 "محمد" ہو الذی اختیار لابن عمہ الولید ہذا
 الاسم وأشار علی عمہ وزوج عمہ ان یسموا
 ولیدہم بہ .

﴿بقیۃ النبوة خاتم الخلافہ مطبوعہ بیروت ص ۱۹۱﴾

ان کے علاوہ بھی فاضل مصنف نے "اسم علی" کے متعلق نہایت
 کارآمد اور خوبصورت توجیہات پیش کی ہیں جنہیں طوالت کی وجہ سے قلم
 انداز کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ پیش ازیں دیگر متعدد کتب سیر کے حوالہ جات سے
 وضاحت کی جا چکی ہے۔

یہاں ہم قارئین کی معلومات میں اضافہ کے لئے یہ وضاحت کر

دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ عبدالکریم خطیب صاحب جناب علی علیہ السلام کے اسم پاک کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی سے رفاقت اور دونوں اسمائے مقدسہ کی رفعت و عظمت کے متعلق اپنے اس حسین استدلال کے بعد جو بات سامنے لائے ہیں وہ نہ صرف یہ کہ بے محل ہے بلکہ خلاف واقعہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے طبعی خلجان کی بھی منہ بولتی تصویر ہیں۔

وہ لکھتے ہیں کہ غالی شیعان علی۔ محمد و علی کے اسمین کریمین کی اس موافقت اور حضرت علی علیہ السلام کی اس شان پر ہی اکتفاء نہیں کرتے بلکہ وہ اس میں غلو سے کام لیتے ہوئے اس موافقت کو آسمانی امر قرار دیتے ہیں، اور اس وضعی حدیث کو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے منسوب کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، ”کہ مجھ کو اور علی کو نور سے پیدا فرمایا گیا ہے اور ہمارا نور تخلیق آدم سے دو ہزار سال قبل عرش کی داہنی طرف موجود تھا پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور ہمارا نور لوگوں کی صلبوں میں منتقل ہوتا رہا حتیٰ کہ صلب عبدالمطلب میں جاگزین ہوا۔ پھر ہمارے ناموں کو اللہ تعالیٰ کے اسماء سے مشتق کیا گیا۔“

پس اللہ تعالیٰ محمود ہے اور میں محمد ہوں اور اللہ تعالیٰ اعلیٰ ہے اور علی علی ہے۔

متن ملاحظہ کریں !

ولهذا التوافق بین هذين الاسمين الکریمین

محمد و علی، ولقا نهما۔ ما قبل ان تتداو لهما۔
العرب وتعامل بهمة نظر بعض الغلاة من شيعة
علی فی هذا وعده شهادة علی فضل علی،
ولم یکتفوا بهذا، بل جعلوا هذا التوافق
امراسما ویا، فوضعو لذلك حدیثا نسبوه الی
النبی "خلقت انا وعلی من نور، وكنا علی یمین
العرش قبل ان یخلق آدم بالفی عام، ثم خلق الله
آدم فانتقلنا فی اصاب الرجال ثم جعلنا فی
صلب عبدا لمطلب، ثم شق اسماءنا من اسمه فا
الله محمود، وانا محمد، والله الا علی۔ وعلی
علی،

﴿علی ابن ابی طالب عبد الکریم خطیب مطبوعه بیروت ص ۹۲﴾

علی نور نہیں؟

خطیب صاحب مندرجہ بالا مضمون کی حدیث کو غالی شیعوں کی من
گھڑت اور وضعی قرار دینے کے لیے جو دلیل پیش کرتے ہیں وہ ابن تیمیہ
کے خصوصی خوشہ چین اور امام الوہابیہ قاضی شوکانی کی تعلیقات کی یہ عبارت

—

قال الشوکانی فی تعلیقہ علی هذا

لحدیث "وهو موضوع" وضعه جعفر بن أحمد

بن علی بن بیان و کان رافضا وصا عا

«علی ابن ابی طالب بقیۃ النبوت و خاتم خلافت ص ۱۲ مطبوعہ بیروت»
«مؤلفہ عبد الکریم الخطیب»

اور وہ موضوع ہے اسے جعفر بن احمد بن علی بن بیان نے
وضع کیا ہے اور ”وہ حدیثیں وضع کرنے والا رافضی تھا۔“

کیا یہ حدیث وضعی ہے ؟

اس سلسلہ میں ہم گذشتہ اوراق میں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم اور جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نور مبارک کے متعلق
”تذکرۃ الوعظین“ اور ”نہجۃ المجالس“ کے دو حوالے ہدیہ قارئین کر چکے ہیں
جو اہل محبت کے لئے بہر صورت کافی ہیں مگر جناب ”عبد الکریم خطیب“
کے ذہنی خلجان کے دور کرنے اور عوام الناس کی معلومات میں اضافہ کرنے
کے پیش نظر مزید چند حوالے اس ضمن میں پیش کئے جاتے ہیں۔

مشہور محدث اور فقیہ علامہ محبت طبری رحمۃ اللہ علیہ اپنی لا جواب
تصنیف لطیف ”ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ مبشرہ“ میں حضرت علی کرم
اللہ وجہہ الکریم کے خصائص کے باب میں امام احمد بن حنبل کی کتاب
”المناقب“ کے حوالہ سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ

عن سلمان قال سمعت رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول کنت انا وعلی نورا

بین یدی اللہ تعالیٰ قبل ان یخلق آدم باربعۃ

عشر الف عام فلما خلق الله آدم قسم ذالك

النور جزاين فجز انا وجز على

«رياض النضره جلد دوم ص ۲۱۷»

«خرجه احمد في المناقب»

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت بیان کی ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ !

”میں اور علیؑ تخلیق آدم علیہ السلام سے چودہ

ہزار برس پہلے ایک نور کی صورت میں اللہ تبارک

و تعالیٰ کے حضور میں موجود تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ

نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اس نور کو دو اجزاء میں

تقسیم فرمایا چنانچہ ایک جز میں اور ایک جز علی کرم اللہ

وجہ الکریم ہیں“

”رياض النضره“ کی اس حدیث کے علاوہ مفتی اعظم قسطنطنیہ سید

سلمان خفی قندوزی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب ”الینایع المودۃ“ میں

اس روایت سے ملتی جلتی حدیث متعدد کتب احادیث و مناقب سے نقل

فرماتے ہیں“

آپ نے اس پہلی روایت کو ابو الحسن علی بن محمد المعروف ابن

مغازلی واسطی شافعیؒ کی ”کتاب المناقب“ اور علامہ دیلمی کی مشہور زمانہ

کتاب ”الفروس“ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ سند کے ساتھ نقل

کرتے ہیں کہ !

”حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان فرمائی کہ میں نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سنا ہے آپ نے فرمایا کہ میں اور علی خلقت آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار سال قبل ایک نور کی صورت میں موجود تھے اور ہمارا یہ نور اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تہلیل بیان کرتا تھا جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو (ہمارے) اس نور کو صلبِ آدم میں ودیعت فرمادیا چنانچہ میں اور علی ہمیشہ واحد چیز کی صورت میں رہے۔ حتیٰ کہ صلبِ عبدالمطلب میں آکر متفرق ہو گئے اور میرے لئے نبوت اور علی کے لئے ولایت مقرر ہوئی۔

متن ملاحظہ فرمائیں،

اخرج ابو الحسن علی بن محمد
المعروف بابن المغازلی التواسطی الشافعی فی
کتابہ المناقب بسندہ عن سلمان الفارسی قال
سمعت حبیبی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم) یقول کنت انا وعلی نوراً بین یدی اللہ
عز وجل یسیح اللہ ذالک النور ویقدسہ قبل ان
یخلق آدم بأربعة عشرة الف عام فلما خلق آدم
اودع ذالک النور فی صلبہ فلم یزل انا وعلی
شئنی واحد حتی افترقنا فی صلب عبد المطلب

ففي النبوة وعلى الامامة .

﴿ايضا الديلمى اخرج هذا الحديث فى كتابه "الفردوس" "عن سلمان"﴾

﴿"الينابيع المودة" جلد اول ص ۱۰﴾

علامہ سلمان حنفی قدوزی دوسری روایت حضرت ابوذر غفاری رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کی سند سے ابن المغازلی کی کتاب "الناقب" سے بھی اس طرح نقل فرماتے ہیں !

اخرج ابن المغازلى ايضا عن سالم بن

ابن جعد عن ابي ذر قال سمعت رسول الله صلى

الله عليه وآله وسلم يقول كنت انا وعلى نورا

يمين العرش بين يدي الله عز وجل يسبح الله

ذالك النور ويقدره قبل ان يخلق الله آدم

باربعة عشر الف عام فلم يزل انا وعلى شئى

واحد حتى افترقنا فى صلب عبد المطلب فجزء

انا وجزء على .

﴿ينابيع المودة ۱۰/۱﴾

نیز ابن المغازلی سالم ابن جعد سے وہ حضرت ابوذر غفاری رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ !

میں اور علیؑ نور کی صورت میں عرش کے دائیں

طرف آدم علیہ السلام کی تخلیق سے چودہ ہزار سال قبل

اللہ تعالیٰ عز وجل کے حضور میں موجود تھے۔

ہمارا یہ نور اللہ تبارک و تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس
بیان کیا کرتا تھا۔ میں اور علیؑ ہمیشہ ایک ہی نور کی
صورت میں رہے حتیٰ کہ ہمیں صلب عبدالمطلبؑ میں
علیحدہ علیحدہ کر دیا۔ چنانچہ ایک جز میں اور ایک جز علی
ہیں۔

تیسری روایت علامہ سلمان رحمۃ اللہ علیہ "امام حموی کی مشہور
تالیف مبارکہ "فرائد السمطين" سے اسناد اہلبیت کے ساتھ نقل کرتے ہوئے
رقطراز ہیں کہ !

اخرج الحموي في كتابه فرائد
السمطين بسنده عن زياد بن المنذر عن ابي
جعفر الباقر عن ابيه عن جده الحسين عن علي
ابن ابي طالب سلام الله عليه عن النبي صلى الله
عليه وآله وسلم قال كنت انا وانت يا علي نوراً
بين يدي الله تبارك وتعالى من قبل ان يخلق
آدم باربعة عشرة الف عام فلما خلق آدم سلک
ذالك النور في صلبه فلم يزل الله ينقله من
صلب الى صلب عبد المطلب ثم قسمه قسمين
فاخرج قسماً صلب ابي عبد الله وقسماً صلب

عمی اسی طالب ”فعلی منی و انا منه“ ”لحمہ

لحمی“ ”ودمہ دمی“

﴿ایضاً اخرج لهذا الحديث بلفظه موافق انصار زمی﴾ «ینابیع المودة جلد اول ص ۱۱۱»

”فرائد السمطین“ میں حمونی نے زیاد بن منذر سے انہوں نے

ابو جعفر امام محمد باقر سے امام محمد باقرؑ نے اپنے باپ (امام علی بن حسین زین

العابدین) سے روایت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے دادا امام حسین

علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ”ہمارے والد ماجد“ حضرت علی علیہ السلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اے علی میں اور تو دونوں اللہ تبارک و تعالیٰ کے

حضور میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ

ہزار سال قبل ایک نور کی شکل میں موجود تھے جب اللہ

تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو

ہمارے اس نور کو آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں

جاگزیں فرمایا۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارے اس نور کو

مسلل ایک سے دوسری پشت میں منتقل فرماتا رہا حتیٰ

کہ یہ نور صلب عبدالمطلبؑ میں جاگزیں فرمایا گیا، پھر

اس کو دو حصوں میں تقسیم فرما کر ایک حصہ میرے والد

عبداللہؑ اور دوسرا حصہ میرے چچا ابو طالبؑ کے اصحاب میں مقرر فرمایا۔

چنانچہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اس

کا گوشت میرا گوشت اور اس کا خون میرا خون ہے۔

علامہ سلمان حنفیؓ فرماتے ہیں کہ ”فرائد السمعتین“ میں آنے والی یہ حدیث بعینہ ”موافق خوارزمی“ نے بھی نقل فرمائی ہے۔

حیرت ہے کہ اہلسنت کی مشہور کتابوں میں اس قسم کی روایات کی موجودگی کے باوجود عبدالکریم خطیب صاحب نے یہ کیسے ثابت کر لیا۔ کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ”اَنَا وَعَلِيٌّ مِنْ نُورٍ وَاحِدٍ“ آپ کی حدیث ہی نہیں بلکہ عالی شیعوں کی من گھڑت روایت ہے۔

حالانکہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ الکریمؑ کا ایک نور ہونا دیگر متعدد طرائق سے بھی قطعی طور پر ثابت ہے ہو سکتا ہے کہ خطیب صاحب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کو ہی نور ماننے سے گریز کرتے ہوں جیسا کہ آج کل متعدد نام نہاد محققین ”اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ“ کی آڑ لے کر قرآن و حدیث کی دوسری تمام تر نصوص کو نظر انداز کر دیتے ہیں، جن میں واضح طور پر حضور رحمتہ اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نورِ اوّل ہونا روز روشن کی طرح درخشاں ہے۔

و تابندہ ہے۔ ہم نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور بلکہ اصل نور ہونے کے بارے میں ثقہ حوالوں پر مشتمل کتاب ”نور مبین“ مرتب کی ہے جو انشاء اللہ العزیز آئندہ سال زیور طبع سے آراستہ ہو کر مارکیٹ میں آجائے گی اس کتاب میں نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ضمن میں بالتفصیل ایسی روایات بھی پیش کی گئی ہیں۔ جن سے حضور فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام تر خانوادہ مقدس کا نور علی نور ہونا قطعی طور پر ثابت ہے۔

بہر حال ہم اس مضمون کو اس مقام پر طوالت کے سپرد نہیں کرنا چاہتے اس لئے مزید چند حوالے پیش کرنے پر اکتفاء کریں گے۔ پہلے تو آپ ”ینابیع المودۃ“ ہی کے دو مزید حوالے ملاحظہ فرمائیں۔ جن سے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا نور واحد ہونا اور تخلیق آدم سے قبل ایک ساتھ رہنا ثابت ہوتا ہے۔

اخرج الحموی بسندہ عن سعید بن

جبیر عن ابن عباس قال سمعت رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم يقول لعلی خلقت انا و انت

من نور اللہ عزوجل .

”ینابیع المودۃ جلد اول ص ۱۱ مطبوعہ مصر ۴

علامہ حموی ”فرائد السمطين“ میں سند کے ساتھ سعید بن جبیر سے

روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا کہ !

یا علی ! اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اور تجھ کو نور سے

پیدا فرمایا ہے۔“

موفق بن احمد خوارزمی سند کے ساتھ روایت بیان کرتے ہیں کہ روایت بیان کی اعمش نے انہوں نے ابو وائل سے کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور اُن میں رُوح کو پھونکا تو جناب آدم علیہ السلام کو چھینک آگئی جس پر انہوں نے کہا کہ ”الحمد للہ“ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر وحی کی کہ تو نے میری حمد بیان کی ہے۔ مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم اگر مجھے اپنے دو بندوں کو پیدا فرمانا مقصود نہ ہوتا تو تمہیں ہرگز پیدا نہ فرماتا۔

آدم علیہ السلام نے عرض کی اہی کیا وہ دونوں مجھ سے ہوں گے فرمایا ہاں تمہیں سے پیدا ہوں گے“ پھر فرمایا کہ اے آدم اپنی نظر کو اوپر اٹھاؤ اور دیکھو۔ حسب الحکم جب آدم علیہ السلام نے اوپر نظر اٹھائی تو عرش پر دیکھا ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد اللہ کے رسول اور نبی رحمت ہیں اور علی جنت کو قائم کرنے والے ہیں۔“

متن ملاحظہ کریں !

اخرج موفق بن احمد الخوارزمي بسنده
عن الاعمش عن ابي وائل عن ابن مسود قال
قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لما
خلق الله آدم ونفخ فيه من روحه عطس فقال
الحمد لله فاحسب الله اليه انك حمدتني
وعزيتي وجلالى لولا العبد ان الذان اريد ان
اخلفهما ما خلقتك قال آلهي اكونا مني ؟
قال نعم يا آدم ارفع بصوك وانظر فتنظر
فاذا مكتوب على العرش لا اله الا الله محمد
رسول الله هو نبي رحمة وعلى مقيم حجة.

«ينابيع المودة ١/١١١»

نور کے مزید حوالے

قدوة السالكين امام العارفين حضرت جناب سید علی بن شہاب
ہمدانی قدس سرہ العزیز اپنی مشہور زمانہ تالیف مبارکہ ”المودۃ فی القرۃ“ میں
سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک نور
سے ہونے کے متعلق آٹھویں مودۃ کے تحت باب مقرر فرما کر روایت نقل
فرماتے ہیں کہ:-

”حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اور علی ایک نور سے ہیں۔ اور تخلیق آدم سے چار ہزار سال قبل ہمارا نور موجود تھا۔

پھر جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ہمارا یہ نور ان کی صلب اطہر کا راکب بنا اور پھر یہ نور ہمیشہ ایک ہی شکل و صورت میں موجود رہا حتیٰ کہ ہم دونوں حضرت عبدالمطلبؐ کی پشتِ انور سے متفرق ہو گئے۔“ پس میرے لئے نبوت اور علی کے لئے وصیت مقرر فرمائی گئی۔

المودة الثامنة ”رسول الله صلى الله عليه

وآله وسلم وعليهما من نور واحد“ عثمان رضى
الله تعالى عنه ”رفعه“ خلقت انا وعلی من نور
واحد قبل ان يخلق الله آدم باربعة آلاف عام
فلما خلق آدم ركب ذالك النور فى صلب فلم
يزل شئى واحد حتى افترقنا فى صلب عبد
المطلب ففى النبوة وففى على الوصية .

﴿المودة القربى مؤلفه سيد على بن شهاب ممدانى مع ينابيع المودة جلد دوم صفحہ ۴۲۵۶﴾

اس ضمن میں سید علی بن شہاب ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری حدیث براہِ راست حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی سند سے بیان کرتے ہوئے مذکورہ بالا کتاب میں رقمطراز ہیں کہ !

عن على عليه السلام قال قال رسول الله

صلى الله عليه وآله وسلم يا على خلقنى الله
 وخلقنت من نوره فلما خلق آدم عليه السلام
 اودع ذالك النور فى صلبه فلم يزل انا وانت
 شئى واحد ثم افترقنا فى صلب عبد المطلب فى
 النبوة والرسالة وفيك الوصية والامامة

«المودة فى القربى ص ۲۵۶»

حضرت علی روایت بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا !

”یا علی! اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھ کو اور تجھ کو

اپنے نور سے پیدا فرمایا پھر جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے
 آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ہمارے اس نور کو ان کی
 صلب میں ودیعت فرمایا گیا پھر ہمیشہ میں اور تو ایک
 چیز کی حیثیت سے رہے۔ پھر یہ میرا اور تیرا نور صلب
 عبد المطلب میں متفرق ہو گیا تو مجھ سے نبوت
 و رسالت کا ظہور ہوا اور تیرے لئے وصیت اور امامت
 قائم کی گئی۔

تیسری روایت متذکرہ بالا کتاب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور
 جناب حیدر کثر علیہ السلام کے شجر واحد ہونے کے ضمن میں اس طرح مرقوم
 ہے کہ !

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اور علی
 ایک درخت سے پیدا ہوئے ہیں جبکہ دوسرے لوگ
 مختلف اشجار سے پیدا ہوئے ”اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اور
 علی کو ایک درخت سے پیدا کیا میں اُس درخت کی
 اصل ہوں اور علی اُس کی فرع ہیں۔

﴿المودة فی القربی صفحہ ۲۵۲﴾

مادہ پرستی کا یہ دور

حقیقت یہ ہے کہ اس دور میں بڑھتی ہوئی مادہ پرستی نے محققین کے
 ایک گروہ کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اور وہ ایسی روایات جن کا تعلق
 آسمانی اور روحانی دنیا سے ثابت ہوتا ہے انکار کر دینے میں ہی عافیت سمجھتے
 ہیں۔

اُن کا خیال ہے کہ اگر ہم نے اس واقعہ کی صحت پر اتفاق کر لیا جو
 آسمانی دنیا سے متعلق ہے تو مادیت نواز لوگ انہیں رجعت پسند اور روایت
 پرست متصور کرنا شروع کر دیں گے۔

حالانکہ مذہب اسلام خالصتاً روحانی اقدار کا سرچشمہ اور آسمانی
 کتاب قرآن مقدس کی تعلیمات کا مجموعہ ہے۔ قرآن مجید ہمیں بتاتا ہے کہ
 اللہ تعالیٰ جلّ شانہ واعظم برہانہ نے کس طرح ازل کے دن ارواح کو جمع

فرما کر ”اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ“ کا اقرار لیا اور پھر یومِ میثاق میں کس طرح ارواحِ انبیاء سے اپنے مقدس محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور آپ کی عزت و توقیر کا عہد لیا۔

بائیں ہمہ اگر مادہ پرستوں کی تنقید کا خوف خود پر مسلط کر کے تحقیق کا فریضہ ادا کیا جائے گا تو پھر روزِ جزا و سزا کا تصور کس طرح پیش کیا جائے گا؟ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کبریٰ کا تصور کیسے قائم رکھا جائے گا اور جنت و جہنم جیسی حقیقتوں کو تسلیم کروانے کا کونسا طریقہ معرضِ وجود میں لایا جائے گا؟

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورِ اولین ہونے پر جمہورِ اہل سنت کا اجماع ہے اور اس پر قرآن مجید کی متعدد آیات بھی شاہدِ عدل ہیں جیسا کہ ”فَإِذَا جَاءَ كُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ“ اور آپ کا لقب سراجِ منیر اور غیرہ۔

علاوہ ازیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانِ عالیشان ”أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي وَكُلُّ خَلْقٍ مِنْ نُورٍ“ اور اس قسم کی دوسری احادیث جنہیں شارحِ بخاری علامہ قسطلانی جیسے محدث نے ”مواہب الدنیہ“ وغیرہ میں درست تسلیم کیا ہے۔ اس حقیقت کی غماز ہیں کہ اسلام اور بانیِ اسلام کا تعلق آسمانی دنیا سے قائم کرنے سے کوئی شخص غالی شیعہ نہیں ہو سکتا بلکہ یہ ایک مسلمہ امر اور ناقابلِ تردید حقیقت ہے جسے مادہ

پرستوں کے خوف سے تبدیل کرنے کی کوشش کرنا سراسر ضلالت و گمراہی اور صداقت سے انحراف کرنے کے مترادف ہے۔

لہذا اس قسم کی ناکام کوششیں نہ تو اسلام کی خدمت کے رُعرہ میں آتی ہیں اور نہ ہی حق تحقیق ادا کرنے کا فریضہ سرانجام دیتی ہیں۔ مشکوٰۃ شریف وغیرہ کتب احادیث میں تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد بھی موجود ہے کہ ”كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ“ یعنی میں اُس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

علاوہ ازیں یہ امر تو ویسے ہی ایک بدیہی حقیقت ہے کہ حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا شجرہ نسب بھی ایک ہی ہے اور آپ کے نور کا اصلاّب و ارحام طیبات و طاہرات میں منتقل ہوتے رہنا دیگر بشارِ احادیث رسولؐ سے بھی قطعی طور پر ثابت ہے۔ اور اس پر قرآن مجید کی آیت کریمہ ”وَتَقَلُّبُكَ فِي السَّاجِدِينَ“ بھی شاہدِ عدل ہے۔ اس مسئلہ میں مزید تفصیل کے لئے ہماری نادر روزگار اور انتہائی تحقیقی کتاب ”والدین رسول الثقلین“ ملاحظہ فرمائیں۔

اب رہا روایت کا آخری حصہ کہ حضور کا یہ فرمان کہ میرا نام محمد اللہ تعالیٰ کے نام محمود سے مشتق ہے اور علی کا نام اللہ تعالیٰ کے اسمِ عظیمِ اعلیٰ سے مشتق ہے تو اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے کوئی نفع مانع ہے اور اس میں رافضیت کا کونسا پہلو پوشیدہ ہے ؟

حضرت ابو طالب بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

و شق له من اسمہ المتحد

فدوا العرش محمود هذا محمد

اس شعر پر تفسیر کرتے ہوئے شاعر دربار رسالت حضرت حسان بن ثابتؓ یوں رقمطراز ہیں۔

واشتق له من اسمہ لیجلہ

فدوا العرش محمود هذا محمد

الم تر ان اللہ ارسل عیہ

بآیاءہ واللہ اعلى امجد

حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم عظیم و کریم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے اسم عظیم محمود سے مشتق ہے اور یہ بالکل سامنے کی بات اس میں ایسی کوئی بات نہیں جس کی وجہ سے روایت کو وضعی قرار دیا جائے۔

اسی طرح جناب ولایت مآب حیدر کزار کے نام علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) کے اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسم عظیم علی سے مشتق ہونے پر بھی معترض کے پاس کوئی وجہ جواز نہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا اسم گرامی علی بھی ہے اور علی بھی

جیسا کہ ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى ، وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ“ وغیرہ لہذا علی کا نام اگر اللہ تعالیٰ کے اسم سے مشتق نہیں تو پھر اس نام کے دوسرے ایسے کون سے معانی ہیں جو اعلیٰ اور علی سے الگ ہیں۔

زیر بحث روایت کے علاوہ علامہ جلال الدین سیوطی ”تفسیر درمنثور“ میں علامہ عبد الرحمن صفوری ”نزہۃ المجالس“ میں علامہ ابن المغازی ”المناقب“ میں زیر آیت ”فَلَقَىٰ آدَمَ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ“ رقمطراز ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کلمات کو جنت میں ایک قبہ پر لکھے ہوئے دیکھا تھا۔ ”انا المحمود هذا محمد انا الا علی وهذا علی“ (الح) مزید تفصیل عنوان قرآن اور علی زیر آیت ملاحظہ فرمائیں۔
 المختصر یہ کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا تعلق و ربط باہمی ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔

شوکانی کون ہے ؟

ان متعدد حوالہ جات کے بعد ہم بغیر عبد الکریم خطیب صاحب کو مخاطب کئے اپنے قارئین کو اس حقیقت سے روشناس کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ جہاں تک ”شوکانی“ اور اس کے ہمنواؤں کا شانِ اہلبیت میں آنے والی روایات کو وضعی قرار دینے کا تعلق ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں ”کیونکہ اُن کی تحقیق کا مرجع دُحور“ ان کے پیشوا ابن تیمیہ کی وہی ”منہاج السنۃ“ کتاب

ہے جس کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہیں۔

اس وحشت انگیز کتاب کی متعدد عبارات ہم آئندہ اوراق میں پیش کر رہے ہیں جو ہمارے اس خیال کی مکمل ترین تائید پر مبنی ہوں گی، ان عبارات سے آپ نہایت آسانی سے اندازہ لگا سکیں گے کہ تحقیق کا یہ انداز کسی بھی صورت میں منصفانہ اور غیر جانبدارانہ قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ واضح طور پر معاندانہ پراپیگنڈہ ہے، جس کا مطلب صرف اور صرف یہ ہے کہ اہلبیت مصلفہ علیہ التَّحیۃ والتَّنْاء کی تعریف و توصیف میں آنے والی ہر

روایت کو خواہ وہ کتنی ہی ثقہ کیوں نہ ہو۔ غالی رافضیوں کی فسانہ طرازیوں کا کرشمہ بنا دیا جائے۔ علاوہ ازیں ”شوکانی“ کی جرح کا انداز اپنا ہی تیار کردہ اور خود ساختہ ہے وہ ہر روایت کو اپنے معیار پر پر جانچنے کا عادی ہے وہ ایک طرف تو ”اصحاحہ کاخوم“ والی روایت کو وضعی، باطل اور واہی قرار دیتا ہے اور دوسری طرف اُسی روایت سے استدلال بھی کرتا ہے۔

اگر ”شوکانی“ کے معیار روایت کا ٹھیک ٹھیک تجزیہ کرنا مقصود ہو تو اس کی کتاب ”نیل الاوطار“ وغیرہ کا مطالعہ کریں جن میں اُس کے مطلق العنان محدث ہونے کی قلعی واضح طور پر کھل جاتی ہے۔

وہ کسی بھی مسئلہ میں اجتہاد کرتے وقت ہر قسم کی من گھڑت اور محدثین کی مسترد کردہ روایات سے بلا جھجک دلیل پکڑتا ہے اور من چاہا نتیجہ اخذ کرنے میں یدِ طولی رکھتا ہے۔

”اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ اپنے گروہ کے سرخیل ابن تیمیہ کی ہر غلط بات کو درست ثابت کرنے کے لیے نصوص صریحہ سے صرف نظر کرنے میں بھی باک نہیں سمجھتا۔ اس صورت میں اُس کا کسی ایک روایت کو وضعی ثابت کر دینا اُس کیلئے کوئی خاص مشکل امر نہیں“

حالانکہ مذکورہ روایت نہ صرف اس کی بتائی گئی اُن اسناد سے ہی ثابت ہے جن کے ایک راوی کو اس نے حدیثیں وضع کرنے والا رافضی قرار دیا ہے بلکہ دیگر ثقہ راویوں کی اسناد اور مختلف طرائق سے ثابت ہے جیسا کہ قارئین کرام گزشتہ اوراق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

اب اگر اس ضمن میں پیش کردہ تمام تر روایات سے اعراض بھی کر لیا جائے تو جب بھی سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان کہ ”خلقت انا و علی من نور“

”یعنی اللہ نے مجھے اور علی کو نور سے پیدا فرمایا“

آپ کے دوسرے کئی فرامین سے قطعی طور پر ثابت ہے۔ مثلاً آپ فرماتے ہیں !

”انا و علی من نور واحد“

”یعنی میں اور علی ایک نور سے ہیں“

”انا و علی من شجر واحد“

”میں اور علی ایک درخت سے ہیں“

” اَنَا وَعَلَى مِنْ نَفْسٍ وَاحِدٍ “

” میں اور علی ایک جان سے ہیں “

” عَلِيٌّ مِنِّي وَآئِمْنَهُ “

” علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں “ وغیرہ وغیرہ۔

ان تمام احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تفصیل ہم کسی دوسرے باب میں پیش کریں گے ”یہاں تو یہ بتانا ہے کہ جبکہ اصول حدیث کے مطابق“ حدیث بالمعنی خواہ وہ اعمال کے متعلق ہی کیوں نہ ہو قابل قبول ہے تو فضائل میں آنے والی حدیث کو معمولی تغیر لفظی کی وجہ سے موضوع قرار دے دینا محض تحکم اور تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟

انہی الفاظ پر امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اسم عظیم اور آپ کے نور ہونے کی بحث کو ختم کیا جاتا ہے۔

اسمِ علی سراپا حسن و لطافت ہے

اہل محبت نے جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اسم مقدس کے متعلق نہایت ہی حسین و جمیل اسرار و رموز کا انکشاف کیا ہے۔ جن کو حیطہ تحریر میں لانے کے لئے عمر خضر درکار ہے، تاہم محض برکت حاصل کرنے کے اور مجاہدانہ حیدر کرار کی معلومات کے لئے ”مشتہ نمونہ از خروارے“ کے طور پر درج ذیل مضمون پیش خدمت ہے۔

ہر چیز میں علی ہے

علی یابی ، زہر لفظ معین ! ! !
 بکن شش چند اعدادش دریں فن
 بیضا یک بکن با عشر مضروب
 بطرح بست ده بر یازده زن

یعنی تاج محلہ مملکت روحانیت امیر المومنین سیدنا و مولانا و مرشدنا
 حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ”اسم پاک“ ”علی“ اپنے اعداد کے اعتبار
 سے ہر چیز اور ہر لفظ میں پوشیدہ ہے، اور اگر تو چاہے کہ ہر متعینہ لفظ سے اسم
 علی کے اعداد تجھ پر ظاہر ہوں تو کسی بھی لفظ کے عدد لے کر اس کو چھ سے
 ضرب دے کر اُس میں مزید ایک ہندسہ جمع کر لیں پھر سب حاصل ہوتے
 والے ہندسوں کو دس سے ضرب دے کر بیس پر تقسیم کر کے تقسیم کے بعد جو
 ہندسہ ناقابل تقسیم ہو اس کو گیارہ سے ضرب دے لیں، تو ایک سو دس عدد ظاہر
 ہوں گے جو ابجد کے حساب سے لفظ ”علی“ کے عدد ہیں۔

حروف ابجد کے حساب سے ”علی“ کے عدد اس طرح ہیں۔

ع ل ی حاصل جمع ایک سو دس

$$110 = 10 + 30 + 70$$

اب آپ مندرجہ بالا رباعی کے مطابق چند مثالیں ملاحظہ کریں
 حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم پاک ”محمد“ کے عدد
 بانوے ہیں یعنی م ح م د حاصل جمع بانوے

$$92 = 4 + 40 + 8 + 40$$

ان اعداد معظمہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اسم عظیم کے
 ایک سو دس اعداد کا ظہور ہوتا دیکھیں۔

$$92 \times 6 = 552 + 1 = 553$$

اب اسے دس سے ضرب دے کر حاصل ضرب آنے والے
 ”5530“ کے ہندسہ کو بیس پر تقسیم کریں تو دو سو چھتر پر تقسیم ہو کر باقی دس
 بچیں گے

$$553 \times 10 = 5530 \div 20 = 10$$

اس باقی بچنے والے دس کے ہندسہ کو گیارہ سے ضرب دیں تو ایک
 سو دس کا ہندسہ حاصل ہو جائے گا جو اسم علی کے اعداد کے برابر ہے۔

$$10 \times 11 = 110$$

دوسری مثال یہ سمجھ لیں کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
 عرش کا نام ”احمد“ ہے احمد کے عدد یہ ہیں۔

ا ح م د

$$53 \text{ کل عدد } 4 + 40 + 8 + 1$$

$$53 \times 6 = 318 + 1 = 319$$

$$319 \times 10 = 3190$$

اس ہندسہ 3190 کو 20 پر تقسیم کرنے کے بعد باقی بچنے والا ہندسہ دس ہے۔ جسے گیارہ سے ضرب دینے پر ایک سو دس کا ہندسہ برآمد ہوگا۔ تیسری مثال یوں سمجھ لیں کہ اللہ جل مجدہ الکریم کے ذاتی اسم پاک کے اعداد چھیاٹھ ہیں۔

ا ل ل ہ

$$5 + 30 + 30 + 1 = 66$$

اب ان اعداد پر مذکورہ بالا عمل دوہرائیں۔

$$66 \times 6 = 396 + 1 = 397 \times 10 = 3970$$

اب 3970 کو 20 پر تقسیم کر لیں باقی دس بچیں گے اور دس ناقابل تقسیم ہے اب اس دس کو گیارہ سے ضرب دیں گے تو حضرت علی کے اعداد کے مطابق 110 اعداد حاصل ہو جائیں گے

اس طرح آپ دُنیا کی کسی بھی چیز کے اعداد لے کر مذکورہ بالا عمل دہرائیں تو دُنیا کی ہر چیز سے ”جناب حیدر کراڑ کے نام ”علی“ کے ایک سو دس عدد برآمد ہوں گے۔

علاوہ ازیں جناب حیدر کراڑ رضی اللہ تعالیٰ کا اسم عظیم و کریم ”علی“ بے شمار اسرار و رموز کا سرچشمہ ہے۔ جیسا کہ بتایا گیا ہے آپ کے نام ”علی“

کے عدد بحساب ابجد ایک سو دس ہیں۔ انہی اعداد میں آپ کے دونوں صاحبزادگان والا شان جناب حسنین کریمین طہرین علیہما السلام کی عظیم ترین شہادتوں کے سنہ ہجری بھی پوشیدہ ہیں۔ جناب حسن علیہ السلام کی شہادت کا سال ”۵۰ھ“ ہے اور امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا سال ۶۰ھ ہے جب ۵۰ + ۶۰ کیا جائے گا تو حاصل جمع جناب علی علیہ السلام کے اعداد کے برابر ”۱۱۰“ آئے گا۔

عاشقِ اہلبیت رسولِ سلطانِ العارفین حضرت علامہ عبدالرحمن جامی اپنے اشعار میں نہایت پر اسرار طریقہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اسمِ عظیم کو زینتِ کلام بناتے ہیں، آپ کا ایک شعر ہے۔

صبحِ بخواب بودند ناگاہ دلبر آمد
گفتا مرا نگاہ کن خورشید بر آمد

مزید انکشاف ہوا کہ لفظ صبح کے اعداد بھی اسمِ علی کے مطابق ہیں

ص	ب	ح	ے
۹۰	۲	۸	۱۰

”بظاہر تو اس شعر کا مطلب ہے کہ صبح کے وقت میں مجھ کو خواب تھا کہ

اچانک میرے محبوب نے آکر فرمایا کہ میری طرف نظر کر سورج طلوع ہو کر

سر پر آ گیا ہے۔“

لیکن باطنِ آخری مصرعہ میں لفظ ”مرا“ اور ”خورشید“ سے مراد

جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات اقدس ہے جسے حضرت مولانا عبدالرحمن جامی نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے مترادف الفاظ میں پوشیدہ کر رکھا ہے۔ ”مرا کا مترادف عربی زبان میں ”لی“ اور ”خورشید“ کا مترادف ”عین“ ہے۔ چنانچہ آپ نے ”عین“ اور لی کو دوسرے معنوں میں استعمال کرنے کے باوجود اپنے جس محبوب کا تعارف کرانا چاہا ہے وہ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا وجود اقدس ہے جو طلوع آفتاب کی صورت میں آپ کے خواب میں جلوہ فگن ہوا۔

علاوہ ازیں بھی حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ اپنے قلبی تعلق کے اظہار کے لئے آپ کا نام نامی ”علی“ مختلف استعاروں کی صورت میں استعمال کر کے اپنے اشعار کو مزین کرتے ہیں۔ جن کی تفصیل کسی دوسرے مقام پر بیان کی جائے گی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اسم گرامی کے اسرار و رموز اور حکمتوں کے اظہار کیلئے کئی دفاتر درکار ہیں آپ کے نام کا پہلا حرف عین ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ:-

آپ علم کے طلاطم خیز سمندر ہیں، عقل کل کا جوہر خاص ہیں، عشق کی سرفرازیوں کی انتہا ہیں، عزم و ہمت کا پیکر ہیں، عظمت و سر بلندی کا آسمان ہیں، عرش علی کے ساکن اور علوم و مرتبت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہیں۔

آپ کے نام کی عین سے ظاہر ہوتا ہے

آپ علیم بھی ہیں اور عظیم بھی

عاشق بھی ہیں اور عقیل بھی

عادل بھی ہیں اور عدیل بھی

عالم بھی ہیں اور عاقل بھی

عالم بھی ہیں اور عارف بھی

عابد بھی ہیں اور عالی بھی

عارض بھی ہیں اور عارج بھی

عازم بھی ہیں اور عاصم بھی

عاطر بھی ہیں اور عاطف بھی

عاقب بھی ہیں اور عاکف بھی

عالی جناب بھی ہیں اور عالی مرتبت بھی

عتیق بھی ہیں اور عزیز بھی

عربی بھی ہیں اور عدیم النظر بھی

علی کے نام کی عین کی وضاحت کیا کی جاسکتی ہے جو عین شریعت بھی

ہے اور عین طریقت بھی عین حقیقت بھی ہے اور عین معرفت بھی علی کے نام

کی عین تو اس لامتناہی اور لامحدود علم کی نشاندہی کرتی ہے جس پر باب مدیۃ

العلم ہونے کی مہر ثبت ہے اور آپ کے نام میں عین کے بعد لفظ لی تو سراپا

گنج اسرار و معرفت ہے جو کبھی ’لی مع اللہ‘ وقت کی تفسیر بن جاتا ہے اور کبھی اپنے اعداد کے اعتبار سے آپ کا سال وصال بن جاتا ہے کیونکہ آپ کا وصال ۴۰ھ میں ہوا جبکہ ”ل اور ی“ کے عدد بھی چالیس ہی ہوتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ ہم اس ضمن میں ایک پر حکمت اور تفصیلی مضمون ہدیہ قارئین کریں اس فارسی ”رباعی“ کا مفہوم اردو قطعہ کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ جو حضرات فارسی زبان پر کامل عبور نہیں رکھتے شعروں کی صورت میں ہی اس حساب کو اپنی زبان میں یاد کر لیں۔

فارسی ربا علی کا اردو مفہوم علی ہر چیز میں ہے

قطعہ

ہر ہندسہ کر لو چھ گُنا اور جمع ایک بھی
دو ضرب دس سے پھر کرو تقسیم ہیں کی
تقسیم سے جو پنج رہے گیارہ گُنا کرو
صائم ملے گا اس طرح ہر چیز سے علی

علی علی ہے

اب آپ نہایت ہی معلومات افزاء سُرو را نگیز کیف آور اور گنجینہ
اسرار و رموز و مضمون ملاحظہ فرمائیں جس کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے یہ مضمون
جس کا عنوان علی علی ہے تجویز کیا گیا ہے محض اور محض مجتہد حیدر کرار کے لئے
ترتیب دیا ہے اپنے مقام پر ایک تحقیقی دستاویز ہونے کے باوجود معاندین
کے لئے حجاب ہی بٹا رہے گا بہر حال ملاحظہ فرمائیں۔

چندر بھی دیکھو علی علی ہے

بطور خاص مُحبّانِ علی کیلئے

اُردو قطعہ کی صورت میں ہم نے جس فارسی رُباعی کا مفہوم ہدیہِ قارئین کیا ہے وہ بہر صورت ایک نادر و نایاب چیز ہے اور اہلِ محبت کیلئے اُس میں ایک کیفیتِ خاص بھی پوشیدہ ہے تاہم اس رُباعی کی تشریح کے بعد ہمارے دل میں یہ خواہش شدّت سے چنگیاں لینے لگی کہ جنابِ علی علیہ السلام کے اسمِ پاک کے اعدادِ کریمہ جن ہندسوں سے برآمد ہوں وہ ہندسے پنجتنِ پاک اور دوازدہ آئمہ اہلِ بیتِ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی متعلق ہوں تو کیا ہی اچھا ہو۔

مستعانِ حقیقی اللہ تبارک و تعالیٰ جل مجدہ الکریم کی ذاتِ اقدس کسی بھی سائل کو مایوس و محروم نہیں رکھتی چنانچہ اُس کے خاص الطاف و کرم نے نہ صرف یہ کہ میری اس خواہش کو پورا فرمایا بلکہ جنابِ علی علیہ السلام کے اسمِ پاک اور آپ کے اسمِ پاک کے اعداد کے بارے میں مزید کئی اسرار و موز اور پوشیدہ حکمتوں سے بھی آگاہی عطا فرمادی جنہیں صرف محبّانِ حیدر کرار علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے اُمید ہے اہلِ محبت حضرات اپنے وجدانِ ذوق کی مزید جلا و بقا کے لئے اس مضمون سے خاص طور پر لطف اندوز بھی ہوں گے اور دُعاے خیر سے بھی یاد فرمائیں گے۔

اب پہلے تو آپ وہ حساب ملاحظہ فرمائیں جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے
اور پھر آپ اسم علی کے دیگر رموز و اسرار سے آشنائی حاصل کریں۔

پنجابی قطعہ

دے ہند سے نوں ضرب بارائں دی اک وچ ہو ر ملاؤ
بچ دی ضرب دیوڑ و پٹہ دے ہند سے نال اڑاؤ
ضرب بائی تھیں دے دیوڑ کے جو ہندسہ بچ جاوے
انج ہر چیز دے وچوں صاتم ”علی“ دا نام بناؤ

یعنی کسی بھی نام یا چیز کے اعداد لے کر پہلے انہیں بارہ سے ضرب
دے کر حاصل ضرب میں مزید ایک ہندسہ جمع کر لیں پھر حاصل جمع کو پانچ
سے ضرب دے کر بیس پر تقسیم کر دیں آخر پر جو ہندسہ بچ جائے اُس کو بائیس
کے ہندسہ سے ضرب دے دیں تو جناب علی کریمؑ کے اسم عظیم کے اعداد کے
برابر یعنی ایک سو دس عدد حاصل ہو جائیں گے۔

چند مثالیں

مثال کے طور پر شہزادی رسول سیدۃ النساء الغلیمین سیدہ فاطمہ الزہرا کے ذاتی اسم مقدس فاطمہ سلام اللہ علیہا کے عدد ایک سو پینتیس ہیں یعنی،

ف ا ط م ہ فاطمہ

$$135 = 5 + 40 + 9 + 1 + 80$$

اب ان اعداد سے مذکورہ بالا فارمولا کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے نام اقدس کے ایک سو دس اعداد حاصل کریں۔

$$135 \times 12 = 1620 + 1 = 1621$$

$$1621 \times 5 = 8105 \div 20 = 5$$

$$5 \times 22 = 110$$

خاص نکتہ

اس حساب میں ایک خاص نکتہ یہ بھی ہے کہ تقسیم کے بعد بچنے والا ہندسہ بھی پانچ کا ہی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پنجتن پاک کا نورنا قابل تقسیم ہے اور یہ پانچوں نفوس قدسیہ کبھی علیحدہ علیحدہ نہیں ہونگے۔

دوسری مثال

آپ یوں سمجھ لیں کہ امام مظلوم شہید زہر سید الشہاب اہل الجنتہ سیدنا و مرشدنا امام برحق حضرت امام حسن علیہ السلام کے اسم پاک کے اعداد ایک

سواٹھارہ ہیں یعنی۔ ح-8۔ س-60۔ ن-50 حسن 118 اب آپ ایک سو
اٹھارہ کے اس ہندسہ سے اسم علی کے برابر ایک سو¹¹⁰دس عدد برآمد کریں۔

$$118 \times 12 = 1416 + 1 = 1417$$

$$1417 \times 5 = 7085 \div 20 = 5$$

5 پانچ تقسیم کے بعد بچنے والا ناقابل تقسیم ہندسہ ہے

$$5 \times 22 = 110$$

تیسری مثال

شہزادہ گلگوں قباسید الشہداء امام مظلوم شہسوار کربلا سیدنا و مرشدنا
امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام کے اسم مقدس کے اعداد مبارک
ایک سواٹھائیس ہیں یعنی،

ح س ی ن حسین

$$128 = 50 + 10 + 60 + 8$$

اب مذکورہ بالا عمل دہرائیں۔

$$128 \times 12 = 1536 + 1 = 1537$$

$$1537 \times 5 = 7685 \div 20 = 5$$

اب تقسیم کرنے کے بعد جو ہندسہ ناقابل تقسیم باقی بچا وہ پانچ ہے

اور اس کو بائیس سے ضرب دینے سے حضرت علی کے اعداد کے مطابق
110 حاصل ہو جائیں گے

$$5 \times 22 = 110$$

دے ہند سے نوں ضرب باراں دی اک وچ ہو ملاؤ
پنج دی ضرب دیوڑ ویہ دے ہند سے نال اڑاؤ
ضرب بائی تھیں دے دیوڑ کے جو ہندسہ پنج جاوے
انج ہر چیز دے وچوں صاتم ”علی“ دا نام بناؤ

ان تین عدد مثالوں کے بعد اب آپ ان اعداد کی متعدد حکمتوں اور
بے شمار اسرار و رموز سے آگاہی حاصل فرمائیں جن کو ضرب جمع تقسیم کی
صورت میں استعمال کر کے ہم نے علی علیہ السلام کے اسم پاک کے ایک سو
دس عدد برآمد کرنے کا طریقہ وضع کیا ہے۔

حکمتیں ہی حکمتیں

پہلی حکمت اس حساب میں یہ ہے کہ اس کی پہلی ضرب بارہ کے
ہندسہ سے ہے جس کو دوازدہ ائمہ اہل بیت کرام علیہم السلام سے نسبت
خاص حاصل ہے کیونکہ بارہ کا تصور کرتے ہی خانوادہ رسول کی یاد آ جاتی ہے
اور پھر ہر سال کے مہینے بھی بارہ ہوتے اور سال کو عربی زبان میں ”سن“ کہتے

ہیں اور لفظ ”سن“ کے عدد بھی جناب علی علیہ السلام کے اعداد کے برابر ایک سو دس ہوتے ہیں۔

$$\text{سن} = \text{ن} + \text{س}$$

$$۱۱۰ = ۵۰ + ۶۰$$

علاوہ ازیں ماہرین فلکیات کے مطابق نظام شمسی کا انحصار بھی بارہ برجوں پر ہے جبکہ بظاہر نظام شمسی ہی سے پورے نظام کائنات کی تنظیم بھی ہے۔

بارہ کے ہندسے میں مزید بھی کئی متعدد حسین نسبتیں پوشیدہ ہیں مثلاً ”لا الہ الا اللہ“ کے بھی حروف بارہ ہیں اور ”محمد رسول اللہ“ کے حروف بھی بارہ ہیں

اللہ محمد زہرا کے حرف بھی بارہ ہیں اور ”حیدر کوثر زہرا“ کے حروف بھی بارہ ہیں

”محمد، علی، فاطمہ“ کے حروف بھی بارہ ہیں

اور ”علی، زہرا، حسنین“ کے حرف بھی بارہ ہیں

”امام المسلمین“ کے حرف بھی بارہ ہیں

اور ”امیر المؤمنین“ کے حرف بھی بارہ ہیں

”فاطمہ علی حسین“ کے حروف بھی بارہ ہیں۔

فاطمہ بضعة منی کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور النظر علی عبادۃ کے حرف بھی بارہ ہیں۔

حق علی مشکل کشا کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور حق علی ولی اللہ کے حرف بھی بارہ ہیں۔

وصی و اخی مصطفیٰ کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور مولود بیت اللہ کے حرف بھی بارہ ہیں۔

قاتل المارقین کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور قاتل الناکشین کے حرف بھی بارہ ہیں۔

امام المہتدین کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور سید المجتہدین کے کے حرف بھی بارہ ہیں۔

سلطان المتقین کے کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور امام العارفین کے حرف بھی بارہ ہیں۔

امام المہدیین کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور امام الواصلین کے حرف بھی بارہ ہیں۔

امیر المجاہدین کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور امام العابدین کے حرف بھی بارہ ہیں۔

مولائے کائنات کے حرف بھی بارہ ہیں۔

ابو الرحمتین کے حرف بھی بارہ ہیں۔

علی ہادی و مہدی کے حرف بھی بارہ ہیں۔

- اور امام برحق حیدر کے حرف بھی بارہ ہیں۔
 علی منی انامنہ کے حرف بھی بارہ ہیں۔
 اور فاتح غزوہ خیبر کے حرف بھی بارہ ہیں۔
 فاتح غزوہ خندق کے حرف بھی بارہ ہیں
 قرآن مع العلی کے حرف بھی بارہ ہیں
 اور علی مع القرآن کے حرف بھی بارہ ہیں۔
 امام حسن مجتبیٰ کے حرف بھی بارہ ہیں۔
 امام برحق حسینؑ کے حرف بھی بارہ ہیں۔
 اور امام عابد سجاد کے حرف بھی بارہ ہیں۔
 امام محمد باقر کے حرف بھی بارہ ہیں۔
 اور امام جعفر صادق کے حرف بھی بارہ ہیں۔
 اور امام موسیٰ کاظم کے حرف بھی بارہ ہیں۔
 یا امام علی رضا کے حرف بھی بارہ ہیں۔
 اور حق امام علی نقی کے حرف بھی بارہ ہیں۔
 حق امام علی نقی کے حرف بھی بارہ ہیں۔
 امام حسن عسکری کے حرف بھی بارہ ہیں۔
 امام محمد باقرؑ کے حرف بھی بارہ ہیں۔
 اور آل محمد عطفے کے حرف بھی بارہ ہیں۔

مودۃ فی القربیٰ کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور آیت تطہیر آل کے حرف بھی بارہ ہیں۔

الغرض جدھر بھی غور سے توجہ کرو بارہ ہی کا عکس جمیل نظر آتا ہے اور خدا تعالیٰ ہی اپنی حکمتوں کو بہتر طور پر جانتا ہے۔

دوسری حکمت

ہمارے پیش کردہ حساب میں دوسری حکمت یہ ظاہر ہوتی ہے کہ پہلی ضرب جو بارہ کے ہندسہ سے دی گئی ہے کے بعد اور دوسری ضرب جو پانچ سے دی گئی ہے کہ پہلے ایک کا ہندسہ جمع کرنا پڑتا ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ جل مجدہ الکریم کی وحدانیت و احدیت پر بھی دلالت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی بھی تفسیر معلوم ہوتا ہے کہ نہیں سرگوشی کرتے پانچ مگر وہ چھٹا ہوتا ہے۔

وَلَا خَمْسَةَ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ

﴿سورة المجادلة آیت ۷ پ ۲۸﴾

یعنی خداوند قدوس فرماتے ہیں کہ جہاں پانچ ہو چھٹا

میں ہوتا ہوں۔

تیسری حکمت

ان مضروب و مجموع اعداد کو ضرب دینے والے تیسرے ہندسے

پانچ میں خاص بات یہ ہے کہ یہ ہندسہ پختن پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر خیر کا مظہر ہے اور جہاں پانچ ہوں وہاں چھٹا خداوند جل وعلیٰ ہوتا ہے علاوہ ازیں یہ ہندسہ اس قدر وسیع تر مضامین کا حامل ہے جس کا حصر ممکن ہی نہیں۔

چوتھی حکمت

اس حساب میں استعمال ہونے والے چوتھے ہند سے کی ایک حکمت کے ذیل میں بے شمار حکمتیں ہیں جن میں سے چند قارئین کی دلچسپی کے لئے پیش خدمت ہیں۔

﴿الف﴾ مذکورہ حساب میں چوتھے نمبر پر ہیں کا ہندسہ ہے جس سے اب تک کہ جمع شدہ ہندسوں کو تقسیم کیا جاتا ہے بیس کو عربی زبان میں عشرين کہتے ہیں جو ان حروف کا مجموعہ ہے ”ع۔ش۔ر۔ی۔ن“ چنانچہ پہلی بات تو یہ ہے کہ،

عشرين کی ع علی کے نام کا پہلا حرف بھی ہے اور آپ کے علم و عرفان پر بھی دلالت کرتا ہے دوسرا حرف بھی اس لفظ کا شین ہے جو علی کی شجاعت اور شہادت کا آئینہ دار ہے تیسرا حرف ”رے“ ہے جو علی کی رفعت و ریاضت پر دلالت ہے چوتھا حرف اس میں ”ے“ ہے جو علی کی یکتائی اور یڈ لیلی قوت کا مظہر ہے آخری اور پانچواں حرف ”نون“ ہے جو علی کے ناہمتا اور

اور ناصر ہونے کی درخشندہ دلیل ہے۔

﴿ب﴾ لفظ عشرین کے آخری حروف ”ی“ اور ”ن“ ہیں اگر دونوں حرفوں کے عدد لئے جائیں تو بالترتیب دس جمع پچاس کل ساٹھ عدد ہوتے ہیں جو جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے صاحبزادے سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے سال ساٹھ ۶۰ھ کے مترادف ہیں اور اگر ان دونوں حرفوں میں سے آخری حرف ”ن ۵۰“ سے پہلے حرف ”ی ۱۰“ کے اعداد کی نفی کر دی جائے تو باقی چالیس بچتے ہیں جو تاجدارِ اہل بیت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت کے سال ۴۰ھ پر دلالت کرتے ہیں اور اگر اس لفظ کے صرف آخری حرف ”ن“ کے عدد لئے جائیں تو وہ امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے سال ۵۰ھ کی نشاندہی کرتے ہیں علاوہ ازیں عشرین کے آخر پر بھی حرف ”نون“ ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے صاحبزادگان والا شان جناب حسنین کریمین علیہما السلام دونوں کے اسمائے گرامی کے آخر میں بھی حرف ”نون“ ہی آتا ہے۔

﴿ج﴾ لفظ ”عشرین“ میں ایک خاص ذوق کی بات یہ بھی ہے کہ اس کا مترادف عشرون قرآن مجید میں صرف ایک ہی بار آتا ہے اور وہ بھی اس مقام پر جہاں اللہ تعالیٰ مجاہدینِ اسلام کے لئے ارشاد فرماتا ہے کہ اگر تم میں سے بیس صبر والے ہوں گے تو دوسو پر غالب آئیں گے۔

إِنْ يَكُونُ مِنْكُمْ عَشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا أَمَانِينَ

﴿پ ۸ سورۃ الانفال آیت ۶۵﴾

﴿د﴾ لفظ ”عشرین“ میں ایک خاص انتہائی حکمت یہ بھی پوشیدہ

ہے کہ اس لفظ کے اعداد سے اللہ تبارک و تعالیٰ اور نچتن پاک کے اعداد کا ظہور ہوتا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

$$۶۳۰ = ۷۰ + ۱۰ + ۲۰۰ + ۳۰۰ + ۷۰$$

ع ش ر ی ن = عشرین

اس لفظ کے کل چھ صدتیں ۶۳۰ ہیں اور ان اسماء عالیہ کے اعداد بھی

اس کے مطابق ہیں۔

$$۶۳۰ = ۱۲۸ + ۱۱۸ + ۱۳۵ + ۱۱۰ + ۹۲ + ۴۷$$

الہی محمد علی فاطمہ حسن حسین

علاوہ ازیں یہ جملہ بھی ظہور میں آتا ہے۔

$$۶۳۰ = ۱۲۸ + ۱۱۸ + ۱۳۵ + ۱۱۰ + ۹۲ + ۴۷$$

والی محمد علی فاطمہ حسن حسین

مزید یہ کہ لفظ محبانِ نچتن پاک پر بھی صادق ہے۔

$$۶۳۰ = ۴۷ + ۱۲۸ + ۱۱۸ + ۱۳۵ + ۱۱۰ + ۹۲$$

محمد علی فاطمہ حسن حسین والے

عدد جو ”عشرین“ کے ہندسہ کے اعداد کے برابر ہیں۔

علاوہ ازیں اگر آپ لفظِ عشرین کے اعداد سے اس کی اپنی پوری قیمت بیس کا ہندسہ پورے کا پورا بھی نکال دیں تو بھی باقی بچنے والے چھ صد دس اعداد سے ان اسماءِ عالیہ کے اعداد کا ظہور ہوتا ہے۔

$$۶۱۰ = ۱۲۸ + ۱۱۸ + ۱۳۵ + ۱۱۰ + ۵۳ + ۶۰$$

اللہ احمد علی فاطمہ حسن حسین

نیز انہی چھ صد دس اعداد سے محمد و علی علیہما الصلوٰۃ والسلام کے اسمائے گرامی مع صفاتِ عالیہ کے ظہور میں آتے ہیں۔

$$۶۱۰ = ۴۶ + ۱۱۰ + ۶۶ + ۲۹۶ + ۹۲$$

محمد رسول اللہ علی ولی = چھ صد دس

اس جملہ میں ایک خاص الخاص یہ نکتہ بھی پوشیدہ ہے کہ محمد رسول اور علی ولی کے درمیان جو لفظ آتا ہے وہ معبودِ حقیقی کا ذاتی اسمِ پاک اللہ ہے یعنی رسالتِ مصطفیٰ اور ولایت علی اللہ تعالیٰ ہی کی عطا کردہ ہے اور ہر دو طرف اُسی کی صفاتِ کاملہ کا ظہور ہے اور اگر اس جملہ کو اس ترتیب سے لکھ دیں کہ لفظ اللہ پہلے آجائے یعنی اللہ محمد رسول علی ولی تو اس میں مزید وجدانی نکات پیدا ہو جاتے ہیں اول یہ کہ خدا تعالیٰ جلّ مجدہ الکریم کا اسمِ ذاتی اللہ ہے اور اس اسم کا اطلاق سوائے خدا کے کسی دوسرے پر ہو ہی نہیں سکتا اس لئے یہ لفظ اپنے معانی کے اعتبار سے بذاتِ خود ایک تعارف ہے ”اللہ“ یعنی معبود اس کے بعد دوسرا جملہ ”محمد رسول“ ہے جو رسالتِ محمدیہ کی نشاندہی کرتا ہے اور

تیسرا جملہ علی ولی ہے جس سے واضح طور پر نہ صرف یہ کہ علی کی ولایت کی تصدیق ہوتی ہے بلکہ یہ حقیقت بھی سامنے آ جاتی ہے کہ ولایت جس کو بھی ملے گی علی علیہ السلام سے ہی ملے گی۔

دوسری بات اس ترتیب سے یہ واضح ہوتی ہے کہ ولی کا تعلق علی سے ہے اور علی کا تعلق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے اور محمد رسول اللہ کا تعلق براہ راست اللہ تعالیٰ سے ہے۔

اب جمع کر لیں

ان روح پرور حکمتوں سے آشنائی حاصل کرنے کے بعد آپ عشرين کے اعداد چھ سو تیس میں اس ہندسہ کی قیمت یعنی بیس اعداد مزید شامل کر لیں تو یہ اعداد چھ صد پچاس ہو جائیں گے اور ان اعداد سے جو دوسرا جملہ ظہور میں آئے گا وہ یہ ہے کہ پنچتن پاک خدا کا ہاتھ ہیں۔

یعنی بدحق پنچتن پاک ۶۵۰ اور پھر انہی اعداد سے یہ اسمائے نورانیہ ظہور میں آتے ہیں۔

$$۶۵۰ = ۴۲۸ + ۱۱۰ + ۹۲$$

$$۶۵۰ = \text{محمد علی اہلبیت}$$

یہاں اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے ”علی اہل بیت محمد“ اور انہی

اعداد سے اللہ تبارک و تعالیٰ کا تعلق اہل بیت کرام سے اس طرح ظاہر ہوتا

ہے ”رَبِّ اہل بیت“ بہر حال ان اعداد میں بھی حُدا و رسول علی اور اہل بیت کرام کا مخصوص تعلق متعدد صورتوں میں پوشیدہ ہے۔

پانچویں حکمت

پانچویں حکمت اُس پانچویں ہندسہ میں پوشیدہ ہے جو خود بھی پانچ ہے اور تمام مجموعی تعداد کو تقسیم کرنے کے بعد ہمیشہ باقی رہتا ہے یہ ہندسہ اس سے پہلے تیسرے نمبر پر ضرب دینے کی صورت میں بھی موجود ہے اس کے بارے میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ اس میں اس قدر مضامین کے سمندر موجزن ہیں جن کا حصر و احاطہ ناممکن الامر ہے اگر حُدا تعالیٰ کو منظور ہوا تو کسی دوسرے مقام پر اس بحر بیکراں سے حاصل شدہ اسرار و رموز کے چند قطرات ہدیہ قارئین کر دیئے جائیں گے مختصر یہ سمجھ لیں کہ یہ ہندسہ پنچتن پاک کی مقدس نسبت کی وجہ سے کسی بھی صورت سے تقسیم نہیں کیا جاسکتا اعداد خواہ کروڑوں اور اربوں کی صورت اختیار کر جائیں مذکورہ طریقہ سے مضروب و مجموع کرنے کے بعد باقی بچنے والا یہی پانچ کا ہندسہ ہوگا اور اس کی بقا بجا طور پر پنچتن پاک کے دوام و ابدیت پر دلالت کرتی ہے۔

آخری ہندسہ چھٹی حکمت

اس حساب میں شامل سب سے آخری ہندسہ بائیس ہے اور اس میں بھی متعدد اسرار و رموز پوشیدہ ہیں اول یہ کہ یہ اپنے پہلے ہندسہ پانچ سے

منسلک ہے اور پانچ سے پہلے ہیں کے ہندسہ سے بھی اس کی کئی قدریں مُشترک ہیں۔

پانچ کے اشتراک ضرب سے تو یہ ہندسہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اسم پاک کے ایک سو دس اعداد برآمد کرتا ہے اور بیس کے ہندسہ ہی سے مل کر اس کی یہ چند صورتیں سامنے آتی ہیں۔

اوّل یہ کہ اگر بیس کا صفر اس کے آخر پر لگا کر باقی بچنے والے دو کے ہندسہ تقسیم کر دیں تو حضرت علی کے اسم پاک کے ایک سو دس عدد حاصل ہو جائیں گے کیونکہ یہ ہندسہ دو سو بیس کی صورت اختیار کر جائے گا اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صفاتی نام مُصطفیٰ کے عدد بھی دو صد بیس ہوتے ہیں علاوہ ازیں اگر اس ہندسہ کے دونوں اجزاء علیحدہ علیحدہ کر دیں تو یہ دو اور دو کی صورت اختیار کر جائے گا اور ان سے پہلا دو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور جناب سیدہ فاطمہ الزہرا کے رشتہ از دواج کی دلیل بن جاتا ہے اور دوسرا دو امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کی اُخوت اور اُن کے جوڑا ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ مزید یہ کہ اس ہندسہ کے دونوں اجزاء سے کوئی ایک جزء لے کر اُس کو تقسیم کر دیا جائے تو گیارہ کا ہندسہ حاصل ہوگا جو جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جناب سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے وصال پاکؑ کے مترادف ہے

اور اگر اس ہندسہ سے ناقابل تقسیم ہندسہ پانچ منہا کر دیں تو پہلی

دونوں ضربوں کے ہندسے $17 = 12 + 5$ جو دوازدہ امام اور پچتن پاک کی مجموعی تعداد کے برابر ہے اور اگر اس سے دونوں ضربوں کے اعداد نفی کر دیں تو باقی $5 = 22 - 17$ بچیں گے جو پانچ تن پاک کی تعداد کے مترادف ہیں۔

آخری نکتہ

آخر پر اس حساب میں استعمال ہونے والے تمام ہندسوں کی مجموعی صورت اور متفرقات کو جمع کرنے سے جن اُمور کی نشاندہی ہوتی ہے اُس کا جائزہ پیش خدمت ہے۔

ضرب جمع اور تقسیم کرنے والے ہندسے بالترتیب یہ ہیں۔ بارہ ، ایک ! پانچ ، بیس ، بائیس “ اب ان ہندسوں کو جمع کر لیں

$$12 + 1 + 5 + 20 + 22 = 60$$

اور یہ ساٹھ کا ہندسہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے سال ساٹھ ہجری کا مترادف ہے۔

اب تقسیم کرنے والے بیس کے ہندسہ کو چھوڑ کر جمع کریں

$$12 + 1 + 5 + 22 = 40$$

بارہ جمع ایک جمع پانچ جمع بائیس تو حاصل جمع چالیس ہے جو جناب حیدر کثرار علیہ السلام کی شہادت کے سال چالیس ہجری کے برابر ہے۔ اگر آپ تمام ہندسوں کے مجموعہ ساٹھ کو پہلی ضرب یعنی بارہ سے تقسیم کریں تو

باقی بچنے والا ہندسہ پانچ ہوگا۔ جو پانچ تن پاک سے متعلق ہے اور اگر اسی ہندسہ ساٹھ کو دوسری ضرب یا آخر پر بچنے والے پانچ کے ہندسہ سے تقسیم کریں گے تو باقی بچنے والا ہندسہ بارہ ہوگا جو بارہ اماموں کی تعداد سے منسوب ہے

انہیں الفاظ پر اس پر حکمت کیف آئین اور وجد آفرین مضمون کو ختم کیا جاتا ہے اور اسم علی کے تینوں حروف عین لام اور یے کے متعلق چند دلچسپ حقائق قارئین کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔

علی کی عین

امیر المومنین جناب علی علیہ السلام کے اسم پاک میں پوشیدہ حقائق و دقائق کا احاطہ و حصر کرنے کی طاقت کس انسان میں ہو سکتی ہے جبکہ یہ نام براہ راست اللہ تعالیٰ ہی کے اسمائے گرامی سے ایک ہے۔ اسم علی اپنے معنی کے اعتبار سے بھی اس قدر بلند و بالا ہے کہ انسانی عقل و فکر کی وہاں تک رسائی ناممکن الامر اور محال قطعی ہے۔ اس لئے مجھے اس سلسلہ میں اپنے تہی دامن ہونے کا مکمل طور پر احساس بھی ہے اور اعتراف بھی۔

چنانچہ محض حصول برکت کے لئے ”اسم علی“ کے متعلق چند وہ اسرار و رموز ہدیہ قارئین کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جو خود ان کے اپنے

ہی عطا فرمودہ ہیں۔ جو علم و عرفان کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اور علم کے شہر کا دروازہ ہیں“ کیونکہ اس خاندانِ عالیہ کی خاندانی روایت ہی یہ ہے کہ !
خود بھیک دیں اور خود ہی کہیں منگتے کا بھلا ہو

بہر حال سب سے پہلے آپ، آپ کے نام مقدس کے پہلے حرف
”عین“ کے متعلق چند حقائق ملاحظہ فرمائیں۔

حروفِ ابجد کے اعداد کے مطابق ”ع“ کے عدد ستر ہوتے ہیں
اور اسی حساب سے لفظ ”کُن“ کے عدد بھی ستر ہی ہوتے ہیں یعنی ”ک“
ہیں اور ”ن“ کے پچاس ان دونوں کا مجموعہ ستر ہے۔

”عین“ اور ”کُن“ کے اعداد کے برابر ہونے سے قارئین
اپنے ذوق کے مطابق نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ ”عین“ ظہور ”کُن“
ہے یا ”کُن“ ظہور ”عین“ ہے یا ان میں سے کوئی ایک تصور کر لیں کہ
عین کُن ہے یا کُن عین ہے اور اگر مجھ سے پوچھنا ہے تو پھر میرا خیال یہ ہے
کہ عین کُن ہے اور کُن عین ہے۔

علی کی عین ظاہر کرتی ہے کہ آپ ظہور کُن فکاں ہیں حضور سرورِ کونین
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ارشاد ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور
علی میرے نور سے ہیں اس حقیقت کے پیش نظر یہی حقیقت سامنے آتی ہے
کہ حضور سرورِ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام وجہ کُن فکاں ہیں اور حضرت علی کرم
اللہ وجہہ الکریم ظہور کُن فکاں ہیں۔

لیکن اس حقیقت کو بھی پیش نظر رکھنا ہوگا کہ ارشادِ کُن کے وقت شانِ علی کا ظہور ہوا ہے نہ کہ ذاتِ علی کا کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا وجود کُن فرمانے سے پہلے بھی موجود تھا اور اگر ایسا نہ ہوتا تو جناب علی کریم کی اولاد در اولاد ہونے کے باوجود پیر گوڑہ یہ نہ فرماتے کہ،

کُن فیکُن تے کل دی گل اے اساں اگے ای پریت لگائی

بہر حال یہ حقیقت ہے کہ ”کُن“ کا زمانہ شانِ علی کے ظہور کا زمانہ ہے اور آپ اُس وقت بھی ذکر کئے جاتے تھے جب انسان ناقابلِ ذکر چیز تھا اور لَمْ یَكُنْ شَيْئًا مَّذْکُورًا کے زمرہ میں آتا تھا آیتِ کریمہ ہے۔

هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْکُورًا۔

﴿سورة الدھر آیت اپ ۲۹﴾

یعنی بے شک آدمی پر ایک ایسا وقت بھی گزرا ہے جب کہ کہیں اُس کا ذکر ہی نہ تھا۔

اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ ”انسان“ سے مراد حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس ہے۔“

گذشتہ اوراق میں اس قسم کی متعدد روایات نقل کی جا چکی ہیں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اور علی نور کی

صورت میں تخلیقِ آدم سے چودہ ہزار برس پہلے اللہ تبارک و تعالیٰ کی تحمید و تقدیس بیان کرتے تھے اس روایت کو ذہن میں رکھتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس فرمان کو سامنے لے آئیں۔

فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ

یعنی تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا

اب اس بدیہی حقیقت کو تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ کار ہی نہیں اگر مُصطفیٰ و مُرضیٰ علیہا الصلوٰۃ والسلام کا نورِ مقدس اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر اس وقت کرتا تھا جب انسان ابھی لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَذْكَورًا تھا تو یقینی بات ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ بھی اپنی سنت کے مطابق اپنا ذکر کرنے والوں کا ذکر کرتا ہوگا۔

یہاں یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مذکورہ بالا آیت کریمہ ”سورۃ الدھر شریف“ کی پہلی آیت ہے اور اس آیت کا پہلا دو لفظی جملہ ”هل“ اتی ہے اور لفظ ”هل“ عام طور پر سوالیہ فقرہ کی ابتداء کرتا ہے جبکہ اس مقام پر جہورِ مفسرین کے نزدیک یہ لفظ قَدْ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے یعنی یقیناً یا بے شک انسان پر ایک ایسا وقت گزرا ہے کہ اس کا کہیں ذکر نہیں تھا۔

اور یہ جملہ ”هل“ اتی، ”سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذاتِ پاک سے منسوب ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ علی کرم اللہ وجہہ التَّحِيَّةُ وَالشَّاءُ کی ذاتِ بابرکات وہ ذات ہے جس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔

اگرچہ بظاہر اس سورۃ مقدّس کی چند آیات جناب حیدر کرار اور آپ کے خاندانِ مقدّس کے بارے میں نازل ہوئی ہیں لیکن علماء کے نزدیک یہ سورۃ پاک ابتداء سے ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات سے منسوب ہے جس کی تفصیل کسی دوسرے مقام پر پیش کی جائے گی یہاں صرف دو شعر پیش کئے جاتے ہیں پہلا شعر ترجمانِ اہلِ سنّت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کی جناب سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کی شان میں لکھی گئی نظم کا ہے

بانوئے آں تاجدارِ ”ہلّ اتی“
مرّضی مُشکلِ کُشنا شیرِ خُدا

﴿مثنوی اسرار و رموز اقبال﴾

دوسرا شعر اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کا ہے جو آپ نے جناب حیدر کرار کے حضور میں استغاثہ کی صورت میں پیش کیا ہے

اے سنّت را جامہ پر زَرِ جلوہ باری عبا
اے سرت را تاج گوہر ”ہلّ اتی“ امداد گن

بہر حال بتانا یہ تھا کہ آپ اس لئے ہی تاجدارِ ”ہلّ اتی“ ہیں کہ اُس وقت بھی صورتِ مذکور موجود تھے جب انسان لم یکن شیاً مذکور کے زمرہ میں آتا تھا اور گن کا زمانہ آپ کی ”عین“ کے ظہور کا زمانہ ہے جبکہ ذاتِ علی اس زمانہ سے پہلے بھی موجود تھی لہذا یہی درست معلوم ہوتا ہے کہ شانِ علی کے ظہور کے زمانہ کے وقت گن کے پورے اعداد آپ کے نام پاک کی ہیں

میں موجود ہیں اور یہ عین اپنے اعداد کے اعتبار سے اُس زمانہ کی نشاندہی کرتی ہے جب آپ کی شانِ علیؑ کا ظہور ہوا۔

علی کی لام

اگرچہ علیؑ کی عین میں چھپے ہوئے متعدد حقائق و معارف اور اسرار و رموز بیان کرنا ابھی باقی ہیں تاہم ترتیب مضمون کے لحاظ سے ضروری تھا کہ پہلے جناب علیؑ علیہ السلام کے اسم پاک میں آنے والے دوسرے حرف ”لام“ کے متعلق بھی تھوڑی سی وضاحت کر دی جائے۔

علیؑ کے نام میں ”عین“ کے بعد آنے والے حرف ”لام“ کے اعداد بحساب ابجد تیس ہوتے ہیں اور یہ اعداد آپ کے اُس زمانہ کی نشاندہی کرتے ہیں جس زمانہ میں آپ اِس دُنیا میں تشریف لائے کیونکہ حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک پیدائشِ علیؑ علیہ السلام کے وقت تیس سال تھی۔

ان ہر دو حروف ”ع اور ل“ سے جواب تک ظاہر ہوا ہے وہ یہ ہے کہ ذاتِ علیؑ گُن سے پہلے موجود تھی ظہورِ شانِ علیؑ گُن کے وقت ہوا اور ولادتِ علیؑ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے تیس سال بعد ہوئی

علاوہ ازیں ”علی“ کے اسم پاک میں آنے والی یہ ”لام“ متعدد

طرائق سے آپ کی ذات سے وابستہ معلوم ہوتی ہے مثلاً آپ کے القابات مبارکہ میں دو مشہور لقب ید اللہ اور وجہ اللہ آتے ہیں اگر ان ہر دو القابات میں لفظ علی کی ل کے اعداد شامل کر دیئے جائیں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اسم پاک علی کے ہی اعداد مبارک بن جاتے ہیں مثلاً ید اللہ کے اعداد یہ ہیں۔

$$۸۰ = ۵ + ۳۰ + ۳۰ + ۱ + ۴ + ۱۰$$

$$۸۰ = ۵ + ۳۰ + ۳۰ + ۱ + ۴ + ۱۰$$

اب ان میں لام کے تیس عدد شامل کر لیں تو ایک سو دس عدد بن جائیں گے جو جناب علی علیہ السلام کے نام کے عددوں کے برابر ہیں اسی طرح آپ کے دوسرے لقب وجہ اللہ کے متعلق دیکھیں۔

$$۸۰ = ۵ + ۳۰ + ۳۰ + ۱ + ۵ + ۳ + ۶$$

$$۸۰ = ۵ + ۳۰ + ۳۰ + ۱ + ۵ + ۳ + ۶$$

اب اس لام کے تیس عدد جمع کریں تو علی کے اعداد کے برابر ایک سو دس ہو جائیں گے اور اگر فاطمہ کے پہلے حرف ف میں اسی حرف لام کے عدد جمع کر دیں تو جب بھی ف ۸۰۔ ل ۳۰۔ ایک سو دس اعداد حضرت علی کے اعداد کے برابر بن جائیں گے۔

اس قسم کی بے شمار حکمتیں اور بھی آپ کے نام کے حرف لام ہیں موجود ہیں جن کا آپ کی ذات سے بھی گہرا تعلق ہے آپ اس حرف لام کے

تیس اعداد اگر آپ کے نام کے حرف ”عین“ سے منہا کر دیں تو آپ کی شہادت کا سال ظاہر ہو جاتا ہے۔ ع۔ ۷۰۔ ل۔ ۳۰۔ ۴۰۔

اور اگر اس حرف ”لام“ کو علی کے آخری حرف ”ی“ سے ملا دیا جائے تو لفظ ”لی“ ظہور میں آجائے گا جو اپنے اعداد کے مطابق جناب علی کریم کی شہادت کے سال ۴۰ھ کے مترادف ہے اور اگر اس ”لی ۴۰“ کے اعداد آپ کے اسم گرامی کی عین کے اعداد سے نکال دیں تو آپ کی ولادت کے سال کا ظہور ہو جاتا ہے یعنی ولادت مصطفیٰ سے تیس سال بعد اور اس لفظ لی کے اعداد سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جناب علی کریم اللہ وجہہ الکریم نے ظاہر طور پر اسی وقت اسلام قبول کر لیا تھا جس وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ ہوئی کیونکہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت ٹھیک چالیس برس کی تھی جب آپ کو ظاہر طور پر خلعت نبوت سے سرفراز فرمایا گیا جب کہ لفظ لی کے عدد بھی چالیس ہی ہیں۔

علاوہ ازیں حرف ”لام“ کو جناب علی علیہ السلام کے لقب وَجْہُ اللہ کی ابتداء میں شامل کریں تو لَوْجْہُ اللہ بن جائے گا جس کا مطلب ہے کہ کائنات عالم میں جو کچھ بھی ہے وَجْہُ اللہ کے لئے یعنی علی علیہ السلام کے لئے ہے اور اگر وجہہ کے ضمہ کو کسرہ میں تبدیل کر دیا جائے تو لَوْجْہُ اللہ کے عدد بھی نام علی کے اعداد کے برابر ایک سو دس ہیں جبکہ لَوْجْہُ اللہ کے عدد بھی اتنے ہی ہوتے ہیں گویا اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم کا جو کچھ ہے وہ علی

کے لئے ہے اور علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا جو کچھ ہے وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے ہے۔

علی کی ”ی“

جناب علی علیہ السلام کے اسم پاک کے آخر میں آنے والا حرف ”ی“ ہے اور بحساب ابجد اس کے عدد دس ہیں اور دس کے ہندسہ کو ہی قرآن مجید کے مطابق کامل ہندسہ قرار دیا جاتا ہے جیسا کہ عَشْرَةُ کَامِلَةٌ اس ہندسہ سے بھی یہ وضاحت ہوتی ہے کہ جب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ ہوئی تو حضرت علی کی عمر مبارک اس وقت دس سال تھی جناب علی علیہ السلام کے اسم گرامی کے تینوں حروف کی اس تشریح کے پیش نظر جو نتیجہ سامنے آیا وہ یہ ہے کہ ”ع“ سے ظاہر ہے کہ آپ کی ذات اقدس زمانہ کن سے پہلے موجود تھی اور کن کے وقت آپ کی شان کا ظہور ہوا ”ل“ سے ظاہر ہے کہ آپ کی ولادت حضور سرور کونین کے تیس سال بعد ہوئی ”ی“ سے ظاہر ہے کہ بعثت مصطفیٰ کے وقت آپ کی عمر دس سال تھی۔

ل اور ی دونوں کے مجموعہ سے آپ کی شہادت کے سال کا ظہور ہوا کہ چالیس ہجری تھا۔

عین کی مزید وضاحت

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اسم علی کی ”ع“ کی مزید وضاحت کی جائے

گی چنانچہ اہل محبت حضرات کے لئے مزید چند نکات پیش خدمت ہیں۔
 اوّل یہ کہ حرف عین اعداد کے اعتبار سے گن کا مترادف ہے اور گن کے وقت ہی ظہور کائنات ہوا اور ظہور کائنات درحقیقت ظہور ربوبیت ہے اور اس ظہور ربوبیت کا سبب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور اقدس ہے اور اس نور کی فرع جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا نور مبارک ہے اور مصطفیٰ و مرتضیٰ علیہما الصلوٰۃ کے نور کے سبب سے ہی اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کا اظہار فرمایا اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ محمد ۹۲ اور علی ۱۱۰ کے اعداد بحساب ابجد دو سو دو ہیں جبکہ لفظ ”رَبِّ“ کے عدد بھی دو سو دو ہیں۔

﴿دوئم﴾ یہ کہ عین ”آنکھ“ کو بھی کہتے ہیں اور جب تک اس عین یعنی آنکھ کا تعلق علی کی عین سے نہیں ہوگا رموز و اسرارِ خداوندی کا مشاہدہ نہیں ہو سکے گا اور عجیب بات ہے کہ آنکھ کو عربی میں عین کہتے ہیں جبکہ ہندی اور پنجابی وغیرہ میں عین کہتے ہیں اور جب کہ لفظ ”عین“ کے اعداد بحروف ابجد عین اسم علی کے مطابق یعنی ایک سو دس ہیں۔

$$۱۱۰ = ۵۰ + ۱۰ + ۵۰$$

$$ن ی ن = نین$$

﴿سوئم﴾ یہ کہ لفظ ”عین“ اپنے ایک معنی کے اعتبار سے غیریت کی ضد بھی ہے لہذا ”علی“ اور حق میں مغائرت کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ علی عین حق ہے اور حق عین علی ہے اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کا یہ فرمان اس پر شاید عدل ہے کہ حق ادھر ہی ہو گا جدھر علی ہوں گے اور یہ بھی فرمایا کہ عَلٰی مَعَ الْحَقِّ اور حَقَّ مَعَ الْعَلٰی ہے۔

یعنی علی حق کے ساتھ اور حق علی کے ساتھ ہے اور اگر ہم حق کی اس معیت و مع کے بجائے ”ب“ کے صورت میں لے آئیں تو لفظ ”بحق“ بن جائے گا۔

کیونکہ ”ب“ کے معنی بھی ساتھ کے ہیں یعنی حق کے ساتھ اور جب اس لفظ بحق کے اعداد حاصل کریں گے تو جناب علی علیہ السلام کے اعداد کے برابر ایک سو دس بن جائیں گے۔

$$۱۱۰ = ۱۰۰ + ۸ + ۲$$

$$ب = ح = ق = بحق$$

﴿چہارم﴾ یہ کہ اسم محمد کے پہلے حرف ”میم“ کے اور ”علی“ کے پہلے حرف ”ع“ کے اعداد کے اشتراک سے بھی حضرت علی کے اسم پاک کے اعداد کے برابر ایک سو دس عدد حاصل ہوتے ہیں۔

$$۱۱۰ = ۷۰ + ۴۰$$

$$ع = م$$

اور یہ حقیقت ان ہر دو عظیم ترین ہستیوں کی ازلی اور ابدی معیت پر دال ہے۔

اگر اسی ”م“ کو ”علی“ کے آغاز میں لگا دیں تو ”معلی بن جاتا ہے

اور اگر آخر پر لگائیں تو ”علیم“ بن جائے گا جبکہ اسی ”میم“ کو علی کی ”عین“ اور ”لام“ کے درمیان لگانے سے تصویر ”عمل“ بن جاتی ہے اور یہی ”میم“ ”عین“ اور ”لام“ کے بعد شامل کر لیں تو ظہور ”علم“ بھی ہو جائے گا اور علی کا علم بھی مل جائے گا اور اگر آخری دونوں لفظوں کی اسی صورت کے ساتھ علی کے آخری حرف ”ی“ کو بھی ملا لیں تو جناب علی کریم اللہ وجہہ الکریم کی ”عملی دنیا اور ”علیمی“ دسترس کا عکس جمیل سامنے آ جائے گا۔

نیز یہ کہ اگر علی کے عین اور لام کو محمد کی دونوں میموں کے درمیان لے آئیں تو مُعلّم بن جائے گا اور اگر علی کے عین اور لام کے درمیان مُحمّد کے حرف دال کو لگا دیں تو عدل کی صورت اختیار کر جائے گا اور اگر محمد کے حرف دال کو علی کے حرف لام سے ملا دیں تو ایمان کا دل بن جاتا ہے۔

اگر محمد کے م اور ح کے آخر پر علی کا لام لگا دیں تو محلّ نبوت کی صورت بن جائے گی اور اگر علی کی یہی لام محمد کی مے اور میم کے درمیان لے آئیں تو ”علم رسالت کا مظہر اتم بن جائے گا۔

اگر محمد کی ح اور م کے درمیان علی کے دونوں آخری حروف کا مجموعہ ل اور ی لی لگا دیں تو حلیم بن جائے گا اور اگر علی کے اسی لفظ لی کے اعداد جمع کر لیں تو محمد کا میم ۴۰ بن جائے گا۔

مدارج تصوف

شریعتِ مطہرہ تصوف کا پہلا زینہ بھی ہے اور تصوف کے تمام تر مدارج کا مخزن و محور بھی۔ بغیر شریعتِ مطہرہ کی پابندی کے امرِ محال ہے کہ انسان اپنے مالک و معبود تک رسائی حاصل کر سکے۔

کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ طریقت و حقیقت ہو یا معرفت ان سب مقامات و مدارج کی طرف راہنمائی شریعت ہی کرتی ہے۔

اور اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ طریقت و حقیقت اور

معرفت کا حصول شریعتِ مطہرہ کے بتائے ہوئے راستوں پر چل کر ہی ہوگا تاہم شریعت نے انسان کو قریبِ خداوندی کے حصول کے لئے جن منزلوں سے آگاہ کیا ہے اس میں پہلی منزل طریقت دوسری حقیقت اور تیسری معرفت ہے اور صوفیائے کرام کا اس بات پر اجماع ہے۔

اب آپ ان تمام مدارج کے ساتھ جناب علی علیہ السلام کا مخصوص تعلق کا مشاہدہ فرمائیں۔

شریعت

اس میں جناب علی کریم علیہ السلام کے اسمِ پاک کے دو حرفی اور ع درمیان میں آئے ہیں اور اپنے لائقے سابقے میں پوشیدہ ہیں یہی وجہ ہے کہ اہل شریعت جناب علی علیہ السلام کی واضح اور کھلی کھلی معرفت حاصل

کرنے سے معذور ہیں۔

طریقت

لفظ طریقت میں بھی جناب علی علیہ السلام کے اسم پاک کے مکمل ترین اعداد ایک سو دس طریقت کی ی اور ق ﴿ی ۱۰﴾ اور ﴿ق ۱۰۰﴾ میں موجود ہیں لیکن یہ بھی اپنے لاحقے سابقے کے حروف میں پوشیدہ ہیں تاہم اس مقام پر انسان کو عرفان علی علیہ السلام حاصل کرنے کی لگن پیدا ہو جاتی ہے۔

حقیقت

لفظ حقیقت میں جناب علی علیہ السلام کے اسم گرامی کے ایک سو دس اعداد صرف ایک حرف ”ح“ کے پردے میں پوشیدہ ہیں جبکہ طریقت میں آپ کے نام کے ان اعداد والے حروف سے پہلے دو حرف آئے ہیں۔
لہذا اس مقام پر مزید ایک حجاب اٹھ جاتا ہے اور معرفت علی علیہ السلام کی منزل قریب ہو جاتی ہے اس لفظ میں اعداد والے حروف ق ۱۰۰ اور ی ۱۰ ہیں اور ان سے بھی ایک سو دس عدد برآمد ہوتے ہیں۔

معرفت

یہ وہ مقام ہے جو اپنے عرف کی وجہ سے بھی معرفت علی پر دلالت کرتا ہے تاہم اس کے پہلے دونوں حروف ”م ۴۰“ اور ”ع ۷۰“ میں واضح طور پر

اسمِ علی کے اعداد موجود ہیں اور ان حروف سے ابتداء میں آنے والے کسی ایک حرف کا بھی حجاب نہیں اور یہ معرفت ہی معرفت ہے۔

اعترافِ حقیقت

اس اظہارِ حقیقت کے بعد ہم اعترافِ حقیقت کے طور پر اپنے قارئین کو واضح طور پر بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہم نے اس مضمون میں جو دلچسپ اور معلومات افزا نکتہ آفرینیاں کی ہیں یہ جناب علی علیہ السلام کے اسمِ پاک میں پوشیدہ اسرار و رموز اور لطائف و معارف کے سمندر سے ایک قطرہ بھی نہیں اور یہ بھی عرض کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس مضمون میں ہمارا مقصد محض الفاظ سے کھیلنا نہیں تھا بلکہ ہمارا مقصد فی الحقیقت صرف اہلِ محبت حضرات کے لئے چند ایسے لطائف پیش کرنا تھا جن سے مجاہدانِ حیدرِ کرار کے دلوں کو نور اور آنکھوں کو سرور حاصل ہوتا رہے۔

آخر پر صرف یہ عرض کرنا ہے کہ جب اسمِ علی علیہ السلام کی پوشیدہ حکمتوں سے مکمل آگاہی ناممکنات سے ہے تو پھر آپ کی ذات کی معرفتِ تامہ حاصل کر لینے کا دعویٰ کون کر سکتا ہے۔ بس

وہیں تک دیکھ سکتا ہے نظر جس کی جہاں تک ہے

وما علینا الا البلاغ المبین

تربیت

علی آغوشِ مُصطفیٰ میں

قسیم الجتہ والتار، ابوالحسنین، إمام المشرق والمغرب، غائب علی کلِّ غائب، سید العرب والعجم، انجی رسول، زوجِ بٹول، منجِ اِمامتِ مرکوزِ کرامت۔ تاجدارِ ولایت، امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تربیتِ مبارکہ آپ کی پیدائش مبارکہ سے لے کر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک تک آپ ہی کی آغوشِ رحمت و رافت میں اور آپ کے زیرِ سایہ ہوئی ہے خداوندِ قدّوس جلّ مجدہ الکریم نے ازل ہی سے جنابِ شیرِ خدا سیدنا علی علیہ السلام کے لئے یہ اعزازِ مخصوص کر رکھا تھا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا عطا کردہ یہ اتنا بڑا اعزاز ہے کہ سوائے مولا مشکل گشتا علیہ السلام کے کسی دوسرے کو نصیب نہیں تاجدارِ ہلّ اقی عالم دُنیا میں تشریف لاتے ہیں تو سب سے پہلے زیارتِ محبوب ہی کے لئے آنکھیں کھولتے ہیں اور عالمِ دُنیا میں آکر سب سے پہلے اگر کسی چیز سے کام وہن کی تواضع کرتے ہیں تو وہ محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعابِ دہن مبارک

علی کے دھن میں زبان نبی ہے

حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر مولاے کائنات کے عالم شیر خوارگی میں اپنی زبان مبارک اُن کے منہ میں ڈال دیتے اور تاجدارِ ولایت بڑے مزے سے محبوب اقدس کی زبان مبارک کی شیرینی سے لطف اندوز ہوتے رہتے جناب امام الانبیاء امام الاولیاء کو آغوشِ رحمت میں لے کر لوریاں سُنا رہے ہوتے اور وہ لذات و کیفیات میں ڈوب کر جھوم رہے ہوتے۔

میرا بھائی میرا ناصر

سبحان اللہ کس قدر ارفع و اعلیٰ مقام ہے جناب حیدرِ کرار کا جن کو کھیلنے کے لئے آغوشِ مصطفیٰ اور چوسنے کے لئے زبانِ مصطفیٰ ملی ہو کتابوں میں آتا ہے کہ جب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اپنی آغوشِ رافت میں لیتے تو سینے سے چمٹا کر یہ ارشاد فرماتے۔
یہ میرا بھائی اور ولی ہے یہ میرا ناصر اور صفی ہے۔

و یحملہ علی صدرہ و یقول اخی و ولی و ناصر

وصفی. ﴿الخ﴾

عبارت ملاحظہ فرمائیں!

وقال امہ ا جعلی مہدہ بقرب فراشی و کان بلی

اکثر تربیتہ و یطہرہ فی وقت غسلہ و یوحرہ
 اللبن عند شربہ و یحرک مہدہ عند نومہ و یناغیہ
 فی ابقظتہو یحملہ علی صدرہ ویقول اخی و ولی
 و ناصری و صفی۔

ماخوذ ینائج المودۃ اور سیرت حلبیہ وغیرہ

علی کا دل ہین بھلا تے محمد

حضور تاجدارِ انبیاء سید المرسلین رحمۃ اللعالمین تاجدارِ دو عالم جناب
 حیدر کراذ شیر خدا علی المرتضیٰ علیہ السلام کے ساتھ بچپن ہی سے مخصوص قسم کی
 محبت فرمایا کرتے وہ خاص محبت جو صرف اور صرف والدین ہی اپنی اولاد
 سے کر سکتے ہیں۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حضور تاجدارِ انبیاء علیہ تحیۃ و الثناء جس قسم کی
 شفقت و محبت حضرت علی علیہ السلام سے فرماتے تھے اس قسم کی محبت والدین
 کی طرف سے بھی کم ہی بچوں کو نصیب ہوتی ہوگی چنانچہ کتب توارخ و سیر میں
 آتا ہے کہ !

نشا امیر المؤمنین علی علیہ السلام فی حجر
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتادب
 بآدابہ وری تربیۃ و ذالک انہ لما ولد احبہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حباً شدیداً

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اکثر معمول تھا کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو گود میں اٹھا کر مکہ معظمہ کے پہاڑوں کی گھاٹیوں پر لے جاتے اور وہاں جا کر اُن کا دل بہلاتے رہتے۔

وكان يحمله دائما ويطوف به جبال مكة

و شعا بها.

متذکرہ بالا روایت سیرتِ حلبیہ کے علاوہ دیگر متعدد کتبِ سیر میں بھی موجود ہے بہر حال قارئین اندازہ فرمائیں کہ تمام کائنات ارضی و سماوی میں کون ایسا خوش نصیب ہوگا جسے تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی آغوشِ رحمت میں اٹھا کر بچپن کا پورا زمانہ ہر روز سیر کراتے رہے ہوں۔

یہ درست ہے کہ دنیا بھر کے سلاطین و امراء کے بچے اعلیٰ سے اعلیٰ کھلونوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے ان کی سیر و تفریح اور کھیلنے کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ گاڑیاں بھی بنوائی جاتی ہوں گی مگر آغوشِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کھیلنے کی راحت و سعادت کا موازنہ دنیا کی کس چیز سے کیسے کیا جا سکتا ہے؟

نہیںد کیسے آتی تھی

راجہ ذی الصلابہ فی محبة الصحابة میں ہے کہ جناب حیدرِ کرار بچپن پاک میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک چوستے چوستے ہی سو جاتے تھے بلکہ جب آپ کے لئے دایا کا انتظام کیا گیا تو جناب

حیدر کرار نے اُس کے پستان کی طرف سے منہ موڑ لیا اتنے میں حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے تو اپنی زبان مبارک اُن کے منہ میں ڈالی تو انہوں نے زبان مبارک کو چوسنا شروع کر دیا اور سو گئے اور پھر اکثر ایسا ہی ہوتا رہا جب تک خدا تعالیٰ نے چاہا۔

ثم انت القسمه لسانه فما ذال على يمضه حتى
نام فلما كان من الغد طلبنا لا تطير فابى ان يقبل
ثم با فدعونا محمد صلى الله عليه وآله وسلم فابى
لفمه لسانه فنام فكان كذا لك ما شاء الله

سوال ابو طالبؓ

ایمان و حکمت کے خزانے

موفق احمد بسندہ روایت بیان کرتے ہیں کہ محمد بن کعب نے روایت بیان کی ہے۔

علامہ سلیمان حنفی قدوزی علیہ الرحمۃ موفق بن احمد کی سند سے روایت لائے ہیں کہ محمد بن کعبؓ نے روایت بیان کی ہے کہ حضرت ابوطالبؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ آپ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ الکریم کے دہن مبارک میں اپنا لعاب دہن مبارک ڈال رہے تھے یہ دیکھ کر حضرت ابوطالبؓ نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی کہ اے میرے بھائی کے بیٹے آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟

حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا چچا جان میں اپنے لعاب دہن مبارک کے ذریعہ سے علی کو ایمان و حکمت کے خزانے ودیعت فرما رہا ہوں!

اگرچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عمر اس وقت چھوٹی تھی تاہم جناب ابوطالب نے جناب حیدر کرار کو ارشاد فرمایا کہ اے بیٹے اپنے ابن عم کے ناصرا و وزیر بنے رہنا۔

متن ملاحظہ فرمائیں!

عن موفق بن احمد بسندہ عن محمد بن
کعب قال رأى ابو طالب النبی صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم يتفل في فم علی ای يدخل لعاب فمه
فی فم علی، فقال ما هذا یا ابن اخی؟ فقال ایمان
وحکمة، فقال ابو طالب لعلی یابنی انصر ابن
عمک ووازره

﴿نبایع المودة ج ۱ ص ۷۳﴾

کیا یہ اعتراض ہو سکتا ہے؟

مُشَدِّدین کے فرسودہ اذہان اس مقام پر یہ اعتراض وارد کر سکتے ہیں

کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بچپن کے اس زمانہ میں جناب ابوطالبؓ نے اس قسم کی نصیحت کیوں فرمائی جبکہ ابھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بظاہر اعلانِ نبوت رسالت بھی نہیں فرمایا تھا۔

اگر تنقید برائے تنقید کرنا ہی مقصود ہو تو پھر کوئی ایک روایت بھی ایسی نہیں مل سکتی جسے ہدفِ تنقید نہ بنایا جاسکتا ہو البتہ اگر کوئی شخص حقائق کی جستجو اور اطمینانِ قلبی کے لئے آمادہ تحقیق ہو تو اُسے بغیر کسی الجھن کے گوہرِ مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔

بہر حال زیبِ عنوانِ روایت میں حضرت ابوطالبؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بچپن میں جو ناصحانہ الفاظ کہے یہ وہی الفاظ ہیں جو حضور سرکارِ دو عالم رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اکثر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو گود میں لیتے وقت فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرا بھائی ناصرا اور ولی ہے۔

علامہ سلیمان حنفی قدوسی رحمۃ اللہ علیہ جناب شیر خدا حیدر کرار سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ایک خطبہ نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے لوگوں سے فرمایا !

تم اس قدر و منزلت اور قربت و قرابت خصوصی کو جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تھی اچھی طرح جانتے ہو میں وہ ہوں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس وقت سینے سے لگایا اور گود میں کھلایا جب

میں بچہ تھا آپ بستر پر مجھے اپنے ساتھ سلاتے اور میری حفاظت فرماتے آپ کا جسد اطہر میرے جسم سے مَس ہوتا تھا میں آپ کا مشک میز و معطر پسینہ سونگھا کرتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پہلے غذا کو خود چباتے اور پھر مجھے کھلاتے تھے آپ نے نہ تو کبھی میری کسی بات کو جھٹلایا اور نہ ہی میرے کسی کام میں دھوکہ دیکھا۔

میں وہ ہوں جسے اللہ تبارک و تعالیٰ جل مجدہ الکریم نے اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملا دیا جب میرا شیر خوارگی کا زمانہ ختم ہی ہوا تھا اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پیچھے اس طرح چلتا تھا جس طرح اپنی ماں کے نقش قدم پر چلنے والا وہ بچہ جس کا دودھ چھڑا دیا گیا ہو۔“

﴿ینابيع المودة ص ۱۲۱﴾

گذشتہ روایت صاحب سیرت حلبیہ نے علامہ زحشری کی کتاب خصائص سے اس طرح نقل فرمائی ہے۔

وفي خصائص العشرة للزمخشري ان

النبي صلى الله عليه وآله وسلم تولى تسمية

بعلی وتغذية اياما من ريقه المبارك بمص لسانه

فعن فاطمة بنت اسد ام علي رضى الله عنها انها

قالت لما ولدته سماه عليا وبصق في فيه ثم انه

القمة لسا نه فما ذال يمصه حتى نام.

قالت فلما كان من الغد طلبنا له مرصعة فلم يقبل

ثدى احد فدعونا له محمد صلى الله عليه وآله

وسلم فالقمة لسا نه فنام فكان كذا لك ما شاء

الله عز وجل .

«سیرت حلبیہ جلد اول ص ۲۴۲ مطبوعہ مصر»

محبت کی عظیم مثال

علیٰ ہذا القیاس مشیت کا یہ پروگرام ازل ہی سے مرتب شدہ تھا کہ جناب حیدر کرار کی مکمل ترین تربیت تاجدار انبیاء حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہی زیر سایہ ہو لہذا تقریباً ہر روز امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی کو دیکھنے کے لئے جناب ابوطالب کے گھر تشریف لاتے چونکہ سیدہ خدیجہ الکبریٰ سے نکاح کے بعد حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام جناب سیدہ خدیجہ الکبریٰ کے گھر ہی تشریف لے گئے تھے لہذا آپ کو حضرت ابوطالب کے گھر آنا پڑتا تھا مگر آپ کی خواہش یہ تھی کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کسی لمحہ بھی آپ کی نگاہوں سے اوجھل نہ رہیں چنانچہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عمر مبارک تقریباً پانچ سال کی تھی آپ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک ایسا موقع فراہم کر دیا کہ حضرت علی ہمہ وقت آپ ہی کی زیر نگرانی اور زیر تربیت آگئے۔

قُدْرَتِ الٰہیہ حضرت علی کَرَّمَ اللہ وجہہ الکریم کی بہتری اور خیر کا
جوارہ فراہم چکی تھی اُسے پُورا فرمانا چاہتی تھی اور ان کو اپنے خاص انعامات و
اکرامات سے نوازنا چاہتی تھی۔

عن معجاہد بن جبیر بن ابی الحجاج قال کان من

نعمۃ اللہ علی علی ابن ابن طالب رضی اللہ عنہ و

مما صنع اللہ لہ و ارادہ من الخیر

﴿روض الانف شرح سیرت ابن ہشام السہلی جلد اول ص ۱۶۶﴾

حضرت عباس کو رسول اللہ ﷺ کا ارشاد

اور پھر خالق کائنات جل مجدہ الکریم نے مُصْطَفٰی و مُرْتَضٰی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم و کَرَّمَ اللہ وجہہ الکریم کو ایک ہی گھر میں جمع فرمانے کے جو
اسباب پیدا فرمائے اُن کے متعلق احادیث و سیر کی متعدد معتبر کتابوں میں
اس طرح آتا ہے کہ ایک دفعہ مکہ معظمہ زاد اللہ شرفہا میں انتہائی شدید قحط پڑا
خشک سالی اور قحط سالی کی وجہ سے کثیر العیال لوگوں کی تو کمر ہی ٹوٹ گئی اور
انہیں اس قحط نے انتہائی کمزور کر دیا تھا چونکہ حضرت ابوطالبؓ بھی کثیر العیال
تھے لہذا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس ابن
عبدالمطلبؓ جو کہ بنو ہاشم میں امیر ترین شخص تھے سے فرمایا کہ تم محترم قحط کی
وجہ سے جو مصیبت لوگوں پر پڑی ہے وہ آپ پر ظاہر ہی ہے آپ کے برادر
مکرم جناب ابوطالبؓ کثیر العیال ہیں چلئے ان کے گھر چل کر ان کا کچھ نہ کچھ

بوجھ ہلکا کر دیں ایک بچہ آپ لے آئیں اور ایک بچہ ہم لے آتے ہیں اور ان دونوں بچوں کی پرورش ہم دونوں کے ذمہ ہوگی حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کے ارشادِ عالیہ کو بخوشی تسلیم کر لیا چنانچہ آپ اُن کو ساتھ لے کر حضرت ابوطالبؑ کے پاس تشریف لائے اور اپنا مطلب بیان فرمایا جناب ابوطالبؑ نے کہا کہ جیسے آپ کی مرضی آپ عقیل اور طالب کو میرے پاس رہنے دیں اور دُوسروں کو جیسے چاہیں لے جائیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ساتھ ملا لیا اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر لے گئے۔

اور یوں سیدنا حیدر کرار ربّ ذوالجلال والا کرام کی توفیق اور فضل و کرم سے باپ کے گھر سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیرِ تربیت آگئے حتیٰ کہ آپ نے اعلانِ نبوت فرمایا تو حضرت علی نے آپ کی اتباع کی اور آپ پر ایمان لائے۔

وذلك انه لما اصاب اهل مكة حذب و قحط
احجف بذي المروة واضرب ذي العيال قال
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لعمة
العباس رضي الله عنه وكان من السير بنى هاشم
يا عم ان احاك ابا طالب كثير العيال وقد
اصاب الناس ما ترى فا نطلق بنا الى بيته لنحفف

من عیالہ عنہ فتأخذ انت رجلا وانا آخذ رجلا
 فنكفلهما عنہ فقال العباس افعل فانطلقا حتى أتيا
 ابا طالب اذا تر كتهما عقيلًا وطالبًا فاصنعما ما
 شئتما فآخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم علیا فضمہ الیہ و آخذ العباس جعفر فضمہ
 الیہ فلم یزل علی رضی اللہ عنہ مع رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حتی بعث النبی صلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم فاتبعہ علی رضی اللہ عنہ و
 آمن بہ و صدقہ .

﴿زرقانی علی المواہب جلد ۱ ص ۲۲۱ روض الانف سہیلی ج ۱ ص ۱۶۳﴾
 ﴿مشجر الاولیاء قہستانی ﴿نور الابصار ص ۸۶﴾

دربار رسالت کا انعام

اب جبکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم مکمل طور پر حضور امام الانبیاء
 علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی سپردگی میں آچکے تھے تو پھر کونسا کرم تھا جو آپ نے
 اُن پر نہیں کیا ہوگا اگرچہ ابھی آپ نے اعلان نبوت نہیں فرمایا تھا تاہم آپ کا
 اخلاق حسنی تو پہلے ہی مکہ معظمہ کے تمام شعوب و قبائل میں ضرب المثل تھا۔

حضرت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر سایہ پروان
 چڑھنے لگے ہر دو جانب خلوص و محبت اور اُنسیت و یگانگت کا رنگ لمحہ بہ لمحہ
 گہرے سے گہرا ہوتا جاتا ہے جناب خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بھی جناب

علی پر بیحد مہربانی اور شفقت فرماتی تھیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھی اُن کا بے حد احترام فرماتے تھے۔

حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک لمحہ بھر کے لئے بھی جناب علی علیہ السلام کو علیحدہ نہیں فرماتے تھے اور جہاں کہیں بھی آپ تشریف لے جاتے جناب علی آپ کے ساتھ ہوتے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہیات ظاہری و باطنی سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم میں بچپن ہی سے ان تمام عادات و خصائل کا ظہور ہو چکا تھا جنہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں دیکھنا چاہتے تھے۔

جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی حیاتِ طیبہ کا ایک دور بھی ایسا نہیں ملتا جہاں انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت سے طویل عرصہ کے لئے محروم رہنا پڑا ہو ہم نے سیرت کی کتابوں کا عمیق نظروں سے مطالعہ کرنے کے بعد جو نتیجہ اخذ کیا ہے۔

وہ یہ ہے کہ علی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیدائی تھے ہی خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی علی علیہ السلام سے علیحدگی گوارا نہیں فرماتے تھے اگر آپ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو کسی مہم پر بھیج بھی دیتے تو پھر اُن کے اُس وقت تک منتظر رہتے جب تک وہ حاضر خدمت نہ ہو جاتے ہم آئندہ صفحات میں اس کی متعدد مثالیں ہدیہ قارئین کریں گے۔

علی حجر و شجر کی زبان سمجھتے ہیں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ معظمہ کے گرد و نواح میں جا رہا ہوتا تو کوئی پہاڑ اور درخت ایسا نہیں ہوتا تھا جو یہ نہ کہے کہ السلام علیک یا رسول اللہ۔

وعن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کنت مع
النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمکہ فخر جنا
فی بعض نواحیہا فما استقبلہ جبل ولا شجر الا
هر یقول السلام علیک یا رسول اللہ .

«سیرت حلبیہ جلد اول ص ۳۶۱»

تشریح

صاحب سیرۃ حلبیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام پڑھنا آپ کی بعثت سے پہلے کا ہے جیسا کہ امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے استدلال کیا ہے۔

أقول ا والی تسلیم الحجر قبل البعثة
یشیر الامام السبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی
تائیہ بقولہ وما جزت بالاحجار الا وسلمت
علیک بنطق شاهد قبل بعثة.

«سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۳۶۱»

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے قبل یقینی طور

پر حضرت علی علیہ السلام کے لڑکپن کا زمانہ ہے مگر جس تاجدارِ ولایت کے
 وسیلہ سے آدم سے لے کر قیامت تک کے اولیائے کرام کو ولایت نصیب
 ہوئی اور ہوگی اُس کی عقل کی چنگلی اور ذہنی بلوغت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

ازل سے ہے جاری ولایت علی کی
 ابد تک ہے قائم حکومت علی کی
 جہاں تک ہے ختم الرسل کی رسالت
 وہاں تک ہے صائم امامت علی کی

بَابُ

نَمَازِ عَلِيٍّ
السَّيِّدِ

سلطان الاولیاء سرتاج الاصفیاء امام الاتقیاء دامادِ مُصطفیٰ
 نفسِ مُصطفیٰ، جانِ مُصطفیٰ، روحِ مُصطفیٰ، نائبِ مُصطفیٰ
 سرِ مُصطفیٰ، انبیِ مُصطفیٰ، وصیِ مُصطفیٰ وارثِ مُصطفیٰ، رازِ
 مُصطفیٰ نورِ مُصطفیٰ تصویرِ مُصطفیٰ محبوبِ مُصطفیٰ، پرتوِ مُصطفیٰ
 عکسِ مُصطفیٰ ظِلِ مُصطفیٰ تنویرِ مُصطفیٰ، فتاویٰ المُصطفیٰ،
 عاشقِ مُصطفیٰ، طالبِ مُصطفیٰ، جانثارِ مُصطفیٰ، یارِ مُصطفیٰ، بہارِ
 مُصطفیٰ، شیرِ خدا، سیفِ خدا، رازِ خدا، مدجِ فیض و عطا، مرکزِ مہر
 و وفا، نیرِ برجِ سخا شمعِ بزمِ ہدیٰ، مرتضیٰ مشکلِ کشاء، قاتلِ
 الکفار، حیدرِ کرار، مرکزِ انوار، مطلعِ انوار، کاسرِ الاصنام، برحقِ
 امامِ خلیفہ رسول سرتاجِ بتول، امامِ الثقلین، ابو الحسین،
 امیر المؤمنین، سید المسلمین امامِ المتقین قائد الغر المحجلین
 یعسوب الدین قاضی دین، مفتی دین، محافظ دین، حافظ قرآن
 ، منار الایمان قرآن ناطق، حجۃ اللہ، ہادی و عہدی، مثیلِ مسیح
 و ہارون، ابوتراب، عالی جناب، حیدر و صفدر، ساقی کوثر،
 وارثِ فقر و غنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا شرفِ نماز
 بیان کرنے کے لئے ہزاروں برس کی زندگی بھی اتنی ہی

حیثیت رکھتی ہے جیسے کہ ٹھاٹھیں مارتے ہوئے بحرِ ناپید اکنار کے سامنے پانی کے ایک کوزہ کی۔ ان حالات میں چند صفحات پر کیا کچھ لکھا جاسکتا ہے ہزاروں برس کی زندگی اور صفحات کی کمی زیادتی کی بات بھی چھوڑیے دیکھنا تو یہ ہے کہ اگر ایک ذرہ کو کروڑوں برس کی زندگی بھی مل جائے تو کیا وہ آفتاب کی عظمتوں کو بیان کر سکتا ہے کیا قطرہ اربوں سال کی حیاتِ ابدی لے کر بھی سمندر کے عرض و طول اور گہرائی و پیمائی کا احاطہ کر سکتا ہے اور گریہ ناممکن ہے تو اس سے کہیں بڑھ کر یہ ناممکن ہے کہ مجھِ ساحقِ ذرہ آفتابِ ولایت کی سجدہ ریزیوں کے تمام پہلو بیان کر سکے تاہم آپ کی مقدس نماز کے مختصر حالات پیش کئے جاتے ہیں۔

پہلا مومن پہلا نمازی

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آغوشِ رافت میں ہی آنکھ کھولی اور مکمل طور پر آپ ہی کے زیرِ سایہ تربیت حاصل کی اور پروان چڑھے اور دورانِ تربیت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے درمیان کبھی مفارقت نہیں ہوئی۔

اور اس قربتِ خاص ہی کا نتیجہ تھا کہ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا تو جناب خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے رسالتِ محمدیہ علی صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کرنے کا شرف جس ہستی پاک کو حاصل ہوا وہ سر تاج الاولیاء جناب حیدر کرار ہی تھے چنانچہ امام ابن حجر عسقلانی شارح بخاری اپنی عظیم ترین تالیف مبارکہ الاصابۃ فی تمیز الصحابہ میں نقل فرماتے ہیں۔

علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن

عبد مناف القرشی الهاشمی ابو الحسن اول

الناس اسلاما فی قول کثیر من اهل العلم ولا

قبل البعثة بعشر سنين على الصحيح فر بي في

حجر النبي صلى الله عليه وآله وسلم يفا رقه.

«الاصابه في تميز الصحابه جلد دوم ص ۵۰۱»

یعنی علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف قرشی
ہاشمی ابوالحسن اہل علم حضرات کی کثیر تعداد کے قول کے مطابق سب سے پہلے
ایمان لائے صحیح روایت کے مطابق حضور کے اعلان نبوت سے دس سال قبل
آپ کی ولادت ہوئی اور آپ کی تربیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود
مبارک میں ہوئی اور آپس میں کبھی مفارقت نہیں ہوئی۔

سیرت کی ثقہ کتاب طبقات ابن سعد میں ہے۔

زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو سب سے

پہلے ایمان لائے وہ علی ابن ابی طالب میں نیز حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگوں میں

خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد جو سب سے

پہلے ایمان لائے وہ علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔

«طبقات ابن سعد مترجم جلد سوم ص ۲۰۶»

مناقب کی مشہور کتاب ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ

المبشرۃ میں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمہ الزہرا

رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ تو اس پر خوش نہیں کہ تیرے شوہر نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ متن ہے۔

قال او ما تر ضین انی زوجتک اقد مهم اسلاماً

﴿ریاض النضرہ ج دوم ص ۲۵۵﴾

حدیث کی مشہور کتاب المستدرک للحاکم میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے چار وہ خصائل ہیں جو کسی دوسرے میں خواہ وہ عربی ہو یا عجمی نہیں ہیں اول یہ ہے کہ،

آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے نماز ادا فرمائی۔ عربی متن ملاحظہ ہو۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال لعلی اربع

خصال لیست احدھو اول عربی و اعجمی

صلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم .

﴿المستدرک للحاکم ج سوم ص ۱۱۱ ریاض النضرہ ج دوم ص ۲۰۸﴾

فضائل المناقب کی مشہور ترین اور ثقہ کتاب حلیۃ الاولیاء میں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یا علی سات چیزیں تجھ میں

ایسی ہیں کہ جن میں سے ایک بھی قریش کو نہیں ملی اور پہلی یہ ہے کہ تم سب

سے پہلے اللہ پر ایمان لائے۔

عربی متن ہے۔

تخصم الناس بسبع ولا يحاجك فيها احد من
قريش اولهم ايماناً بالله.

«حلیۃ الاولیاء جلد اول ص ۲۶»

المستدرک للحاکم میں سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے حوض کوثر پر آنے والے اور
سب سے پہلے ایمان لانے والے علی ہیں۔ عربی متن ملاحظہ ہو۔

عن سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اولکم واردا علی

الحوض اولکم اسلاما علی ابن ابی طالب.

«المستدرک جلد سوم صفحہ ۱۲۶»

سیرت کی معتبر کتاب سیرت ابن ہشام اور اس کی شرح روض النصف
سہیلی میں ہے۔

لوگوں میں سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان
لانے والے اور آپ کے ساتھ نماز ادا کرنے والے اور آپ پر جو اللہ تعالیٰ
کی طرف سے نازل ہوا اس کی تصدیق کرنے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ
الکریم ہیں اور یہ اُن پر اللہ تعالیٰ کا اکرام ہے کہ وہ قبل از اسلام بھی حضور صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آغوش رحمت میں تھے۔ عربی متن ملاحظہ ہو۔

قال ابن اسحاق ثم کان اول ذکر من الناس آمن
برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصلی و

صدق بما جاء من الله تعالى' علي ابن ابي طالب
عليه السلام ابن عبد المطلب بن هاشم وهو ابن
عشر سنين يومئذ و كان مما انعم الله علي علي
ابن ابي طالب رضي الله عنه انه كان في حجر
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قبل الا
سلام.

«روض الاتف جلد اول ص ۱۶۳»

وذكر ان اول ذكر آمن بالله علي رضي الله
تعالى عنه

«سيرت ابن هشام جلد اول ص ۱۶۳»

حدیث کی مشہور کتب مسند احمد شریف، طبرانی شریف اور ابن ماجہ
شریف میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے سب لوگوں سے پہلے
سات نمازیں ادا فرمائیں۔ عربی متن ملاحظہ ہو۔

لقد صلى قبل ان يصلى الناس سبعاً

«مسند احمد جلد اول ص ۹۹ طبرانی حدیث ۱۸۸، ۲۷۸، ۲۷۹ ابن ماجہ ص ۱۱»

مسند احمد اور ترمذی شریف وغیرہ میں مزید یہ روایت موجود ہے کہ،
حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پہلے شخص ہیں جنہوں نے سب سے
پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی۔ متن ہے۔
هو اول رجل صلى مع رسول الله صلى الله عليه

وآلہ وسلم

«مسند احمد اول ص ۱۲۱ ترمذی مترجم جلد دوم ص ۷۶۰»

مشہور ثقہ محدث علامہ ابن عبد البر اپنی معروف تالیف الاستیعاب فی اسماء الاصحاب مطبوعہ مصر میں متعدد اسناد اور مختلف طرائق سے سیدنا حیدر کرار کے مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھنے کی جو روایات لائے ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں کہ،

سلمان ابی ذر مقداد جناب جابر ابو سعید خدری اور زید بن ارقم سے روایت ہے کہ علی علیہ السلام سب سے پہلے اسلام لائے اور یہ فضیلت آپ کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔

روی عن سلمان و ابی ذر و المقداد و حباب و

جابر و ابی سعید الخدری و زید بن الارقم ان

علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اول من اسمہ و

فضله هو لاء علی غیرہ .

«الاستیعاب جلد سوم ص ۲۷۷»

ابن اسحق سے روایت ہے کہ سب سے پہلے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مردوں میں سے ایمان لانے والے حضرت علی ہیں، اور ابن شہاب کا یہ قول ہے کہا کہ خدیجہ الکبریٰ کے بعد مردوں میں سے یہ شرف حضرت علی کو ہی حاصل ہے۔

قال ابن اسحق اول آمن بالله ورسوله محمد
صلى الله عليه وآله وسلم من الرجال على ابن
ابى طالب وهو قول ابن شهاب الا انه قال من
الرجال بعد خديجه.

﴿الاستيعاب ج ۳ ص ۲۷﴾

حضرت عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے
ہیں کہ فرمایا کہ حضرت علی کے لئے چار خصائل ایسے ہیں کہ وہ کسی عربی یا عجمی
کو نہیں ملے اول یہ کہ آپ نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے ساتھ نماز پڑھی،

عن عکرمہ عن عباس قال لعلى اربع
خصال ليست لاحد غير هو اول عربى و
عجمى صلى مع رسول الله صلى الله عليه وآله
وسلم ﴿الفتح﴾

﴿الاستيعاب ج ۳ ص ۲۷﴾

اور حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حوض کوثر
پر اس امت میں سے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو
ملاقات کرے گا اور جس نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا وہ علی ابن ابی
طالب ہیں۔

وروى عن سلمان انه قال اول هذه الامم
ورود اعلیٰ نبیہا علیہ الصلوٰۃ والسلام الحوض

اولہا اسلاماً علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ.

﴿الاستعیاب ج ۳ ص ۲۷﴾

اور تحقیق یہ حدیث سلمان نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرفوعاً روایت کی فرمایا کہ اس اُمت میں سب سے پہلے حوضِ کوثر پر آنے والے اور سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے علی ابن ابی طالب ہیں۔

وقد روى هذا الحديث مرفوعاً عن سلمان عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم انه قال اول هذه الامة ورود اعلى الحوض اولها اسلاماً علي ابن

ابی طالب رضی اللہ عنہ.

﴿الاستعیاب ج ۳ ص ۲۷﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ نے علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا کہ تو میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے اور کہا کہ خدیجہ الکبریٰ کے بعد سب سے پہلے نماز علی ابن ابی طالب نے پڑھی۔

عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال لعلي ابن ابي طالب انت ولي كل مومن بعدى وبه عن ابن عباس قال من صلى مع النبي صلى الله عليه وآله وسلم بعد خديجة علي بن ابي طالب.

حضرت ابن عباس ہی سے روایت ہے فرمایا کہ علی ابن ابی طالب
 حضرت خدیجہ الکبریٰ کے بعد تمام لوگوں سے پہلے ایمان لائے۔
 عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال کان
 علی بن ابی طالب اول من آمن من الناس بعد
 الخدیجة.

﴿الاستعیاب ج ۳ ص ۲۸﴾

ابن شہاب اور عبد اللہ بن محمد بن عقیل اور قتادہ ابن اسحاق سے روایت
 ہے کہ علی علیہ السلام مردوں میں سب سے پہلے اسلام لائے اور متفقہ علیہ ہے
 کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ سب سے پہلے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم پر ایمان لائیں اور جو کچھ آپ پر نازل ہوا اس کی تصدیق کی ان کے
 بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔

قال ابن شہاب و عبد اللہ بن محمد بن عقیل و
 قتادہ ابن اسحاق اول من اسلم من الرجال علی
 واتفقوا علی ان خدیجة اول من آمن باللہ
 ورسولہ وصدقہ فیما جاء بہ ثم علی بعدها .

﴿الاستعیاب ج ۳ ص ۲۹﴾

سلمہ بن کھیل جبہ بن جریر عرفی سے روایت کرتے ہیں کہا میں نے
 حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ میں نے سب سے
 پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی۔

عن سلمه بن كهيل عن حبة بن جريوا
العرفى قال سمعت عليا رضى الله تعالى عنه
يقول انا اول من صلى مع رسول الله صلى الله
عليه وآله وسلم.

﴿الاستيعاب ج ۲ ص ۳۱﴾

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم پیر کے دن مبعوث ہوئے اور منگل کے دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ
الکریم نے نماز ادا کی۔

عن انس بن مالک قال استنبى النبى صلى الله
عليه وآله وسلم يوم الاثنين و صلى على يوم
الثلاثاء.

﴿الاستيعاب ج ۲ ص ۳۱﴾

زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سب سے
پہلے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے والے علی
ابن ابی طالب ہیں۔

قال زيد بن ارقم رضى الله عنه اول من آمن بالله
بعد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم على
ابن ابى طالب.

﴿الاستيعاب ج ۳ ص ۳۲﴾

علاوہ ازیں بھی مذکورہ بالا کتاب میں متعدد روایات ایسی ہیں جن

میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا سابق الاسلام ہونا اور اللہ تعالیٰ جلّ مجدہ الکریم اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا روزِ روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے۔

علامہ ابن جوزی اپنی سیرت کی معتبر تالیف "الوفا" میں نقل کرتے ہیں، کہ عقیف کنڈی روایت کرتے ہیں کہ اگر اللہ تبارک و تعالیٰ میرے مقدر میں پہلے اسلام قبول کرنا کر دیتا تو جس وقت حضرت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کر رہے تھے تو میں علی کے ساتھ دوسرا ہوتا۔

لو ان الله رذقني الاسلام يومئذ فاكون ثانيا مع

علي ابن ابي طالب رضي الله عنه

﴿الوفا باحوال المصطفیٰ ص ۱۲۷﴾

علامہ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء میں رقمطراز ہیں کہ ابن عباس انس بن مالک زید بن ارقم سلمان فارسی اور دوسرے لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت علی ہی سب سے پہلے اسلام لائے اور بعض کا اجماع ہے کہ آپ ہی سب سے پہلے اسلام لائے،

﴿تاریخ الخلفاء مترجم ص ۱۱۵﴾

حاصل کیا ہوا؟

حضرت علی ہی اولین مسلمان ہیں

ان تمام تر روایات کی روشنی میں جو بات کھل کر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ جب تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اظہارِ نبوت فرمایا تو سب سے پہلے اُمّ المؤمنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا نے آپ کی تصدیق فرمائی اور آپ پر ایمان لا کر اسلام قبول فرمایا۔

اور جناب سیدہ خدیجہ الکبریٰ کے فوراً بعد حضرت شیرِ خدا مولا مُشکل گُشا سیدنا حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصدیق رسالت فرمائی اور اسلام قبول کر لیا۔

علاوہ ازیں جن مُقتدر ہستیوں اور برگزیدہ شخصیات کو سوا بقِ الاسلام ہونے کا شرف حاصل ہے وہ سب سے کے سب ان دونوں کے بعد ہی مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔

خاص وجہ یہ ہے

اس کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ جناب خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ

عنہا اور جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افراد خانہ تھے اور جس وقت آپ کو بظاہر خلعت نبوت سے سرفراز کیا گیا تو آپ نے سب سے پہلے اپنے ہی گھر میں یہ واقعہ اپنی زوجہ محترمہ سیدہ خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا سے بیان کیا تو آپ نے فوراً آپ کی نبوت کی تصدیق کر دی۔

اگرچہ حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصلحتاً کیفیات وحی کا تذکرہ اس انداز سے فرمایا کہ جناب خدیجہ کے دل میں شکوک و شبہات پیدا ہو سکتے تھے مگر ایسا نہیں ہوا جناب خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا نے ان شبہات کی اسی وقت بذات خود تردید فرمادی کیونکہ آپ تو آپ کے اعلان نبوت سے پہلے ہی آپ کی نبوت و رسالت پر کامل یقین رکھتی تھی اور ان آیات و آثار کا مشاہدہ کر چکی تھیں جن کے لئے مزید کسی برہان و دلیل کی ضرورت ہرگز نہیں ہوتی یہی وجہ تھی کہ مشیت الہیہ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوتِ عالیہ کے اظہار کے لئے ایسی ہستی کا انتخاب فرمایا جو بغیر کسی پس و پیش اور ذہنی اضطراب و اضطراب کے فوراً آپ کی تصدیق فرما دے۔

پھر ان کے بعد اُس عالی مرتبت ہستی کا انتخاب عمل میں لایا گیا جس کو فنا فی المحبوب کا درجہ حاصل تھا جس کی اپنی رائے کوئی رائے ہی نہیں تھی جس کا مقصد حیاتِ اداۓ محبوب پر مرثنا اور فرمانِ محبوب پر بلا تا مل عمل کرنا

چنانچہ جناب خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے بعد جب علی المرتضیٰ پر اس حقیقت کا انکشاف ہوا تو آپ نے بھی بغیر کسی پس و پیش کے آمنا و صدقنا کہہ دیا حالانکہ بعض لوگ یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر جب اسلام پیش کیا گیا تو آپ نے عرض کی کہ میں اپنے والد جناب ابوطالب سے پوچھ کر بتاؤں گا مگر اس قسم کی روایات کی کوئی اصل نہیں۔

بہر حال تاجدار انبیاء جانتے تھے کہ یہ دونوں میری کسی بات کی تکذیب و تردید کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے اس لئے ان دونوں ہی کے دامن کو سب سے پہلے دولتِ اسلام سے مالا مال کیا گیا۔ ان دونوں کے بعد جس مقتدر ہستی کو اس لازوال دولت کو سمیٹنے کے لئے چنا گیا وہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق جناب رسالت مآب کے کمالات کے اعلانِ نبوت سے پہلے بھی مکمل طور پر مُعترف تھے اور اُن پر بھی رسالتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کئی ایک نشانیاں پہلے ہی واضح تھیں۔

چنانچہ جناب خدیجہ الکبریٰ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بعد جب ان پر اسلام پیش کیا گیا تو انہوں نے بھی بغیر کسی ذہنی اضطراب اور بغیر اس مسئلہ پر غور و فکر کرنے کے فوراً ہی تصدیقِ رسالت فرمادی۔

بہر حال امر واقعہ یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افرادِ خانہ ہونے کی وجہ سے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے اور سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نمازیں پڑھنے والے حضرت خدیجہ الکبریٰ اور حضرت علی علیہما السلام ہیں اور ان میں بھی پہلا نمبر حضرت خدیجہ الکبریٰ کا اور دوسرا جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہما کا ہے۔

فُقہا و مُحدِّثین کی تطبیق

فقہا و محدثین کی یہ تطبیق بھی قابل قبول اور قرین قیاس ہے کہ سابق الاسلام پانچ ہیں چنانچہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی اس کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں۔

کہ شیخ ابن صلاح نے فرمایا کہ زیادہ محتاط قول یہ ہے۔

مردوں میں ابو بکر صدیق نوعمروں میں علی المرتضیٰ عورتوں میں سیدہ خدیجہ الکبریٰ موالی میں زید بن حارث اور غلاموں میں بلال حبشی رضی اللہ عنہم سابق الاسلام ہیں۔

﴿مدارج النبوت مترجم جلد دوم ص ۵۸﴾

بہر حال اس تطبیق کا مطلب بھی سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ دوسرے لوگوں سے قبل یہ حضرات اسلام لائے اور ان پر جس وقت بھی اسلام پیش کیا گیا انہوں نے فوراً بغیر کسی تاثر کے قبول کر لیا مگر اس تطبیق کا ہر

گز یہ مطلب نہیں کہ ان سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہی وقت میں دعوتِ اسلام دی تھی اور انہوں نے ایک ہی وقت میں اس کو قبول کر لیا تھا۔

کیونکہ ایسا تصور کر لینا خلاف واقعہ اور غیر حقیقی ہوگا حقیقت صرف یہ ہے کہ ان سب کو جس جس وقت بھی دولتِ اسلام پیش کی گئی انہوں نے اُسے اُسی وقت بغیر کسی جیل و جت کے اپنے اپنے دامن پھیلا دیئے اور اس حقیقت سے کسی فقیہہ و محدث اور سیرت نگار نے انکار نہیں کیا کہ سب سے پہلے حضرت خدیجہ الکبریٰ اور اُن کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے اسلام قبول کیا۔

یہ تطبیق کیوں؟

محدثین نے سابق الاسلام حضرات کو یا ک ہی صف میں کھڑا کر کے جو مطابقت پیدا فرمائی ہے اس سے فوری طور پر جو بات ذہن میں پیدا ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ سابق الاسلام ہونے میں یقیناً کوئی نہ کوئی وجہ فضیلت ضرور پوشیدہ ہے جسے انتہائی غیر محسوس انداز میں قاری کے ذہن میں اتار دیا جاتا ہے بصورت دیگر اس قسم کا شاخسانہ تیار کرنے کی بظاہر کوئی وجہ نہیں کہ۔

مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ ایمان لائے۔

بچوں میں سب سے پہلے حضرت علیؓ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ الکبریٰؓ مسلمان ہوئیں۔

موالیٰ میں سب سے پہلے حضرت زیدؓ کو ردِ ولایتِ ایمان ملی

اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت بلالؓ نے اسلام قبول کیا۔

متذکرہ تطبیق کے مطابق اگر سابق الاسلام ہونا کسی خاص فضیلت

کی نشاندہی کرنا ہے تو اس فضیلت میں ان پانچوں حضرات القدس کے لئے

ایک ہی مقام کا تعین کرتے ہوئے سب کو ایک ہی طرح سے شامل تذکرہ

کرنا چاہیے تھا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ سوائے اس مقام پر یہ تطبیق دے لینے کے

حالات دوسرا رخ اختیار کر لیتے ہیں اور اس فارمولا کو قطعی طور پر فراموش کر دیا جاتا ہے۔

بلکہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سابق الاسلام ہونے کو تو موضوع بحث بنا لیا جاتا ہے اور باقی تینوں مقتدر ہستیوں جناب خدیجہ الکبریٰ جناب زید بن حارثہ جناب بلال بن رباح رضی اللہ عنہم اجمعین کے سابق الاسلام ہونے کا تذکرہ تک نہیں کیا جاتا

ہم اس منطق کو سمجھنے سے قطعی طور پر قاصر ہیں کہ اگر سابق الاسلام ہونے میں کوئی وجہ فضیلت و افضلیت موجود ہے تو پھر صرف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے ہی خاص طور پر یہ اہتمام کیوں کیا جاتا ہے کہ مردوں میں سے سب سے پہلے اسلام آپ لائے اور بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی نے اسلام قبول کیا اور یہ کہ اگرچہ حضرت علی نے حضرت ابو بکر صدیق سے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا لیکن انہوں نے اپنا اسلام پوشیدہ رکھا جبکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُسی وقت اپنا اسلام ظاہر کر دیا۔

اس سے پہلے کہ ہم یہ ثابت کریں کہ مولائے کائنات حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر گز ہر گز اپنے اسلام کو پوشیدہ نہیں رکھا تھا قارئین کی خدمت میں یہ التماس ضرور کریں گے کہ اگر سابق الاسلام ہونا بھی وجہ افضلیت ہے تو ترتیب خلافت کے لحاظ سے یہ افضلیت کیسے قائم رہے گی

جبکہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعثت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ عرصہ بعد مشرف بہ اسلام ہوئے اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعثت مصطفیٰ کے پانچ سال بعد اسلام لائے۔

بہر حال جناب علی علیہ السلام کے بعد حضرت ابو بکر صدیق کا اسلام قبول کرنا تسلیم کر لینے کے بعد دونوں برگزیدہ ہستیوں کے اخفاء اظہار اسلام کے بارے میں جو روایت پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے۔

فیقال اول من اسلم مطلقاً خديجة بنت خويلد و

اول ذخر اسلم على ابن ابي طالب وهو صبي لم

يبلغ كما تقدم في سنه و كان مستخفياً باسلامه

و اول رجل عربي بالغ اسلم و اظهر اسلامه ابو

بكر بن ابي قحافة.

﴿ریاض النضرہ ج ۱ ص ۷۵﴾

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ سب سے پہلے مطلق طور پر حضرت

خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا اور ان کے بعد سب سے پہلے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اسلام کا ذکر کیا گیا ہے اور وہ بچے تھے اور

بالغ نہیں تھے جیسا کہ پہلے اُن کی عمر بتائی جا چکی ہے اور انہوں نے اپنے

اسلام کو مخفی رکھا اور پہلے بالغ عربی شخص ابو بکر بن ابی قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اظہار اسلام کیا۔

متذکرہ بالا روایت بے شمار کتابوں میں موجود ہے چونکہ اس کو قبول کرنے میں عام طور پر تردد نہیں پایا جاتا اس لئے دیگر حوالہ جات پیش کرنے سے گریز کیا جاتا ہے۔

ہم اس بحث کو بھی ہرگز موضوعِ بحث نہ بناتے اگر اس قسم کی عبارات کا سہارا لے کر ابن تیمیہ اور اس کے پس خورده عباسی وغیرہ نے جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں اس قسم کے اہانت آمیز جملے نہ تحریر کئے ہوتے کہ علی تو اُس وقت اسلام لائے جب اُن کی عمر دس سال سے بھی کم تھی اور وہ تمیز ہی نہیں کر سکتے تھے کہ اسلام درحقیقت کیا چیز ہے؟

نیز یہ کہ علی نے اگر اسلام قبول کر بھی لیا تو وہ اس عمر میں اسلام کی کوئی خدمت کر سکتے تھے اور اسلام کو اُن سے کیا فائدہ پہنچ سکتا تھا جبکہ حضرت ابو بکر صدیق کے اسلام نے اس دور میں اسلام اور باقی اسلام کی پورے طور پر امداد و استعانت فرمائی۔

خوارج کی ان خرافات کی فہرست انتہائی طویل ہے جسے ہم نہایت وضاحت کے ساتھ اس کتاب کی دوسری جلد میں آگ ہی آگ کے زیر عنوان پیش کر رہے ہیں۔

علامہ مسعودی اپنی کتاب تاریخ مسعودی التنبیہ والاشراف میں اس قسم کے خارجی موالفین کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ بعض لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عمر اسلام کے وقت پانچ چھ سال ثابت کرتے ہیں

اور یہ وہ لوگ ہیں جو آپ کے فضائل کو منادینا چاہتے ہیں ان کی غرض یہ ہے کہ اُن کے اسلام کو ایک چھوٹے سے لڑکے اور نادان بچے کا اسلام بنادیں جو نہ تو کی اور زیادتی کے مابین فرق کر سکے اور نہ ہی شک و یقین کے درمیان امتیاز رکھتا ہو نہ حق کو پہچانتا ہو کہ اس کو طلب کر سکے اور نہ باطل کو جانتا ہو کہ اُس سے بچ سکے۔

﴿التنبیہ والاشراف مسعودی ص ۲۱﴾

بہر حال اگر ذہنی اختراحوں اور چمچیدہ عبارات سے اجتناب کیا جاتا تو ادوار سابقہ کے خاریجوں کی شیطانی عبارتوں میں مزید شاطرانہ رنگ آمیزیاں کر کے موجودہ دور کے خوارج حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات اقدس کو یوں نشانہ ستم نہ بناتے جس کی نشان دہی ہم نے کی ہے۔

اب جبکہ ہمارے سامنے خوارج کی فتنہ انگیزیوں کی طویل فہرست اس ضمن میں موجود ہے کہ جناب حیدر کرار کے لڑکپن کے اسلام میں اسلام کی وہ عظمت موجود نہیں جو ابو بکر صدیقؓ کے اسلام میں تھی تو ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم اُن عبارات کا مکمل ترین تجزیہ ہدیہ قارئین کر دیں جو محض میلان طبع اور جوشِ محبت کی پیداوار ہیں۔

اگرچہ ہمیں یہ ناخوشگوار فریضہ ادا کرتے ہوئے کوئی خاص خوشی حاصل نہیں ہو رہی کیونکہ اس میں کچھ پردہ نشینوں کے بھی نام آتے ہیں تاہم فتنہ خوارج کے کامل ترین انسداد کے لئے اس قسم کی دُشوار گزار راہوں سے

گزرنا بھی از بس ضروری ہے اور اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ بھی اعتراف ہے کہ حقائق سے کسی بھی صورت میں گریز کرنا ہمارے بس کا روگ نہیں۔

حالانکہ یہ اٹل حقیقت بدستور موجود ہے کہ موجود حالات کا اقتضا یہی ہے کہ خارجیت کے شجر ممنوعہ کو مزید پھلنے پھولنے اور برگ و بر پیدا کرنے سے پہلے پہلے پوری قوت سے روک دیا جائے بلکہ اس کی زیر زمین جڑوں کو بھی کھود کھود کر نکال لیا جائے خواہ اس کے لئے ہمیں بعض ذی حیثیت اور مقتدر ہستیوں کے دلنشین تصورات اور حسین تخیلات کو ہی کیوں نہ بھینٹ چڑھانا پڑے۔

علی نے کب اسلام ظاہر کیا؟

چنانچہ اس ضمن میں مزید چند ایسی ثقہ روایات پیش خدمت کی جا رہی ہیں جن میں یہ مسلمہ حقیقت پوری تابانیوں سے جلوہ گر ہے کہ اُمّ المؤمنین طیبہ طاہرہ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد اور دیگر تمام مسلمانوں سے پہلے اسلام قبول کرنے والے اور اپنے اسلام کو سب سے پہلے ظاہر کر دینے والے صرف اور صرف جناب حیدر کرار علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم ہی ہیں۔

سب سے پہلے مجدد مآۃ حاضرہ شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی چند عبارتیں ملاحظہ فرمائیں آپ فرماتے ہیں۔

نماز شروع روزِ بعثت شریفہ سے مقرر و شروع ہے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اول بار جس وقت وحی اُتری اور نبوت کریمہ ظاہر ہوئی اسی وقت حضور نے بہ تعلیم جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نماز پڑھی اُسی دن بہ تعلیم اقدس حضرت اُمّ المؤمنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے نماز پڑھی دوسرے دن امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے نماز پڑھی۔

﴿فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۱۸۰﴾

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد ایک حدیث کے ساتھ موازنہ کے دوران شاہ احمد رضا خاں بریلوی مزید یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ،
عفیف کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم زمانہ جاہلیت میں مکہ معظمہ آئے کعبہ کے سامنے بیٹھے تھے دن خوب چڑھ گیا تھا کہ ایک نوجوان تشریف لائے اور آسمان کو دیکھ کر رو بکعبہ کھڑے ہو گئے ذرا دیر میں ایک لڑکے تشریف لائے وہ اُن کے داہنے ہاتھ پر کھڑے ہوئے تھوڑی دیر میں ایک بی بی تشریف لائیں وہ پیچھے کھڑی ہو گئیں پھر جوان نے رکوع فرمایا تو یہ دونوں رکوع میں گئے پھر جوان نے سر مبارک اٹھایا اُن دونوں نے بھی سر اٹھایا جوان سجدے میں گئے تو یہ دونوں بھی گئے۔

﴿عفیف کندی﴾ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حال پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ جوان میرے بھتیجے محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور یہ لڑکے میرے بھتیجے علی ہیں اور یہ بی بی

خدمتِ الکبریٰ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما میرے بھتیجے یہ کہتے ہیں کہ آسمان وزمین کے مالک نے انہیں اس دین کا حکم دیا ہے اور ان کے ساتھ ابھی یہ دو مسلمان ہوئے ہیں۔

﴿فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۱۸۳﴾

طبقات ابن سعد

باخبار یحییٰ بن فرات تحدیث سعید بن شمیم ہلالی از اسد بن عبیدہ بجلی از ابن سنی بن عقیف عقیف کندی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں مکہ معظمہ میں اپنی بیوی کے لئے کپڑے اور عطر خریدنے کے لئے آیا تھا اور حضرت عباس کے گھر ٹھہرا ہوا تھا اور حضرت عباس کے گھر سے بیت اللہ شریف کو دیکھ رہا تھا اور سورج کے ارد گرد حلقہ تھا اور وہ بلند ہو گیا تھا اتنے میں ایک نوجوان تشریف لائے انہوں نے کعبہ اقدس کے قریب جا کر آسمان کی طرف سر اٹھایا اور پھر کھڑے کھڑے قبلہ رخ ہو کر نیت باندھ لی حتیٰ کہ ایک نو عمر لڑکا تشریف لایا اور نوجوان کے دائیں طرف کھڑے ہو کر اس نے بھی نیت باندھ لی تھوڑی دیر بعد ایک خاتون تشریف لائیں اور دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئیں پھر نوجوان نے رکوع کیا تو وہ دونوں بھی رکوع میں چلے گئے پھر نوجوان رکوع سے اٹھے تو وہ دونوں بھی کھڑے ہو گئے پھر نوجوان سجدے میں گئے تو وہ دونوں بھی سجدہ ریز ہو گئے۔

عقیف کندی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ میں بڑی عجیب بات دیکھ رہا ہوں حضرت عباس نے پوچھا کیا تم اس نوجوان کو جانتے ہو؟

میں نے کہا نہیں تو انہوں نے فرمایا میرے بھتیجے محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہیں پھر پوچھا کیا تم اس نوجوان کے کو جانتے ہو؟

میں نے کہا نہیں تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا یہ بھی میرے بھتیجے علی ابن ابی طالب ابن عبد المطلب ہیں پھر فرمایا کیا تم اس خاتون کو جانتے ہو میں نے کہا نہیں تو حضرت عباس نے فرمایا یہ میرے بھتیجے محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلیہ خدیجہ بنت خویلد ہیں میرے اس نوجوان بھتیجے کا خیال ہے کہ ان کے پروردگار نے جو زمین و آسمان کا پروردگار ہے انہیں اس دین کا حکم فرمایا ہے وہ اس پر قائم ہیں خدا کی قسم میرے علم میں روئے زمین پر اس دین کو ماننے والے صرف یہی تین اشخاص ہیں۔

عقیف کندی کہتے ہیں اس کے بعد مجھے رہ رہ کر یہ خیال آتا تھا کہ کاش میں ان میں چوتھا ہوتا۔

﴿طبقات ابن سعد جلد ہشتم ص ۳۴﴾

اس روایت کا عربی متن اور ”فتاویٰ رضویہ“ کے علاوہ دیگر کتابوں کے اسماء اور صفحات وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابن عفيف الكندي عن ابيه عن جده قال
كنت امرأاً تاجراً فقد مت للحج فأتيت العباس
بن عبد المطلب لا تباع منه بعض التجارة قال
انى فو الله لعنده بمنى اذا رجل خرج من حياء
قريب منه ينظر الى الشمس فلما رآها قام يصلى
ثم خرجت امرأت من ذالك الخباء الذى خرج
منه ذالك فقام معه يصلى الرجل فقاعت خلفه
تصلى ثم خرج غلام حسين راهق الحلم من ذالك
الخباء .

قال فقلت للعباس يا عباس ما هذا ؟ قال محمد
بن عبد الله من عبد المطلب ابن اخي .
قلت من هذه المرأة ؟ قال امرأت خديجة بنت
خويلد فقلت من هذا لافتي قال على بن ابي
طالب ابن عمه

قلت فما هذا الذى يصنع ؟ قال يصلى وهو يزعم
انه نبي ولم يتبعه على امره الا امرأة و ابن عمه
هذا الفتى وهو يزعم انه تفتح عليه كنوز كسرى
وقيصر .

وكان عفيف وهو ابن عم رالا شعث بن قيس
يقول و اسلم بعد ذالك فحسن اسلامه لو ان

اللہ رزقنی الا سلام یومئذ فاکون ثانیاً مع علی

ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ

- ﴿الوفایا حوال المصطفیٰ ابن جوزی ص ۱۶۸﴾ ﴿فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۱۸۷﴾
 ﴿ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ مطبوعہ مصر ج ۲ ص ۲۰۹﴾
 ﴿نخائر العقبیٰ مع ینابیع مطبوعہ تہران ج ۱ ص ۲۰۲﴾
 ﴿الاستیعاب فی اسماء الاصحاب مطبوعہ مصر ج ۲ ص ۳۲﴾
 ﴿أسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ مطبوعہ بیروت ج ۲ ص ۱۸﴾
 ﴿تاریخ کامل ابن اثیر مطبوعہ بیروت ج ۲ ص ۳۷﴾
 ﴿خصائص نسائی مطبوعہ مصر ص ۸﴾
 ﴿ینابیع المودۃ مطبوعہ تہران ج ۱ ص ۴۶﴾ ﴿طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۳۲﴾
 ﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۲۲۱﴾ ﴿تاریخ الامم والملوک طبری ج ۲ ص ۱۴۲﴾
 ﴿مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۱۸﴾

علاوہ ازیں بھی یہ روایت حدیث و سیر کی بے شمار کتب میں موجود ہے جن کے نام بخوف طوالت قلم انداز کر دیئے گئے ہیں مندرجہ بالا روایت کا مزید مفہوم یہ ہے کہ حضرت عقیف کندی اشعث بن قیس کے چچا زاد بھائی تھے وہ جب بعد میں مشرف بہ اسلام ہوئے تو یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد کہتے کہ اگر اللہ تبارک و تعالیٰ مجھے اس وقت اسلام کی دولت نصیب فرمادیتا تو میں علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ دوسرا ہوتا۔

اگرچہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ الکبریٰ کے ساتھ مل کر بیت الحرام میں نماز ادا کر رہے تھے تو اُس وقت آپ کے لئے متعدد کتابوں میں لفظ غلام جس کا معنی لڑکا ہوتا ہے استعمال کیا گیا ہے تاہم مندرجہ بالا علامہ ابن جوزی کی کتاب

الوفا کا جو متن پیش کیا گیا ہے اُس میں سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے اُس وقت بجائے غلام کے لفظ فتی استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب نوخیز یا نو جوان ہی ہو سکتا ہے اور یہ لفظ بھی لفظ غلام سے متعارض نہیں کہ کیونکہ جناب شیر خدا ہاشمی شہزادے تھے اور آپ نے پنگھوڑے ہی میں زبر دست اڑدے کہ مٹھی میں جکڑ کر ختم کر دیا تھا ان حالات میں اُس وقت یعنی دس گیارہ سال کی عمر میں بھی اگر نو جوان معلوم ہوتے تھے تو یہ بعید از قیاس نہیں۔

اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت اور ہاشمی و جاہت تو آپ کو اس وقت میں بلوغت کی تمام تر پُختگیوں عطا فرما چکی تھی بلکہ آپ عزم و استقلال اور علم و عرفان کی تمام تر منازل تو روزِ ازل سے ہی طے کئے ہوئے تھے۔

بہر حال آپ کے لئے لفظ غلام اور لفظ فتی دونوں ہی استعمال ہوئے ہیں جن سے آپ کا نوخیز ہونا تو لیا جاسکتا ہے لیکن پانچ چھ سال کا بچہ مراد لینا سراسر نا انصافی اور تحکم ہے کیونکہ اگر آپ کی عمر پانچ چھ سال کی ہوتی تو آپ کے لئے لفظ ”صبی“ استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ بعض لوگ یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ آپ اُس وقت صبی اور نابالغ تھے۔

اندریں حالات اس قسم کے تخیلات بھی خود بخود دم توڑ دیتے ہیں کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اس وقت اسلام قبول کر لیا تھا

مگر چھپائے چھپائے پھرتے تھے جبکہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسی وقت اظہار اسلام کر دیا تھا۔

اس قسم کے خود ساختہ تصورات کا خاتمہ اُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ کی اُس روایت سے بھی ہو جاتا ہے جس میں ہے کہ۔

جب محمد بن کعب قرظی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ سب سے پہلے اسلام علی نے قبول کیا تھا یا ابو بکر نے تو آپ نے ﴿ازراہ تعجب﴾ فرمایا کہ سُبْحَانَ اللہ!

علی نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا اور لوگوں کا یہ شبہ کہ علی نے اسلام تو پہلے قبول کیا تھا لیکن اپنے باپ سے چھپا رکھا تھا اور ابو بکر نے اسلام قبول کرتے ہی فوراً اظہار کر دیا تو یقیناً ہم یہاں اس کے جواب میں عقیف کنڈی کی وہ حدیث بیان کریں گے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے اور ظاہر کرنے والے علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔

و سئل محمد بن کعب القرظی من اول اسلم

علی او ابو بکر؟ قال سبحان الله علی او لهما

اسلاما وانما اشتبه علی الناس لان علیا اخفی

اسلامه عن ابی طالب و اسلم ابی بکر و اظهر

اسلامه وقد ذکرنا حدیث عقیف الکندی فی ان

اول من اسلم علی .

صاحب اسد الغابہ نے محمد بن کعب قرظی کا جو استدلال پیش کیا ہے اُسے کسی بھی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کیونکہ حضرت عقیف کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آنکھوں دیکھا حال اُن تمام تر تخیلاتی اور تصوّراتی قلعوں کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیتا ہے جنہیں محض اور محض رافضیوں کی بعض اُلٹی ٹیڑھی باتوں کی تردید کے لئے تعمیر کیا گیا ہے حالانکہ حقائق کو ٹھیک ٹھیک مقام پر تسلیم کرتے ہوئے بھی تردید و انقضائے کافر یضہ سرانجام دیا جاسکتا ہے۔

بہر حال یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ جناب حیدر کرار مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عین اُس وقت سب سے پہلے اسلام قبول کیا جب آپ ہر بھلے اور بُرے میں اچھی طرح امتیاز فرما سکتے تھے۔

اور اس کے ساتھ ہی ساتھ آپ نے سب سے پہلے اظہارِ اسلام فرما بھی دیا اور اظہار بھی ایسے مقام پر کیا جہاں نہ صرف اہل مکہ ہی موجود تھے بلکہ دور دراز سے آئے ہوئے لوگ بھی اس نظر نواز نظارے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

جناب عقیف کندی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوست بھی تھے اور آپس میں کاروباری تعلق بھی تھا اور اکثر خوشبوؤں اور دیگر سامان کی خرید و فروخت کے سلسلے میں آپ کے پاس ٹھہرا کرتے تھے ان دنوں بھی وہ اسی قسم کے کاروباری سلسلہ میں مکہ معظمہ زاد اللہ شرفہا میں حاضر تھے اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مہمان تھے اور حضرت عباس کے گھر

سے ہی ان کے ساتھ بیت الحرام میں ہونے والے واقعات دیکھ رہے تھے۔

اب جبکہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عقیف کو بتا رہے کہ میرے ایک بھتیجے خود کو اللہ کا رسول کہتے ہیں دوسرے بھتیجے علی بن ابی طالب ہیں اور تیسری خاتون میرے بھتیجے کی اہلیہ خدیجہ الکبریٰ ہیں اور ابھی اس خاتون اور بھتیجے علی ابن ابی طالب کے سوا کوئی تیسرا شخص مسلمان نہیں ہوا تو کیا حضرت عباس پر حضرت علی کا اسلام قبول کرنا ظاہر ہو چکا تھا یا نہیں؟

اس واقعہ کو ذرا دل کی گہرائیوں میں اتار کر تجزیہ کریں تو مزید وضاحت ہوتی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں جناب خدیجہ الکبریٰ اور جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم بعثتِ مصطفیٰ کے دوسرے ہی دن عین کعبۃ اللہ میں رات کی تاریکی میں نہیں بلکہ سورج طلوع ہونے کے بعد نماز ادا فرما کر سب لوگوں پر اپنا اسلام ظاہر کر رہے تھے تو سیدنا عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما پر اس سے بھی پہلے حضرت علی کا اسلام قبول کرنا ظاہر ہو چکا تھا جی تو آپ نے عقیف کنڈی کے استفسار پر ان کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اظہار رسالت اور آپ پر ایمان لانے والوں کی تفصیل سے آگاہ کر دیا تھا۔

بہر حال یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ سید الاولیاء والاصفیاء جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سید الانبیاء والمرسلین تاجدارِ عرب و عجم حضور رحمة للعالمین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کاملہ

کرتے ہوئے بغیر کسی قسم کے ڈر اور خوف کے عین جوف مکہ میں کعبۃ اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر پورے وقار کے ساتھ اپنے اسلام کو ہر دیکھنے والی آنکھ پر واضح کر دیا تھا۔

اگرچہ بعض روایات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ چاشت کعبۃ اللہ میں ادا فرماتے اور نمازِ عصر کے لئے پہاڑوں کی گھاٹیوں کو منتخب فرماتے کیونکہ کفارِ مکہ چاشت کی نماز کی مخالفت نہیں کرتے تھے جبکہ عصر کی نماز پر انتہائی غیظ و غضب کا اظہار کرتے تھے۔

اور یہ روایت بھی موجود ہے کہ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نمازیں پڑھنے کے یہ واقعات چند روز بعد میں معلوم ہوئے اور جب انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھ کر پوچھا کہ تم یہ کیا کر رہے ہو تو جناب حیدرِ کرار نے بغیر کسی قسم کے اضطراب کے اُن کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثتِ مبارکہ اور اپنے اسلام قبول کرنے کے بارے میں وضاحت کے ساتھ سب کچھ بتا دیا۔

اس روایت میں مزید یہ بھی ہے کہ حضرت ابوطالبؓ نے یہ سب کچھ جان لینے کے بعد قطعی طور پر کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا تھا بلکہ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے کہا کہ تمہارے بھائی سچی بات کہتے ہیں اُن کے ہر حکم کی تعمیل کرتے رہنا اور پورے طور پر حق غلامی ادا کرنا اس روایت کا عربی متن کسی دوسری جگہ پیش کیا

جائے گا۔

تاہم اس قسم کی روایات سے حضرت عفیف کندی کی بیان کردہ روایت سے ہرگز تعارض پیدا نہیں ہوتا اس لئے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافی بے تکلف تھے جبکہ اس کے برعکس جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ آپ کی بے پناہ شفقت اور بزرگی کی وجہ سے اکثر طور پر بات کرتے ہوئے حجاب فرماتے تھے۔

قارئین سابقہ اوراق میں پڑھ چکے ہیں کہ آپ نے نہایت بے تکلفی کے ساتھ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اس بات پر رضامند کر لیا تھا کہ چچا جان قحط اور غربت کی وجہ سے چچا ابوطالب بہت پریشان ہیں اس لئے اُن کے ایک بچے کو آپ اپنے گھر لے آئیں اور ایک بچے کو ہم اپنے پاس لے آتے ہیں تو انہوں نے بلا حیل و حجت آپ کے فرمان اقدس کو مانتے ہوئے جناب جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنی سپرداری میں لے لیا تھا۔

اس قسم کے دیگر بھی متعدد شواہد ہم اپنے موقف میں پیش کر سکتے ہیں مگر ایسا کرنے سے موضوع کے قریب نہیں رہا جاسکتا اہل فہم اس ایک واقعہ سے ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ پر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فوراً ہی مطلع ہو جانا

بعید از قیاس نہیں اور نہ ہی حضرت ابوطالبؓ کے لئے چند روز کا اخفا خلاف عقل ہے۔

اس کے باوجود بھی اگر بات سمجھ میں نہ آئے تو پھر یوں سمجھ لیجئے کہ جناب حیدر کرار علیہ السلام مکمل طور پر تاجدارِ انبیاء رسول کریم علیہ تحیۃ والتسلیم کے کنزِ ول میں تھے اور اپنے اسلام کے اظہار و اخفاء کے لئے بھی اتباعِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پابند تھے۔

اور پھر اس پر مستزاد یہ کہ خود امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ بھی جناب ابوطالب کے علم میں اس وقت تک نہیں آئی تھی جس لمحے تک ان کی نگاہوں سے جناب حیدر کرار کا اسلام پوشیدہ رہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خواہش فرمائی کہ اے علی حرمِ محترم کی زمین روزِ ازل سے ہی ہماری جبینوں کو بوسہ دینے کے لئے تڑپ رہی ہے آؤ اپنے سجدہ ہائے شوق سے اس کو عزت و آسودگی عطا کریں تو جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم ایک معمول کی طرح آپ کے شانہ بشانہ اس وقت کھڑے ہو گئے جب سورج پوری طرح طلوع ہو کر اپنی ضیاء پاش کر نیں حرمِ محترم پر پنچاؤر کر رہا تھا رات کی تاریکی میں یہ نماز ادا کی جاتی تو احتمالِ اخفا ہو سکتا تھا لیکن ایسا نہیں ہوا عینِ چاشت کے وقت جب دوسرے متعدد لوگ بھی اس بار منظر کو دیکھ رہے تھے جناب رسول خدا اور آپ کی زوجہ مطہرہ کے فہم جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بھی فریضہ اظہار اسلام ادا کر دیا۔

حضرت علی کیسے چھپ کر نماز پڑھتے تھے

اور جب تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیال فرمایا کہ کفار و مشرکین مکہ مسلمانوں کو عصر کی نماز کعبۃ اللہ میں نہیں پڑھنے دیتے تو آپ نے حکم فرمایا کہ سب لوگ فرداً فرداً ایک ایک دو دو ہو کر مکہ معظمہ کے گرد پھیلی ہوئی پہاڑیوں کی گھاٹیوں میں نماز ادا کریں تو جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بھی شعاب مکہ میں چھپ چھپ کر نمازیں پڑھنا شروع کر دیں۔

اس سے پہلے کہ ہم یہ وضاحت کریں کہ جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کیسے چھپ کر نمازیں پڑھتے تھے یہ بتادینا ضروری سمجھتے ہیں کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علاوہ دیگر تمام مسلمان کیسے اور کس طرح نماز ادا کرتے تھے چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ،

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يخرج الى الكعبة اول النهار فيصلى صلاة الضحى لا تنكرها قريش وكان صلى الله عليه وآله وسلم واصحابه اذا جاء وقت العصر تفرقوا في الشعاب فرادى ومثنى.

﴿سیرت حلبیہ جلد اول ص ۴۳۰﴾

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اس روایت کو یوں بیان کرتے ہیں۔
 فرضیت، بجگانہ سے پہلے مسلمان چاشت اور عصر پڑھا کرتے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و صحابہ کرام جب آخر روز کی نماز پڑھتے گھاٹیوں میں متفرق ہو کر تنہا پڑھتے۔

رواہ ابن سعد عن عزیزۃ بنت جحراء رضی اللہ

تعالیٰ عنہ ذکرہ فی ترجمتها من الاصابہ .

﴿فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۱۷۹﴾

عربی متن ہے!

اذا صلوا آخر النهار تفرقوا فی شعاب فصلوها

فرا دی۔

﴿فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۱۰۹﴾

اس روایت کے علاوہ اہل اسلام کا چھپ چھپ کر اور متفرق ہو کر نمازیں ادا کرنا دیگر متعدد روایات میں بھی موجود ہے جن میں سے صرف ایک روایت مزید پیش کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

اور وہ روایت اس طرح ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے اسلام میں کافر کا خون بہایا آپ کے اس قول کی شرح میں شارحین اور سیرت نگار حضرات پورا واقعہ اس طرح نقل کرتے ہیں کہ،

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین چھپ چھپ کر پہاڑوں کی گھاٹیوں میں نماز ادا کیا کرتے تھے ایک دفعہ حضرت سعد بن ابی وقاص چند

مسلمانوں کے ساتھ نماز ادا کر رہے تھے کہ اچانک کُفار و مشرکین کا ایک جھٹّا اُدھر سے گذرا ان لوگوں نے جب اہل اسلام کو حالتِ نماز میں دیکھا تو بُرا بھلا کہنے اور خرافات بکنے لگے حتیٰ کہ معاملہ ہاتھ پائی تک پہنچ گیا اسی عالم میں جناب سعد بن ابی وقاص نے وہاں پڑا ہوا اونٹ کا جباڑا اٹھا کر اس زور سے ایک کافر کے سر پر مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا اور وہ اسی وقت واصلِ جہنم ہو گیا یہ تھا پہلے کافر کا خون جو اسلام میں حضرت سعد بن ابی وقاص کے ہاتھوں بہایا گیا متن ہے۔

وذلك انه كانت الصحابة رضى الله عنهم اذا
صلوا ذهبوا في الشعاب واستخفوا صلاتهم
فبينما سعد في منهم في شعب اذ طلع نفر من
المشركين وهم يصلون فناكروهم وعابوا
عليهم صنعهم حتى تقابلوا فضرب سعد رجلاً
منهم بلحى بعير فشجه شجة فكان اول دم اهریق
فی الاسلام.

﴿سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۶۹ سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۲۵۱﴾

﴿الوفانی حوال المصطفیٰ ابن جوزی ص ۱۹۰﴾

ان روایات کا واضح مفہوم یہ ہے کہ اگرچہ متعدّد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اظہارِ اسلام بھی کر چکے تھے لیکن نمازیں وہ چھپ کر ہی پڑھتے تھے اس لئے صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے چھپ کر نماز پڑھنے

سے یہ مطلب اخذ کر لینا کہ انہوں نے اپنے باپ کے ڈر سے اپنے اسلام کو ظاہر نہیں کیا تھا محض خوش فہمی اور تحکم ہے جبکہ ثقہ روایت کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضور سرور کونین کے ساتھ اُس وقت نماز ادا کی تھی جب سوائے آپ کے اور سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے کوئی بھی تیسرا شخص حضور پر ایمان نہیں لایا تھا۔

اس وضاحت کے بعد اب ہم آپ کو یہ بتاتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے چھپ کر نماز پڑھنے میں کون سی انفرادیت اور خصوصیت تھی جس کے لئے ہم نے یہ عنوان قائم کیا ہے۔

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں سب صحابہ کرام کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد تھا کہ سب لوگ علیحدہ علیحدہ ہو کر مختلف گھاٹیوں میں چھپ چھپا کر نمازیں ادا کیا کریں مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ آپ نے اکثر طور پر یہ خصوصیت برقرار رکھی کہ جب بھی نماز کا وقت ہوتا آپ علی المرتضیٰ کو ساتھ لیتے اور پہاڑ کی کسی گھاٹی کی طرف تشریف لے جاتے اور پھر دونوں عظیم المرتبت ہستیاں یوں نماز ادا فرماتیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرائض امامت ادا فرماتے اور علی علیہ السلام مقتدی ہوتے چنانچہ امام الانبیاء کی کئی زندگی کا کثیر حصہ اسی صورت میں ہی گزرا۔

معتبر ترین اور ثقہ کتب سیر کے مطالعہ سے صاف طور پر پتہ چل جاتا ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کے لئے

کئی زندگی میں ممکن ہی نہیں رہا تھا کہ وہ اطمینان اور سکون کے ساتھ خداوندِ قدوس کی عبادت کر سکتے صحابہ کرام خاص طور پر عصر کی نماز گھروں میں چھپ کر ادا کرتے یا پہاڑوں کی گھاٹیوں میں چھپ چھپا کر اس فریضہ کی ادائیگی فرماتے اور اس انتہائی حفاظت و اخفاء کے باوجود بھی اگر کفار و مشرکین کسی مسلمان کو حالتِ نماز میں دیکھ لیتے تو اس پر اینٹوں اور پتھروں کی بارش شروع کر دیتے اور اگر پتھر برسانے کا موقع میسر نہ آتا تو فحش کلامی کرنے اور گالیاں بکنے سے تو قطعاً احتراز نہ کرتے تھے۔

چند مزید روایات

مناقب کی مشہور کتب خصائص نسائی میں امام نسائی ریاض النضرہ میں محبت طبری صواعق محرقہ میں ابن حجر کی ہتمیٰ ینابیع المودۃ میں سید سلیمان حنفی قدوسی اور اُسد الغابہ میں علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اس ضمن میں مزید یہ روایات بیان کرتے ہیں۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سات سال کا پورا عرصہ فرشتے مجھ پر اور علی پر درود بھیجتے رہے اور سات سال کے اس عرصہ میں سوائے علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے میرے ساتھ دوسرے کسی شخص نے نماز ادا نہیں کی۔

حدثنا اسحق بن ابراہیم بن عبد الرحمن بن

الاسود عن محمد بن عبید اللہ بن عبد الرحمن

بن مسلم عن ابیه عن ابو ایوب الانصاری قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لقد
صلیت المائکة علی وعلی سبع سنین و ذالک
انه لم یصل معی رجل غیرہ۔

﴿ینابیع المودة ج ۱ ص ۳۳﴾ ﴿اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۸﴾
﴿ریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۰۸﴾ ﴿نخائر العقبیٰ ج ۲ ص ۲۰۲﴾

علاوہ ازیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خود ارشاد فرماتے ہیں کہ
ایسے شخص کو نہیں جانتا جس نے اس اُمت میں مجھ سے پہلے اللہ تعالیٰ کی
عبادت کی ہو اور میں نے تمام لوگوں سے پانچ سال یا سات سال قبل اللہ
تبارک و تعالیٰ کی عبادت کی ہے۔

عن قال لم احد من هذه الامة عبد الله قبلي لقد
عبدته قبل ان يعبدہ احد منهم خمس سنین
او سبع سنین۔

﴿اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۷﴾ ﴿خصائص نسائی ص ۳﴾
﴿ریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۰۹﴾ ﴿نخائر العقبیٰ ج ۲ ص ۲۰۲﴾
﴿ینابیع المودة ج ۱ ص ۳۶﴾

حبۃ العرفی سے جناب سیدنا علی الکریم وجہہ الکریم کا ہی دوسرا ارشاد
اس طرح مروی ہے کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی۔

عن حبۃ العرفی قال سمعت علیا یقول انا اول

من صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم.

﴿اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۷﴾ ﴿خصائص نسائی ص ۲﴾

﴿ریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۰۱﴾ ﴿نخائر العقبیٰ ج ۲ ص ۲۰۲﴾

نیز یہ روایت امام نسائی وغیرہ حضرت زید بن ارقم کی سند

سے اس طرح بیان کرتے ہیں۔

عن زید بن ارقم اول من صلی مع رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی رضی اللہ تعالیٰ

عنه.

﴿خصائص نسائی ص ۲﴾ ﴿ریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۰۸﴾

﴿نخائر العقبیٰ ج ۲ ص ۲۰۲﴾ ﴿ینابیع المودۃ ص ۱۱﴾

اس ضمن میں مذکورہ بالا مزید چند روایات پیش کرنے کے بعد ہم اپنے قارئین سے التماس کریں گے کہ وہ خود بھی پورے خلوص و دیانت اور نہایت غور و خوض کے ساتھ ٹھیک ٹھیک نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش فرمائیں۔

ہم نے دانستہ طور پر اس مضمون کو ہر ممکن حد تک سمیٹنے کی کوشش کی ہے تاہم ابھی بے شمار ایسی روایات ثقہ ترین کتابوں میں موجود ہیں جن سے امیر المومنین امام المسلمین سید الاولیاء والاٰ صفیاء تاجدار اہل اقی سیدنا و مرشدنا حیدر کرار علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اُمت محمدیہ میں اول المسلمین اور اول المصلّین ہونے پر استدلال کیا جاسکتا ہے اور ان تمام تر روایات کو ہم قلم انداز بھی نہیں کر سکتے بلکہ وہ سب کی سب دیگر عنوانات کے تحت پیش خدمت کی جائیں گی کیونکہ اُن میں سے ہر روایت آپ کے اول المسلمین ہونے کے

ساتھ ساتھ آپ کے دیگر کئی قسم کے فضائل و مناقب پر بھی مشتمل ہے اس لئے انہی الفاظ پر یہ مضمون ختم کیا جاتا ہے۔

وجدان کی بات

اس واضح ترین استدلال کے بعد کہ اسلام قبول کرنے والوں میں دوسرا نمبر سیدنا حیدر کرار علی المرتضیٰ علیہ السلام کا ہے اور پہلا حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جناب شیر خدا رضی اللہ عنہ کا خدا اور رسول پر ایمان لانا اور قبول اسلام کرنا اعزازی طور پر ہے اور ظاہر طور پر ایسا کرنا اشد ضروری بھی تھا مگر باطنی طور پر تو آپ نے ازل ہی سے ایمان و اسلام کے سوا کسی چیز کو دیکھا ہی نہیں۔

جس طرح امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بعثت مبارکہ سے پہلے بھی تخت رسالت و نبوت پر متمکن تھے بلا تشبیہ اسی طرح امام الاولیاء حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ بظاہر اسلام قبول کرنے سے پہلے ہی سلطنت ولایت کے تاجدار تھے۔

جس طرح حضور سرور کائنات اعلان نبوت فرمانے سے پہلے مومن

اور مسلمان تھے اسی طرح مولائے کائنات بھی بظاہر اسلام لانے سے پہلے بھی مومن اور مسلمان تھے۔

نہ تو حضور رسالت مآب کو کبھی کفر و شرک کی نجاست نے چھوا اور نہ ہی کفر و شرک کی نجاستیں جناب ولایت مآب کے کبھی قریب آئیں۔

ہم گذشتہ اوراق میں متعدد وثقہ کتب احادیث و سیر کے حوالہ سے ایک روایت نقل کر چکے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ پر ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے اور پھر ان کے فرمان کے مطابق حضرت خدیجہ الکبریٰ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خدا تعالیٰ پر ایمان لائے۔

حالانکہ یہ سب کچھ ظاہر طور پر ہے ورنہ حضور تاجدارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی بعثت مبارکہ سے پہلے بھی بلکہ ازل ہی سے خدا تعالیٰ پر ایمان رکھتے تھے اور اس کے خلاف تو سوچنا بھی سراسر گمراہی اور راہِ ضلالت ہے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو تمام انبیاء سے بھی پہلے ایمان لانے والے ہیں اور تمام انبیاء میں سے پہلے مسلمان ہیں کتب احادیث میں بے شمار ایسی روایات موجود ہیں جن میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ انا اوّل المسلمین اور پھر السّنت برّکم کے جواب میں سب سے پہلے بلّی فرمانے والے بھی تو آپ ہی ہیں۔

بلکہ یہاں تھوڑا سا غور فکر کیا جائے تو صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ ایمان اور اسلام تو خود حضور ہی کی ذاتِ مبارکہ ہے ایمان اور اسلام تو

محبتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہے ایمان اور اسلام تو بنے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کے لئے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ صرف یہ کہ ایمان و اسلام ہیں بلکہ ایمان تو اسلام کی بھی جان ہیں اور حیدر کرار اسی جانِ ایمان اور روحِ اسلام کی آغوشِ مبارکہ میں آنکھ کھولتے ہیں پھر کفر و شرک کا تصور کہاں۔

حقیقتِ اسلام تو مولائے کائنات کے رگ و ریشہ میں رچی ہوئی تھی بلکہ آپ کی تو پرورش ہی بانیِ اسلام کی آغوشِ رافت میں ہو رہی تھی۔

علی کی غذائے مبارک ہی جانِ ایمان کا لُحَّابِ دہنِ مبارک تھا پھر علی کا دل ایمان سے کیسے خالی ہوتا علی کو تو اجداء ہی سے امامِ الانبیاء نے مکمل ایمان اور کامل اسلام بنا دیا تھا یہی وجہ تھی کہ جنابِ علی جنگِ احزاب میں ابنِ عبدود کے مقابلہ پر تشریف لے جاتے ہیں تو حضور سرورِ انبیاء نے فرمایا کہ مکمل ایمان مکمل کفر سے ٹکرانے والا ہے علی اگر حقیقتِ اسلام و ایمان سے نا آشنا ہوتے تو اس چھوٹی سی عمر میں اتنی بڑی دولت کو کس طرح سمیٹ سکتے تھے علی اظہارِ ایمان سے قبل بھی مکمل ترین مومن تھے۔

حقائق سے گریز

اس مقام پر بعض حضرات یوں بیان کر دیتے ہیں کہ سب سے پہلے تو اسلام سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی قبول کیا ہے کیونکہ

حضرت علیؓ تو پہلے ہی مسلمان تھے اسلام تو وہ قبول کرتا ہے جو کبھی کافر و مشرک رہا ہو مگر علیؓ نے تو کفر و شرک کو دیکھا ہی نہیں اس لئے ان کے اسلام قبول کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا چنانچہ اگر اول المسلمین کسی کو کہا جاسکتا ہے تو وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

بظاہر تو یہ استدلال پرکشش معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں اس قسم کی باتیں کرنا بڑی سب سے اتر جانے کے مترادف ہے بلا شک و ریب جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے کسی ایک لمحہ میں بھی کفر و شرک نہیں کیا مگر اس کا مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے ظاہری طور پر اسلام قبول ہی نہیں کیا کیونکہ مندرجہ بالا تاثر دینے سے تو یہی بات سامنے آتی ہے کہ چونکہ آپ ازل ہی سے مسلمان تھے اس لئے وہ اسلام کیوں قبول کرتے اور اسلام تو وہ لاتا ہے جو پہلے مسلمان نہ ہو۔

ایسی باتیں کرنا عشق و محبت کی وادیوں سے گزر کر گمراہی کے غاروں میں گم پڑنے کے مترادف ہے۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازل ہی سے نبی ہیں اور اس وقت بھی نبی تھے جب جناب آدم علیہ السلام بین المأ والطنین تھے مگر آپ اعلان نبوت اپنی چالیس برس کی عمر میں فرماتے ہیں تو کیا اس کا یہ مطلب لیا جاسکتا ہے کہ چونکہ آپ تو ازل ہی سے نبی ہیں اس لئے انہوں نے چالیس برس کی عمر میں اعلان نبوت فرمایا ہی نہیں۔

بلا تشبیہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ازل ہی سے مقام ولایت پر فائز ہونے اور کفر و شرک کی تمام آلودگیوں سے منزہ و مبرہ ہونے کے باوجود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اظہار ہوتے ہی ظاہری طور پر بھی مشرف باسلام ہوئے اور اوّل المسلمین و اوّل المصلّین کے اعزاز خاص کے مصداق قرار پائے۔

مزید ذہنی ہیر پھیر سے حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا انصاف پسندی کے خلاف ہے حق تو بنفسہ بے حد پر کشش ہوتا ہے اس کے حسن میں تاویلوں کی پتچی کاری سے کیا اضافہ ہو سکتا ہے صداقت ذہنی اختراعوں کی محتاج نہیں صداقت ہی رہتی ہے خواہ اسے کتنی ہی سادگی سے بیان کر دیا جائے۔

صداقت کے اثرات اتنی ہی زیادہ قوت سے ذہنوں پر ثبت ہوتے چلے جاتے ہیں جتنا اسے تاویلات کی غنودگیوں سے پاک رکھ کر سامنے لایا جائے۔

مبالغہ آرائی کی ضرورت تو جب پیش آتی ہے جب تھالی میں کچھ نہ ہو اور جب ہر دو جانب لا حصر و لا تعداف ضائل و مناقب کے انبار لگے ہوں تو پھر ادھر ادھر کے شاخسانے تیار کر کے صداقتوں کو زیر نقاب کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

انہی الفاظ پر یہ مضمون ختم کرتے ہوئے اب ہم حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے نمازی ہونے کے بارے میں ایک نصیحت آمیز مضمون پیش خدمت

کرتے ہیں ہو سکتا ہے کچھ الجھے ہوئے ذہن اس سے خاطر خواہ فائدہ حاصل کر لیں۔

وَاللّٰهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ

اہم ترین سوال

آپ بھی سوچئے

تاجدار انبیاء حضور رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں جناب خدیجہ الکبریٰ اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کا تمام لوگوں سے پہلے نمازیں ادا کرنا معمولی سی بات نہیں یہ اس قدر عظیم اعزاز ہے جس کا ذکر رسول امین علیہ السلام اپنی عالی مرتبت صاحبزادی سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا سے فخر یہ طور پر کرتے ہیں خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اپنے اس اعزاز خاص پر ناز فرماتے ہیں، نماز معمولی چیز ہوتی تو جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم اس کو اپنے لئے ہرگز باعث فخر و مباہات نہ سمجھتے یہ درست ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں ادا کی جانے والی نمازیں خصوصی امتیاز اور مخصوص نوعیت کی حامل ہیں یہی وجہ ہے کہ دوسرے مسلمانوں سے زیادہ نمازیں حضور کے ساتھ ادا کرنا جناب حیدر کرار کی جزوی فضیلت قرار پاتا ہے۔

مگر علی علیہ السلام تو ہر زمانہ میں نماز کے شیدائی رہے ہیں ہمارا چیلنج ہے کہ اگر کوئی شخص یہ ثابت کر دے کہ پوری زندگی میں جناب حیدر کرار نے ایک بھی نماز ترک کی ہے تو ہم اسے مبلغ یکصد روپیہ نقد انعام دینے کے لئے

تیار ہیں۔

یہ علی کے خون اور فاطمہ کے دودھ ہی کا تو اثر تھا کہ شمر لعین کے پاؤں تلے دبی ہوئی گردن کو موڑ کر بھی زخموں سے چور چور حسین علیہ السلام نے آخری سجدہ ادا کر لیا۔

اور پھر حق سجدہ ادا کرنے والے اسی سر اقدس کو سرفرازی عطا ہوئی

جہی تو کٹ کے بھی کر بل میں سر اس کا رہا اونچا
کہ تھی شبیر میں غیرت علی کی آن زہرا کی

نمازی اور غازی

اسلامی تعلیمات کی رُوح دو ہی تو چیزیں ہیں اور وہ ہیں نماز اور جہاد
مسلمان کی تو پہچان ہی یہی ہے کہ وہ نمازی بھی ہو اور غازی بھی یہی دونوں
چیزیں حقیقت میں اسلام کی رُوح بھی ہیں اور جان بھی پورے فلسفہ اسلام کا
نچوڑ انہی دونوں چیزوں کو قرار دیتے ہوئے ترجمان اہل سنت علامہ اقبال
فرماتے ہیں۔

اسلام کے دامن میں بس اس کے سوا کیا ہے
اک ضربِ یُدِ لّٰہی اک سجدہ شبیری

بیٹے میں باپ کے اسرار نمایاں ہوتے ہی جناب شبیر علیہ السلام کو ذوقِ سجدہ کے ساتھ ضربِ یدِ الٰہی بھی حاصل تھی یہی وجہ ہے کہ آپ کی دردناک شہادت کا یہ عظیم پہلو بھی آفتابِ نصف النہار کی طرح درخشاں اور تابندہ ہے کہ آپ نے ظاہری اسباب کی انتہائی قلت کے باوجود ظلم و جبر کی شدید ترین قوتوں سے ٹکرا کر جاہ و جلال حیدری اور زورِ یدِ الٰہی کے وہ جوہر دکھائے کہ آپ کے ساتھ کر بلا کا وہ قطعہ زمین بھی سرخرو ہو گیا جہاں آپ کی شہادت ہوئی۔

کر بلا تو کر بلا خونِ حسینؑ نے تو دم توڑتے ہوئے اسلام کو دوبارہ زندگی دے دی اور لا الہ الا اللہ کی لرزتی ہوئی بنیادوں کو از سر نو استوار کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مضبوط اور مستحکم کر دیا۔

اور دوسری طرف جناب علی علیہ السلام کو ضربتِ یدِ الٰہی کے ساتھ ساتھ لذتِ سجدہ سے بھی مکمل طور پر آشنائی تھی۔

حیدر کراڑ کے ذوقِ سجدہ ریزی کی عظمت کا اندازہ کون کر سکتا ہے جس نے اپنی شہادت کے لئے بھی سجدہ گاہ ہی کا انتخاب فرمایا۔

کیا مساجد قتل گاہیں ہیں ؟

بعض لوگ مساجد کو قتل گڑھ اور قتل گاہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں حالانکہ اس قسم کے تصورات ذوقِ علیؑ کی توہین کے مترادف ہیں کعبۃ اللہ میں

پیدا ہو کر مسجد میں شہید ہونا ہی تو مولائے کائنات سیدنا حیدر کترار رضی اللہ عنہ کا خصوصی اعزاز و امتیاز اور ذوقِ مجدہ ریزی کی تکمیل ہے پھر مساجد کو قتل گاہیں کیسے قرار دیا جاسکتا ہے مومن کا سامانِ تسکین تو ہے ہی مساجد میں پھر مسجدوں سے منہ کیوں پھیرا جاتا ہے مومن کی توثیق ہی یہ ہے کہ اُسے مسجد میں سکون و راحت نصیب ہو جسے مسجد میں تسکین نہ حاصل ہو وہ تو منافق ہوتا ہے۔

المومن فی المسجد کالسمک فی الماء

والمنافق فی المسجد کالطیر فی القفس۔

مساجد تو مومنوں کے لئے مقامِ فرحت و انبساط ہے جیسا تو امام المسلمین امیر المومنین اور تمام مومنوں کے مولا جناب علی علیہ السلام نے مسجد میں شہادت کو پسند فرمایا۔

کیا مساجد سے نفرت کر کے آپ نادانستہ طور پر علی علیہ السلام کی شہادت گاہ سے نفرت کرنے کے جرم کے مرتکب تو نہیں ہو رہے سوچئے اور خوب غور کیجئے اور اگر عقل ساتھ دینے سے انکاری ہے تو آئیے ایک مثال سامنے لے آئیے۔

شاید کہ اُتر جائے ترے دل میں میری بات

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں جب جبریل علیہ

السلام نے کربلا کی مٹی پیش کی تو آپ نے فرمایا اس سے رنج و مصیبت اور

کرب و بلا کی بھڑائی ہے جناب حیدر کرار جنگِ صفین کے دورانِ دہشتِ نینوا میں تشریف لائے تو آپ نے بھی فرمایا کہ یہ مقام کرب و بلا ہے۔

دیکھنا یہ ہے کہ جو جگہ نصوصِ صریحہ کے مطابق آلام و مصائب کی جگہ اور مقامِ کرب و بلا ہے اب اُسے مصیبتِ کدہ اور بلاؤں کا گھر کہا جاسکتا ہے یا نہیں۔

یہ درست ہے کہ وہاں حاضری دیتے وقت غمِ حسین کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور اشکوں کے سیلاب کی روانی بڑھ جاتی ہے مگر وہاں پر سجدہٴ شیری کی عظمت کا احساس بھی تو شدتِ اختیار کر جاتا ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ مقامِ کرب و بلا اب جنت کے قطعے کی صورت اختیار کر گیا ہے اور کرب و بلا تو کربلائے معلیٰ بن چکی ہے۔

یہ خونِ حسین علیہ السلام کا ہی کرشمہ تو ہے کہ،

جنگل کو مصطفیٰ کا مدینہ بنا دیا

شہادتِ گاہِ حسین اور شہادتِ گاہِ علی

شہادتِ حسین کی برکت سے دکھوں بلاؤں اور آلام و مصائب کی جگہ رھک جنت الفردوس بن چکی ہے اور اب اسے کوئی بھی کرب و بلا کی زمین کہنے کا مجاز نہیں۔

اور جنت تو اسے ہی کہا جاسکتا ہے جہاں سکون ہی سکون ہو تسکین ہی تسکین ہو قرار ہی قرار ہو اب جبکہ خونِ حسین کی رنگینیوں نے ایک مصیبت کدہ کو جنت زار بنا کر عشاق کی زیارت گاہ بنا دیا ہے تو مسجدوں کو جو پہلے ہی سکون و راحت کی جگہ ہیں حیدرِ کرار کے خون نے کیوں قابلِ نفرت بنا دیا ہے شہادت گاہِ حسین کی شبیہ بنا کر تو اس کا احترام کیا جاتا ہے مگر شہادت گاہِ علی کی شبیہ کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے آخر کیوں؟

مسجدوں سے نفرت درحقیقت علی علیہ السلام کے ذوقِ سجدہ ریزی سے نا آشنائی کا نتیجہ ہے اگر شہادت گاہِ حسین کا احترام ضروری ہے تو شہادت گاہِ علی کا احترام بھی اشد ضروری ہے۔

علی سے آشنائی حاصل کرنا ہے تو علی کے ذوق کا احترام کرو علی کے اُسوۂ حسنہ پر چلنے کی کوشش کرو یہ تو سراسر نفس کی چالاکی اور شیطان کی چال ہے کہ یہ خیال پیدا کر دیا گیا کہ مسجدوں میں نہ جاؤ یہ قتل گاہیں ہیں شیطان مساجد سے نفرت کرتا ہے اس لئے سکھاتا ہے کہ تمہیں علی کے نقشِ قدم پر چلنے سے روک دے کیونکہ جب سجدہ گاہ ہی سے نفرت ہوگی تو پھر سجدہ ریز ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مولا علی کو اپنا آقا و مولا سمجھتے ہو تو علی کی طرح نماز سے عشق پیدا کرو مسجدوں سے محبت کرو مسجدوں کو حقارت سے قتل گاہ کا نام دینا تو بہینِ حیدر کرار ہے مسجد میں شہید ہونا حیدرِ کرار کا اعزازِ عظیم ہے اس اعزاز کا انکار نہ

کرو مسجد کی تحقیر شہادت گاہ حیدر کی تحقیر اور علی کی سعادت کا انکار کر دینے کے مترادف ہے حالانکہ نادانستہ طور پر یہ بھی کہہ دیتے ہو کہ،

کے رامیتسر نہ خُدا ایں سعادت

بمسجد شہادت بکعبہ ولادت

اگر مسجد میں شہید ہونا مُرضی مشکل کشا شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے وجہ سعادت ہے تو مساجد کو بنظر شرف و حقارت دیکھنے کا کیا جواز ہے۔

نماز علی کیلئے سُورج کی واپسی

علی کا ذوق نماز تو دیکھئے کہ آپ کی نمازوں کو وقت پر ادا کروانے کو خاطر دوبارہ سورج کو واپس لوٹنا پڑا تا کہ پوری کی پوری زندگی میں علی کی ایک نماز بھی قضا نہ ہو جائے۔

چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی نماز کے لئے سُورج کو لوٹایا اور ایک دفعہ خود مولائے کائنات نے نماز عصر کو قضا ہوتے دیکھ کر بارگاہ خداوندی میں عرض کر کے سورج کو واپس لوٹایا۔

پہلی روایت حسن اسناد کے ساتھ جناب اُسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس طرح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز ادا فرمائی اور پھر علی کو کسی کام کے لئے بھیج دیا اور واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نماز عصر ادا فرما چکے تھے اور پھر آپ علی کی گود میں سر اقدس رکھ کر آرام سے سو گئے حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا ﴿پھر آپ بیدار ہوئے﴾ تو آپ نے برگاہ ایزدی میں عرض کیا کہ الہی تیرا یہ بندہ علی تیرے نبی کی خدمت پر مامور تھا تو اس کے لئے سورج کو واپس لوٹا دے جناب اسماء فرماتی ہیں پھر سورج طلوع ہو گیا اور پہاڑوں اور زمین پر اس کی روشنی پھیل گئی اور جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے وضو فرما کر نماز ادا فرمائی تو سورج دوبارہ غروب ہو گیا اور یہ مقام صہبا کا واقعہ ہے۔

با سناد حسن عن اسماء بنت عمیس رضی اللہ
 عنہا ولفظہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم صلی الظهر بالصہبا ثم ارسل علیا فی
 حاجتہ فرجع وقد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 العصر فوضع صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راسہ
 فی حجر علی و نام فلم یحرکہ حتی غابت
 الشمس فقال علیہ الصلوۃ والسلام اللہم ان
 عبدک علیا احتبس بنفسہ علی نبیک
 فرد الشمس قالت اسماء فطلعت علیہ الشمس
 حتی دفعت علی الجبال وعلی الارض وقام علی
 فتوضا و صلی العصر ثم و ذالک بالصہبا.

اسی مضمون کی دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ جناب اسماء رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی کی گود میں سر رکھ کر لیٹے ہوئے تھے اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نماز عصر ادا نہ کر سکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا الہی علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا اس پر سورج کو لوٹا دے جناب اسماء فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ سورج غروب ہو چکا ہے اور پھر میں نے دیکھا کہ طلوع ہوا غروب ہونے کے بعد حتیٰ کہ پہاڑ اور زمین روشن ہو گئے اور یہ واقعہ مقام صہبا کا ہے جو کہ خیبر کے علاقہ میں ہے۔

عن اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان
النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یوحی الیہ ورا
سہ فی حجر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فلم یصل
العصر حتیٰ غربت الشمس فقال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم انه کان فی اطاعتک و طاعة
رسولک فارادو علیہ الشمس قالت اسماء فرایت
ہا غربت ثم طلعت بعد ما غربت و دقعت الجبال
والارض و ذالک فی الصہبا فی خیبر.

﴿کنز العمال ج ۲ ص ۲۷۷﴾ ﴿خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۸﴾ ﴿شواہد النبوة ص ۲۹۰﴾
﴿موضوعات کبیر ج ۲ ص ۸۹﴾ ﴿تفسیر خازن ج ۲ ص ۳۰﴾
﴿تفسیر معالم التنزیل ج ۲ ص ۳۰﴾ ﴿شرح مسلم نووی ج ۲ ص ۸۵﴾
﴿حجة اللہ علی العالمین ص ۳۹۸﴾

نماز علی کیلئے

سُورج کی دوبارہ واپسی

دُوسری بار سُورج کا لوٹنا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بائبل کی طرف جا رہے تھے کہ مع رفقاء کے فرات کے پار جا کر نماز کا ارادہ فرمایا آپ کے ساتھیوں نے دریائے فرات سے سواریاں گزارنی شروع کر دیں یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا اور ان کی نماز قضاء ہو گئی آپ کے ساتھی چہ میگوئیاں کرنے لگے تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے سُورج لوٹانے کی التجاء کی تاکہ آپ اور آپ کے ساتھی وقت پر نماز ادا کر لیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کی دُعا کو شرفِ قبولیت بخشا اور آفتاب واپس لوٹ آیا اور عصر کا وقت ہو گیا جب آپ نے

﴿نماز پڑھ کر﴾ سلام پھیرا تو سورج غروب ہو گیا اور اس میں سے ہولناک
آوازیں آنے لگیں جس سے لوگوں پر خوف و ہراس چھا گیا اور وہ تسبیح و تحلیل
میں مصروف ہو گئے۔

﴿شواہد النبوة ص ۲۹۲﴾

آج کل وہابیہ وغیرہ میں سے بعض لوگ بالعموم اور مودودی اور
اس کے متبعین بالخصوص ردِ شمس کے معجزہ و کرامت کا نہایت سختی سے انکار
کرتے ہیں اس کا جواب ہم آئندہ اوراق میں کسی مقام پر دوبارہ اس واقعہ
کو بیان کر کے دیں گے یہاں تو صرف یہ کہنا ہے کہ مولائے کائنات حیدر
کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز سے کس قدر شغف تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم ان کی نماز کو کس قدر قیمتی متاع سمجھتے تھے کہ اُن کی نماز کے لئے
سورج کو واپس لوٹانا پڑا اور پھر خود مولائے کائنات نے بھی اپنی اور اپنے
ساتھیوں کی نماز کو قضا سے بچانے کے لئے بارگاہِ ایزدی میں عرض کر کے
سورج کو واپس لوٹایا کاش مسلمان اور خاص طور پر محبتِ علی کے دعویدار مساجد
اور نماز سے انحراف نہ کرتے “

اظہار اسلام اب ہوتا ہے

جیسا کہ ہم سابقہ مضمون میں بالوضاحت بتا چکے ہیں کہ نہ صرف یہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی چھپ چھپ کر نمازیں پڑھتے تھے بلکہ خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر تمام صحابہ کبار بھی کفار و مشرکین سے چھپ چھپا کر ہی یہ فریضہ سرانجام دیتے تھے۔

البتہ اس میں یہ امتیاز ضرور تھا کہ چھپ کر نماز پڑھنے کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت صرف اور صرف حضرت علی علیہ السلام کو ہی حاصل تھی جبکہ دوسرے تمام عالی قدر حضرات اپنی اپنی ٹولیوں کی صورت میں مختلف پہاڑوں کی گھاٹیوں میں چھپ کر اس ارشاد خداوندی کی تعمیل فرماتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ اخفاء و پوشیدگی عین منشاء خداوندی کے مطابق تھی اور ابھی تک اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ایسا کوئی فرمان صادر نہیں

ہوا تھا جس کے پیش نظر مسلمان اپنے اسلام کا اظہار علی الاعلان کرتے۔
 یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں اسلام قبول کرنے والے پوشیدہ طور پر
 ہی اس نعمتِ غیر مترقبہ سے اپنے دامنِ قلب و نظر کو آسودہ کرتے تھے اور
 پوشیدہ طور پر ہی دوسرے ہم نوا لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کرتے تھے۔
 بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ حضور سرور کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم بھی فریضہ رسالت و نبوت کو انتہائی رازداری کے ساتھ ادا فرماتے
 تھے۔

اور یہ اس لئے تھا کہ تاحال اللہ تبارک و تعالیٰ نے اعلامیہ طور پر
 دعوتِ الی الحق دینے کے لئے حکم ہی نہیں فرمایا تھا۔

فرمانِ اعلان

اخفائے اعلان کے اس دور کو جب تین برس گزر گئے۔

عن ابن اسحق ان مدۃ با اخفی صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم امرہ ای المدۃ الی صار یدعوا للناس
 فیہا خفیۃ بعد نزول ﴿یا ایہا المدثر﴾ ثلاث

سنین۔

﴿سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۶۸﴾ ﴿سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۲۵۶﴾

﴿تاریخ کامل ج ۲ ص ۲۲﴾ ﴿تفسیر در منثور ج ۲ ص ۹۶﴾

﴿تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۹۲﴾ ﴿معارج النبوة ج ۲ ص ۲۲﴾

﴿تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۰۵﴾ ﴿تفسیر معالم التنزیل ج ۲ ص ۱۰۵﴾

﴿الوفاء ابن جوزی ص ۱۹۰﴾ ﴿روض الانفس ج ۱ ص ۱۶۸﴾

تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہذریہ وحی اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار و مشرکین سے اعراض فرمانے کے ساتھ ساتھ اعلانیہ طور پر دعوتِ اسلام دینے کا حکم فرما دیا اور یہ بھی فرما دیا۔ کہ اپنے اقرباء کو بھی انداز فرمائیں چنانچہ اس ضمن میں یہ آیات بینات نازل ہوئیں۔
 فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ .

﴿القرآن ۱۵-۹۴﴾

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ

﴿الشعرا آیت ۲۱۴﴾

یعنی محبوب آپ اپنے کنبہ والوں کو ڈرائیں۔
 حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم صادر ہوتے ہی اس کی تعمیل شروع کر دی اور مختلف طریقوں سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اپنی رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ تم جن بتوں کی پوجا کرتے ہو یہ لائق عبادت نہیں بلکہ تم نے خود ہی ان کو بنا کر ”الہ“ کا درجہ دے رکھا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ ہی لائق عبادت ہے وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں وہی حق ہے اور تمہارے یہ معبود جنہیں تم پوجتے ہو قطعی طور پر باطل ہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں میری پیروی کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے اپنے مندرجہ بالا موقف کی وضاحت پہلے بیت اللہ شریف میں جمع شدہ لوگوں میں فرمائی مگر کسی شخص نے بھی آپ کی صداقت آفرین گفتگو سے کوئی استفادہ نہ کیا۔

بعد ازاں آپ بیت الحرام کے نزدیک ہی کوہ صفا کے اوپر تشریف لے گے اور لوگوں کو جمع کرنے کی غرض سے تمام اہل مکہ کو بالعموم اور اپنے قبیلہ والوں یعنی بنو عبد المطلب وغیرہ کو بالخصوص بلند آواز سے نام لے لے کر پکارا

جب لوگ مجمع کی صورت میں جمع ہو گئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ ایک لشکر اس پہاڑ کے نیچے موجود ہے تو کیا تم لوگ میری تصدیق کرو گے۔

لوگوں نے کہا ہاں کیونکہ آپ پر نہ تو کبھی جھوٹ کی تہمت آئی ہے اور نہ ہی ہم کو آپ کے کذب کا کبھی تجربہ ہوا ہے۔

عوام الناس کا یہ جواب سن کر آپ نے فرمایا کہ !

اگر یہ بات ہے تو سنو میں تمہیں ایک عذاب شدید سے ڈرانے والا ہوں اے بنو عبد المطلب اے بنی عبد مناف اے بنو زہرہ یہاں تک کہ آپ نے قبیلہ قریش کی شاخوں کو گن ڈالا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا

ہے کہ میں اپنے سب سے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤں اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي
لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي
وَيُمِيتُ إِلَىٰ آخِرِ الْآيَةِ.

آپ کا فرمان سب لوگ خاموشی سے سن رہے تھے کہ ابولہب نے
اس قسم کی خرافات بکنا شروع کر دیں کہ تمہاری سارا دن بربادی ہو
﴿معاذ اللہ﴾ اس لئے ہم کو جمع کیا تھا۔

تَبَالِك سَائِرِ الْيَوْمِ هَذَا جَمَعْتَنَا ﴿معاذ اللہ﴾

﴿طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۹۷﴾ ﴿معارج النبوة ج ۲ ص ۲۰﴾

﴿سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۴۶۰﴾ ﴿سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۶۷﴾

﴿روض الانف مع سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۶۷﴾

علاوہ ازیں بھی تفاسیر و احادیث اور سیرت کی تمام کتابوں میں یہ
واقعہ مرقوم ہے۔

ابولہب لعین کی اس بے باکی اور بدکلامی کا بدلہ غیرتِ الہیہ نے فوراً
ہی لے لیا اور قیامت تک کے لئے اس کی بربادی کے لئے قرآن مجید میں
پوری سورۃ نازل فرمادی کہ جب تک دنیا میں قرآن مجید کی تلاوت کرنے
والے موجود ہیں ابولہب کی بربادی کا ذکر ہوتا رہے اور اہل ایمان کہتے رہیں
تبت ید ابی لہب یعنی ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں۔

بہر حال حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے

حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بشت مبارکہ کے ٹھیک تین سال بعد کھلم کھلا اعلان نبوت فرما کر لوگوں کو اسلام کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش فرمائی۔

اور اس کوشش کا اسی وقت جو ثمر حاصل ہوا وہ انتہائی مایوس کن تھا کیونکہ ابولہب کی بکواس سن لینے کے بعد وہاں کوئی شخص بھی نہ رکا تھا اور نہ ہی کسی نے دعوتِ اسلام کو قبول کیا اس صورتِ حالات سے حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت غمزہ اور مخزون و ملول خاطر ہو کر گھر تشریف لے آئے۔

علی انتظام دعوت کرو

آپ اہل مکہ کے رویہ پر اظہارِ غم کرتے ہوئے گھر تشریف لائے تو جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مل کر تمام صورتِ حالات سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ !

یا علی ! حالاتِ انتہائی مخدوش اور ناسازگار ہیں اور خداوندِ قدوس کا حکم آگیا ہے کہ دعوتِ اسلام کا سلسلہ علی الاعلان شروع کر دیا جائے۔ حالانکہ کفار و مشرکین مکہ اخفائے اسلام کی صورت میں بھی کوئی نہ کوئی مصیبت کھڑی کرتے ہی رہے ہیں اور اب جبکہ نہ صرف یہ کہ اظہارِ اسلام ہی کیا جا رہا ہے بلکہ دُوسروں کو بھی کھلم کھلا دعوتِ اسلام دینا ہے تو یہ لوگ ہمیں مزید دشواریوں میں مبتلا کرنے کے ساتھ ساتھ ہر قسم کی اذیت

دینے سے بھی گریز نہیں کریں گے۔

آپ کی گفتگو کا سلسلہ ابھی یہاں تک ہی پہنچا تھا اور جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بھی ابھی اس کا کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ جبریل علیہ السلام نے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم کا یہ فرمان گوش گزار کر دیا کہ،

محبوب آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اُس کی تعمیل کریں اس کا خلاف آپ کے لئے آپ کے رب کی ناراضگی کا سبب ہوگا۔

﴿تفسیر ذرّ منثور ۵ ص ۲۲۰﴾ ﴿تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۰۵﴾

﴿تفسیر معالم التنزیل ج ۵ ص ۲۲﴾ ﴿تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۹۰﴾

﴿تاریخ کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۲۱﴾ ﴿معارج النبوة ج ۳ ص ۲۱﴾

﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۴۱۲﴾

﴿”جمع بنی عبد المطلب فی دارابی طالب وهم اربعون“ سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۲۶۱﴾

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فرمان خداوندی کے بعد مجھے فرمایا کہ علی میرے لئے دعوت کا انتظام کرو اور ایک صاع ﴿سواد و سیر﴾ اناج اور قدرے گوشت پکاؤ اور ایک پیالہ دودھ بھی لاؤ۔

ایک روایت کے مطابق سواد و سیر آٹا ایک پیالہ دودھ اور ایک بکری ذبح کرنے کے متعلق بھی آیا ہے بہر حال فرمان مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ کے مطابق حضرت ابوطالبؓ کے گھر میں اس دعوت کا انتظام کیا اور جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کھانا وغیرہ تیار کر لیا تو سور رسالت مآب صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اب تم تمام بنو عبدالمطلب کو بلا لاؤ۔

جناب حیدر کرار فرماتے ہیں کہ حکم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فرزند ان عبدالمطلب کے تمام گھروں میں گیا اور اپنے تمام چچاؤں اور چچا زادوں کو جناب ابوطالب کے گھر میں آنے کی دعوت دے کر واپس آ گیا۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اہل خاندان جن کی تعداد چالیس افراد پر مشتمل تھی اور ان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابوطالب حمزہ عباس اور ابولہب اور ان کے بیٹے وغیرہ تھے جمع ہو گئے تو آپ نے مجھے کھانا لانے کا حکم دیا میں نے فوراً تعمیل ارشاد کر دی تو آپ نے اس کھانے میں سے گوشت کا ٹکڑا اٹھایا اور اس سے قدرے پکھنے کے بعد دوبارہ برتن میں رکھ دیا اور تمام حاضرین کو فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔

چنانچہ وہ کھانا تمام لوگوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا اور اس دودھ کے ایک پیالہ سے بھی سب لوگوں نے حسب ضرورت دودھ پیا،

جناب علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھے اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ وہ کھانا جسے چالیس افراد نے جی بھر کے کھایا صرف میں اکیلا کھا سکتا تھا یا یہ کہ اُسے کوئی بھی اکیلا آدمی کھا سکتا تھا۔

بہر حال جب سب لوگ کھانا کھا چکے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکلم فرمانے کے لئے لب کشائی فرمائی ہی تھی کہ ابولہب نے فوراً آپ کی بات چھین لی اور جناب علی علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا کہ برخوردار ہو سکتا

ہے کہ تم میں سے کسی پر تمہارے ساتھی نے جادو کر دیا ہو۔

پھر ابو لہب نے ہی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا کہ ہم میں یہ ہمت نہیں کہ تمہاری وجہ سے تمام قبائلِ عرب کو اپنا دشمن بنا کر ان سے لڑائی مول لے سکیں اور یہ بھی کہا کہ قبائلِ عرب سے جنگیں لڑنے سے ہم بہتر سمجھتے ہیں کہ تمہیں کسی کمرے میں بند کر دیں۔

ابو لہب لعین بخن مباہرت جست و گفت بر خور دار
مباہر از شاہ کسے کہ محمد را ﴿صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ سحر
کردہ است و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را گفت
قوم تو یعنی قریش را طاقت مقاومت جمیع قبائل نیست
و سرانجام این مہام براں قیام میکیرد کہ در مجسے جس کنیم
کہ ہرگز روئے عیش نہ بینی و این بر ما آسان تر است
کہ ہمہ قبائلِ عرب بخاصمہ و مقابلہ ما برخیزند،

﴿معارج النبوت رکن سوم ص ۳۱﴾

اور اس کے ساتھ ہی تمام لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے گھروں
کو روانہ ہو گئے۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل پُر اگرچہ ان لوگوں
نے زبردست چوٹ لگائی تھی مگر آپ نے باوجود شدید غمزدہ ہونے کے ہمت

نہ باری اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ارشاد فرمایا کہ علی کل ان لوگوں کی دعوت کا پھر انتظام کرو تا کہ میں دعوت تبلیغ حق کا فریضہ سرانجام دے لوں آج تو ابولہب نے مجھے بات ہی نہیں کرنے دی۔

حیدر کرار علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگلے روز میں نے پھر اسی قدر کھانے کا انتظام کیا اور سب اہل خاندان کو جناب ابوطالب کے گھر آنے کی دعوت دے آیا۔

﴿تاریخ کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۲۲﴾ ﴿در منثور ج ۳ ص ۲۲﴾

﴿تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۹۴﴾ ﴿معارج النبیوت ج ۳ ص ۲۲﴾

﴿ینابیع المودة ج ۱ ص ۱۰۵﴾

عربی متن ہے۔

وقال علی ابن ابی طالب لما نزلت ﴿وانزل عشیرو
تک الاقریین﴾ دعانا نئی النبی صلی اللہ علیہ
والہ وسلم فقلا یا علی ان اللہ امرنی ان عشیرو
تسی الاقریین فضقت بذالک ذرعا وعلمت انی
متی ابا یہم بهذا الا امر ادمی منهم ما اکره
فصمت الیہ حتی جاءنی جبریل فقلا یا محمد
صلی اللہ علیہ والہ وسلم انک لا تفعل ما تو امر
یہ یعذبک ربک فقال محمد صلی اللہ علیہ
والہ وسلم یا علی فاصنع لنا صاعا من طعام
واجعل علیہ رجل شاة واملا لنا عسا من لبن

واجمع لى بنى عبد المطلب حتى اكلمهم
 وابسلغهم ما امرت به ففعلت ما امرنى به دعوتهم
 له وهم يومئذ اربعون رجلا يزيدون رجلا
 او ينقصونه فيهم اعمامه ابو طالب وحمزه
 والعباس وابو لهب فلما اجتمعوا اليه دعانى
 بالطعام الذى صنعت لهم فلما وصنعة تناول
 رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم جزءا من
 اللحم ما فتفتفها باسنانه ثم القاها فى نواحي
 الصفحة ثم قال خذوا باسم الله فاكل القوم
 حتى ما لهم بشى من حاجة وما ارى الا مواضع
 ايدهم وايم الله الذى نفس على يده ان كان
 الرجل الواحد منهم لياكل ما قدمت جميعهم
 ثم قال اسق القوم فجعلتهم بذلك العس فشربوا
 منه حتى رووا جميعا وايم الله ان كان الرجل
 الواحد ان يكلمهم بذره ابو لهب الى الكلام
 فقال لكما سحركم به صاحبكم فتفرق القوم
 ولم يكلمهم صلى الله عليه وآله وسلم فلما كان
 الغد قال يا على ان هذا ان رجل سبقنى الى ما
 سمعت من القول فتفرقوا قبل ان اكلمهم فعد لنا
 من الطعام بمثل ما صنعت ثم اجمعهم لى ففعل

مث ما فعل بالامس فاكلوا وسقيتهم ذالك
 العس يشربوا حتى رووا جميعيا وشبعوا ثم
 تكلم رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فقال
 يا بنى عبد المطلب انى والله ما علم شا بانى
 العرب جاء قوم بافضل مما قد جئتكم بخيرا
 الدنيا والآخرة وقد امرنى الله تعالى ان ادعوكم
 اليه فايكم يوا ذرنى على هذا الا امر
 على ان يكون اخى ووصى وخليفتى فيكم
 فاحجم القوم عنها جميعا وقلت وانى لا احد ثم
 سناو ارمصهم عينا واعظمهم بطنا واحمضهم
 ساقا انا يا نبى الله اكون وزيرك عليه فاخذ
 برقبى ثم قال ان هذا اخى ووصى وخليفتى
 فاسمعوا له واطيعوا قال فقام القوم يضحكون
 فيقولون لا بى طالب قد امرك ان تسمع لا
 نيك وتطيع .

بَابُ

الْعَلِيَّةُ

خَلِيفَتِ حَمِيدٍ كَرَارٍ

کون ہے جو خلیفہ بنے؟

جب سب لوگ جمع ہو گئے تو پہلے ہی دن کی طرح اُن سب کو کھانا پیش کیا گیا سب لوگوں نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا اور دودھ بھی پیا کھانے کا دور ختم ہوتے ہی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں آغازِ کلام کیا کہ،

اے فرزندِ ان عبد المطلب خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ عرب میں کوئی شخص اپنی قوم کے لئے اس سے بہتر چیز لے کر آیا ہو جو میں تمہارے لئے لایا ہوں۔

میں یقیناً تمہارے لئے دُنیا اور آخرت کی بہتری لے کر آیا ہوں اور مجھے اللہ تعالیٰ نے مامور فرمایا ہے کہ تمہیں اس بھلائی کی طرف بلاؤں۔

﴿تفسیرِ ذرِ منشور ج ۲ ص ۹۷﴾ ﴿معارج النبوة ج ۳ ص ۲۲﴾

﴿تاریخ کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۴۱﴾ ﴿تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۹۲﴾

پس تم میں ایسا کون ہے جو اس کام میں میری معاونت کرے اور دعوت و تبلیغ میں میرا ساتھ دے تاکہ میں اُسے اپنا ”بھائی“ بناؤں اپنا ”وصی“ بناؤں اور تم میں اپنا ”خلیفہ“ بناؤں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کو سب نے سنا لیکن جب کوئی بھی ان

اعزازات کو حاصل کرنے کے لئے نہ اٹھا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کا ساتھ دوں گا حالانکہ میں اُس وقت اُن میں عمر میں بھی سب سے چھوٹا تھا اور اُس وقت میری آنکھیں کمزور پیٹ بھاری اور پنڈ لیاں پتی پتی تھیں میری گزارش سن کر آپ نے مجھے فرمایا کہ علی بیٹھ جاؤ۔

بعد ازاں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر اپنا جملہ دُہرایا لیکن پھر بھی کوئی نہ اٹھا میں نے کھڑے ہو کر عرض کی ! یا رسول اللہ میں ہوں آپ نے پھر مجھے ارشاد فرمایا علی ! بیٹھ جاؤ۔

تیسری بار پھر آپ نے اپنی بات دُہرائی تو پھر بھی کوئی نہ اٹھا تو میں کھڑا ہو گیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں ہوں اس دفعہ حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکمال شفقت میری گردن پر ہاتھ رکھ دیا اور فرمایا کہ یہ میرا بھائی میرا وصی اور میرا خلیفہ ہے اور میں اس کی سمع اور اطاعت کا حکم فرماتا ہوں۔

جناب حیدر کرار علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ سب لوگ استہزائیہ انداز میں ہنستے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور جناب ابوطالبؓ کو کہنے لگے کہ، تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ اپنے بیٹے کا حکم مانو اور اس کی اطاعت کرو۔

اور ایک روایت میں ہے کہ بنو عبدالمطلب نے جناب ابوطالبؓ کا تمسخر اڑاتے ہوئے کہا کہ اب اپنے برادر زادے کی اطاعت کرو اور ان کے حکم کی تعمیل کیا کرو۔

معارض النبوة وغیرہ میں آتا ہے جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم =
 پہلے حضرت ابوطالب نے اسلام قبول کرنے کے علاوہ دیگر ہر قسم کی حمایت
 نصرت اور تعاون کا یقین دلایا جسے سن کر ابوہب بھڑک اٹھا اور اُلٹی سیدھی
 ہانکنے لگا جس کے جواب میں حضرت ابوطالب نے بلیغ گفتگو فرما کر اس کی
 سیاست ناکام بنا دی پہلے آپ یہ پورا واقعہ ملاحظہ فرمائیں اور اس کے بعد
 مختلف لوگوں کی وہ قیاس آرائیاں ملاحظہ فرمائیں جو مذکورہ بالا روایت میں
 حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے خلیفہ مقرر ہونے پر کی گئی ہیں۔

﴿تاریخ کا مل ابن اثیر جلد دوم ص ۴۲﴾

﴿تفسیر ابن کثیر مع فتح البیان جلد سوم ص ۱۹۳-۱۹۲﴾

﴿سیرت حلبیہ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۲۶۱﴾

﴿معارض النبوة ج ۳ ص ۲۲﴾

خیال اپنا اپنا

مکالمہ ابو طالب و ابولہب

حضرت جعفر بن عبد اللہ کی روایت میں مزید یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پہلے آپ کے والد ماجد حضرت ابو طالبؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے جواب میں عرض کیا کہ اے محمد ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں کوئی بات اور کوئی کام آپ کی اعانت و حفاظت سے زیادہ عزیز اور محبوب و مطلوب نہیں ہم سب آپ کی قبولِ صحبت کے لئے حاضر ہوئے ہیں یہ سب آپ کے والد گرامی کے برادر و عم زاد ہیں۔

اگر یہ آپ کی بات ماننے اور آپ کی رسالت کے احکامات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوں تو میں ان سب سے پہلے کرنے کو تیار ہوں اور اگر یہ انکار کرتے ہیں تو میں عبد المطلب اور اپنے دیگر آباؤ اجداد کے مذہب پر رہوں گا البتہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جس کام کے لئے مامور فرمایا ہے اُس پر قائم رہتے ہوئے آپ پوری دلجمعی کے ساتھ اپنی ملت کے اظہار اور تبلیغ رسالت کا فریضہ اعلانیہ طور پر سرانجام دیں اور اپنے ساتھیوں میں دن بدن اضافہ فرمائیں۔

خدا کی قسم جب تک میری جان میں جان ہے آپ کی حفاظت کروں گا اور آپ کی طرف آنے والے ہر تیر کو روکنے کے لئے اپنے جسم و جان کو سپر بنائے رکھوں گا۔

حضرت ابوطالبؓ کی یہ گفتگو سنی تو ابولہب نے یہ سیاسی شعبدہ بازی دکھانے کی کوشش کی اے فرزند ان عبدالمطلب واللہ اگر ابوطالبؓ کی اس بات پر عمل کیا گیا تو یہ ہمارے لئے انتہائی نقصان کا موجب اور زیان کا سبب بن جائے گا اور تم لوگ محمدؐ کی حمایت سے خود کو اُس وقت تک الگ رکھو جب تک کہ دوسرے لوگ اس کے دفاع اور حمایت کے لئے سامنے نہیں آجاتے۔

حضرت ابوطالبؓ نے ابولہب کی یہ مکارانہ گفتگو سنی تو اُس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے میڑھے انسان اس حماقت مآبی سے باز آؤ دوستی کے پردے میں دشمنی کرتا ہے اور خود کو یوں سمجھتا ہے کہ گویا مادرِ گیتی نے تیرے سوا کسی دوسرے کو پیدا ہی نہیں کیا جس کو تجھ سے بڑھ کر عقل و دانش عطا کی گئی ہو۔

خدا کی قسم جب تک میں زندہ ہوں حمایتِ مصطفیٰ کے سلسلہ میں کوئی فروگزاشت نہیں کروں گا اور اس کو دشمنوں کے ہاتھ میں نہیں جانے دوں گا اور اگر مجھے عبدالمطلب کی اتباع مقصود نہ ہوتی تو بہر صورت میں ان کی تصدیق کرتا اور اُن کے بتائے ہوئے راستہ پر گامزن ہوتا۔

اور ہاں ! اے فرزندِ ابنِ عبدالمطلب اگر تم انصاف کی بات کرو تو تمہیں آپ کی رسالت پر ایمان لے آنا چاہیے اور اگر تم ایمان نہیں لانا چاہتے تو آپ کی معاونت کے سلسلہ میں کوتاہی نہ کرو تا کہ آپ اعلانیہ طور پر دعوتِ اسلام دے کر اُس غرض و غایت کی تکمیل کر سکیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں مامور فرمایا ہے۔

متن ملاحظہ فرمائیں !

و بروایت جعفر بن عبد اللہ چناں است کہ پیش از امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم ابو طالب بجواب مبادرت نمود و گفت اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مارا امرے از اعانت تو محبوب نیست و بیچ کارے از رعایت تو مطلوب تر نیست ہم از برائے قبول بہ صحبت آمدہ ایم و ایں ہمہ اینائے اعمام پدر تو اند و من یکے از ایشانم اگر قبول مقاتلت تو کنند و تسلیم احکام رسالت تو ننمایند من برہما مسابقت می نمایم اگر ابا ننمایند من نیز بردین عبدالمطلب و سائر آبائے من و تو ہر چہ بآں مامور شدہ قیام نمائی دور افشائے ملت و ابلاغ رسالت روز بروزی افزائے واللہ کہ تازندہ باشم بحفاظت تو پردازم و در حمایت تو جان شریں سپر تیر سازم، بعد

ازاں گفت ابولہب کہ اے فرزند ان عبدالمطلب واللہ
 کہ آنچہ او اختیار کردہ است سبب معرفت و موجب
 مفرت ست و شادست از و بازیدارید پیش از آنکہ
 دیگران بدافعت او برخیزند، ابو طالب گفت اے
 احوں ازیں کلمہ احتما باز آئی و خصوصت بصورت دوستی
 منہائی گویا مادر روزگار بغیر از تو فرزندے نازادہ و عقل
 آفریں غیر ترا دانش ناداد واللہ کہ تا من زندہ ام
 جانب او فرو نکند ارم و او را بدست اعادے نسیارم و اگر
 چنانچہ غرض اتباع عبدالمطلب نبودے ہر آئینہ من
 تصدیق او نمودی و راہ او پیوڈی اگر انصاف دارید
 ایمان آرید و اگر بایمان نمی گراںید معاونت او فرو
 مگذارید تا غایت کہ حق تعالیٰ تہقید حکم او کند و اعلائے
 اعلام او نماید۔

علی خلیفہ رسول کیسے؟

اگرچہ بے شمار ثقہ کتابوں میں یہ روایت پوری آب و تاب کے ساتھ موجود ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنے اہل خاندان میں سے کسی ایک کو اپنا وصی و برادر اور خلیفہ بنانے کی پیشکش کی تو اُن سب میں سے سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے کوئی شخص بھی یہ اعزازات حاصل کرنے کے لئے نہ اُٹھا اور یہ اعزاز بھی حضرت علی کریم نے ہی حاصل کیا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برادر وصی اور خلیفہ مقرر ہوئے۔

مگر بعض حضرات نے اس روایت کو محض اس وجہ سے مسترد کر دینے کی سعی لا حاصل کی ہے کہ چونکہ اس روایت سے حضرت علی المرتضیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ ثابت ہوتے ہیں اس لئے یہ غلط محض ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

بعض نے اس روایت کو نقل کرتے وقت نہایت احتیاط سے لفظ خلیفہ کو ہی حذف کر دیا ہے اور صرف یہ لکھا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا تا کہ تم میں سے میں اُس کو اپنا بھائی اور وصی بناؤں۔

تعجب خیز

اس سے پہلے کہ ہم اس روایت کی وہ مختلف صورتیں قارئین کے سامنے عبارت کی صورت میں پیش کریں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے یہ تعجب خیز اور حیرت انگیز واقعہ بیان کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ علامہ علی بن برہان حلبی صاحب سیرت حلبیہ جیسے بزرگ نے بھی اس روایت کو ہدف تنقید بنایا ہے۔

سب روایات قبول ہیں

حالانکہ آپ ہی وہ بزرگ ہیں جو اپنی کتاب ”سیرت حلبیہ“ کے مقدمہ میں سیرت نگاری کے بارے میں ایک واقعاتی کلیہ بیان فرماتے ہیں اور اس پر نہایت فراخ دلی سے عمل بھی کرتے ہیں اور وہ کلیہ یہ ہے۔
اور سیرت نگاروں کے متعلق یہ ڈھکی چھپی بات نہیں کہ وہ کتب سیرت میں موضوع روایت کے علاوہ ہر قسم کی احادیث صحیح و سقیم، ضعیف و بلاغ، مرسل و منقطع اور معفل وغیرہ کو قبول کر کے جمع کرتے ہیں۔

ولا يخفى ان السير تجمع الصحيح والسقيم
والضعيف والمرسل والمنقطع والمعفل دون المو
ضوع.

﴿مقدمہ سیرت حلبیہ ج اول ص ۴﴾

اور پھر دلیل کے طور پر شارح احیاء علامہ زین عراقی کا یہ شعر پیش کیا

وليعلم الطالب ان السير

تجمع ما صح وما قد انكرا

یہی نہیں بلکہ مؤلف مذکور بیان کردہ متذکرہ فارمولا کی مزید تقویت کے لئے امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ و دیگر آئمہ کرام کا یہ قول بھی پیش کرتے ہیں کہ ہم حلال و حرام کے مسائل میں روایت کو سخت چھان بین کے بعد قبول کرتے ہیں جبکہ فضائل و مناقب میں آنے والی روایات کو آسانی سے قبول کر لیتے ہیں اور تساہل سے کام لیتے ہیں۔

وقد قال الامام احمد بن حنبل وغيره من الآئمه اذا

روينا في الحلال والحرام شذونا واذرونا في

الفضائل ونحوها تساهلنا.

﴿سیرت حلبیہ مطبوعہ مصر ص ۴۲﴾

بلاشبہ صاحب سیرت حلبیہ نے اپنی اس بے مثال تصنیف میں زبردست علمی خزانہ جمع کر رکھا ہے اور سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر بے شمار مسائل پر بھی سیر حاصل تبصرہ فرمایا ہے اور آپ ہر قسم کی روایتوں کو جمع کرنے میں کسی بھی سیرت نگار سے پیچھے نہیں بلکہ آپ کے تیز و طرار قلم سے رنگارنگ بوقلمونیوں کا ظہور ہوتا ہے۔

اور یہ حقیقت بھی ہر قسم کے شک و زب سے بالاتر ہے کہ آپ جب کسی واقعہ کو بیان فرماتے ہیں تو اس کے ضمن میں اس قدر علمی ادبی اور

معلوماتی شکوفوں کا انبار لگا دیتے ہیں کہ اصل قضہ کسی بے بس مصرعہ کی طرح اپنی تضمین میں گم ہو کر رہ جاتا ہے تاہم آپ کے اکثر مضامین قارئین کو بے شمار معلومات فراہم کرتے ہیں اس لئے باوجود اصل واقعہ سے غیر متعلق ہونے کے ان کی افادیت کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

مگر ایسا کیوں؟

غرضیکہ موصوف اکثر طور پر ہر قسم کی روایات کو بغیر کسی قسم کی جرح و تعدیل نقل فرما کر شرف قبولیت سے نوازنے میں انتہائی وسیع القلمی کا ثبوت دیتے ہیں لیکن عجیب بات ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے فضائل میں آنے والی اکثر روایات کو آسانی سے قبول نہیں فرماتے۔

تجرب ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے متعلق روایات نقل کرتے وقت آپ اپنے مخصوص رویہ کو کیوں ترک فرما دیتے ہیں آپ کا یہ انداز تحقیق قطعی طور پر ناقابل فہم ہو کر رہ گیا ہے ہم باوجود کوشش کے نہیں سمجھ سکے کہ آپ نے روایات کے بارے میں اس سوتیلے پن سے کیوں کام لیا ہے۔

قارئین زیر نظر روایت کے علاوہ آئندہ بھی متعدد واقعات کے ضمن میں صاحب سیرت حلبیہ کے اس اختصاص کی متعدد جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں گے جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔

تاہم یہاں پر ایک یہ وضاحت کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ آپ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق آنے والی ہر روایت کو نقل بھی کر دیتے ہیں اور اس پر جرح بھی ضرور کرتے ہیں۔

اور اس جرح کے لئے وہ جس کتاب سے استعانت کرتے ہیں وہ ابن تیمیہ کی وہی منہاج النہج کتاب ہے جس کے بل بوتے پر موجودہ دور کے خارجی عباسی وغیرہ اہانت اہل بیت کرنے کی جسارت کر رہے ہیں۔

ہمیں حیرت ہے کہ اگر ابن تیمیہ ہی اُن کے نزدیک معیار تھا تو پھر انہیں اتنی بڑی سیرت کی کتاب لکھنے کی کیا ضرورت تھی جس میں سیرت کے واقعات کم اور دیگر ادھر ادھر کے مسائل زیادہ ہیں۔

ہم یہ بات اس لئے کہتے ہیں کہ ابن تیمیہ اور اس کی تصانیف کو معیار بنالینے کی صورت میں سیرت حلبیہ کا اسی فیصد حصہ موضوعات اور من گھڑت واقعات کا پلندہ ثابت ہوگا یہی نہیں بلکہ ابن تیمیہ کے نزدیک اس کتاب کی اکثر عبارتیں کفریہ اور شرکیہ بن کر رہ جائیں گی نہ صرف یہی بلکہ جناب مصنف خود بھی ابن تیمیہ کے فتویٰ کفر و شرک کی زد میں آنے کے بغیر نہیں رہیں گے۔

مثلاً آپ حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کی طرف ایک قول منسوب کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ ان کا یہ فرمانا کہ،

میں حق ہوں اور وہ میں ہوں اس قول میں ایسی کوئی چیز

نہیں جس سے اُن کا دعویٰ حلول کرنا ثابت کیا جاسکے۔

وقوله انا الحق وهو انا هو ليس من دعوى الحلول

فی شی

﴿سیرت حلبیہ جلد اول ص ۲۱۱﴾

حالانکہ اسی قول کو نقل کرنے اور اسے درست ثابت کرنے کی پاداش میں ابن تیمیہ نے سیدنا شیخ الاکبر امام محی الدین ابن العربی قدس سرہ العزیز کو کافر و مشرک اور دائرۃ اسلام سے خارج ثابت کرنے کی کوشش میں پورا رسالہ لکھ مارا تھا۔

چنانچہ اس حقیقت کا اعتراف ابن تیمیہ کے گروہ کے موجودہ لوگوں کو بھی ہے ابن تیمیہ نواز عبد العظیم شرف الدین مصری کی کتاب حیات ابن قیم مترجم میں لکھا ہے۔

انا من اهوئ ومن اهوئ انا

یعنی میں وہی ہوں جسے محبت کرتا ہوں

اور جسے محبت کرتا ہوں وہی میں ہوں

ابن تیمیہ اس پر رائے زنی کرتے ہیں کہ کتاب ”فصوص الحکم“ ﴿اللا بن العربی﴾ میں جو اس قسم کا کلام مذکور ہے وہ ظاہری اور باطنی دونوں طریقوں سے کفر ہے بلکہ اس کا باطن ظاہر سے بھی بدتر ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے جریف پر کفر کا الزام لگانے سے بھی نہیں چوکتے۔

﴿حیات ابن قیم ص ۷۷﴾

یہ حدیث موضوع ہے

ہمارا مقصد یہاں ”سیرت حلبیہ“ کے مؤلف کو موضوعِ سخن بنانا ہرگز نہیں ہے یوں ہی بات سے بات پیدا ہوتی چلی گئی ورنہ ہمارا مقصد صرف یہ بتانا تھا کہ اگر ابن تیمیہ کے افکار و آراء کو بنیاد بنا کر کوئی شخص شانِ اہل بیت میں آنے والی کسی روایت کو مسترد کرتا ہے تو اس صورت میں ہم اس کی تحقیق کوئی برا خلاص قرار نہیں دے سکتے۔

چونکہ ایسا ہی معاملہ متذکرہ مؤلف کی کتاب میں موجود ہے لہذا اس کی نشاندہی ناگزیر تھی اب زیرِ نظر روایت کے متعلق مؤلف مذکور نے جو طبع آزمائی فرمائی ہے وہ پیشِ خدمت ہے۔

جہاں تک حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں دو روز دعوت کا انتظام کرنا اور بنو عبد المطلب کو بلا کر لانا اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انہیں کھانا وغیرہ کھلا کر انہیں دعوتِ الی الحق دینا ہے تو یہ سب ٹھیک ہے لیکن بعض لوگوں نے اس میں مزید یہ اضافہ کر دیا ہے کہ آپ نے اُن لوگوں کو فرمایا کہ میں تم میں سے ایسے معاون کا طلب گار ہوں جسے میں اپنا بھائی وزیر اور وارث بناؤں جو میرے بعد میرا خلیفہ بنے؟ جب کوئی شخص بھی اس کے لئے تیار نظر نہ آیا تو حضرت علی اُٹھے اور عرض کی میں یا رسول اللہ، تو آپ نے فرمایا کہ تم

بیٹھ جاؤ۔ پھر آپ نے دوسری بار سب کو مخاطب کر کے اپنی بات دہرائی مگر پھر بھی کوئی نہ اٹھا تو حضرت علی نے کہا کہ میں یا رسول اللہ حضور نے پھر اُن سے فرمایا کہ علی تم بیٹھ جاؤ۔

چنانچہ تیسری بار پھر جب آپ نے اپنے اپنے ارشاد کا اعادہ فرمایا تو پھر بھی کوئی نہ اٹھا تو حضرت علی نے اُٹھ کر عرض کی کہ میں یا رسول اللہ تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ بیٹھ جاؤ تم میرے بھائی میرے وزیر میرے وصی میرے وارث اور میرے خلیفہ ہو۔

وزاد بعضهم فی الروایۃ یکن اخی و وزیرا و ورثی
و خلیفتی من بعدی فلم یجبه احد منهم فقام علی
وقال انا یا رسول اللہ قال اجلس ثم اعاد القول علی
القوم ثانیاً فاضمتوا فقام علی وقال انا یا رسول اللہ
قال اجلس ثم اعاد القول علی القوم ثالثاً فلم یجبه
احد منهم فقام علی فقال انا یا رسول اللہ فقال اجلس
فانت اخی و وزیر و وصیتی و وارثی و خلیفتی.

﴿سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۴۶۱﴾

اور پھر اس روایت کو اضافی واقعہ قرار دینے کے بعد آپ حق تحقیق یوں ادا فرماتے ہیں کہ امام ابو العباس ابن تیمیہ نے مذکورہ اضافے کے بارے میں کہا ہے کہ یہ جھوٹ اور موضوع حدیث ہے اور جو شخص علم حدیث کے متعلق معمولی واقفیت بھی رکھتا ہے وہ اس بات کو جانتا ہے۔

قال الامام ابو العباس ابن تيميه اى فى الزيادة
المذكورة انها كذب و حديث موضوع من له ادنى
معرفة فى الحديث يعلم ذلك

«سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۴۶۱»

اگرچہ صاحب ”سیرت حلبیہ“ ابن تیمیہ کا یہ حکم نامہ نقل فرمانے کے
بعد معاملہ ختم کر چکے ہیں لیکن حقیقت تو پھر بھی اپنے مقام پر حقیقت کے
روپ میں ہی موجود ہے اسے کیسے تبدیل کیا جائے گا۔

ابن تیمیہ کے مطابق علم حدیث سے واقفیت رکھنے والے جانتے
ہیں کہ وہ سب عبارت اضافی اور الحاقی ہے جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں لیکن اس
کے برعکس علمائے حدیث میں بے شمار ایسی مقتدر ہستیاں موجود ہیں جنہوں
نے بغیر کسی قسم کی رد و قدح کے اس روایت کو قبول بھی کیا اور اپنی کتابوں کی
زینت بھی بنایا۔

سیرت کی مشہور کتب النہایۃ اُسد الغابہ اور تاریخ کامل کے مؤلف
عظیم مورخ مشہور محدث اور حافظ الحدیث علاء الدین ابن اثیر اپنی تاریخ کی
مشہور زمانہ کتاب ”الکامل“ میں یہ روایت جسے ابن تیمیہ بزعیم خویش اضافی
قرار دیتا ہے۔

اس طرح نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ
تم میں سے کون ہے جو میرے ساتھ معاونت کا وعدہ کرے تاکہ میں اُسے اپنا

بھائی اپنا وصی اور اپنا خلیفہ بناؤں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ آپ کے اس ارشاد پر جب کسی شخص نے بھی حمایت کا اعلان نہ کیا تو میں نے اُٹھ کر عرض کی یا رسول اللہ میں آپ کا ساتھ دوں گا حالانکہ میں اس وقت اُن سب میں چھوٹی عمر کا تھا اور آشوبِ چشم کے علاوہ میری پنڈلیاں پتلی اور پیٹ بڑا تھا۔ تاہم جواب میں حضور نے میری گردن پر دستِ شفقت رکھ کر اُن لوگوں کو فرمایا کہ،

یہ میرا بھائی ہے میرا وصی ہے اور میرا خلیفہ ہے اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا۔

آپ کا یہ فرمان سن کر سب لوگ ہستے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور ابوطالب کو کہنے لگے کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ تم اپنے بیٹے کی فرمانبرداری اور اتباع کیا کرو متن کی عبارت ص ۲۴۶ پر ہے۔

علاوہ ازیں ابن تیمیہ کے گروپ کے ایک بہت بڑے مؤرخ مفسر اور محدث حافظ ابن کثیر باوجود ابن تیمیہ کی مکمل ترین حمایت میں ہر ممکن طریقہ سے رجالِ حدیث کی خامیاں تلاش کرنے کے بعد بالآخر ایک طریقہ سے اس روایت کو وضعی ثابت کرنے سے اظہارِ معذوری فرماتے ہوئے صرف ضعیف روایت کہنے پر اکتفاء کرتے ہیں جبکہ فضائل و مناقب میں ضعیف روایت محدثین کے نزدیک قابلِ قبول ہے۔

اگرچہ وہ لکھتے ہیں کہ آئمہ حدیث نے اس کو ضعیف کہا ہے تاہم متنازعہ فیہ عبارت کو وہ معمولی ترمیم سے اس طرح نقل کرتے ہیں کہ۔

جب لوگ اکل و شرب سے فارغ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم میں کون ہے جو دین کے معاملہ میں میری معاونت کرے تاکہ وہ میرے خاندان میں میرا خلیفہ بنے، لیکن وہ سب لوگ خاموش رہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ میں نے جب اُن لوگوں کو خاموش دیکھا تو میں نے اُٹھ کر عرض کیا کہ میں یا رسول اللہ، حالانکہ اُس وقت میں اُن سب سے کمزور تھا میری آنکھیں خراب اور پنڈلیاں زخمی تھیں۔

وضعه الا ئمة رحمهم الله في طريق اخرى قال ابن ابي حاتم حدثنا ابي اخبرنا الحسين عن عيسى بن ميسرة الحارثي حدثنا عبد الله بن ميسرة الحارثي حدثنا عبد الله بن عبد القدوس عن الا عمش عن المنهال بن عمرو بن عبد الله بن الحرث قال قال علي رضي الله عنه فلما اكلوا وشربوا با درهم رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الكلام فقال ايكم يقضى عني ديني ويكون خلفتي في اهلي.

فسكتوا ، فلما رايت انا ذالك قلت انا يا رسول الله قال واني يومئذ لا سواهم هيئة اعمش العينين ضخم

البطن خمس الساقين .

﴿تفسیر ابن کثیر مع فتح البیان ج ۳ ص ۱۹۳﴾

یہ روایت نقل کرنے کے بعد اس پر مجموعی طور پر حافظ ابن کثیر نے جو تبصرہ کیا وہ یہ ہے کہ یہ روایت متعدّد و طرائق سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

اور پھر آخر پر حق تبصرہ یوں ادا کیا گیا ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے اعمام اور اُن کی اولاد سے پوچھنے کا مفہوم یہ تھا کہ وہ اُن کا قرض ادا کر کے خاندان میں اُن کی نیابت کریں۔

فهذه طرق متعددة لهذا الحديث عن علي كرم الله
وجه ومعنى سؤاله صلى الله عليه وآله وسلم لا
عمامه واولادهم ان يقفوا عن دينه ويخلفوه في
اهله.

﴿تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۹۳﴾

اگرچہ حافظ ابن کثیر نے صرف اُس روایت کو ضعیف ثابت کر کے قبول کیا ہے جس میں ”خلیفۃ فی اہلی“ کے ہی الفاظ موجود ہیں اور باقی اعزازات انہی وصی اور وارث وغیرہ کے الفاظ موجود نہیں اور اس میں لفظ خلیفہ کو بھی محض گھر والوں تک محدود کیا ہوا ہے تاہم یہ بات تو بہر طور ثابت ہو گئی کہ یہ واقعہ اضافی اور الحاقی بھی نہیں اور کسی شیعہ کا من گھڑت بھی نہیں اور ابن تیمیہ کا یہ قول بذات خود خرافات اور جھوٹ کا پلندہ ہے کہ حدیث کا علم

رکھنے والے لوگ جانتے ہیں کہ یہ روایت اضافی اور جھوٹی ہے۔

اس معاملہ میں سیرت حلبیہ کے مؤلف سے تو حافظ ابن کثیر ہی بازی مار گئے جو باوجود ابن تیمیہ کے شاگرد ہونے کے اور اُسی کے مقرر کردہ اصولوں پر اپنی تفسیر کی اساس رکھنے کے تھوڑی بہت سچی بات کہہ گئے خواہ بعد میں تاویلوں کا سہارا ہی لینا پڑا بہر حال ابن کثیر کی روایت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ملنے والا صرف ایک اعزاز ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو خاندان بنو عبدالمطلب پر خلیفہ مقرر کیا گیا۔

اب اسی طائفہ کے ایک اور بزرگ اور ابن تیمیہ کے اساتذہ کے بھی اُستاد اور ابن تیمیہ کے تمام گروہ کے نزدیک ثقہ اور مُعتمد علیہ محدث علامہ ابن جوزی کی بیان کردہ روایت میں وہ جملے ملاحظہ فرمائیں جنہیں ابن تیمیہ الحاقی قرار دیتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاندان عبدالمطلب کو فرمایا کہ مجھے اللہ تبارک و تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں بلاؤں تو تم میں کون ہے جو میری دین کے کام میں معاونت کرے تاکہ میں اُسے اپنا بھائی بناؤں مگر سب لوگ خاموش رہے۔ میں اگرچہ اُن سب میں عمر کے لحاظ سے چھوٹا تھا مگر میں نے اُٹھ کر کہا میں یا رسول اللہ، یہ دیکھ کر تمام لوگ ہنستے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

وقد امرني ربي ان ادعوك اليه فاكلم يوازي ربي على هذا الامر على ان يكون
انني؟ فاجم القوم فقلت وانا احد ثم سألني الله، فقام القوم يضحكون۔

﴿الوفاء باحوال المصطفى ص ۱۸۵ ابن جوزی﴾

محدث ابن جوزی نے اگرچہ روایت میں سے لفظ ”خليفة“ حذف
کر دیا ہے اور وصی و وارثی کے الفاظ بھی اڑا دیئے ہیں۔

تاہم ابن تیمیہ کے اس قول کی تردید تو بہر حال ہو گئی جس میں اس
نے واقعات کی ان کڑیوں کو وضعی اور کذب پر محمول قرار دیا ہے اور اس سے
یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آپ نے اُس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو
بھائی بھی کہا تھا جب کہ ابن کثیر نے صرف اہل خاندان کے لئے خلیفہ بننا
تسلیم کیا ہے۔

یعنی ان لوگوں کے گھر سے ہی دو مختلف روایتوں کی صورت میں
خلیفہ ہونا بھی اور بھائی ہونا بھی ثابت ہو گیا موجودہ پوزیشن کے مطابق
مضمون ابھی مزید طویل ترین بحث کا متقاضی ہے لیکن ہم باوجود دیگر بے شمار
حوالے موجود ہونے کے انتہائی اختصار سے کام لیتے ہوئے اسے انہی الفاظ
پر ختم کرتے ہیں اور صرف لفظ ”خليفة“ کے بارے میں پیدا شکوک و شبہات
کو دور کرنے کے لئے چند کارآمد باتیں ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

علی شیر خدا خلیفہ رسول ہیں

حقیقت یہ ہے کہ گذشتہ اوراق میں بیان کی گئی متنازعہ فیہ عبارت

اگر کتب احادیث و سیر میں نہ بھی موجود ہوتی تو جب امیر المومنین شیر خدا سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا خلیفہ رسول خیر الانام ہونا دیگر بے شمار شواہد و روایات کی روشنی میں قطعی طور پر ثابت ہے۔

اب جبکہ تاجدارِ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیگر میسویں ایسے فرامین موجود ہیں جن میں آپ نے جناب علی علیہ السلام کو خلیفہ اور وارث قرار دیا ہے تو پھر اس ایک روایت کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش سوائے جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے کے اور کیا ہے۔

مخالفین کا یہ رویہ ہماری سمجھ سے بالکل بالاتر اور ناقابلِ فہم ہے کہ فضائل و مناقب میں آنے والی کسی روایت کے روادے سے محض اس لئے دست و گریبان ہونا کہ کسی طرح روایت کا ضعف ثابت ہو سکے اُن کے حق میں کہاں تک سودمند ہے اور اُن کو سوائے اظہارِ عناد کے حاصل کیا ہوا جبکہ انہیں معلوم ہے ضعیف روایت فضائل کی صورت میں قطعی طور پر مقبول ہے جبکہ اس کا خلاف صحیح روایت میں موجود نہ ہو۔

رہا ان لوگوں کا یہ مقصود کر لینا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خلیفہ رسول مان لینے سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو کسی قسم کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے تو یہ محض شرارتِ نفسانی اور وسوسہ شیطانی ہے۔

اس لئے کہ حضرت علی علیہ السلام کی خلیفہ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ مان

لینے سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت قطعی طور پر متاثر نہیں ہوتی اور وہ اس طرح کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں ہی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ اول ہونے کا شرف حاصل ہے البتہ ان دونوں خلافتوں میں ایک انتہائی لطیف فرق ضرور موجود ہے اور وہ فرق یہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام خلفائے راشدین سے پہلے جو خلافت عطا ہوئی وہ سلطنت اسلامیہ کے نظم و نسق سنبھالنے اور شرعی حدود کے تحفظ و نفاذ سے عبارت ہے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ بھی کہ خلافت ابوبکر صدیق عین خُداوندِ قدوس اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منشاء کے مطابق عدل و انصاف اور ایمان و دیانت کے لازوال اصول و ضوابط کی آئینہ دار اور حق و صداقت پر مبنی ہے اور آپ اس لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحیح جانشین اور برحق خلیفہ اول ہیں۔

جبکہ اس کے بالعکس جو خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو عطا فرمائی گئی وہ سلطنتِ روحانیہ کا نظم و نسق چلانے اور خُدا وِطریقہ کے نفاذ و تحفظ سے عبارت ہے اور بلا شک و ریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علی علیہ السلام ہی مملکتِ طریقت کے تاجدار اور سلطنتِ روحانیہ کے شہریار قرار پائے ہیں اور آپ روحانی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ برحق بلا فصل اور جانشین اول ہیں۔

اس حقیقت کے اعتراف سے مذہبِ حقہ اہل سنت و جماعت کے

کسی فرد کو بھی شاید انکار نہ ہو خاص طور پر جو حضرات کسی نہ کسی سلسلہ طریقت سے وابستہ ہیں وہ اس کے خلاف سوچ بھی نہیں سکتے خاص طور پر وہ لوگ جو طریقت کے ان تین بڑے سلسلوں قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ سے وابستہ ہیں اس پر متفق ہیں کہ انہیں یہ روحانی دولت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار سے براہ راست حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے وسیلہ سے عطا ہوئی ہے اور حضرت علی علیہ السلام کا فیضان ولایت کے حصول کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغیر کسی دوسرے واسطہ و وسیلہ کے براہ راست تعلق ہے اور کوئی شخص خواہ وہ کتنا ہی ذی حیثیت اور عظیم و مقتدر کیوں نہ ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے درمیان حائل نہیں اور آپ کی اس روحانی خلافت کا سلسلہ محض تیس سال کی قلیل ترین مدت تک ہی قائم نہیں بلکہ تا قیام قیامت جاری و ساری ہے۔

اگر اس لحاظ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ اول بلا فصل اور جانشین اول تسلیم نہیں کیا جائے گا تو سلسلہ ہائے طریقت کی وہ تمام تر خلافتیں جو شیخ سے مریدوں کی طرف منتقل ہوتی رہیں اور آج تک مروج ہیں سب کی سب باطل اور غلط محض قرار پائیں گی۔

یہاں قارئین کے ذہن میں یہ داعیہ سر ابھار سکتا ہے کہ اگر تمام کی تمام خلافت روحانیہ کا بار جناب علی علیہ السلام کے کندھوں پر ہی ڈالا گیا تھا تو

پھر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا کیا بنے گا جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے ربط و تعلق روحانی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے ہے۔

اس کے کئی جوابات ہیں۔

اَوّل یہ کہ

بلاشبہ بعض روایات سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد بار تنہائی میں حضرت ابوبکر صدیق کو روحانی علوم میں تعلیم فرمائی اور آپ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روحانی خلیفہ ہیں مگر اس میں اولیت کی شرط نہیں ہے۔

دوئم یہ کہ

اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روحانی خلیفہ مان لیا جائے تو یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت کی ضد نہیں کیونکہ خلافت شرعیہ جسے خلافت راشدہ کہا جاتا ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چاروں خلفاء کے علاوہ حضرت امام حسن علیہ السلام بھی شریک ہیں یہ سب کے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہی خلفائے کرام ہیں یہی وجہ ہے کہ اُن کی خلافت کو خلافتِ حقّہ اور اُن میں سے ہر خلیفہ کو خلیفہ برحق تسلیم کیا گیا ہے۔

علاوہ ازیں مزید آسانی سے یوں سمجھ لیں کہ ان خلفاء کبار کی خلافت کو خلافتِ علیؑ منہاج النبوۃ کہا جاتا ہے اور اس میں کبھی یہ امتیاز روا نہیں رکھا گیا کہ فلاں شخص کی خلافت تو علیؑ منہاج النبوۃ ہے اور فلاں کی نہیں اور نہ ہی کبھی یہ سوال اٹھایا گیا کہ حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت تو منہاج نبوت پر ہے کیوں کہ وہ خلیفہٴ اول اور جانشینِ رسول ہیں مگر حضرت فاروقِ اعظم کی خلافت نبوت کی نہج پر نہیں کیونکہ وہ براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ اور جانشین نہیں بلکہ حضرت ابو بکر صدیق کے خلیفہ اور جانشین ہیں۔

سوئم یہ کہ

اللہ تبارک و تعالیٰ جلّ مجدہ الکریم نے خلیفۃ اللہ کے لقب سے حضرت آدم علیہ السلام کو سرفراز فرمانے کے باوجود حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی خلیفۃ اللہ ہی کے لقب سے ملقب فرمایا مگر آج تک کبھی کسی نے اس خلافتِ الہیہ کو متضاد و متصادم قرار دینے کی جرأت نہیں کی اور نہ ہی کبھی کوئی قیامت تک ایسی حماقت کا ارتکاب کرنے والا پیدا ہوگا۔

علاوہ ازیں اولیائے کرام میں سے اکثر مشائخِ استحقاقِ خلافت رکھنے والے کئی کئی افراد کو خلافت تفویض فرماتے رہے ہیں اور اب بھی فرماتے ہیں مگر ان میں سے کسی ایک کی خلافت دوسرے کی ضد نہیں ہوتی

تاہم یہ قطعی طور پر ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ان سب میں اولیت کسی ایک کو ہی حاصل ہوگی اور سلطنتِ روحانی کی خلافت بلا شک و ریب سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ہی عطا ہوئی ہے اور اس خلافتِ روحانیہ کے لحاظ سے آپ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشینِ اول اور خلیفہ بلا فصل ہیں

چہارم یہ کہ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ولایت کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ ہونا بالاصالت ہونے کے باوجود بھی بالنیابت ہے اور اس پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ممتاز بزرگ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تحریر شاہدِ عدل ہے کہ ”اہل بیت“ ولایت کے سلسلہ میں راہنمائی کے قُطب ہیں پہلوں اور پچھلوں میں سے کوئی شخص بھی اُن کے وسیلہ کے بغیر درجہ ولایت تک نہیں پہنچ سکتا۔

اُن میں پہلا نمبر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ہے پھر اُن کے صاحبزادگان ہیں جن کا سلسلہ حضرت حسن عسکری علیہ السلام تک ہے دوسرے مقام پر حضرت شیخ احمد سرہندی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب تفسیر مظہری مزید وضاحت کرتے ہیں کہ،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم قُطب الارشاد اور شاہِ ولایت ہیں

گذشتہ امتوں میں سے کوئی بھی آپ کی روحانی وساطت کے بغیر ولایت کو نہیں پہنچ سکا پھر آپ کی اولاد سے آئمہ کرام اس منصب پر فائز ہوئے۔

ان مبنی بر صداقت تحریروں کے آئینہ میں دیکھنے سے یہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آ جاتی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہ صرف یہ کہ روحانی خلیفہ ہیں بلکہ خلیفہ و جانشین اول ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس سے حصول فیض کے لئے کسی دوسرے وسیلے کے محتاج نہیں جبکہ دوسرے تمام لوگ حصول فیضانِ ولایت و روحانیت کے لئے علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہی محتاج ہیں۔

اگر یہاں کسی شخص کے دل میں یہ خیال چٹکیاں لینے لگے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تو براہ راست فیضانِ نبوت و رسالت سے مستفیض ہوتے تھے لہذا حصولِ روحانیت کے لئے اُن کا کسی دوسرے شخص کو وسیلہ بنانا کیسے درست ہوگا ؟

تو ہم اُسے صرف یہی یاد دلانے پر اکتفاء کریں گے کہ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجود فیضانِ رسالت سے مستفید ہونے کے روحانی طور پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ اول ہیں اور یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خاندانِ اہل بیت کی غلامی کے علاوہ حصولِ روحانیت کے لئے جناب شیر خدا بابِ مدینۃ العلم سیدنا و مرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے تلمیذ

ارشاد ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ اور ان کو جانین کی تربیت نے ہی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مقداء اور پیشوا بنادیا ہے۔

ہاشمی خلیفہ

ان حقائق کے اظہار کے بعد ہم قارئین کی توجہ پھر مضمون سابقہ کی طرف مبذول کرواتے ہیں کہ زیر بحث روایت میں صاف طور پر اس حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دعوت میں خاص طور پر خاندانِ عبدالمطلب کے ہی افراد کو مدعو کیا تھا اور ان میں سوائے آپ کے اپنے افراد خانہ کے کوئی ایک شخص بھی کسی دوسرے قبیلے کا موجود نہیں تھا۔

چنانچہ آپ نے اپنے قبیلہ والوں کو یہ ارشاد فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی شخص اس وقت اشاعتِ دین کے معاملہ میں میری معاونت کرے تو میں تم میں سے اُسے اپنا خلیفہ اپنا وصی اپنا بھائی اور اپنا وارث بناؤں اور پھر یہ اعزازات جنابِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حاصل کر لئے۔

چنانچہ ظاہر طور پر بھی خلافتِ علیؑ منہاج النبوۃ میں خاندانِ عبدالمطلب سے سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے کوئی دوسرا شخص خلیفہ رسول نہیں ہوا جیسا کہ قارئین کرام جنابِ شیر خدا حضرت علیؑ علیہ السلام کی والدہ مکرمہ سیدہ فاطمہ بنتِ اسد سلام اللہ علیہا کے حالات میں پڑھ

چکے ہیں کہ آپ ہی وہ پہلی ہاشمیہ عورت ہیں جنہوں نے ہاشمی خلیفہ کو جنم دیا۔
 رہا ابن کثیر وغیرہ کا اس روایت سے یہ مطلب نکالنا کہ جناب علی
 کرم اللہ وجہہ الکریم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محض فرزندِ ان
 عبدالمطلب پر ہی خلیفہ بنایا تھا تو یہ سراسر خلاف واقعہ اور تحکم ہے کتب
 احادیث و سیر میں اس امر کی کہیں تصدیق موجود نہیں۔

علی خلیفہ بلا فصل ہیں

حضرت علی شیر خدا علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
 خلیفہ اعظم اور جانشینِ اول جس صورت میں ہم نے بیان کیا ہے قطعی طور پر
 درست ہے اور اس کے لئے ہم ہزاروں مثالیں پیش کر سکتے ہیں مگر امورِ
 سلطنتِ اسلامیہ اور حدودِ شرعیہ کے نفاذ کے لئے جس مسندِ خلافت پر حضرت
 ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ متمکن ہوئے اُس میں یقیناً وہی خلیفہِ اول
 بلا فصل اور جانشینِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

اس حقیقت کو جھٹلانے کے لئے جس قدر ہاتھ پاؤں مارے جائیں
 گے اُسی قدر انسان فریب خوردگیوں کا شکار ہوتا جائے گا اور اگر حضرت ابوبکر
 صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استحقاقِ خلافت چھین کر ان پر غصب کی تہمت
 لگائی جائے گی تو یہ براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم
 رسالت کی کھلی توہین کے علاوہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت کو بھی

مشکوٰۃ بنا کر رکھ دے گا۔

کیونکہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانِ مقدس کے مطابق خلافت راشدہ علیٰ منہاج النبوت کا دور تیس سال کے عرصہ میں متعین شدہ ہے اور یہ تیس سالہ دور عین خلافتِ الہیہ کا مظہرِ کامل اور خلافتِ مصطفائی کا عکسِ جمیل ہے۔

شارحین حدیث کے مطابق یہی وہ زمانہ ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہی زمانے میں شامل فرما کر ”خیر القرونِ قرنی“ کا ارشاد فرمایا ہے۔

اہلِ محبت ”قرنی“ کے لفظ کو بھی استدلال کے طور پر پیش کر کے ثابت کرتے ہیں کہ چاروں خلفائے راشدین کا زمانہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ ہے۔

آپ بھی اس حقیقت افروز استدلال پر غور کریں کہ اس لفظ کے حروف کی ترتیب ق۔ر۔ن۔ی۔ ہے جبکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آخری حرف ق ہے جو اس لفظ کا پہلا حرف ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آخری حرف ’ر‘ ہے جو اس لفظ کا دوسرا حرف ہے اور جناب عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آخری حرف ن ہے جو قرنی کا تیسرا حرف ہے اور جناب علی علیہ السلام کا آخری حرف ی ہے جبکہ اس لفظ کا آخری اور چوتھا حرف بھی ی ہے۔

اور اس میں نکتے کی بات یہ بھی ہے کہ اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا آخری حرف ق ہے اور لفظ قرنی کا پہلا حرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بھی آخری اور قرنی کے بھی آخری حرفی کو باہم ملا کر بحساب ابجد اعداد حاصل کئے جائیں تو بالکل وہی عدد حاصل ہو جائیں گے جو حضرت علی علیہ السلام کے اسم پاک کے ہیں یعنی ق ۱۰۰ ی ۱۰ ایک سو دس ۱۱۰ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ خلافت ایک طرف تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت کے مقدمہ کی حیثیت رکھتی ہے اور دوسری طرف واضح طور پر نشاندہی ہوتی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت حضرت علی کی خلافت کی نقیض اور ضد نہیں بلکہ خلافت ابو بکر صدیق عین خلافت علی علیہ السلام ہے اور آپ ہی کے پُرآز حکمت مشوروں کی مرہون احسان ہے۔

یہی نہیں بلکہ اس سے مزید یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ”ق“ سے شروع ہو کر ہی ”ی“ پر ختم ہونے والا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اپنا زمانہ جسے آپ نے ”قرنی“ کے نام سے موسوم فرمایا ہے پورے کا پورا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا اپنا بھی زمانہ ہے کیونکہ اس کے پہلے اور آخری حرف کے ایک سو دس اعداد اس پر شاہد عدل کی حیثیت رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اس دور کے اپنے علاوہ تینوں خلفاء کے سب سے بڑے مشیر حضرت علی علیہ السلام ہی تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تو اس پورے دور میں چیف جسٹس آف

سپریم کورٹ یعنی ”قاضی القضاۃ“ کے عہدے پر بھی فائز تھے اور اکثر عدالتی فیصلے آپ ہی کی ذات سے منسوب ہیں۔

بہر حال دیکھنا تو یہ ہے کہ اگر اس زمانہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنا زمانہ قرار دیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باطنی نائب ہونے کے علاوہ ظاہری طور پر بھی حضرت علی کا زمانہ بھی یہی ہو تو پھر کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ یہ ارتداد کا دور تھا جبکہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی دور کو تمام ادوار عالم سے بہترین دور قرار دیتے ہیں۔

بعض لوگوں کا یہ گمان سراسر ضلالت اور گمراہی کے فقر مذلت میں گر پڑنے کے مترادف ہے کہ معاذ اللہ اس دور میں گنتی کے چند ایک افراد کے علاوہ سب لوگ مُرد ہو گئے تھے۔

ایسی صورت میں تو صحابہ کرام کی وہ کثیر جماعت بھی اس منحوس فتویٰ کی زد میں آنے سے نہیں بچ سکے گی جنہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے دستِ حق پرست پر بیعتِ خلافت بھی کی تھی اور آپ کا ہر مقام پر پورا پورا ساتھ بھی دیا تھا۔

علاوہ ازیں جب یہ ناقابلِ تردید اور ٹھوس حقیقت موجود ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے ہیں اور ان کے بعد یکے بعد دیگرے حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما نے اس ذمہ داری کو سنبھالا اور

ان اصحابِ ثلاثہ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خاتم خلافت کے لقب سے ملقب ہوئے تو پھر اس تخیلاتی اور تصوراتی خلافت کا وجود کس طرح قائم کیا جائے گا جو محض تعصب اور دیوانگی کی پیداوار ہے۔

ہم اہل عقل و دانش حضرات کی خدمت میں پوری ہمدردی سے درخواست کریں گے کہ وہ من چاہے مفروضوں کو توڑ کر ان حقائق کے قریب تر ہونے کی کوشش کریں جنہیں صدیاں گزر جانے کے بعد بھی تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔

محبتِ علی کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پسندیدہ لوگوں سے نفرت کا اظہار نہ کیا جائے اور اس بنیاد اور اساس کو غلط قرار دینے کی کوشش نہ کی جائے جس پر حضرت علی کی اپنی خلافت کا قصر تعمیر ہونا تھا اس لئے کہ اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو خلافتِ حقہ متصور نہیں کیا جائے گا تو پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا دورِ خلافت بھی جانشینانِ رسول کے دور میں شامل نہیں ہو سکے گا اس لئے کہ،

حَسْبُ اَوَّلِ چُورِ نَہْدِ مَعْمَارِ کَچ

تا ثَرِیَا مے رُودِ دیوارِ کَچ

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جن لوگوں کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سیاسی حریف ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جناب علی علیہ السلام نے اُن سب کی خلافتوں کو صدقِ دل سے قبول کر لیا تھا اور کسی

ایک کے ساتھ بھی سیاسی حریفوں جیسا سلوک نہیں کیا تھا بلکہ اُن سب کو اپنے نیک مشوروں سے نوازنے کے علاوہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سیاسی بلوائیوں سے بچانے کے لئے اپنے صاحبزادگان کو اُن کی حفاظت کے لئے مامور فرمایا تھا۔

بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ جس قسم کا سیاسی تصور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ارفع و اعلیٰ ذات اقدس کے لئے قائم کیا جاتا ہے وہ آپ کی شان کے قطعی طور پر منافی ہے اور آپ کے منصب ولایت و خلافت کی توہین کے مترادف ہے۔

خلافت اس کو کہتے ہیں

جناب سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلا شک و شبہ روحانی طور پر تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ اول ہیں اور اہل طریقت کے نزدیک یہ مسئلہ قطعی طور پر اجماعی ہے۔

اگر کوئی شخص بزعیم خویش متصور کرتا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی روحانی طور پر بھی آپ کے خلیفہ اول ہیں تو یہ اس کا ذاتی فیصلہ ہوگا اولیائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کثیر گروہ اس امر پر متفق ہے کہ ولایت و قطبیّت کبریٰ کے اعلیٰ ترین مقام پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس مقدس ہستی کو متمکن فرمایا وہ آپ کی اہل بیت کرام ہی ہے اور

ان تمام آئمہ اہل بیت میں سب سے پہلا نمبر تاجدارِ اولیاء و اصفیاء امیر المومنین سیدنا حیدر کرار علیہ السلام کا ہے۔

علمی وراثت اور روحانی خلافت جناب شیرِ خدا سے پہلے کسی دوسرے کے لئے ثابت کرنا محض حقائق سے اعراض اور صداقت سے انحراف کے مترادف ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد انی رسول زوجِ بتول سیدنا و مُرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سلطنتِ روحانیت کے تاجدارِ اوّل ہیں اور آپ کی اس اولیت میں کوئی بھی آپ کا شریک و سہیم نہیں۔“

ہم اپنے اس موقف کی تائید میں پہلے تو حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی مبسوط اور واضح ترین عبارت نقل کرتے ہیں اور اس کے بعد چند دیگر عبارات اکابر و اولیاء کی پیش کریں گے جن کی روشنی میں متعدد الجھنوں سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔

محبت کیوں واجب ہے

اس اُمتِ مرحومہ کے لئے وہ ظروفِ لطیفہ ﴿جو ذریعہ نجات﴾ ہیں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت کرام علیہم السلام ہیں اہل بیت کرام کی محبت و متابعت اُمتیوں پر اس لئے واجب کی گئی ہے تاکہ ان کے مبارک قبول میں اس محبت و متابعت کی وجہ سے کسی کی جگہ پیدا ہو۔

چونکہ اہل بیت کرام کے مقدس قلوب خدائے بزرگ و برتر جلّ مجدّہ
الکریم کے نورِ لطیف سے معمور و مملو ہیں اور ان کی مشارکتِ ظروفِ قربت
مکانی سے ایسی مناسبت پیدا ہو جائے کہ وہ گناہوں کی کثافت کو دور کرنے
کے لئے تریاق کا حکم رکھے۔

کہا جاتا ہے کہ ایک چیونٹی نے آرزو کی کہ وہ کعبہ شریف پہنچ جائے
آخر اس نے اپنا ہاتھ کبوتر کے پاؤں پر رکھ دیا تو فوراً منزل پر پہنچ گئی۔

کشتی نوح کیا ہے ؟

چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ میری اہل بیت علیہم السلام کی
مثال ایسی ہے جیسی نوح علیہ السلام کی کشتی جو آپ کی پناہ میں آ گیا وہ طوفان
سے بچ گیا اور جس نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی وہ غرق ہو گیا۔

اہل بیت علیہ السلام کی اس خصوصیت کی وجہ اُن کی فضیلت اور
مخصوص مرتبہ ہے کیونکہ کشتی نوح علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے کمالِ عملی کی صورت تھی اور حضرات اہل بیت کرام کو بھی حق تعالیٰ جلّ شانہ
نے اُس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالِ عملی کی صورت بنا دیا کہ اس
سے مراد طریقت ہے۔

اہل بیت ہی کیوں ؟

اور یہ بات اس لئے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کمال

عملی بغیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شخصی مناسبت کے جو کہ روحانی قوتوں اور عصمت و عفت اور حفظ و قوت و شجاعت سے متصف ہو کسی دوسرے میں اس کا جلوہ گر ہونا متصور نہیں کیا جاسکتا لہذا اس مناسبت کا بغیر ولادت اور تعلق اصلیت و فرعیت کا حاصل ہونا ناممکن ہے۔

برائے ایں اُمت مرحومہ آلِ ظرُوفِ لطیفہ اہل بیت
مصطفوی اند کہ محبت ایشاں و متابعت ایشاں موجب
آں گرد کہ درد لہائے آنہا ایں کس راجائے پیدا میشود
چوں آں دلہارا کہ از نورِ لطیف حضرت باری، جل اسمہ
معمور مملو است،

بہ سبب مشارکتِ ظرف و مجاورتِ مکاں با نخباب
مناسبت پیدا آید کہ دردِ ثقلِ طبعی گناہاں ہم تریاق
دارد۔

و نعم ما قبل مور بے چارہ ہوس کہ در کعبہ رسد دست در
پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید و لہذا در حدیث شریف وارد
است کہ مثل اہل بیتی فیکم مثل سفینۃ نوح
من رکبھا نجا و من تخلف عنھا غرق و وجہ
تخصیص اہل بیت علیہ السلام را بایں مراتب و فضیلت
آں است کہ کشی حضرت نوح علیہ السلام صورت

کمال عملی آجنگاب بدوں مناسبت شخص بآجنگاب در
قوائے روحیہ در عصمت و حفظ و نفوت و سماحت متصور
نیست کہ در کسے جلوہ گر شود و این مناسبت بدوں
ولادت و علاقہ اصلیت و فرعیت ممکن الوصول نیست۔

﴿تفسیر فتح العزیز سورة الحاقة ص ۷۶﴾

اس کے بعد شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اہل بیت کرام اور حضرت علی علیہ السلام کو عطا
ہونے والی امامت کبریٰ کی مزید وضاحت اس طرح فرماتے ہیں۔

امامت کہاں ہے؟

پس یہ کمال مصطفویٰ ان تمام تر شعبوں میں جو ولایت مختلفہ کا معدن
ہے انہی ”اہل بیت کرام“ سے جاری و ساری ہوتا ہے اور امامت کے یہی معنی
ہیں کہ ان میں سے اک نے دوسرے کو اپنا وصی بنایا۔

اور یہی سِرّ اور راز ہے کہ وہ بزرگانِ اہل بیت جمیع اولیائے اُمت
محمدیہ کے تمام سلسلوں کے مرجع و منبع ہوئے اور جو شخص بھی اللہ تبارک و تعالیٰ
کی رسی سے منسلک ہونا چاہے۔

اس کی سند اور فیض اہل بیت کرام کے انہی بزرگوں پر منتہی ہوتا ہے
اور اس کو اپنی نجات کے لئے اسی کشتیِ اہل بیت کے دامن میں پناہ لینا پڑتی
ہے اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿وَتَعْبِهَا﴾

یعنی وہ اس کشتی کو یاد رکھیں اور مومنین سفینہ اہل بیت کو ذریعہ نجات سمجھیں کہ گناہوں کے طوفان کی زد سے بچنے کی یہی ایک تدبیر ہے۔

پس اس کمال را با جمیع شعب آنکہ معدن ولایات

مختلفہ است دریں مجری جاری کردند و از ہمیں ناوداں

ریختند و ہمیں است معنی امامت کہ یکے مرد گیرے را

از ایشان بآں وصی ساخت و ہمیں است سرآں کہ اس

بزرگواران مرجع سلاسل اولیائے امت شدند و ہر کہ

تمسک بحبل اللہ فی نماید چار و ناچار سندا استفاضہ او

بایں بزرگواران منتہی می گردد و دریں کشتی می نشیند و

لہذہ فرمودہ اند ﴿وَعِیْہَا﴾ یعنی و یاد دار اس قصہ کشتی را

کیفیت نجات از غرق طوفان را کہ مومنین را بدیں

تدبیر حاصل است۔

﴿تفسیر فتح العزیز پ ۲۹ ص ۷۶﴾

علی کو امام کیوں بنایا ؟

بعد ازاں شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ قرآن مجید کی اس آیت کا آخری

جملہ نقل فرما کر اس کی واضح تفسیر بیان کرتے ہیں ﴿أُذِنَ وَاعِیْہَا﴾ یعنی وہ

کان جو ان امور کو یاد رکھیں، ”الآیۃ۔

چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ارشاد فرمایا کہ یا علی میں نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے تیرے لئے سوال کیا ہے کہ توجو بھی سن لے اُسے ہمیشہ یاد رکھے لہذا حضرت علیؑ کے لئے یہ تخصیص اسی شرف اور مرتبے کی وجہ سے ہے اور اس میں نکتہ یہ ہے کہ بغیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اہل بیت کا کشتی کے معنوں میں آنا متصور ہی نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ اس طریقہ کی امامت کے قابل صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ﴿صلی﴾ اہل بیت ہی ہو سکتے تھے مگر اس وقت وہ کسں تھے اور ان کی تربیت سوائے حضرت علی کے کسی دوسرے کے سپرد کرنا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ کمال کے منافی تھا یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمت کو گناہوں سے نجات دلانے کے طریقے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو القاء فرمائے اور پھر ان کو امام بنایا اور اپنے کمالِ عملی کو صورتِ حیدر کرار میں متصور کرنا ضروری ہو گیا،

اور بحکم ”ابوت“ اپنا یہ کمالِ عملی حضرت علی کے ذریعہ شگفتہ و تروتازہ اپنے صاحبزادگان والا شان کو پہنچانا پڑا اور اس طرح ولایت کا یہ مقدس سلسلہ حضرت علی کے وسیلے اور توسط سے قیامت تک کے لئے جاری و ساری ہو گیا

اذن واعیہ یعنی گوشے کے یاددارندہ از قسم ایں امور

است و در حدیث شریف دارداست کہ چوں ایں

آیت نازل شد آں حضرت مرتضیٰ علی را فرمودند سا
 لت اللہ ان یجعلھا اذک یا علی و تخصیص حضرت امیر
 المؤمنین بایں شرف و مرتبت برائے ہمیں نکتہ است کہ
 معنی کشی بودن اہل بیت بدوں تو سرط حضرت امیر متصور
 نہ بود زیرا کہ اہل بیت اس حضرت کہ قابل امامت اس
 طریق بودند در آں وقت صغیر السن بودند و تر بیت
 ایشان بدیگرے حوالہ کردن منافی شان کمال آں
 حضرت بودید لا جرم قواعد نجات از نقل گناہاں را
 حضرت امیر المؤمنین القاء فرمودن و ایشان را امام سا
 ختن و کمال عملی خود را بصورت ایشان متصور نمودن
 ضرور و افتاد کہ ایشان بحکم الوتائ کمال را تر و تازه بصا
 حب ز اذہار ساند ﴿مسلل﴾

دریں سلسلہ تا قیام قیامت بوسط ایشان جاری ماند

﴿تفسیر عزیزی ص ۷۱ پ ۲۹﴾

حضور کی علی سے مناسبت کلی

یہی وجہ ہے کہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو یُحُوب
 المؤمنین یعنی شہنشاہ اُمت کا خطاب دیا گیا اور اس وجہ سے بھی کہ چونکہ
 حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی آغوشِ رافت میں پرورش پائی تھی

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رشتہ دامادی بھی آپ کو حاصل تھا اور آپ زمانہ طفولیت سے ہی ہر امرِ خاص میں سرورِ کائنات کے رفیق اور شریکِ کار تھے اور آپ خاص طور پر حکمِ فرزندگی میں بھی داخل تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اس قرابتِ قریبیہ کی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روحانی قوتوں میں مناسبتِ کُلّی حاصل تھی۔

گویا جناب امیر المومنین علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظلِّ مبارک اور آپ کے کمالاتِ عملی کی صورت تھے کیونکہ ولایت و طریقت کا مطلب اور مراد بھی یہی ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعائے مبارک سے الہی علی جو بھی یاد رکھے اسے کبھی نہ بھولے جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی استعداد اور لیاقتِ طبع اور بھی ظاہر ہو گئی اور آپ اس سے مرتبہ کمال کی انتہا کو پہنچ گئے اور آج تک اس کے آثار ہر طریقہ کے اولیاء اللہ کے ظاہر و باطن میں ہویدا ہیں۔

۲۔ ولہذا حضرت امیر المومنین را یعسوب المومنین

خطاب دادہ اند و معہذا جناب امیر لسبب آنکہ ور کنار

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پرورش یافتہ بودند و

علاقہ دامادی با جناب و اشتند و از طفلی در ہر امر رفیق و

شریک ماندہ و حکم فرزند گرفتہ بودند و سب قرابت قریبیہ کہ داشتند و حکم مناسبت کلی در قوائے روحانی بآجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایشان را حاصل بود۔

پس جناب امیر گویا ظل و صور کمال عملی آجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بودن کہ عبارت از ولایت و طریقت است و بدعائے آن حضرت ﴿صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ آن استعداد و ایشان تضاعف پذیر و نہایت مرتبہ کمال رسید چنانچہ آثار آن در ظاہر و باطن و اولیاء اللہ از ہر طریقہ و ہر سلسلہ ظاہر و ہوید است۔

﴿تفسیر عزیزی پ ۲۹ ص ۷۷ شاہ عبد العزیزی شوریۃ الحاقہ﴾

حضرت مجدد الف ثانی کا عقیدہ یہ بھی ہے

اہل بیت کرام اور علوم باطنیہ کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز جو وضاحت فرماتے ہیں وہ یہ ہے۔

اس واقعہ میں حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تھا بہت نیک اور اصلی ہے۔ پانی سے مراد علم ہے اور اس میں ہاتھ ڈالنا علم میں قدرت کا حاصل ہونا ہے اور اس بارہ میں حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی مشارکت اس کے حاصل ہونے کی موکد و موید ہے کیونکہ آن حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت رحمن کے شاگرد ہیں۔

و علم آدم الاسماء وكلها سكها الله تعالى نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام چیزوں کے نام،

حاصل کلام یہ کہ اس واقعہ میں علم سے مراد علم باطن ہے بلکہ علم باطن کی وہ قسم جو اہل بیت الرضوان کی نسبت سے مناسبت رکھتی ہے۔

﴿مکتوبات ج ۱ ص ۴۱ مکتوب ۲۱۲﴾

خاندانِ سادات کے ایک بزرگ کے گرامی نامہ کے جواب میں جناب مجدد رقم فرماتے ہیں۔

آپ سے اپنی محبت کا اظہار کرنا مناسب اور بہتر خیال کیا اور اس محبت کے سبب جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقرباء سادات کرام سے پیدا ہو چکی ہے امیدواری کا رشتہ پورے طور پر ہاتھ میں لا چکا ہے اللہ تعالیٰ ان سادات کرام کی محبت پر استقامت نصیب فرمائے۔

﴿مکتوبات ج ۱ ص ۱۹۳ مکتوب ۵۵﴾

حضور مجدد الف ثانی نے ایک مقام پر فرمایا!

سادات کرام کی ذوات جو کثیر البرکات ہیں سرورِ دین و دنیا سے جزیت کی بنا پر اس سے بلند تر ہیں کہ یہ فقیر زبانِ قاصر کے ساتھ ان کی فضیلت اور صفت و ثناء کرے صرف اپنی سعادت کا ذریعہ جانتے ہوئے اس باب میں جرأت کیا ہے بلکہ اس وسیلہ سے اپنی ستائش کرتا ہے اور ان کی دوستی کا اظہار کرتا ہے جس کا مامور ہے اے اللہ ہمیں بطفیل حضور سید المرسلین علیہ علی

آلہ وسلم علیہم الصلوٰۃ والسلام سادات کرام کے ساتھ محبت کرنے والوں میں کر
 ﴿ص ۱۹۳ ج ۱ مکتوب ۵۶﴾

اب دیکھو

باوجود اس کھلی وضاحت اور خاندان اہل بیت کی اِمامتِ کبریٰ کا
 اقرار کر لینے کے مجدد الف ثانی طریقہ نقشبندیہ کی تمام رُوحانی سلاسل عالیہ
 پر فوقیت ثابت کرتے ہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ چونکہ سیدنا صدیق
 اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام اُمتِ مُحَمَّدٌ یہ میں افضل ہیں لہذا ان سے منسوب
 ہونے کی وجہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ تمام سلسلوں سے افضل ہے ملاحظہ ہو۔

طریقہ نقشبندیہ سب سے کیوں افضل ہے ؟

اس بلند طریق کے سر حلقہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جو انبیاء علیہم
 الصلوٰۃ والسلام کے بعد تحقیقی طور پر تمام بنی آدم سے افضل ہیں اور اسی اعتبار
 سے اس طریق کے بزرگواروں کی عبارتوں میں آیا ہے کہ ہماری نسبت سب
 نسبتوں سے بڑھ کر ہے۔

کیونکہ ان کی نسبت جس سے مراد خاص حضور اور آگاہی ہے بعینہ
 حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت حضور ہے اور اس طرح میں
 نہایت اس کی ابتداء میں ہے۔

﴿مکتوب ۲۲۱ مکتوبات ج ۲ ص ۵۱۲﴾

اس کے آگے حضرت مجدد الف ثانیؒ مزید فرماتے ہیں کہ سلسلہ عالیہ

نقشبندیہ کی جو مدح و ستائش ہم نے کی ہے اس خاندان کے خلفاء کو سوائے حصّہ بیان کرنے کی توفیق بھی حاصل نہیں ہوئی چنانچہ آپ نے لکھا ہے۔

آپ اس فقیر کے مکتوبات اور رسالوں کو دیکھیں کہ اس طریق کو اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کا طریق ثابت کیا ہے اور اس نسبت کو سب نسبتوں سے بڑھ کر مدلل بیان کیا ہے اور اس طریق عالی کے بزرگوں کی مدح اس طور پر کی ہے کہ اس بزرگ خاندان کے خلفاء میں سے کسی کو اس کا سوائے حصّہ بیان کرنے کی توفیق بھی نہیں ہوئی۔

﴿مکتوبات ج ۲ ص ۵۳۱ مکتوب نمبر ۲۲۹﴾

اس سلسلہ عالیہ کے متعلق مزید فرمایا۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند

برنداز رہ پنہاں بحریم قافلہ را

﴿مکتوبات ج ۲ ص ۵۱۹﴾

پھر فرمایا!

ہماری نسبت آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی نسبت شریف

ہے پھر اس طریق ﴿نقشبندیہ﴾ سے بڑھ کر عالی اور کون سا طریق ہے اور

اس نسبت سے بہتر اور کون سی نسبت ہے۔

﴿مکتوبات ۲۲۹ مکتوبات ج ۲ ص ۵۳۰﴾

ایک مقام پر ایک مرتبہ فرمایا۔

سبحان اللہ وہ معارف جو اس فقیر حقیر سے بے ارادہ دبے تکلف ظاہر ہو رہے ہیں اگر بہت سے لوگ جمع ہو کر ان کی تصاویر پیش کرنے کی کوشش کریں تو معلوم نہیں کہ انہیں میسر ہو سکے۔

فقیر کا یقین ہے کہ ان معارف کا بہت سا حصہ حضرت مہدی موعود علیہ الرضوان کے نصیب ہوگا۔

﴿مکتوبات ج ۲ ص ۵۲۲ مکتوب ۲۳۲﴾

ایک دفعہ آپ نے فرمایا۔

اس طریقہ علیہ کو ابتداء میں اس قسم کے احوال ظاہر ہوتے ہیں جو انتہا والوں کے احوال کے ساتھ یہاں تک متشابہ ہوتے ہیں کہ ان دونوں قسم کے احوال والوں کے درمیان سوائے نظر بصیرت رکھنے والے عارف کوئی بھی فرق نہیں کر سکتا۔

﴿مکتوبات ج ۲ ص ۵۲۶ مکتوب ۲۲۵﴾

علی کیوں افضل نہیں

جناب مجدد الف ثانی کے مذکورہ بالا تصورات کو اگر درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر اولیائے اُمت کے اس فرمان کی تکذیب کرنا پڑے گی جن کا دعویٰ ہے کہ سلسلہ عالیہ قادریہ تمام تر سلاسلِ رُوحانیہ سے افضل و اعلیٰ ہے حالانکہ اولیاء کبار کا یہ ارشاد قطعی طور پر درست ہے کیونکہ سلسلہ عالیہ قادریہ جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ پر منتہی ہونے کے ساتھ ساتھ جناب غوث اعظم

سے منسوب ہے اور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے کمالاتِ روحانیہ جو انہیں جناب شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور دیگر آئمہ اہل بیت کی وساطت سے حاصل تھے ان کا عشرِ عشر بھی کسی ولی کو نصیب نہیں اور جناب غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان شاہِ عدل ہے کہ ہمارا یہ قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہے۔

اب وضاحت طلب امر یہ ہے کہ اگر حضرت مجدد صاحب کی یہ دلیل درست ہے کہ وہی روحانی سلسلہ افضل و اعلیٰ ہے جو اُمت کے افضل ترین شخص پر منتہی ہوتا ہے تو پھر بغیر کسی اضطراب و اضطراب کے تسلیم کرنا ہوگا کہ جناب شیر خدا سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تمام اُمت محمدیہ علی صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے افضل و اعلیٰ ہیں کیونکہ جناب شیر خدا پر منتہی ہونے والا سلسلہ عالیہ قادریہ اولیائے کبار کے فرامین کے مطابق تمام تر سلاسلِ روحانیہ سے افضل و اعلیٰ ہے یہی وجہ ہے کہ مجددِ مآۃ حاضرہ شاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ تفصیل حیدر کرار کو رضیٰ قرار نہیں دیتے۔

تفصیل رفض نہیں

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت شاہ احمد رضا خاں بریلوی وہابی مولوی نذیر احمد دہلوی کے ایک داعی کی تردید فرماتے ہوئے مسئلہ تفصیل اور رفض و تشیع کا فرق واضح فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

یہ بکف چراغ قابل تماشا کہ ابن فضیل کے منسوب برض ہونے کا دعویٰ کیا اور ثبوت میں عبارت تقریب رومی بالتشیع،

ملا جی کو بایں سال خوردی و دعویٰ محدثی آج تک اتنی بھی خبر نہیں کہ محاورات سلف اور اصطلاح محدثین میں تشیع و ررض میں کتنا فرق ہے۔

زبان متاخرین میں شیعہ روافض کو کہتے ہیں خز لھم اللہ تعالیٰ جمیعاً بلکہ آج کل کے یہودہ مہذبین روافض کو رافضی کہنا خلاف تہذیب جانتے ہیں اور انہیں شیعہ ہی کے لقب سے یاد کرنا ضروری مانتے ہیں خود ملا جی کے خیال میں اپنی ملائی کے باعث یہ تازہ محاورہ تھا یا عوام کو دھوکا دینے کے لئے تشیع کو رافضی بنایا حالانکہ سلف میں جو تمام خلفائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ساتھ عقیدت رکھتا اور حضرت امیر المومنین مولانا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ان میں افضل جانتا شیعہ ہی کہا جاتا ہے۔

بلکہ جو صرف امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تفضیل دیتا اسے بھی شیعہ کہتے حالانکہ یہ مسلک بعض اہل سنت کا تھا اسی بنا پر متعدد ائمہ کوفہ کو شیعہ کہا گیا۔

بلکہ کبھی محض غلبہ محبت اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شیعیت سے تعبیر کرتے حالانکہ یہ محض سنیت ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفصیل کے بارے میں نہایت واضح ترین فیصلہ فرماتے وقت حقیقت کو یوں رونما فرماتے ہیں۔
 اور جاننا چاہیے کہ پہلے شیعہ کے لقب سے ملقب ہونے والے لوگ سنی اور تفضیلی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے لیکن جب عالی رافضیوں اور زیدیوں اور اسمعیلیوں نے خود کو شیعہ کہنا شروع کر دیا اور ان کے عقائد سے شر و فساد اور قباحتوں کا صدور ہونے لگا تو سنی تفضیلیہ نے حق و باطل کے تلبس کے خوف سے شیعہ کے لقب کو ترک کر کے خود کو اہل سنت و جماعت کہلانا پسند کیا۔
 قدیم کتب توارخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ فلاں شیعوں میں سے ہے اور فلاں شیعہ ہے وہ لوگ اہل سنت و جماعت کے سرداروں میں سے ہیں اور راہِ راست پر ہیں۔

نیز باید دانست کہ شیعہ اولی کہ فرقہ سنیہ و تفضیلیہ اندر زمان سابق بشیعہ ملقب بودند و چون غلاۃ روافض و زیدیان و اسمعیلیہ بایں لقب خود را ملقب کردند و مصدر قباَح و شرورا اعتقادے و عملے گردیدند ﴿خوفا عن التباس الحق والباطل﴾ فرقہ سنیہ و تفضیلیہ ایں لقب را برخود نہ پسندیدند و خود را اہل سنت و جماعت ملقب کردند حالا واضح شد کہ آنچہ در کتب تارخ قدیمیہ واقع شود کہ فلاں من شیعہ او من شیعہ علی حالا نکہ او از

روسائے اہل سنت و جماعت است راست۔

﴿تحفہ اثناء عشریہ مولفہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ص ۱۱﴾

نظر اپنی اپنی

غیر نبی کی نبی پر فضیلت

ایک دفعہ جناب مجدد الف ثانیؒ ایک ایسے رنگین مقام پر تشریف لے گئے جو حضرت صدیق اکبرؓ سے بھی بلند تر تھا۔

پھر آپ نے اپنے بیان کے خلاف شکوک و شبہات کا ازالہ کرتے ہوئے فرمایا۔

علمائے کرام نے اس کا ایک حل بھی بخوین کیا ہے کہ جزیات میں ایک جزیٰ میں غیر نبی کو اگر نبی پر فضیلت لازم آجائے تو کچھ حرج نہیں مکتوب ۱۹۲ اور پھر اس مکتوب شریف کے آخر پر فرمایا۔

”تو جب غیر نبی کو نبی پر جزیٰ فضیلت جائز ہے تو غیر نبی پر بطریق اولیٰ فضیلت جزیٰ ثابت ہو سکتی ہے لہذا ہمارے اس کلام میں بالکل کوئی اشکال نہیں“

قارئین کو مندرجہ بالا روایت پر دعوتِ غور و فکر دیتے ہوئے ہم پھر اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں۔

علی خیر البریہ ہیں

إِنَّ الدِّينَ أَمْنٌ وَعَمَلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمُ خَيْرُ
الْبَرِيَّةِ

بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہی تمام مخلوق

سے بہتر ہیں۔

مفسرین کرام زیر آیت رقم طراز ہیں کہ آیت کریمہ خیر البریہ کا جملہ جس کا مطلب بہترین انسان ہے حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں ہے اور خیر البریہ سے مراد آپ ہی کی ذات والا صفات ہے۔

تفسیر دُر منثور میں ابن عساکر کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ روایت بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے اسی اثنا میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تشریف لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ اور اس کے محب یعنی حضرت علی اور اس کے حُبدار قیامت کے دن فائز المرام ہوں گے اور آیت نازل ہوئی ”بیشک جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے وہی تمام مخلوق سے بہتر ہیں“

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس جب بھی جناب شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تشریف لاتے تو صحابہ کرام فرماتے کہ خیر البریہ تشریف لے آئے۔

اخرج ابن عساکر عن جابر ابن عبد اللہ قال کنا

عند النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والذی نفسی

بيده ان هذا و شيعة لهم الفائزون يوم القيامة و نزلت
﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ
الْبَرِيَّةِ﴾

”س بينة آتت ٧“

فكان اصحاب النبي صلى الله عليه وآله وسلم اذا
قبل على قالوا جاء خير البرية .

خاتم حفاظ مصر علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ دوسری روایت
اس ضمن ہیں اس طرح لائے ہیں کہ ابن عساکر حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ
عنه سے مرفوعاً روایت بیان کرتے ہیں کہ علی خیر البریہ میں۔

اخرج ابن عدی و ابن عساکر ان ابی سعید مرفوعاً
على خير البرية.

تیسری روایت میں فرمایا کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ارشاد فرمایا کہ علی تو اور تجھ
سے محبت کرنے والے قیامت کے دن خوش و خرم اور شاد باد ہوں گے۔

عن ابن عباس قال لما نزلت ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ﴾ قال
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لعلی هوانت

و شيعتك يوم القيامة راضين و مرضين .

﴿الدر المنثور ج ۶ ص ۳۷۹﴾

یہی روایت خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بھی مروی ہے

ابن مردویہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کرتے ہیں

کہ آپ نے میرے لئے فرمایا کیا تم نے اپنے متعلق اللہ تبارک

و تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا ؟

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ

الْبَرِيَّةِ﴾

اس سے مراد تم اور تمہارے شیعہ ہیں۔

اور یہ ہماری اور تمہاری وعدہ کی گئی جگہ حوض کوثر پر آئیں گے اور

جب امتیں حساب کے لئے آئیں گی تو یہ روشن پیشانی والوں کے نام سے

پکارے جائیں گے۔

واخرج ابن مردويه عن علي رضي الله عنه قال قال

لرسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الم قسم

قول الله ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ

هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ﴾ انت و شيعتك و موعدى و موعد

كم الحوض اذا جيت الاهم للحساب تدعون خدا

المحجلين .

﴿درمنثور ج ۶ ص ۳۷۴﴾

ابن الکواء فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے آیت مذکورہ بالا کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد ہم اور ہمارے متبع ہیں اور ان کی پیشانیاں قیامت کے دن درخشاں ہوں گی اور وہ حوض کوثر سے سیراب ہوں گے اور یہ لوگ اپنی درخشندہ جبینوں کی وجہ سے پہچانے جائیں گے۔

﴿جو اهر العقدین مع ینا بیع المودة جلد اول ص ۷۵﴾

کَلْب

مِعْرَاجِ مُصْطَفٰی

اور

شَانِ مُرْتَضٰی

خرقہ مصطفیٰ برائے مرتضیٰ

تاجدارِ اولیاء شیخ الاسلام والمسلمین قُطُبُ الْوُاصِلِین فرید الحق والدین باوافرید الدین گنج شکر قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کی شب خرقہ عطا ہوا آپ نے ایک دفعہ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کو بلا کر فرمایا مجھے میرے پروردگار نے خرقہ عطا فرمایا ہے اور حکم ہے کہ تم میں سے کسی ایک کو دوں اب میں تم سے ایک بات پوچھوں گا جس کا جواب درست ہوگا اُسے خرقہ عطا کر دیا جائیگا۔

چنانچہ آپ نے ابو بکر صدیق عمر فاروق عثمان غنی رضی اللہ عنہم سے الگ الگ پوچھا کہ اگر تمہیں یہ خرقہ دیا جائے تو تم کیا کرو گے؟ لیکن کسی نے بھی وہ جواب نہ دیا جو خرقہ کے حصول کا باعث بنتا۔

پھر آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پوچھا تو آپ نے عرض کیا کہ میں پردہ پوشی کروں گا اور بندگانِ خدا کے عیب پوشیدہ رکھوں گا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے علی یہ خرقہ میں تجھے دیتا ہوں کیونکہ میرے پروردگار کا یہی حکم تھا کہ یاروں میں سے جو شخص یہ جواب دے گا اسے یہ خرقہ دینا۔

تاج الاولیاء زری زربفت حضور سیدنا نظام الحق والذین خواجہ نظام

الدین دہلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ میرے شیخ مندرجہ بالا واقعہ بیان فرما کر زار و قطار روتے روتے بے ہوش ہو گئے ہوش میں آئے تو زبان مبارک سے فرمایا معلوم ہوا کہ درویشی پردہ پوشی کا نام ہے۔

﴿راحت القلوب مترجم ملفوظات گرامی خواجہ فرید

الدین گنج شکر مرتبہ خواجہ نظام الدین ص ۹﴾

شب معراج تھی آواز کس کی

دیلمی نے سند کے ساتھ روایت بیان کی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں نے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا جب آپ سے ایک شخص نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تبارک و تعالیٰ جلّ مجدہ الکریم نے آپ کے ساتھ معراج کی شب کس زبان میں گفتگو فرمائی؟

تو اُس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے معراج کی رات مجھ سے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان میں گفتگو فرمائی تھی۔

دوران گفتگو اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے یہ الہام فرمایا کہ میں یہ سوال کروں کہ یا اللہ مجھ سے تیری ذات ہم کلام ہے یا کہ علی گفتگو کر رہا ہے۔

اسی اثناء میں اللہ تبارک و تعالیٰ جلّ مجدہ الکریم نے ارشاد فرمایا یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بے مثال ہوں اور وہ ہوں جس کی مثل کوئی

چیز نہیں۔

میرا لوگوں کے ساتھ قیاس نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی میرا وصف تشبیہات سے بیان کیا جاسکتا ہے۔

﴿یا محمد﴾ میں نے تمہیں اپنے نور سے پیدا فرمایا اور تمہارے نور سے علی کو پیدا فرمایا اور جب میں نے تمہارے دل کو تمام لوگوں سے علی کی محبت میں زیادہ سرشار پایا تو تمہارے ساتھ علی کی زبان اور اسی کے لب و لہجہ میں گفتگو کرنا مناسب سمجھا تا کہ تمہیں اطمینان قلبی نصیب ہو۔

الد یلمی بسندہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال
سمعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقد سئل با
ی کفت خا طبک ربک لیلة المعراج فقال یا
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نأشی لا کألا شیاء
ولا افاص با الناس ولا اوصف بالشبہات خلقتک
من نوری و خلقت علیا من نورک و اطلعت علی
قلبک احب الیک من علی فحأ طبک بلسا نہ
کیما یطمعن قلبک

﴿ینا بیع المودة جلد اول ص ۸۴ مطبوعہ تہران﴾

علامہ سلیمان حنفی قدوزی مندرجہ بالا روایت بیان کرنے کے

بعد دلیل کے طور پر سلطان الاولیاء شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پیش کرتے ہیں۔

مُصطفیٰ اسرارِ حق از وے شفت
ہم از و بشنود ہم با او گمبفت

﴿شیخ عطار﴾

یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسرارِ خداوندی علی کی زبان
میں سماعت فرمائے اور پھر وہی اسرار و رموز علی کو تلقین فرمائے۔

یہ اعزاز

مندرجہ بالا روایت سے قطعی طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ حضور
رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو جو تعلق جناب حیدر کرار
رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا وہ صرف اور صرف اُنہی کے لئے مخصوص تھا اور خدا
وند قدوس جلّ جلالہ کا زبانِ حیدر کرار میں گفتگو فرمانا اس امر کی بھی نشاندہی
کرتا ہے کہ علیؑ کی بات خدا کی بات اور خدا کی بات علی کی بات ہے

عرش پر نام علیؑ

ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ میں محبتِ طبری ”الماء“ کی سیرت
کے حوالے سے روایت نقل کرتے ہیں کہ

حضرت ابی حمراء سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایا کہ جب میں معراج کی شب آسمانوں کی طرف گیا تو میں نے اوپر نظر
اٹھا کر دیکھا تو عرش کے پائے پر یہ لکھا ہوا پایا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور

انہیں علیؑ کے ذریعہ سے امداد و نصرت فرمائی گئی۔

عن ابی الحمراء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم لیلۃ اسری بی الی السماء نظرت علی
ساق العرش فرایت کتابہ فہمۃ محمد رسول اللہ
ایدتہ بعلی و نصرتہ بہ

»ریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۲۷«
مندرجہ بالا روایت کے دیگر حوالہ جات غزوہ بدر و احزاب کے ضمن
میں پیش کئے جائیں گئے فی الحال آپ جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے اسم
عظیم کے متعلق ہی مزید ایک روایت ملاحظہ فرمائیں کہ آپ کا نام عرش علی
کی زینت بھی ہے اور طائرانِ خوش نوا کی قوت پر واز بھی۔

نام علی کہاں کہاں

صاحب ریاض النضرہ دوسری روایت ابو الخری قزوینی حاکمی کے
حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ ہم لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ
ایک پرندہ آیا جس کے منہ میں سبز بادام تھا اُس نے وہ بادام حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی گود میں پھینکا تو آپ نے اُسے اٹھا کر چوما اور پھر اُسے توڑا تو کیا
دیکھتے ہیں کہ اُس کے اندر ایک سبز کپڑا ہے جس پر سُنہری حروف میں لا الہ الا
اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے اور اُس کے ساتھ ہی یہ بھی تحریر ہے کہ میں نے علی

کے ذریعہ آپ کی مدد کی ہے۔

وعن ابن عباس قال كنا عند النبي صلى الله عليه وآله وسلم فاذا بطائر فيه لوة خضراء فاقاه في حجر النبي صلى الله عليه وآله وسلم فاقاه وسلم فاخذها النبي صلى الله عليه وآله وسلم فقبلها ثم كسرها فاذا في جوفها دهن خضراء مكتوب فيها بالا صفر لا اله الا الله محمد رسول الله نصره بعلى

﴿رياض النضره في مناقب العشرة ج ۲ ص ۱۲۷﴾

اسد اللہ آسمانی خطاب ہے

درج ذیل روایت سے واضح ہوتا ہے کہ جناب شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے اسد اللہ کا لقب مبارک بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شپ بہراج میں ہی عطا ہوا تھا۔

جناب امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ خواجہ نظام الدین علیہ الرحمۃ نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسد اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ آپ کو یہ خطاب آسمان سے حاصل ہوا یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا علی میرا شیر ہے اور پھر فرمایا کہ علی نعرہ لگاتے تو اس نعرے کی ہیبت سے چرند پرند اور درند ہلاک ہو جاتے۔

﴿افضل الفوائد ص ۷۴﴾

نعرہ حیدری کی ثبوت

حکایت! امیر خسرو فرماتے ہیں کہ میرے آقائے نعمت نے پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف چڑھائی کی تو کامیابی کے آثار نہ دیکھ کر آپ نے نعرہ مارا جس سے تمام ملکوت میں تہلکہ مچ گیا اور فرشتے تسبیح بھول گئے اور بارگاہِ الہی میں عرض پرداز ہوئے کہ الہی یہ کیسی آواز ہے جس سے ہمارا کام بھی چھوٹ گیا فرمانِ الہی ہوا کہ یہ علی رضی اللہ عنہ کا نعرہ ہے جو ہم سے امداد کا طالب ہے جا کر اس کی معاونت کرو۔

﴿افضل الفوائد ص ۷۴﴾

متذکرہ واقعہ تو ضمناً آگیا حقیقت یہ ہے کہ تاجدارِ دو عالم امام الانبیاء احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ نبی اکرام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معراج مقدس کے ساتھ جناب حیدر کرار کے دیگر بھی متعدد واقعات موجود ہیں تاہم فی الحال ان سے صرف نظر کرتے ہوئے قارئین کے سامنے صرف وہی چند واقعات لائیں گے جن میں جناب حیدر کرار کی خلافتِ روحانیہ کا تصور بھی موجود ہو اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے مخصوص انعامات کا بھی ذکر ہو چنانچہ پہلے تعلیم غوثیہ کا ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

تعلیم غوثیہ میں جو اہر غیبی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ،

ایک روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس فکر میں مغموم

بیٹھے تھے کہ احکام شریعت تو ہر شخص دریافت کرتا ہے مگر اسرارِ باطن سے کوئی سوال نہیں کرتا۔

اُس وقت حضور اسد اللہ الغالب شمس المشارق والمغرب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کے دل میں معایہ خیال پیدا ہوا کہ بموجب فرمانِ الہی ظاہر شرع کے احکام میں تو ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کی لیکن آپ نے اپنے اسرارِ باطن سے کچھ خبر نہ دی اگر خبر دیتے تو شائقینِ متابعتِ اسرارِ باطن سے بھی منتفع ہوتے پس کمالِ صدق و اخلاص سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور وہی سوال عرض کیا۔

آپ نے فرمایا مجھ کو بھی یہی حکم تھا کہ رازِ مخفی بجز طالبِ صادق کسی پر ظاہر نہ ہو چنانچہ جناب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو وہ اسرارِ تعلیم فرمائے پس اسرارِ ربانی بوسیلہ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرقہٴ صوفیائے کرام میں پہنچے اور قیامت تک ان سے یہ فیض جاری رہے گا ”العلماء و رثة الانبیاء“ سے یہی لوگ مراد ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے علوم ظاہری و باطنی کے جامع ہیں۔

﴿تعلیم غوثیہ ص ۶۹ مرآۃ الوحیدت﴾

﴿تعلیم حضرت غوث علی شاہ قلندر پانی پتی﴾

﴿تالیف سید شاہ گل حسن قادری قلندری﴾

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جناب حیدر گڑار کی امامت کبریٰ کے متعلق درج ذیل روایت نقل کرتے ہیں جس سے نہ صرف یہ کہ آپ کی امامت اور خلافتِ روحانیہ کا اثبات ہوتا ہے بلکہ آپ کا آئمہ طاہرین کا باپ اور اللہ کی تلوار ہونا بھی واضح ہو جاتا ہے۔

اللہ کی تلوار

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ثابت ہے کہ ایک روز حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت مرتضیٰ سلام اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے مدینہ منورہ کے بعض نخلستانوں کی طرف تشریف لے گئے تو اچانک ایک درخت سے آواز آئی

هذا محمد سيد الانبياء وهذا علي سيد الاولياء و
ابو الائمة الطاهرين .

یعنی یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیاء کے سردار ہیں اور
ائمہ الطاہرین کے باپ ہیں۔

بعد ازاں دوسرے درخت سے آواز آئی۔

هذا محمد رسول الله وهذا علي سيف الله
یعنی یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں
اور یہ علی اللہ تعالیٰ کی تلوار ہیں۔

﴿جذب القلوب الى ديار المحبوب ص ۲۸ مترجم﴾

امامتِ کبریٰ

اگرچہ اس ضمن میں صوفیائے کرام رضوان اللہ اجمعین کے سینکڑوں اقوال و آثار مزید بھی پیش کئے جاسکتے ہیں جن میں جناب شیر خدا سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی امامتِ کبریٰ کے متعلق واضح تصوّر موجود ہے لیکن اگر یہ سلسلہ شروع کر دیا گیا تو ہم اپنے مقصد سے بہت دُور رہ جائیں گے کیونکہ آپ کے فضائل و مناقب کے ساتھ انتہائی ضروری امر یہ بھی ہے کہ آپ کے حالاتِ زندگی کا عکس جمیل بھی قارئین کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے پائے۔

چنانچہ فی الحال انہی الفاظ پر جناب حیدر کرار علیہ السلام کی امامتِ کبریٰ اور خلافتِ روحانیہ کے متعلق حوالہ جات کا سلسلہ منقطع کرتے ہوئے آپ کی حیاتِ طیبہ میں پیش آنے والے واقعات کا سلسلہ شروع کیا جاتا ہے۔ اُمید ہے قارئین کرام گزشتہ اوراق پر پھیلی ہوئی متعدد ثقہ تحریروں کے آئینہ میں جناب شیر خدا، تاجدارِ اہل اتے امیر المومنین سیدنا علی علیہ السلام کی بلا فصل خلافتِ روحانیہ کا واضح ترین عکس ملاحظہ فرما چکے ہیں،

كَلْب

كَلْبُ الْمَم

اعلانیہ تبلیغ کے بعد

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادِ ربانی کی تعمیل میں کھلم کھلا تبلیغ اسلام شروع فرمائی تو کفار و مشرکین مکہ نے پوری قوت سے آوازِ حق و صداقت کو دبا دینے کی کوششیں تیز کر دیں اُن کا منشا و مقصود یہ تھا کہ جس طرح بھی ہو سکے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ﴿معاذ اللہ﴾ قتل کر دیا جائے۔

اپنے اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے جو نام تمام کوششیں کی گئیں ان کی تفصیل طویل تر ہے۔ وہ لوگ جناب ابوطالبؓ اور بنو ہاشم کے خوف سے براہِ راست ایسا اقدام کرنے سے بھی مجبور تھے تاہم وہ وقتاً فوقتاً چھپ چھپا کر اس قسم کی حرکات کرتے رہتے تھے جن سے وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں مگر قدرت تو اس نور کو پورا فرمانے کا ارادہ فرما چکی تھی۔

بعثتِ مبارکہ کے پانچویں سال ابو جہل العین نے حضورِ تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچائی سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ اس وقت دولتِ اسلام سے مشرف نہیں ہوئے تھے تاہم غیرتِ ہاشمی اور خاندانی حیثیت کو اس وقت تک قرار نہ آیا جب تک ابو جہل العین سے شدید انتقام نہ لے لیا۔

حضور کے دشمن کون تھے

خارجی عباسی کا دعویٰ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ اذیتیں اور تکلیفیں پہنچانے والے بنو ہاشم ہیں اور سب سے زیادہ آپ کی اعانت و معاونت بنو امیہ نے کی ہے وہ اس مقام پر ابولہب کی مثال بھی پیش کرتا ہے۔

کہ وہ حضور سرور کائنات کا سگا بچا تھا اور آپ کو مصائب میں مبتلا کرنے میں پیش پیش تھا لیکن وہ بھول جاتا ہے کہ ابولہب کی بیوی اُم جمیل جسے اسلام میں اُم قتیق کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ابوسفیان کی سگی بہن تھی ابولہب کا ہر کام اُسی کے مشورے سے تکمیل پذیر ہوتا تھا یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں ثبت ید ابی لہب کے ساتھ حملۃ الحطب کا بھی اُسی طرح ذکر کیا گیا ہے۔

یہ سوال حضرت عقیل ابن ابی طالب پر حضرت امیر معاویہ نے بھی کیا تھا کہ تمہارا چچا ابولہب ہے تو جناب عقیل نے جواب میں فرمایا کہ اس کی بیوی تمہاری پھوپھی ہے اور سوار اپنی سواری سے بہر طور بہتر ہوتا ہے۔

عباسی کی اس خرافات کا جواب ہم نے اس کتاب کی دوسری اور تیسری جلد کے لئے مخصوص کر رکھا ہے اس لئے یہاں تفصیل میں نہیں جائیں گے۔

حضور کے دشمن کون تھے

خارجی عباسی کا دعویٰ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ اذیتیں اور تکلیفیں پہنچانے والے بنو ہاشم ہیں اور سب سے زیادہ آپ کی اعانت و معاونت بنو امیہ نے کی ہے وہ اس مقام پر ابولہب کی مثال بھی پیش کرتا ہے۔

کہ وہ حضور سرور کائنات کا سگا بچا تھا اور آپ کو مصائب میں مبتلا کرنے میں پیش پیش تھا لیکن وہ بھول جاتا ہے کہ ابولہب کی بیوی اُم جمیل جسے اسلام میں اُم قحج کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ابوسفیان کی سگی بہن تھی ابولہب کا ہر کام اُسی کے مشورے سے تکمیل پذیر ہوتا تھا یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں ثبت ید ابی لہب کے ساتھ حملۃ الحطب کا بھی اُسی طرح ذکر کیا گیا ہے۔

یہ سوال حضرت عقیل ابن ابی طالب پر حضرت امیر معاویہ نے بھی کیا تھا کہ تمہارا چچا ابولہب ہے تو جناب عقیل نے جواب میں فرمایا کہ اس کی بیوی تمہاری پھوپھی ہے اور سوار اپنی سواری سے بہر طور بہتر ہوتا ہے۔

عباسی کی اس خرافات کا جواب ہم نے اس کتاب کی دوسری اور تیسری جلد کے لئے مخصوص کر رکھا ہے اس لئے یہاں تفصیل میں نہیں جائیں گے۔

حضرت حمزہؓ کا قبول اسلام

ابو جہل کی شرارت کی سزا دینے کے بعد سید الشہداء سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اپنی خدمات کا ذکر کیا تو حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بچا جان مجھے تو سچی خوشی اور حقیقی مسرت اُس وقت حاصل ہوگی جب آپ اسلام قبول کر لیں گے تاجدارِ انبیاء کا یہ جملہ خدا جانے کن اثر انگیزیوں سے بھرا ہوا تھا عرب کے جری ترین بہادر پر رقت طاری ہو گئی اور جناب حمزہ بن عبدالمطلب کا سر نیاز بارگاہ رسالت میں پوری عقیدت اور مکمل احترام کے ساتھ خم ہو گیا۔

ابھی آپ کو حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ کفار و مشرکین مکہ نے عرب کے ایک اور جری ترین انسان کو بھی اسلام کی نذر کر دیا رسالت کا عظیم شہکار جسے فاروق اعظم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ابو جہل وغیرہ سے سواوٹ یا کوئی دوسرا انعام لینے کا وعدہ کر کے رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کی غرض سے چلا اور اپنی ہمشیرہ کے گھر چند لحوں کے لئے رک کر آیاتِ قرآنیہ کی تلاوت سنی تو مقتل میں پہنچنے سے قبل ہی شہید غزہ ناز ہو گیا۔

محمد شمع محفل بود

مسلمانوں کے اجتماعات دارالرقم میں ہوتے تھے محمد شمع محفل ہیں اور

پروانے گردا گرد بیٹھے ہوئے دلوں سے طواف کر رہے ہیں عرب کا چاند جلوہ ریز ہے اور ستاروں کا جھرمٹ لگا ہوا ہے۔

جناب عمر ابن خطاب نے دروازہ کھٹکھٹایا اور اپنی آمد کی اطلاع دی چند صحابہ کرام نے آمدِ فاروقی کو خطرے کا پیش خیمہ سمجھتے ہوئے اظہارِ تشویش کیا تو غیرتِ ہاشمی جوش میں آگئی اللہ اور رسول کے شیر سیدنا حمزہ ابن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دایاں ہاتھ تلوار کے قبضہ پر رکھے ہوئے فرمایا دروازہ کھول دو اور وہ جس بھی ارادے سے آیا ہے آنے دو۔

اعلانیہ نماز کی ادائیگی

جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو آئے ہی سر دینے کے لئے تھے لہذا یہ کام تلواروں کی جھنکار پیدا ہوئے بغیر ہی ہو گیا چند لمحوں بعد عمر فاروق کی گردن بھی قلاوۃ اسلام سے مزین ہو گئی اسلام قبول کرتے ہی فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو پہلی پیش کش کی وہ وہ بیت الحرام میں کھلم کھلا نماز پڑھنے کی تھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی درخواست کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا چنانچہ ایک روایت کے مطابق اُسی روز اور ایک اور روایت کے مطابق دوسرے دن حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شان سے حرمِ محترم میں تشریف لائے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے دائیں طرف اور حضرت حمزہ ابن عبدالمطلب رضی

اللہ تعالیٰ عنہ بائیں طرف شمشیر برہنہ ساتھ ساتھ چل رہے تھے ہراول کے باڈی گارڈ کے طور پر جناب شیر خدا سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار سونٹے ہوئے چل رہے تھے اور ان کے آگے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نگلی تلوار لئے جا رہے تھے دیگر گروہ اسلام صف بستہ آپ کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔

وگوئند ہمہ روز و بروئے روز دیگر حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را بیرون آورد ابو بکر صدیق بریمین و حمزہ در یار و علی در پیش و عمر در پیش علی ہمہ شمشیر ہا بر کشیدہ و باقی مسلمانان ہمہ در قفائے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صف زدہ میرفتند۔

﴿معارج النبوة رکن سوم ص ۵۲﴾

عمر فاروق کا اعلان اسلام

کافروں کا گمان تھا کہ عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ معاذ اللہ شمع رسالت کو گل کر کے آ رہا ہو گا مگر ادھر تو پانسہ ہی پلٹ چکا تھا اور قتل کے ارادے سے جانے والا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شمع رسالت پر پروانہ وار ثار ہونے کے لئے پرتول رہا تھا تاہم بعض کفار کے دل میں ابھی یہ خیال باقی تھا کہ عمر ابن الخطاب مسلمانوں کو قتل کرنے کے ارادے سے مقتل کی طرف لایا ہے چنانچہ انہوں نے اپنے خیال کا اظہار بلند آواز سے کیا تو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے معاشر قریش جان لو کہ میں

نے اسلام قبول کر لیا ہے۔

اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کا قلابہ اپنی گردن میں ڈال لیا ہے تم لوگ بھی اسلام قبول کر لو ورنہ میری تلوار تمہارے سروں پر ہوگی۔

کفار کا حملہ علی نے روکا

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کافروں سے جو گفتگو تھے کہ اُن لوگوں نے مایوسی اور تحیر کے جذبات سے مغلوب ہو کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کر دیا چونکہ یہ حملہ اچانک ہو گیا تھا اس لئے ممکن تھا کہ کوئی تکلیف دہ امر ظہور میں آ جاتا مگر ہر وقت آنکھیں کھلی رکھنے والے ہاشمی عقاب سیدنا حیدر کرار شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بروقت امداد فرماتے ہوئے دشمنوں کو تلوار کی باڑھ پر رکھ لیا۔

ہمہ یکبار حملہ بر عمر آور دند و عمر نیز متوجہ ایشان

شد و علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ با امداد عمر رضی اللہ

عنہ تیغہا بر کشیدند و کفار را اراند۔

﴿معارج النبوة رکن سوم ص ۵۳﴾

بعد ازاں ایک طویل قامت شخص کو گرانے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس کی آنکھوں میں انگلیاں گھسیڑ دیں اور جب کوشش بسیار کے باوجود اس کی گلو خلاصی نہ ہو سکی تو چلانے لگا کہ بچاؤ مجھے عمر نے مار

ڈالا اُس کے شور مچانے پر مزید لوگ جمع ہو گئے تو اسے آپ سے چھڑا لیا۔

بعد ازاں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعت نماز نفل ادا فرمائی اور بعض روایتوں کے مطابق نمازِ ظہر باجماعت ادا کی تھی۔

پھر آگ بھڑک اٹھی

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثتِ مبارکہ کے چھٹے سال حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول فرمایا تو اسلام کے خلاف مسلسل پکتنے والا لاوا کفار کے پتھر جیسے دلوں کے کناروں سے بہہ نکلا اُن لوگوں کو جنابِ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشرف بہ اسلام ہونا اس قدر شاق گزرا جیسے انہیں بجلی کا شاک لگ گیا ہو۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے سے ایک طرف تو اُن کی اُمیدوں پر پانی پھر گیا اور دوسری طرف اُن کی آتشِ انتقام شدت سے بھڑک اٹھی یہ اُسی آتشِ انتقام کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے تمام ابلیسی حربوں سے لیس ہو کر مسلمانوں پرستم آرائیوں کی یلغار کر دی نتیجۃً اہل اسلام پر عرصہ حیات تنگ ہونا شروع ہو گیا۔

ہجرتِ حبشہ کا اعلان

اور بالآخر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فیصلہ فرمانا پڑا کہ کفار کی بڑھتی ہوئی ایذا رسانیوں سے بچانے کے لئے مسلمانوں کو اُن

کے زغہ سے نکال دینا چاہیے

چنانچہ مسلمانوں کے کثیر گروہ کو آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کا ارشاد فرمایا۔

ان مہاجرین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عالی قدر صاحبزادی سیدہ رقیہ سلام اللہ علیہا بھی اپنے شوہر سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ تشریف لے گئیں حبشہ کے بادشاہ سیدنا نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل اسلام کی تشریف آوری پر ان کا نہایت گرم جوش سے استقبال کیا اور ہر قسم کی اعانت و معاونت کی پیش کش کی۔

شاہ حبشہ کا قبول اسلام

اگرچہ شاہ حبشہ اُس وقت عیسائی مذہب کا پیروکار تھا مگر جناب جعفر بن ابی طالب بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم سے قرآن مجید فرقانِ حمید کی چند آیات مبارکہ جو حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی شان میں تھیں سننے کے بعد زار و قطار رونے لگا اور اسلام کی حقانیت کو دل سے قبول کرنے کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

کفار مکہ کا ایک وفد شاہ حبشہ کے پاس بھی پہنچ گیا اور مہاجرین کی واپسی کا مطالبہ کیا اور کہا کہ یہ لوگ ہمارے بھاگے ہوئے مجرم ہیں اس لئے انہیں ہمارے حوالے کر دیا جائے۔ مگر شاہ حبشہ نے ان کی اس

درخواست کو مسترد کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ ہماری پناہ میں ہیں اس لئے واپسی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا! انہی مہاجرین اسلام میں سیدہ ام حبیبہ بنت ابوسفیان بھی اپنے شوہر کے ساتھ تشریف لے گئی تھیں وہیں پر ہی آپ کے شوہر کا انتقال ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شاہ حبشہ کو پیغام بھیجا کہ ام حبیبہ کا نکاح ہمارے ساتھ کر دیا جائے چنانچہ نجاشی نے اپنے خزانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حق مہر ادا کر کے جناب ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح آپ سے کر دیا اور آپ ام حبیبہ بنت ابوسفیان سے اُمہات المؤمنین کے زمرہ میں شامل ہو کر اُم المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بن گئیں سلام ہو آپ کی ذات پر اور آپ کی خوش قسمتی پر۔

مشرکین مکہ کی کوشش

بہر حال مسلمانوں کی کثیر تعداد کا حبشہ کو ہجرت کر جانا اور کفار مکہ کا شاہ حبشہ کو اُن کے خلاف بھڑکانے کے باوجود ناکام و نامراد رہنا اُن کے حسد و بغض میں مزید اضافے کا سبب بنا اور کھسیانی بلی کھمبانو چے کے مترادف وہ لوگ بار بار حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آنے لگے۔

[Faint handwritten signature]

کہ یا تو آپ اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دیں یا انہیں روک دیا جائے کہ ہمارے بتوں کی تکذیب نہ کریں مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر چاند اور ایک ہاتھ پر سورج بھی لا کر رکھ دیں تو جب بھی دعوت و تبلیغ کا یہ سلسلہ بند نہیں کروں گا کیونکہ!

یہ بت جھوٹے ہیں میں جھوٹوں کو سچا کہہ نہیں سکتا
 المختصر بات بڑھتی گئی مکہ معظمہ میں اس وقت آپ کے صرف چند ساتھی باقی تھے جبکہ کفار مکہ کی ریشہ دوانیاں اور آتش انتقام کی شعلہ باریاں انتہائی عروج پر پہنچ گئی تھیں تاہم ان کے جواب میں تاجدارِ انبیاء والمرسلین حضور رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت و صیانت کے لئے جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کمال حکمتِ عملی سے کام لیتے ہوئے خاندانِ بنو ہاشم کی عصبيت و حمیت کا ناقابلِ تسخیر حصار قائم کر رکھا تھا جس کو توڑ کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی کرنے کی جرأت کرنا پورے عرب کے بھی بس کا روگ نہیں تھا کیونکہ بنو ہاشم کے حلیف قبیلوں کا بھی ایک جال پھیلا ہوا تھا چنانچہ کفار مکہ نے ہر طرف سے مایوس و نامراد ہو کر ابو جہل اور ابوسفیان وغیرہ کی سرکردگی میں اپنے ہمنواؤں کا ایک اجتماع

کیا اور اس میں فیصلہ کیا گیا کہ یا تو بنو ہاشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے سپرد کر دیں تاکہ ہم انہیں قتل کر دیں یا پھر تمام بنو ہاشم کا اس طریقہ سے سوشل بائیکاٹ کر دیا جائے کہ نہ تو ان کی مجالس میں جاؤ اور نہ ہی ان سے اختلاط اور میل جول رکھو نہ ان سے خرید و فروخت کرو اور نہ ان کے گھروں میں جاؤ حتیٰ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر دینے کا مطالبہ تسلیم کر لیں۔

شعب ابی طالب

چنانچہ کفارِ مکہ نے اپنے فیصلہ پر عمل درآمد کرنے کے لئے آپس میں بنو ہاشم کے بائیکاٹ کا معاہدہ کیا اور پھر اس معاہدہ کی تحریری دستاویز تیار کر کے کعبہ شریف میں لٹکا دی گئی اور بنو ہاشم کو اپنے فیصلہ سے آگاہ کر دیا کہ تم لوگوں سے قطعی طور پر مقاطعہ کر دیا گیا ہے۔ خاندان ہاشمی کے تمام افراد ابوہلب کے سوا جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کنٹرول میں تھے خاندانی عصبيت رکھنے کے باوجود ابوہلب کی سرکشی اور محرومی کی سب سے بڑی وجہ اُس کی بیوی امّ جمیل تھی چونکہ وہ ابوسفیان کی سگی بہن ہونے کے ساتھ ساتھ تیز طرار بھی تھی اس لئے وہ بالعموم اپنی ہر بات ابوہلب سے منوا کر ہی دم لیتی تھی۔

اس مقام پر بھی اُس نے اموی عصبيت کو ہاشمی عصبيت پر فوقیت

دینے کے لئے ابولہب کو مجبور کر دیا کہ وہ خود کو ہاشمیوں سے الگ تھلگ رکھنے کا اعلان کرے اور ابوسفیان وغیرہ سے مل کر خاندان ہاشمی کے خلاف کئے جانے والے معاہدہ کی توثیق کرے۔ چنانچہ اُسے اپنی نامراد بیوی اور سسرالی رشتہ داروں کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی خاندانی روایت کو توڑنے ہی میں عافیت نظر آئی۔

حضرت ابوطالب کا پھرہ

بہر حال حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع اپنے عظیم خاندان کے مردوں عورتوں اور بچوں کے ساتھ اُس گھائی میں محصور ہو کر رہ گئے جسے ”شعب ابی طالب“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

خاندان ہاشمی میں اس وقت اسلام لانے کی تعداد انتہائی کم تھی بلکہ بعض روایات کے مطابق سوائے جناب شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اور سید الشہداء سیدنا امیر حمزہ ابن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مردوں میں کھلم کھلا اسلام قبول کرنے والا کوئی دوسرا شخص نہیں تھا بایں ہمہ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی نے تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر غم سے آزاد کر رکھا تھا جب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بستر استراحت پر ہوتے تو حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ شمشیر گردن میں حائل کئے آپ کا طواف شروع کر دیتے اور یوں چکر کاٹتے

رہتے جس طرح شمع کے گرد پروانہ طواف کرتا ہے۔

علاوہ ازیں عام طور پر حق حفاظت اس طرح بھی ادا کیا جاتا کہ رات کے وقت آپ کے سونے کی جگہ کو تبدیل کر دیتے اور جہاں آپ سوئے ہوتے وہاں اپنے کسی بھائی، بھتیجے یا بیٹے کو سلا دیتے اور آپ کو کسی اور جگہ منتقل کر دیتے۔

شعب ابی طالب کا زمانہ

شعب ابی طالب میں پیش آنے والے جاگداز واقعات کی تفصیل انتہائی طویل ہے جسے ہم نے شرح و بسط کے ساتھ اپنی کتاب ایمان ابی طالب میں درج کر رکھا ہے یہاں صرف اس کا اجمالی خاکہ ہی پیش کیا جاتا ہے۔

﴿۱﴾ شعب ابی طالب کے محصورین کو کئی کئی دن فاقہ کشی کرنا پڑتی تھی کیونکہ سامان خورد و نوش جو جمع کیا گیا تھا وہ انتہائی ناکافی تھا اور کفار مکہ نے وہاں مزید خوراک پہنچنے کی مکمل طور پر ناکہ بندی کر رکھی تھی

﴿۲﴾ سال بھر کے بعد صرف حج کے موقع پر ہاشمی خاندان کو بازار دیکھنا نصیب ہوتا تھا مگر وہاں پر بھی کفار مکہ اپنی حبش باطنی کا پورا پورا مظاہرہ کرتے

اول تو وہ کوشش کرتے کہ کوئی دوکاندار ان کے ہاتھ کوئی چیز

فروخت ہی نہ کرے اور اگر کوئی باہر سے آیا ہو ادا کار اُن کی بات ماننے سے انکار کر دیتا تو فوراً اُس سے وہ چیز مہنگے داموں یا منہ مانگی قیمت ادا کر کے خرید لیتے۔

﴿۳﴾ کفار مکہ نے غیر ہاشمی مسلمانوں کو جو معدودے چند مکہ معظمہ میں موجود تھے اُن کو بھی منع کر رکھا تھا کہ وہ کسی بھی قسم کی کوئی چیز شعب ابی طالب میں نہیں پہنچا سکتے۔ نہ ہی کسی شخص کو محصورین سے ملاقات کی اجازت تھی حالانکہ اِن مسلمانوں میں پروانہ شمع رسالت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے اور جمال مصطفیٰ کے عاشق سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے مگر یہ بھی شائد عشق کا ہی کوئی امتحان تھا کہ جن لوگوں کے لئے محبوب کی ایک لمحہ کی جدائی بھی ناقابل برداشت اور وجہ اذیت تھی انہیں قریب رہتے ہوئے بھی تین سال کا طویل عرصہ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جمال جہاں آراء کی جلوہ آفرینیوں سے محروم کر دیا، اور جو لوگ اپنے گھر کا سارا سامان محبوب کے حکم پر پنچا اور کر دینا باعث سعادت دارین خیال کرتے تھے انہیں اس قدر مجبور کر دیا گیا کہ وہ چند سیر جو یانان جویں بھی اس جلوہ گاہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک نہ پہنچا سکے جہاں بچے بوڑھے عورتیں تو ایک طرف کڑیل جوان بھی بھوک کی شدت سے مغلوب ہو کر کئے ہوئے شہتیروں کی طرح گر پڑتے تھے۔

رحمت الہی جوش میں

بہر حال اسے مشیت الہیہ کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جاسکتا اتنا سمجھ لیجئے کہ اسلام کا یہ دور ابتلاء و آزمائش کا سنگین دور تھا دائرہ اسلام میں آنے والا ہر شخص بالعموم اور خاندان ہاشمی کا ہر فرد بالخصوص انتہائی کسمپرسی کے عالم میں اُس وقت کا انتظار کر رہا تھا کہ کب ان صبر آزما اور اذیت ناک لمحات کا خاتمہ ہو اور کب وہ اس قید و بند سے نجات حاصل کر کے آزادی کا سانس لے سکے پھر جب تین سال کا کٹھن اور طویل عرصہ گزر گیا تو رحمت الہی جوش میں آ گئی۔

حضور نے بشارت دی

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مشفق و مہربان اور امین و شفیق چچا جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر بشارت دی کہ چچا جان اب تکلیف و مصیبت اور قید و بند کی صعوبتوں کا خاتمہ ہونے والا ہے۔

مجھے میرے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ کفار نے ہمیں محصور کرنے کے معاہدہ کی جو دستاویز تیار کی تھی اس کی پوری تحریر کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اسم مقدس کے دیمک نے چاٹ لیا ہے۔

آپ کفار کے پاس جا کر ان کو اس امر سے مطلع کر دیں کہ تمہارے

معاہدے کو اللہ تعالیٰ نے ختم کر دیا ہے لہذا اب ہمیں آزاد کر دو عظیم رسول
 آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ پیغام لے کر کفار مکہ کے پاس چلے گئے
 اُن کے سر کردہ لوگوں کو حقیقت حال سے مطلع فرمایا تو انہوں نے
 اس بات کو انتہائی بے یقینی کے عالم میں سنا اور بے بنیاد تصور کیا جناب ابو
 طالب رضی اللہ نے پوری قوت اور پورے وثوق سے اپنا بیان جاری رکھتے
 ہوئے فرمایا کہ یہ بات میرے بھتیجے نے اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق ارشاد فر
 مائی ہے۔

اور یہ قطعی طور پر درست ہے کیونکہ میرے بھتیجے نے کبھی جھوٹ بولا
 ہی نہیں البتہ میں اُن کی صداقت پر مکمل طور پر یقین رکھتے ہوئے تمہارے
 ساتھ یہ معاہدہ کرنے کو تیار ہوں کہ اگر میرے بھتیجے کے فرمان کے مطابق
 تمہاری دستاویز ضائع ہو چکی ہو تو ہمیں آزاد کر دو بصورت دیگر میں اپنے
 بھتیجے کو تمہارے حوالے کر دوں گا جس کے لئے تمہیں اختیار حاصل ہو گا خواہ
 انہیں زندہ رہنے دو یا قتل کر دو۔

کفار کا تو شروع سے ہی یہ مطالبہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم کو اُن کے سپرد کر دیا جائے چنانچہ انہوں نے فوراً ہی حضرت ابوطالب
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فیصلہ مانتے ہوئے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو آپ نے
 ہمارے ساتھ پورا پورا انصاف کیا ہے لہذا ہمیں آپ کی یہ شرط منظور ہے۔

پروانہ نجات

چنانچہ سب لوگ بیت اللہ شریف میں آئے تو چڑے وغیرہ میں رکھی ہوئی دستاویز کو اتار کر کھولا گیا تو رسول صادق و امین کے فرمان کے مطابق سوائے اللہ تعالیٰ کے اسم پاک کے پوری کی پوری تحریر دیمک کی نذر ہو چکی تھی۔

کفار مکہ نے اپنی تحریر کا یہ حشر دیکھا تو ان کے سر شرم و ندامت سے جھک گئے اور انہوں نے حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نگاہیں ملائے بغیر یہ اعلان کر دیا کہ بنو ہاشم کا حصار توڑ دیا جائے اور ان کے بایکات کا فیصلہ واپس لیا جاتا ہے۔

جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پروانہ نجات حاصل کرنے کے بعد خوشی خوشی واپس تشریف لے آئے اور تمام ماجرا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کر دیا آپ نے سنا تو انتہائی مسرت کا اظہار فرمایا اور مصیبت کے اس تکلیف دہ زمانہ سے رہائی پر اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور میں شکر و امتنان کے آنسوؤں کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے سجدہ شکر ادا کیا۔

مصیبت میں رفاقت

جناب حیدر کرار علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی صرف اسی ایک سعادت

کا ذکر کیا جائے جو آپ کو اس مصیبت اور پریشانی کے وقت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت کے سلسلہ میں حاصل ہوئی تو سینکڑوں دفتر درکار ہیں حقیقت یہ ہے کہ ،،

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
مانہ بخشد خدائے بخشنده

اور سایہ اٹھ گیا

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

شعب ابی طالب کی صعوبتوں اور اذیتوں سے رہائی حاصل ہوئے ابھی تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ مصطفیٰ و مرتضیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے مبارک سروں سے اُس ہستی مقدس کا سایہ بھی اُٹھ گیا جس کے دم قدم کی برکت سے کفار مکہ باوجود اپنی پوری قوت خرچ کرنے کے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی انتقامی کارروائیوں کا شکار نہ بنا سکے وہ عظیم المرتبت اور عزت مآب ہستی جسے تاریخ میں ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اپنے آخری سانس تک حضور رسالت مآب سے حق وفاداری ادا کرنے کے بعد خالق حقیقی سے جا ملی جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اولاد ہنوا شمس کو آخری خطبہ یہ تھا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معاونت بھی کرتے رہنا اور ان کی اتباع بھی کرنا ان کی اطاعت و فرماں برداری تمہیں

دونوں جہان کی نعمتوں سے سرفراز کر دے گی اور پھر اس کے بعد فرمایا کاش مجھے زندگی کے کچھ اور لمحات بھی میسر آجاتے تو میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مزید خدمت کرنے کا شرف حاصل کر لیتا۔

روایات کی دبیز جہیں آپ کے تشخص کو دھندلانے کا فریضہ انجام دیتی رہی ہیں مگر جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام آج بھی اسی طرح تابندہ و درخشاں ہے جس طرح شعب ابی طالب کے زمانہ میں تھا۔

حضور کا اظہار غم

آپ کی وفاتِ حسرت آیات کا حضور کو کس قدر صدمہ ہوا ہوگا اس کا عکس حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان میں آسانی سے دیکھا جاسکتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں !

جب تک ہمارے چچا ابوطالب بقید حیات رہے ہم کفار و مشرکین کے شر و فساد اور اذیت ناکوں سے محفوظ رہے ہمارے چچا ابوطالب کی آنکھیں بند ہونے کی دیر تھی کہ ہم پر آلام و مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چند روز پہلے محبوبِ محبوبِ خدائے پاک اُمّ المؤمنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال بھی ہو چکا تھا۔ اس دوہرے غم و اندوہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ مبارکہ کو

تصویر غم بنا کر رکھ دیا، اور ان مقدس و محترم ہستیوں کے یک لخت بچھڑ جانے کا آپ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ آپ نے اُس سال کا نام ”عام الحزن“ یعنی غم کا سال رکھ دیا جس میں ان دونوں نے وصال فرمایا تھا۔

اس مقام پر بہت کچھ کہا جاسکتا ہے مگر ہم اپنے مضمون کو طوالت سے بچانے کے لئے اختصار کے طور پر یہی بتانے پر اکتفا کریں گے کہ جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدہ خدیجہ الکبریٰ کی وفات پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب حیدر کرار علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس انداز سے اظہارِ غم فرمایا،

پیامِ غم و الم

جب جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال مبارک ہوا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے روتے ہوئے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس کوہِ الم کے ٹوٹنے کی اطلاع دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمان مبارک اشکبار ہو گئیں آپ نے روتے ہوئے فرمایا ! علی جو ہونا تھا ہو چکا اور یہ غم ہے جس کا مداوا کبھی نہیں ہو سکے گا،

اللہ تعالیٰ کی رضا کو بہر طور قبول کرنا ہی پڑے گا صبر سے کام لو اور تجھیں و تکلفین کی تیاری کرو اور یاد رکھو ہمارے چچا کو غسل خود اپنے ہاتھ سے دینا سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانِ رسالت کے مطابق آپ کو

غسل وغیرہ دے کر تجہیز و تکفین سے فارغ ہونے کے بعد حضور رسالت مآب کی خدمت اقدس میں روتے ہوئے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا علی اب خود بھی غسل کر لو تا کہ جنازہ لے جانے کی تیاری کی جائے۔

دعائے محمد برائے علی

چنانچہ فرمان محبوب کے مطابق جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی غسل فرما کر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے جناب حیدر کرار علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب میں غسل کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے اس قدر دعائیں دیں کہ وہ میرے لئے دنیا و مافیہا سے بدرجہا بہتر ہیں۔

غم نے اظہار محبت کر دیا

وفات ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خبر فوراً ہی پوری وادی بطنجا میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی ہاشمی خاندان کے اکثر افراد پہلے ہی آپ کے پاس موجود تھے بہر حال جب کثیر لوگ جمع ہو گئے تو آپ کا جنازہ مبارک اٹھا یا گیا۔

حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روتے ہوئے اور یہ جملے ادا فرماتے ہوئے جنازہ کے ساتھ ساتھ جا رہے تھے میرے غم گسار چچا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اور آپ کو جزاء خیر عطا فرمائے آپ نے میرے حق میں

کبھی کوئی تقصیر نہیں کی اور پھر بطحائے مکہ کے سردار اور نبوت و رسالت کے ناقابل تسخیر حصار سیدنا ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وادی حجون جسے جنت المعلیٰ کہا جاتا ہے جناب خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے چند گز آگے جناب عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلوئے مبارک میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

حضور روتے رہتے

تدفین ابوطالب کے بعد جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود کو حجرہ مبارک میں بند کر لیا اور آپ کے غم میں ہمہ وقت روتے رہتے اور سوائے نماز کے دوسرے کسی بھی کام کی طرف توجہ نہ فرماتے اور یہ سلسلہ کئی دنوں تک جاری رہا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ساتھ جناب شیر خدا حضرت علی علیہ السلام بھی غم و الم کی تصویر بنے ہوئے تھے آپ کو اپنے والدِ گرامی کے وصال مبارک کا جو صدمہ ہوا اس کے اظہار کے لئے الفاظ کا دائرہ انتہائی نا کافی نظر آتا ہے علاوہ ازیں ان واقعات کو یہاں مختصر بیان کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات مبارکہ پر ہماری ایک مبسوط کتاب موسومہ بہ ایمان ابی طالب پہلے ہی چھپ چکی ہے جس میں آپ کے ایمان پر وارد شدہ اعتراضات کا ایمان افروز رد

بلخ بھی کر دیا گیا ہے۔

مرثیہ و سلام

اس مقاب پر جناب شیر خدا مدینۃ العلم سیدنا و مرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے وہ چند اشعار نقل کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے جو آپ نے اپنے والد ماجد سیدنا ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پر ملال پر اپنے غم و اندوہ کے اظہار کے لئے انشاء فرمائے پہلے اُن اشعار کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں جناب حیدر کرار فرماتے ہیں !

اے میرے والد ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اے پناہ چاہنے والوں کی جائے پناہ اور اے خشک سالی کے پانی اور تاریکیوں کے اجالے آپ کی موت نے غیرت مندوں کو شکستہ دل کر دیا ہے اور آپ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہترین چچا تھے۔

میں رات کے آخری حصہ میں بلند آواز سے نوحہ کرنے کے لئے بیدار ہوا اور میری یہ نوحہ خوانی اُس امیر کے لئے تھی جسے سردار بنایا گیا تھا اُس سردار اور امیر سے میری مراد میرے والد گرامی حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو صاحبِ جو و دو سخا و در غربا و مساکین کے بجا و ماویٰ ہیں۔

میرے والد گرامی ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا بیچ اور ناخلف نہیں تھے بلکہ حلیم الطبع اور صاحبِ حلم ہیں اس صاحبِ حکومت نے اپنی بی بی

وقت ﴿موت سے ایک ایسا خلا پیدا کر دیا ہے جسے یا تو ہوا شمع بند کر دیں یا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کی جانے والی زیادتوں کی آگ کو خود اللہ تبارک و تعالیٰ ٹھنڈی کرے گا۔

﴿افسوس﴾ قریش ﴿کفار مکہ﴾ ان کی موت پر خوشیاں مناتے ہیں کہ اب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آزادانہ ظلم و تشدد کر سکیں گے حالانکہ میں دیکھتا ہوں کہ ان میں ایک بھی ایسا نہیں جو زندہ رہنے والا ہو۔

ابا طالب عصمة المستحسین

وغيث المحول و نور الظلم

لقد هـد فقدك اهل الحفاظ

وقد كنت للمصطفى خير عم

ارقت لنوح اخرا الليل عردا

لشيخى ينعى والرئيس المسودا

ابا طالب ماوى الصعاليك ذالندى

واذا الحلم لا خلفا ولم يك قعددا

اِخا الْمَلِكِ خَلِي ثَلْمَةِ سَلِيدِهَا

بَنُو هَاشِمٍ اُولَيْبَاحٍ فِيهِمْ مَدَا

فَامَسَتْ قَرِيْشٌ يَفِرُّ حَوْنَ يَفْقَدُهُ

وَلَسْتُ اَرَى حَيًّا يَشِي مَخْلَدًا

﴿دیوان علی علیہ السلام ص ۵۵﴾

جناب اسد اللہ الغالب بحضور خدیجہ و ابو طالب

علاوہ ازیں جناب سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب سیدہ خدیجہ الکبریٰ اور جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کی وفات حسرت آیات کے صدمات کا اظہار اس طرح فرمایا۔

”اے میری دونوں آنکھو! وادی بٹھا کے اُس سردار پر جس کا نام ابو طالب ہے اور بٹھا کے اُس رئیس کے بیٹے کی موت پر جس کا نام عبدالمطلب ہے اور اُس عورتوں کی سردار کی موت پر جس نے سب سے پہلے نماز پڑھی اور جس کا نام خدیجہ الکبریٰ ہے وہ دونوں ابو طالب اور خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما پاکیزہ ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُن کی فطرت کو ہی پاک بنایا ہے مبارک ہیں یہ دونوں کو خود خداوند قدوس نے ان کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

ان دونوں کی (موت) کی مصیبت و آلام نے فضا اور ہوا کو تاریک

کر دیا ہے اور میں ان دونوں کے پچھڑ جانے کے رنج و غم کی وجہ سے رو رو کر
اور تکلیفیں اٹھا کر رات گزارتا ہوں۔

ان دونوں نے خدا تعالیٰ کے رستے میں دین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی ان لوگوں کے خلاف امداد و استعانت فرمائی جو دین میں سرکشی
کرتے تھے۔

اور یہ دونوں وہ ہیں جنہوں نے اپنے عہد و پیمان کا لحاظ کرتے
ہوئے حق و فاداری ادا کیا۔

اعینى جود ابارك اله فيكما
على هالكين لا ترى لهما مثلا

على سيد البطحا وابن رئيسها
وسيلة النسوان اول من صلى

مهدبة قرطيب الله فيمها
مباركة والله ساق لها الفضلا

مصا بهما ادجى لى للجو والهوا
فبت اقا سى منهمما الهم والشكلا

لقد نصرافى الله دين محمد

على من لغى فى الدين قدر عيا الا

﴿ديوان حضرت على كرم الله وجهه الكريم ص ١٣٩﴾

باب

العليه السلام

مِيزَاتِ مِيرْكَازِ

شب ہجرت

یوں تو جناب حیدر کرار علیہ السلام ازل ہی سے فنا فی الرسول کے مقام جلیل و عظیم پر فائز تھے بھی اور ہیں بھی اور دربار مصطفیٰ سے ہر آزمائش و ابتلاء کے وقت جاں نثاری اور جاں سپاری کا تمغہ آپ ہی کو تفویض کیا جاتا رہا مگر ایض مقامات پر تو آپ محبوب پر فداکاری کی ایسی مثالیں پیش کر دیتے ہیں جن کی مثال ہی پیش نہیں کی جاسکتی۔

حسن فداکاری اور رنگ جاں سپاری تو آپ کے روئیں روئیں سے پھوٹا پڑتا تھا اور پھر اس پر طرہ یہ کہ آپ کو اپنے ایثار کے اظہار کے جولا جواب مواقع نصیب ہوئے وہ آپ ہی کا حصہ تھے اور کسی دوسرے کو ان میں شریک کیا ہی نہیں جاسکتا۔

انہی حسین ترین اور امنٹ نقوش وفاداری و جاں نثاری میں ایک نقش فروزاں آپ نے ہجرت کی رات کو قرطاس دہر پر ثبت فرمایا اور اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ،

ہجرت بحکم خدا

کفار مکہ نے جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا اور اذیت ناک یوں کی انتہا کر دی تو حضور

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحکم خالق کائنات مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمانے کا پروگرام مرتب فرمالیا اور چند ہی روز میں اپنے تمام ساتھیوں کو مدینہ منورہ کی جانب روانہ کر دیا حتیٰ کہ آپ کے ساتھ صرف دو جلیل القدر شخصیتیں یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حیدر کرام علی کرم اللہ وجہہ الکریم رہ گئیں۔

کفار و مشرکین مکہ نے اس نئی صورتِ حالات کا جائزہ لینے کے لئے دار الندوہ میں جمع ہونا شروع کر دیا بظاہر تو یہ اجتماع ابوسفیان اور ابوجہل کی زیر قیادت ہوا تھا مگر بباطن ان دونوں دشمنانِ خدا اور رسول کی مزید راہنمائی کے لئے ابلیس لعین بڑھے نجدی کی صورت میں کرسی صدارت پر موجود تھا۔

اجمع قریش و معهم ابلیس فی صورت شیخ نجدی

فی دار الندوہ

﴿الوفا ابن جوزی ج ۱ ص ۶۰﴾

﴿سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۹۰ و دیگر کتب سیر﴾

یاد رہے کہ اہل حجاز کو جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ابھارنے کا موقعہ آیا شیطان نے کسی نہ کسی نجدی کا ہی روپ دھار کر اپنے شیطانی اور ناپاک عزائم کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔

نجدی اور شیطان نہایت دلچسپ عنوان ہے لیکن ہم اُسے کسی

دوسرے مقام پر زیر خامہ لائیں گے یہاں تو ہم یہ بتا رہے تھے کہ تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کی شب کفار مکہ نے سازشوں کے کون کون سے جال تیار کئے تھے۔

احادیث و تفاسیر اور تواریخ و سیر کی ثقہ ترین کتب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کا پس منظر متفقہ علیہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ،

کفار کے ارادے

جب حضور رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو خفیہ طور پر مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہا میں بھیج دیا اور آپ کے پاس عورتوں اور بچوں کے علاوہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم رہ گئے تو کفار مکہ کو یقین ہو گیا کہ اب یہ سب حضرات بھی جلد ہی مکہ معظمہ کو چھوڑ دیں گے چنانچہ انہوں نے ابو جہل لعین کی سرکردگی میں دارالندوہ میں ایک اجتماع اس مسئلہ پر غور و غوض کرنے کے لئے کیا۔

ابو جہل ملعون نے مشورہ دیا کہ ہر قبیلہ سے ایک نوجوان اُٹھے اور اجتماعی طور پر مل کر محمد کو قتل کر دیا جائے کیونکہ اگر ہر قبیلہ کا ایک ایک آدمی ہمارے ساتھ ہوگا تو بنو ہاشم تمام قبائل سے لڑائی لڑنے کا خطرہ مول لینے سے گریز کریں گے اور بالآخر قصاص قبول کرنے پر رضامند ہو جائیں گے اور یہ

جھگڑا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں ایلین لعین بھی بڑھے نجدی کی صورت میں وہاں پر موجود تھا چنانچہ سب سے پہلے اس نے ہی ابو جہل لعین کے اس مشورہ کو پسند کرتے ہوئے باواز بلند تائیدی کی اور کہا کہ اس نوجوان کا مشورہ بالکل درست اور لا جواب ہے لہذا اس پر فوری طور پر عمل کیا جائے۔

بڑھے نجدی ایلین لعین کے تائیدی بیان سے مطمئن ہو کر سب لوگوں نے ابو جہل لعین کے مشورہ کو قبول کر لیا اور مجمع منتشر ہو گیا طے یہ پایا کہ ہر قبیلہ کا ایک نوجوان خفیہ طور پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کے قریب آتا جائے اور جب سب لوگ جمع ہو جائیں اور راستہ کی ناکہ بندی کرنے کے علاوہ باقاعدہ طور پر پورے گھر کا محاصرہ کر لیا جائے اور جب آپ باہر تشریف لائیں تو آپ کو شہید کر دیا جائے اور اگر آپ رات کے وقت گھر سے باہر نہ نکلیں تو سحر نمودار ہونے سے قبل آپ کو گھر میں جا کر معاذ اللہ قتل کر دیا جائے۔

حضور کو بر وقت اطلاع

اُدھر خالق کائنات نے حضرت جبریل علیہ السلام کو بارگاہِ مصطفویٰ میں بھیج کر آپ کو مکہ معظمہ سے ہجرت کر جانے کی اجازت مرحمت فرماتے ہوئے یہ بھی بتا دیا کہ محبوب آج آپ اپنے بستر پر استراحت نہ فرمائیں۔

چنانچہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحکم پروردگار جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئے انہیں تیار رہنے کا حکم فرمایا انہوں نے اس کام کے لئے دو اونٹیاں پہلے ہی سے تیار کر رکھی تھیں علاوہ ازیں آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ اور اپنی بیٹی اسماء اور اپنے غلام عامر بن فہیرہ کو دیگر زادراہ تیار کرنے کا ارشاد فرما کر بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنی مکمل تیاری کی رپورٹ پیش کر دی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کے بعد آپ خانہ اطہر پر تشریف لے آئے اور جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بلا کر ارشاد فرمایا۔

علیؑ کو حکم رسول

علیؑ آج رات ہم مکہ معظمہ کو چھوڑ رہے ہیں اور تمہیں خدا کے بھروسہ پر یہیں چھوڑ کر جا رہے ہیں تم لوگوں کی وہ تمام امانتیں جو ہمارے پاس جمع ہیں اُن کو واپس لوٹا کر ایک دو روز بعد مدینہ منورہ آ جانا علاوہ ازیں آج کی رات تمہیں ہمارے بستر پر ہماری چادر اوڑھ کر سونا بھی پڑے گا جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاداتِ محبوب سنے تو تمام احکام کو بسر و چشم قبول کرتے ہوئے جبینِ نیاز کو خم کر دیا۔

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جملہ احکامات صادر فرمانے

کے بعد آپ رات ہونے کا انتظار فرمانے لگے۔

ادھر کفار مکہ نے اپنے پروگرام کے مطابق مسلح نوجوانوں کو آپ کے آستانہ اقدس کے محاصرہ کے لئے تیار کر لیا اور جب رات کی تاریکی پھیل گئی تو ان لوگوں نے آپ کے راستہ کی مکمل طور پر ناکہ بندی کر دی۔

جناب سیدہ سے ملاقات

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیاری مکمل فرمائی تو جناب سیدۃ النساء العالمین مخدومہ کائنات سیدہ فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا آپ کے پاس روتی ہوئی تشریف لائیں آپ نے فرمایا میری پیاری بیٹی آپ کیوں روتی ہیں؟

جناب سیدہ نے آنسو بہاتے ہوئے عرض کی ابا جان میں کیوں نہ روؤں جب کہ میں دیکھ رہی ہوں کہ قریش کے سرداروں نے لات عزتی اور منات کی قسمیں اٹھا کر یہ عہد کر لیا ہے کہ آپ کو شہید کر دیں ﴿معاذ اللہ﴾ اور ان میں ایک بھی ایسا نہیں جو آپ کے خون کا پیا سا نہ ہو۔

آپ نے فرمایا! پیاری بیٹی مجھے وضو کراؤ اور پھر آپ وضو فرما کر مسجد حرام کی طرف تشریف لے گئے تو دیکھا کہ کفار و مشرکین سر اٹھا اٹھا کر اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر آپ کا راستہ دیکھ رہے ہیں آپ نے مٹھی مبارک میں مٹی اٹھا کر سورہ یسین کی چند آیات پڑھ کر ان کی طرف پھینک دی اور

شاہت الوجہ فرماتے ہوئے ان کے درمیان سے گزر کر حرم محترم میں پہنچ گئے مگر کفار کو پتہ بھی نہ چل سکا آپ کب ان کے درمیان سے گزر کر تشریف لے جا چکے ہیں چنانچہ وہ طلوع سحر تک پوری شب آپ کا راستہ دیکھتے رہے ادھر جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حرم میں نماز ادا کرنے کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور ان کو ساتھ لے کر عازم مدینہ ہو گئے۔

علی بستر رسول پر

جوں جوں رات گزرتی گئی کفار مکہ کا انتظار بڑھتے بڑھتے بے چینی اور اضطراب کی صورت اختیار کرنا گیا اور پھر انہوں نے اپنے پروگرام کے مطابق جب آپ کو بستر مبارک پر ہی شہید کر دینے کا منصوبہ بنایا اور خانہ اطہر کے اندر جا کر دیکھا تو بجائے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آپ کے بستر مبارک پر جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو استراحت فرماتے پایا۔

اس صورت حال سے کفار کو شدید ذہنی ہلکے سے دو چار ہونا پڑا اور بالآخر انہوں نے پریشانی کے عام حل جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے سوال کیا کہ آپ کے صاحب کہاں ہیں تو آپ نے فرمایا میں نہیں جانتا۔

چنانچہ کفار مکہ حیران پریشان واپس لوٹ گئے یہ تو تھا مختصر طور پر شب ہجرت کا خاکہ جو ہدیہ ناظرین کو دیا گیا اب آپ ملاحظہ فرمائیں کہ

جناب شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی رات کیسے گزری۔

شیر خدا کی رات کیسے گزری

ادھر تو کفار مکہ اپنے پروگرام کی دوسری صورت پر عمل کرنے کا مشورہ کر رہے ہیں کہ آپ کو سوتے میں ہی آپ کے بستر مبارک پر معاذ اللہ قتل کر دیا جائے اور ادھر اللہ تعالیٰ کے محبوب کا محبوب سپاہی شہید راہ وفا شیر خدا سیدنا حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام اس اشتیاق سے محبوب کے بستر اقدس پر چھاستراحت ہے کہ ابھی کافروں کی چمکتی ہوئی تلواروں کی بارش ہوگی اور ابھی محبوب کے بدلہ میں اپنی جان قربان کر کے حق محبت ادا کرنے کا موقع ملنے والا ہے۔

تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار مکہ سے مقابلہ کرنے کا حکم فرمایا ہوتا تو سیف حیدری اُن کا خون جاننے کے لئے چل رہی ہوتی مگر یہاں تو سو جانے کا حکم فرمایا گیا تھا پھر علی کیسے جاتے رہتے آپ نے تو اپنے آقائے نعمت کے حکم کی تعمیل کرنا تھی۔

ادھر غار ثور میں محبوب کبریا یا یار غار کے زانوائے مبارک پر سر اقدس رکھے ہوئے چھاستراحت ہیں اور ادھر پروانہ جمع رسالت محبوب پر قربان ہو کر ابدی بیند سو جانے کے تصور میں سرشار ہو کر محو خواب ہے۔

ادھر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو رہے ہیں اور حضرت

صدق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہرہ دے رہے ہیں۔

ادھر مولائے کائنات علیہ السلام محو خواب ناز ہیں اور جبریل و میکائیل علیہما السلام پہرہ دے رہے اور ہر دو جانب یہی ایک صورت نظر آرہی ہے کہ !

یا رہے خواب ناز میں جاگ رہے ہیں پاسباں

علی کے لئے اعزاز خداوندی

ارشاد مصطفیٰ پر علی المرتضیٰ کو یوں قربان ہوتے دیکھا تو مشیت جھوم اٹھی فطرت کے تقاضوں کو ذوق آ گیا رحمت خداوندی جوش میں آ گئی۔

خالق کائنات نے جبریل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ آج میکائیل کو بھی ساتھ لے جاؤ پہلے غار ثور میں جا کر میرے محبوب کی خدمت میں سلام عرض کرو اور پھر علی کے لئے ان کی جاں نثاری کا یہ تمغہ پیش کرو۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ
وَاللَّهُ رَؤُفٌ بِالْعِبَادِ﴾

﴿سورة بقرہ آیت ۲۰۷﴾

یعنی لوگوں میں سے کوئی آدمی جان بیچتا ہے
رضائے الہی کے حصول کے لئے اور اللہ بندوں پر

مہربان ہے۔

اور پھر تم دونوں ایسے بندوں پر میری مہربانی کی دلیل بن کر علی کے

پہریدار بن جاؤ جبریل تم سر کی جانب ایستادہ ہو جانا اور میکائیل تم پاؤں کی جانب کھڑے ہو جانا اور علی کو سوتے میں بھی ہدیہ تبریک و تہنیت پیش کرتے رہنا۔

ضروری وضاحت

ہم اس مقام پر نہایت اختصار کے ساتھ چند حوالہ جات پیش خدمت کرنے کے بعد آگے گزر جانا چاہتے تھے مگر خارجیوں کی بڑھتی ہوئی بے باکی اور حقائق کو مسخ کر دینے کی ابلیسی کوششوں کے پیش نظر ہمیں اس واقعہ کے حوالہ جات پیش کرنے کے لئے انتہائی فراخ دلی سے کام لینا پڑے گا۔

یہاں پر ہم اپنے قارئین کی خدمت میں بھی التماس کریں گے کہ وہ ایک ہی واقعہ کے متعلق حوالہ جات کی بھرمار کو ذوق سلیم پر بار نہ سمجھیں بلکہ نہایت صبر و سکون کے ساتھ نہ صورت اُن کو برداشت ہی کریں بلکہ خارجیوں کا منہ بند کرنے کے لئے ان سے استفادہ بھی کریں اور ہماری اس کوشش کو بجائے تفسیح اوقات کے بنظر استحسان دیکھیں پہلے ہم نے بھی سوچا تھا کہ حسب سابق ایک کتاب سے عربی متن نقل کرنے کے بعد دیگر کتابوں کے نام اور صفحات نقل کر دینے پر ہی اکتفا کر لیا جائے لیکن پھر خود ہی اس خیال کی تردید کر دینا پڑی کیوں کہ ہمیں خارجیوں کے اس حربہ سے پہلے بھی واسطہ پڑ

چکا ہے کہ فلاں کتاب کے حوالہ میں فلاں جملہ موجود نہیں۔

حالانکہ معمولی تغیر لفظی کے علاوہ تمام حوالہ جات حدیث بالمعنی کی صورت میں قطعی طور پر درست ہوتے ہیں اس وضاحتی التماس کے بعد ہم اس دور کے پاکستان میں خارجیوں کے باوا آدم نامحود عباسی کی وہ تحریر بدیہ قارئین کرتے ہیں جس کی بنا پر ہمیں اس واقعہ کو طوالت کی نذر کرنا پڑا۔

خارجی عباسی نے خلافت معاویہ و یزید کے بین ہو جانے کے بعد بھی اپنی حبش باطنی کو ترک نہیں کیا بلکہ وہ آئے دن کوئی نہ کوئی ایسا شوشہ چھوڑتا ہی رہتا ہے جس میں اہانت اہلبیت کر لینے سے اس کے شیطانی ذوق کی تسکین کا سامان بھی فراہم ہوتا رہے اور اس کی ذریت کو بھی اپنے ضیاع ایمان کے لئے نئے سے نیا مواد ملتا رہے۔

کتاب ہذا کے آغاز میں آپ اس کی ایک کتاب ”وقائع زندگانی ام ہانی“ کے حوالہ سے ملاحظہ فرمائی چکے ہیں کہ کس شاطرانہ انداز سے اس نے جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ کریمہ جناب فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو معاذ اللہ کافرہ ثابت کرنے کی سعی نامسعود کی ہے اور اب یہاں اس کا ایک انتہائی غلیظ فریب ملاحظہ فرمائیں جس میں بڑے طنطنے کے ساتھ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ شب ہجرت کو حضرت علی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر مبارک پر ہرگز نہیں سوئے بلکہ یہ شوشہ بعد کے غالی مؤلفین کا چھوڑا ہوا ہے اور یہ کہ جرت بجائے رات کے دوپہر کے وقت

ہوئی تھی وغیرہ وغیرہ بہر حال عباسی کی عبارت ملاحظہ ہو لکھا ہے۔

ایں گل دیگر شگفت

غانی مؤلفین کا اس کے ساتھ یہ بھی بیان ہے کہ ہجرت کی رات حضور انور نے علی کو اپنے بستر پر سلا دیا یہ من گھڑت باتیں ہیں اور محض غلط ہیں حقیقت واقعہ یہ ہے کہ کفار ملہ کی سازش کا حال خواہ بذریعہ وحی خواہ قرآن سے جس وقت آل حضرت کو معلوم ہو گیا آپ نے مکہ سے ہجرت کا قصد فرمالیا۔

مستند کتب احادیث و تاریخ و سیر وغیرہ میں سند صحیح معتبر وثقہ راویوں کا بیان ہے کہ ہجرت کے دن آپ عین دوپہر کے وقت بیت الشرف سے برآمد ہو کر سیدھے ابو بکر صدیق کے گھر تشریف لے آئے حضرت ابو بکر نے دو اونٹ عمدہ غذا کھلا کے پہلے ہی سے مہیا کر رکھے تھے پھر اسی دن شام کے جھٹ پٹے کے وقت اسی مکان کی عقبی کھڑکی سے نکل کر دونوں صاحبان اور انور اور ابو بکر صدیق غار ثور کو روانہ ہو گئے حضرت کو دو پہر کے وقت بستر پر لٹانے کا موقع اور ضرورت ملی گئی تھی یہ ساری کہانی بعد کے لوگوں کی

من گھڑت محض بے اصل ہے اصلاً و حقیقتاً اسی مقصد

سے وضع ہوئی جس کا ذکر ہو رہا ہے۔

﴿وقائع زندگانی ام ہانی ص ۱۰۳ مؤلفہ محمود عباسی﴾

زعمائے اہل سنت کی خدمت میں

کیا فرماتے ہیں ہمارے وہ زودرنج مہربان حضرات جنہیں محبت اہل بیت کے مہکتے ہوئے پھولوں سے رافضیت کی بو آنے لگتی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہجرت کی رات کو رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے بستر مبارک پر سوئے تھے کہ نہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو پھر آپ حضرات خواج و نواصب کی شیطنت کا قلع قمع کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی بھی اصلاح فرمائیں اور تحریر و تقریر کی صورت میں واقعات ہجرت بیان کرتے وقت جبل ثور کی کوہ پیائی سے لے کر غار ثور کے خلوت کدو تک ہی محدود نہ رہیں بلکہ حسن عقیدت سے یہ واقعہ بھی بیان کیا کریں جو جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایثار کی ائمہ تصویر ہے۔

ہمیں زعمائے اہل سنت و جماعت سے بجا طور پر ایک شکوہ ہے جن کا اظہار ہم نے اپنی کتاب شہید ابن شہید جلد دوم میں بھی کیا تھا اور یہاں بھی اس کا اعادہ کرنے پر مجبور ہیں اور وہ شکوہ یہ ہے کہ،

غلیظ لٹریچر کا جواب دو

آپ وہابیوں دیوبندیوں کی ان تحریروں سے ہی آج تک چمٹے ہوئے ہیں جن کا سینکڑوں کتابوں میں جواب دیا جا چکا ہے اور ہر ممکن طریقہ سے ان پر پوری پوری گرفت کی جا چکی ہے مگر وہابیہ اور دیابنہ کے اس نئے روپ کو ظاہر کرنے کی ہرگز کوئی ایسی جامع کوشش نہیں فرماتے جو غوارِ و نواصب کی واضح ترین تصویر ہے۔

ہم پوچھتے ہیں کہ اگر محبتِ اہل بیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے ایمان کا جز ہے تو پھر اہانتِ اہل بیت کو روکنے کے لئے آپ کی رگ حمیت وغیرت کیوں نہیں پھڑکتی اور وہ کون سی ایسی مصلحتیں ہیں جو آپ کو ناموس صحابہ کرام کے تحفظ کے ساتھ ناموسِ اہل بیت کا تحفظ کرنے سے روکے ہوئے ہیں ؟

کیا اہل بیت کا سارا معاملہ آپ شیعہ حضرات کے سپرد کر کے سرخرو ہو چکے ہیں یا محبتِ اہل بیت کو شیعوں کی جاگیر سمجھے ہوئے ہیں ؟

کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ خارجیوں کی خوفناک اور ایمان کش تحریروں کا جواب دینا رافضیوں کی ذمہ داری ہے اور اگر آپ کی یہی سوچ ہے تو یہ اندازِ فکر آپ کو لے ڈوبے گا اس لئے کہ اہل بیت کی محبت شیعوں کے لئے ہرگز ہرگز مخصوص نہیں کی گئی بلکہ عترتِ و اہل بیت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم سے مودت و محبت رکھنا اہل سنت و جماعت کا طرہ امتیاز ہے اس لئے ہم درخواست کریں گے کہ آپ ناموس صحابہ کے ساتھ ساتھ ناموس اہل بیت کا بھی تحفظ کریں بلکہ موخر الذکر کو مقدم سمجھیں کیونکہ یہی ذریعہ نجات و مغفرت ہے۔

یہ قطعی طور پر غلط ہے کہ آپ دامن اہل بیت کو چھوڑ کر قیامت کے دن محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں سرخروئی حاصل کر لیں گے

اہل سنت کا فریضہ

خارجیوں اور ناصبیوں کے شیطانی حیلوں کا جواب ایمان افروز تحریروں سے اگر کوئی دے سکتا ہے تو وہ اہل سنت و جماعت ہی ہے کیونکہ شیعہ حضرات اپنے اسلاف کی تحریروں میں خود ہی اس قدر الجھے ہوئے ہیں کہ قیامت تک جان نہیں چھڑا سکتے۔

خوارج و نواصب کی صحیح تر تردید و تکذیب تو صرف اہل سنت و جماعت ہی کر سکتے ہیں کیونکہ ان کے عقائد میں جھول نہیں یہ نہ تو تینوں سے بریت کا اظہار کر کے ایک کو مانتے ہیں اور نہ ہی ایک کی محبت سے تہی دامن ہو کر صرف تینوں کا دامن تھام سکتے ہیں ہمارے مذہب اور نہ ہی ایک کی محبت سے تہی دامن ہو کر صرف تینوں کا دامن تھام سکتے ہیں ہمارے مذہب ہی تائید میں تو اسلام کا سو فی صد لٹریچر موجود ہے پھر ہم خاموش کیوں ہیں اور

ہمیں انتظار کس بات کا ہے؟

اگر بروز قیامت محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھ لیا کہ ہمارے اہل بیت کا نام لے لے کر اور ہماری عمرت اور آل پاک کا صدقہ کھانے والو تم اُس وقت کہاں تھے جب ہماری اہل بیت کی شانِ اقدس میں گستاخیاں کی جا رہی تھیں تو کیا جواب دو گے۔

اگر آقائے نعمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حوص کوثر پر یہ سوال کر دیا کہ تم جام کوثر کی طلب لے کر تو آگئے مگر یہ تو بتاؤ کہ جب خارجیوں کے زہر آلود قلم ہمارے گھر والوں پر حملہ آور ہوا ہے تھے تو اس وقت تمہارے قلم کیوں ٹوٹ گئے تھے تمہاری زبانیں کیوں مفلک ہو گئی تھیں اور تم خاموش تماشا بن کر کیوں بیٹھے رہے تو بتائیے اُس وقت آپ محبوبِ کبریا کے حضور میں کیا عذر پیش کر سکیں گے۔

یہ چند معروضات اس لئے پیش کی گئی ہیں کہ شاید کسی اہل دل اور اہل محبت پر ہماری بات اثر کر جائے ویسے اکثر تو یہی بات سامنے آتی ہے کہ اُلٹا ہمیں ہی دبانے کی کوشش کی جاتی ہے اور بعض لوگ تو اس قدر مشتعل ہو جاتے ہیں کہ فنافرِ رافضیت کا بیبل تلاش کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ کسی طرح ہم پر چسپاں کر کے فریضۃِ اہلسنت ادا کر کے سرخرو ہو جائیں مگر،

ایں خیال است و محال است جنوں

ہمیں اہل جہان کے دُور سے اپنی آخرت کا دُور زیادہ ہے ہمیں دنیا

والوں کے فتوؤں کی فکر نہیں اس دن کی فکر ہے جہاں سوائے محبت اہل بیت کے کوئی عمل سہارا دینے والا نہیں ہوگا۔

غالی مؤلفین کون ہیں؟

ان گزارشات کے بعد اب ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ بقول خارجی عباسی وہ غالی مؤلفین کون ہیں جنہوں نے یہ من گھڑت کہانی تراشی ہے کہ شب ہجرت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تاجدار انبیاء سرکارِ دو عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر مبارک پر سوئے تھے اور آپ نے محبوب کی محبت میں اپنی جان کی بازی لگا دی تھی۔

سب سے پہلے خارجیوں وہابیوں کے نزدیک بھی ثقہ کتاب طبقات ابن سعد کی تحریر ملاحظہ فرمائیں اور پھر اس کے بعد حوالے ہی حوالے۔

طبقات ابن سعد ﴿مترجم﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حکم دیا کہ اس شب وہ آپ کی خواب گاہ میں سوئیں چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرخ حضری چادر جسے اوڑھ کر حضور سویا کرتے تھے اوڑھ کر سو گئے جب صبح ہوئی تو علی بستر سے اٹھے اُن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا مجھے علم نہیں۔ ﴿طبقات ابن سعد جلد اول ص ۳۲۷-۳۲۸﴾

کشف المحجوب

وچوں امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ بر بستر
پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخت و اوبا ابو بکر صدیق
رضی اللہ عنہ از مکہ بیرون شد و بعارثو راندرا آمدند و آن
شب کفار قصد کشتن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داشتند
خداوند تعالیٰ جبریل و میکائیل را گفت من میان شما
برادری دارم و یکے از زندگان در از ترازد دیگرے گردا
نیدم کیست از میان شما دو کہ ایثار کند مر برادر خود را بر خود
بزند گانی و مرگ مر خود را اختیار کند؟ ہر دو خود را از زندگانی
اختیار کردند خداوند تعالیٰ با جبریل و میکائیل گفت
شرف علی بہ بیند و فضلش بر خود کہ من میان وے و میان
رسول خود برادی دارم وے قتل و مرگ خود را اختیار کردو
بر جائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخت و جان فدائے
او کرد و بروے ایثار کرد و بہلاک خود۔

بروید کنوں ہر دو بزین شوید و علی را از دشمنان
نگاہ دارید، آنگاہ جبریل و میکائیل بیامند و یکے بر سر گاہ
وے و یکے بر پائے گاہ وے نشست جبریل گفت بخ

بخ! من مملک یا امن ابی طالب لایں اللہ تعالیٰ بیاہی
 بک علی ملائکہ کیست چوں تو اے پسر ابی طالب کہ خدا
 وند تعالیٰ می بتو مباحات کند بر ہمہ ملائکہ و تو اندر خواب
 خوش خفتہ آنکہ ایں آیت آمد اندر شان وے قولہ
 تعالیٰ۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يُشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ
 رَؤُوفٌ بِالْعِبَادِ

﴿کشف المحجوب ص ۱۴۲ لعلی بن عثمان الہجویری﴾

معارض النبوت

حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از حال ارباب ضلال خبر
 یافت مرتضیٰ علی را گفت اے علی مرا اذن ہجرت واوہ اند بیدینہ من فردا تہیہ
 اسباب سفر فی نہالم اکنون امانت مردم کہ نزد من است بتوی سپارم باید کہ بصا
 حبش رسانی و امشب مشرکان قصد قتل من دارند برو برد ما پوش و بر جائے گا و
 من تکیہ کن و دل خود قوی دار کہ بچ آفت بتو نخواہد رسید

امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ بہوجب فرمودہ عمل نمودہ بروئے کہ
 آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوشیدے بردوش خود کشید و بفرار غ دل در
 خواب شد و نفس نفیس خود را خداے حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کرد۔

نقل است کہ در آن شب کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم جائے وارے آں حضر رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمود و جان شریں فدائے حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میکرو حضرت جلال احدیت بحیریل و میکائیل علیہم السلام رومی فرمود کہ میان شما عقد مواخاۃ بستم و عمر ہر یکے را بیشتر از دیگرے ساختم شما حیات یا خود دوست می دارید از حیات و زندگانی خود ایشاں گفتند خداوند اہر کر ا حیات خود بر خود عزیز تر است وحی آمد کہ علی ابن ابی طالب را بہ بیند،

کہ میان او و محمد عقد مواخاۃ بستم علی جان خود را فدائے نفس گرانماید محمد ساخت و حیات اورا بر حیات خود را اختیار کرد ا کنوں ازیں طارم خضر الجحیط غمراوید و علی راز شرعہ انگاہ دارید پس ایشاں بفرمان سلطان بے چون نزول فرمودند و جبریل بر سر بالین علی نشست و میکائیل در پایان پائے او قرار گرفت پس جبریل گفت،

بخ ای علی نیست کے مثل تو کہ مہاہات کرد اللہ تعالیٰ بر تو بر ملائکہ ملأ علی و حق تعالیٰ در بارہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ ایں آیت فرستاد کہ،
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ
رَؤُوفٌ بِالْعِبَادِ

﴿معارج النبوۃ رکن چہارم ص ۴۰۴﴾

مدارج النبوت

وچوں آن حضرات خواست کہ وقت صبح ہجرت برآمد علی المرتضیٰ را فرمود کہ شب در محل خوابگاه ان سرور بخواب رود تا مشرکان در مقام اشتباہ و التباس درآمده از حقیقت حال آگاہ نشوند و اصل باعث برگزاشتن علی مرتضیٰ ودائع کفار قریش بود کہ با عقدا دیانت و مشاہدہ امانت نزد آں حضرت می گزاشتم و آں حضرت را محمد امین صادق می گفتند پس خواب کرد علی مرتضیٰ در جائے خواب آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و پوشید خود را ببر و خاص آں حضرت کہ آں را پوشید بخواب سفتے۔

پس بود رضی اللہ عنہ تئیں کسے کہ فروخت و فدا کرد نفس خود را در راہ محبت رسول خدا و گویند کہ آستہ کریمہ۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ
رَؤُوفٌ بِالْعِبَادِ . دریں باب نازل شد .

﴿مدارج النبوت ج ۲ ص ۵۶﴾

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

یہی نہیں بلکہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اس عظیم قربانی اور بے مثال ایثار پر فخر و مباہات فرماتے ہوئے درج ذیل اشعار انشاء فرماتے ہیں جنہیں ثقہ مولفین و مصنفین نے اپنی کتابوں کی زینت بنایا ہے ملاحظہ ہو فرمان مرتضوی آپ فرماتے ہیں۔

میں نے خود اُس ہستی عظیمہ کو محفوظ کیا جو ہر اُس شخص سے بہتر ہے جس نے سنگریزوں کو روندنا اور خانہ کعبہ کا طواف کیا۔

خدا کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جب لوگوں نے مکر کیا تو خدائے توانا و بزرگ نے اُن کے شر اور مکر سے آپ کو بچایا۔

میں نے اس انتظار میں رات بسر کی اور دیکھتا رہا کہ ﴿کفار﴾ کب مجھے میرے بستر سے اٹھاتے ہیں اور حقیقت میں میرا نفس قتل اور قید ہونے پر تیار ہو گیا تھا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امن اور حفاظت کے ساتھ غار میں رات بسر فرمائی اور خدا کی نگہبانی اور پردے میں رہے۔

آپ تین روز غار میں رہے اور پھر آپ کے دواؤں سگستناؤں سے گزرتے رہے اس سے میرا مقصد دنیا سے بے تعلق ہو کر خدا کی مدد تھا اور اس کو میں دل میں رکھوں گا حتیٰ کہ قبر میں دفن کر دیا جاؤں۔

﴿حوالے اور نظر باب ایثار علی کرم اللہ وجہہ الکریم میں ملاحظہ فرمائیں﴾

مواہب الدنیہ

فاتی جبریل علیہ السلام النبی صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم فقال لا بیت هذه الليلة علی فراشک فلما

کان اللیل اجتمعوا علی بابہ یرصدونه حتی ینام

فیثبوا علیہ فامر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیاً فنام

مكانه و عطى ببروا خضر فكان اول من شرى نفسه
فى الله ، ثم خرج رسول الله صلى الله عليه وآله
وسلم وقد اخذ الله على ابصارهم فلم يراه منهم .

﴿انوار محمدية من المواهب الدنية ص ٥٢﴾

زرقانى على المواهب

حتى ينام فينبو عليه السلام عليا فنام مقامه وغطى
ببروله صلى الله عليه وآله وسلم فى برده ذالك اذا
نام اخضر انح فكان على اول من شرى باع نفسه فى
الله وفى بهار سول الله صلى الله عليه وآله وسلم .

﴿زرقانى على المواهب ج ١ ص ٣٢٢﴾

﴿٢﴾ وما فى الاحياء اوحى الله جبريل وميكائيل الى
اخيت بينكما وجعلت عمرا احد كما اطول من عمر الآخر
فايكما يوتر صاحبه بالحياة فاختار كل منهما الحياة فاوحى
الله عليهما افلا كنتما مثل على ابن ابى طالب اخيت بينه و
بين محمد فبات على فراشه يضديه بنفسه ويوتره بالحياة
اصبطا الى الارض فاحفظاه من عدوه فكان جبريل عند را
سه وميكائيل عند رجليه ينا دى يخ يخ من مثلك يا ابن ابى
طالب يا هى الله بك الملائكة وفيه فنزل ومن يشرى
نفسه ابتغاء مرضاة الله الاية .

﴿زرقانى على المواهب ج ١ ص ٣٢٢ مطبوعه﴾

جرح

فقال الحافظ ابن تيمية انه كذب با تفاق العلماء الحديث والسير وقال الحافظ العراقي في تخریج الاحیاء رواه احمد مختصرا عن ابن عباس شری علی نفسه فلبس ثوب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نام مکانہ الحديث وليس فيه ذکر جبریل و میکائیل ولم اقف الزیادة علی اصل والحديث منکر. انتهى.

﴿زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۳۲۳﴾

اس جرح کا مطلب

جیسا کہ قارئین پر متعدد بار واضح کیا جا چکا ہے کہ روایات ہے کہ معاملہ میں ابن تیمیہ کی تعدیل و جرح کا معیار صرف یہ ہے کہ ہر اُس روایت کو موضوع بنانے کی کوشش کر ڈالی جائے جس میں عظمتِ اہل بیت کا کوئی پہلو نمایاں ہوتا ہو۔

چنانچہ اپنی اس عادتِ قبیحہ کے مطابق زیرِ نظر روایت میں بھی اُس نے روایت کا ایک حصہ جس میں جبرائیل و میکائیل کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی حفاظت کے لئے آنا ثابت ہوتا ہے الحاقی اور اضافی قرار دے دیا ہے تاہم وہ اس قدر روایت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ جناب شیرِ خدا علی

کرم اللہ وجہہ الکریم شب ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر مبارک پر جان کی بازی لگا کر سوئے تھے جبکہ ابن تیمیہ کی معنوی اولاد ہونے کے باوجود عباسی کا دعویٰ یہ ہے کہ حضور سرور دو عالم نے تو دو پہر کے وقت ہجرت فرمائی تھی اس لئے آپ کے بستر پر حضرت علی علیہ السلام کے سونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور یہ روایت غالی لوگوں کی من گھڑت ہے عباسی کو سوائے اس کے کیا کہا جاسکتا ہے کہ ”لعنت اللہ علی الکاذبین“ کے مصداق تو تم تھے ہی کم از کم اپنے روحانی باپ کی بات تو مان لیا کرو۔

بہر حال قارئین اب اس ضمن میں مزید متعدد وثائق اور معتبر کتب کے

حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

تفسیر خازن

فاتی جبریل علیہ السلام النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 وسلم فاخبرہ ذالک و امرہ ان لا یبیت فی مضجعہ
 الذی کان یبیت فیہ و اذن اللہ عزوجل لہ عند ذالک با
 لخروج الی المدینۃ فامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم علی ابن ابی طالب ان یبیت فی مضجعہ وقال لہ و
 تشح ببروقی فانہ لن یخلص الیک منهم امر تکرہ ثم
 خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تفسير در منشور

فاطلع الله نبيه صلى الله عليه وآله وسلم على
ذالك فخرج هو و ابو بكر رضى الله عنه الى غار في
جبل يقال له ثور و نام على رضى الله عنه فراش النبي
صلى الله عليه وآله وسلم .

﴿در منشور ج ۲ ص ۱۸۰ مطبوعه تهران﴾

تفسير معالم التنزيل

فامر رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم على ابن
ابى طالب ان ينام فى مضجعة وقال له اتشح ببروتى
هذه .

﴿معالم التنزيل ج ۲ ص ۲۲ مطبوعه مصر﴾

تفسير كشاف

فاخبر جبريل عليه السلام رسول الله صلى الله
عليه وآله وسلم و امره ان لا يبيت فى مضجعه و اذن
الله فى الهجرة فامر عليا رضى الله عنه فنام مضجعه
وقال له اتشح ببروتى .

﴿كشاف ج ۲ ص ۲۱۵ مطبوعه بيروت﴾

تفسير ابن كثير

اتاه جبريل عليه السلام فامرہ ان يبيت على فراشه
ويستجى ببيروله اخضر ففعل ثم خرج رسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم على القوم وهم على بابہ و
خرج معه بحفنة من تراب فجعل يذرها على
روسهم واخذ الله ابصارهم عن نبيه محمد صلى
الله عليه وآله وسلم وهوا يقرأ يسين والقرآن
الحكيم الى قوله فاغشيناهم لا يبصرون .

﴿ابن كثير ج ٢ ص ٣٠٢ مطبوعه مصر﴾

تفسير ابن جرير

فبات على رضى الله تعالى عنه على فراش النبی
صلى الله عليه وآله وسلم تلك الليلة وخرج النبی
صلى الله عليه وآله وسلم لحق بالغار وبات
المشركون .

لحيرسون عليا انه النبی صلى الله عليه وآله
وسلم فلما اصبحوا اثار واليه فلما راؤوه عليا رضى
الله عنه .

﴿ابن جرير ج ٩ ص ٢٢٨ مطبوعه مصر﴾

تفسير روح المعاني

قال لغلى كرم الله وجهه نم على فراشى وتسبح بر
دى هذا الحضر مى الا خضر فتم فيه فانه لن يخلص
اليك شى تكرهه وكان رسول الله صلى الله عليه
 وآله وسلم ينام فى بردة ذالك واذا نام واذن له عليه
 الصلوة والسلام فى الهجرة فخرج مع صاحبه
 ابوبكر رضى الله عنه الى الغار واتشد على كرم الله
 وجهه الكريم مشير الما من الله تعالى به.

«روح المعاني ج ٥ ص ١٩٨»

احكام القرآن القرطبي !

فامر النبي صلى الله عليه وآله وسلم على ابن ابي
 طالب ان ينام على فراشه ودعا الله عز وجل ان
 يعمى عليهم اثره

«قرطبي ج ٤ ص ٣٩٤ مطبوعه مصر»

البداية والنهاية !

فاطلع الله النبي صلى الله عليه وآله وسلم على
 ذالك فبات على فراش النبي صلى الله عليه
 وآله وسلم تلك الليلة و اخرج النبي صلى الله عليه
 وآله وسلم حتى الحق بالغار فلما اصبحوا ثار واعليه

فلما راؤا عليا روالله عليهم سكرهم فقالوا اين
صاحبك هذا؟ فقال لا ادرى

﴿البداية والنهاية ج ٣ ص ١٨٠﴾

سيرت ابن هشام !

فاتى جبريل عليه السلام على رسول الله صلى الله
عليه وآله وسلم فقال لا تبت هذه الليلة على
فراشك الذى كنت تبيت عليه قال فلما كانت عمة
من الليل اجتمعوا على بابه يصدونه متى ينام
فيشبهون عليه فلما راى رسول الله صلى الله عليه وآله
وسلم مكانهم قال لعلى ابن ابى طالب نم على
فراشى وتسبح بى روى هذا الحضر مى الا خضر.

﴿سيرت ابن هشام ج ١ ص ٢٩٢﴾

سيرت حلبيه !

فلما راى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
مكانهم اى علم ما يكون منهم قال لعلى ابن ابى
طالب رضى الله عنه نم على فراشى واتشح بردائى
هذا الحضر مى .

﴿سيرت حلبيه ج ٢ ص ١٨٣﴾

المستدرک للحاکم

عن عباس قلا شری علی نفسه ولبس ثوب
النبي صلى الله عليه وآله وسلم ثم نام مكانه وكان
المشركون يرصدون رسول الله صلى الله عليه
وآله وسلم وقد كان رسول الله صلى الله عليه وآله
وسلم البسه برده وكانت قريش تريد ان تفتش
النبي صلى الله عليه وآله وسلم فجعلوا يرصدون
علياء ويرون النبي صلى الله عليه وآله وسلم قد
ليس برده وجعل علي يتصور فاذا هو علي
هذا الحديث صحيح .

عن علي بن الحسين قال اول من شرى
نفسه ابتغاء رضوان الله علي ابي طالب وقال عند
مبيته علي فراش رسول الله صلى الله عليه وآله
وسلم .

﴿المستدرک ج ۳ ص ۱۲۸﴾

اسد الغابه

عن ابن اسحق قال نام رسول الله صلى الله عليه
وآله وسلم ينتظر الوحي بالاذن له في الهجرة الي
المدينة حتى اذا اجمعت فمكرت بالنبي صلى الله

عليه وآله وسلم فاتاه جبريل وامره بان لا يبيت في
مكانه الذي يبيت فيه فدا ابن ابى طالب فامره ان
يبيت على فراشي ويستجى ببروله اخضر ففعل ثم
خرج رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الى
التقوم وهو بابه .

﴿اسد الغابه ج ٢ ص ٢٢٤﴾

احياء العلوم للغزالي

فاوحى الله الى جبريل وميكائيل عليهم السلام
انى اخيت بينكما وجعلت عمرا حد كما اطول من
عمر الآخر فايكما يوتر صاحبه بالحياة ختار
كلاهما الحياة فاوحى الله عز وجل اليهما افلا كنتما
مثل على بن ابى طالب اخيت بينه وبين النبی محمد
فيات على فراشه يضديه بنفسه ويوتره بالحياة
اهبطا الى الارض فاحفظاه من عدوه فنزل جبريل
عند راس على وميكائيل عند رجليه وجبريل ينا دى
بخ بخ من مثلك يا ابن ابى طالب يا هي الله
عز وجل بك الملائكة فانزل الله عز وجل على
رسوله وهو متوجه الى المدينة فى شان على "ومن
الناس من يشرى نفسه ابتغاء مرضاة الله"

﴿احياء العلوم الدين ج ٢ ص ١٥٢﴾

﴿ ١ ﴾ الوفا ﴿ ٢ ﴾ روض الانف

فألقى جبريل النبي صلى الله عليه وآله وسلم
فقال لا تبت هذه الليلة على فراشك الذي كنت
تبيت عليه فلما كانت العتمة اجتمعوا على بابه ثم
يرصدونه متى ينام فيثبون عليه .

فلما رأى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
مكانهم قال لعلي ابن ابي طالب نم على فراشي و
تسبح بى روى العضرى الا خضر فانه لا يخلص
اليك شئ تكرهه منهم وكان رسول الله صلى الله
عليه وآله وسلم ينام فى برده ذاك .

عن عباس فى قوله تعالى "واذ يمكر بك
الذين كفروا اليثبتوك" قال تشاورت قريش ليلة
بمكة فقال بعضهم اذا اصبح فاثبتوه بالوثاق وقال
بعضهم بل اقتلوه وقال بعضهم بل اخرجوه .

فاطلع الله تعالى بنبيه صلى الله عليه وآله
وسلم على ذاك فبات على عليه السلام على
فراش رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم تلك
الليلة وخرج النبي صلى الله عليه وآله وسلم حتى
لحق بالغار .

ہجرت مرتضویؑ

بعض روایات میں آتا ہے کہ جب کفار مکہ نے بستر مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو استراحت فرماتے دیکھا تو اوّل اوّل انتہائی تحیر کے عالم میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر آپ کو دیکھتے رہے اور پھر ان پر سکتہ کی سی حالت طاری ہو گئی لیکن پھر جلد ہی وہ سنبھل گئے اور مشتعل ہو کر حیدر کرار پر حملہ آور ہو گئے اور آپ کو شدید ضربات پہنچائیں مگر یہ روایت کسی بھی طریقہ سے صحت کے درجہ کو نہیں پہنچائیں مگر یہ روایت کسی بھی طریقہ سے صحت کے درجہ کو نہیں پہنچتی اور اگر اسے تسلیم کر لیا جائے تو متعدد عوارض پیدا ہو جانے کا قوی احتمال ہے۔

لہذا درست اور صحت مند واقعہ یہی ہے کہ کفار مکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیر موجودگی سے انتہائی سراسیمہ اور پریشان ہو گئے اور جناب علی المرتضیٰ علیہ السلام پر چند سوال کرنے کے بعد رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تلاش میں بھاگ نکلے۔

سیرت حلبیہ میں جناب علی علیہ السلام کی ہجرت مبارکہ کے متعلق متعدد روایات جمع کی گئی ہیں چنانچہ سب سے پہلے انہی روایات کی تفصیل ہدیہ قارئین کی جاتی ہے۔

امانتوں کی واپسی

جناب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم مکہ معظمہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شب ہجرت کے بعد تین راتیں گزار کر مدینہ منورہ میں کلثوم ابن ہدم کے گھر قباشریف کے مقام پر تشریف لائے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ان کی امانات واپس کرنے کا حکم فرما رکھا تھا جو لوگوں نے رسول امین وصادق کے پاس جمع کروا رکھی تھیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ زاد اللہ شرفها وتعلیها و تکریمها کی طرف ہجرت فرما کر تشریف لے گئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وادی بطنج میں کھڑے ہو کر منادی کر دی کہ جس کسی نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنی امانت جمع کروا رکھی ہے وہ آئے اور مجھ سے اپنی امانت وصول کر لے۔

چنانچہ جن لوگوں نے حضور سرور انبیاء رسول امین وصادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنی امانتیں جمع کروا رکھی تھیں انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی اپنی امانتیں واپس لے لیں۔

چنانچہ یہ رد الامانات کا سلسلہ تین روز میں ختم ہو گیا۔

ونزل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ لما قدم
المدينة علی کلثوم ﴿بن الہدم﴾ ایضاً بقاء بعد ان
تأخر بمكة بعدة صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثلاث
لیال یؤدی الوداع التی كانت عند النبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم لا مرہ له صلی اللہ علیہ وسلم
بذلك كما تقدم .

فلما توجه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی
المدينة قام علی رضی اللہ عنہ بالأبطح یأدی من
كان له عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ودیعة فلیات الیہ امانتہ .

﴿سیرت حلبیہ جلد دوم صفحہ ۲۳۲ مطبوعہ مصر﴾

کیا اہل بیتؑ حضرت علیؑ کے ساتھ آئے تھے؟

سیرت حلبیہ و دیگر کتب میں تین قسم کی اختلافی روایات نقل کی گئی

ہیں۔

ایک روایت تو یہ ہے کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اور
سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان والوں کو ساتھ لے کر حضور
کے تین روز بعد ہجرت فرما کر آئے تھے۔

دوسری روایت اس طرح ہے کہ جناب شیر خدا سیدنا علی علیہ السلام

خاندانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ منورہ سے فرسادہ غلاموں کے ساتھ روانہ فرما کر اکیلے ہجرت فرما کر آئے تھے۔

تیسری اور رائج روایت یہ ہے کہ جناب سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین روز بعد اکیلے ہی ہجرت فرما کر آ گئے تھے اور آپ کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے غلاموں کو بھیج کر اہل بیت کرام کو منگوا یا چنانچہ سیرت حلبیہ میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے چند سواریاں خریدیں اور جناب سیدۃ النساء العالمین سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا والدہ مکرمہ سیدنا علی علیہ السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیز ام ایمن اور ان کا صاحبزادہ ایمن اور پیچھے رہ جانے والے ضعیف اور کمزور مومنین کی جماعت کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ ہجرت کر آئے،

فاتباع رکائب وقدم مع الفواطم وولدها ایمن

وجماعة من ضعفاء المومنین .

صاحب سیرت حلبیہ یہ روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ روایت اس روایت کے مخالف ہے جس میں آیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان

میں قیام فرمایا تو وہاں سے آپ نے اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ اور اپنے مولیٰ ابورافع کو مکہ معظمہ کی طرف پانچ درہم اور دو اونٹ دے کر روانہ فرمایا چنانچہ وہ بنات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ فاطمہ الزہرا اور سیدہ ام کلثوم سلام اللہ علیہا اور ام لامونین جناب سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ام ایمن کینز مصطفیٰ اور اس کے بیٹے اسامہ کو ساتھ لے کر واپس مدینہ منورہ آ گئے۔

اقول: سیئاتی ما یخالف ذالک وهو انه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما نزل فی دار ابی ایوب بعث زید بن حارثہ و ابا رافع الی مکة واعطهما خمسمائة درہم وبعیرین یقصدان علیہما بفاطمة وام کلثوم ابنتہ وسودہ زوجته وام ایمن وولدہا اسامة.

﴿سیرت حلبیہ جلد دوم صفحہ ۲۳۳﴾

اگرچہ سیرت حلبیہ کی اختلافی بحث ابھی باقی ہے تاہم درست بات یہی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حکم مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اکیلے ہی مدینہ منورہ کو پایادہ ہجرت کر کے تشریف لائے تھے جس کے متعلق آئندہ اوراق میں متعدد روایات پیش کی جائیں گی اور اس امر کی تائید ثقہ محدث ابن سعد کی بیان کردہ روایت سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خاندان کی خواتین کو بعد میں اپنے غلاموں کو بھیج کر بلوایا تھا چنانچہ

طبقات ابن سعد میں ہے کہ،

طبقات ابن سعد

محمد بن سعد متوفی ۲۱۳ھ اپنی کتاب طبقات ابن سعد میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو ایوب انصاری کے مکان سے ہی زید بن حارثہ و ابورافع کو مکہ معظمہ میں بھیجا اور ان دونوں کو دو اونٹ اور پانچ صد درہم زادراہ کے طور پر دیئے تھے تاکہ وہ آپ کے اہل خاندان کو مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہا میں لے آئیں۔

ان دونوں کے ساتھ آنے والوں کی تفصیل یہ ہے،

سیدۃ النساء العالمین سیدہ فاطمہ الزہرا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

سیدہ ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ علیہا وبارک وسلم۔

جناب ام ایمن کنیز مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کا بیٹا اسامہ بن زید عبد بن ابی بکر مع جناب ابوبکر کے دیگر اہل خانہ کے جن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی شامل تھیں حضور سرور کائنات کی ایک صاحبزادی سیدہ رقیہ سلام اللہ علیہا اپنے شوہر سیدنا عثمان غنی کے ساتھ ہجرت فرما کر پہلے ہی حبشہ میں تشریف لے جا چکی تھیں۔

اور حضور اہام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے بڑی

صاحبزادی سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کو ان کے شوہر ابو العاص بن الربیع نے مکہ معظمہ میں جبراً روک لیا تھا۔

بہر حال تشریف لانے والی مقدس خواتین و دیگر افراد کو حارثہ بن النعمان کے مکان پر اتارا گیا۔

﴿ما خود از طبقات ابن سعد جلد اول ص ۳۲۰﴾

اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ

علامہ ابن اثیر جزری علیہ الرحمۃ سیدنا و مرشدنا امیر المومنین حضرت

علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ہجرت مبارکہ کا واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق آپ کے اہل و عیال کو روانہ فرمانے کے بعد آپ کے طلب کرنے پر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے آپ دن کے وقت قیام فرماتے اور رات کو سفر شروع کر دیتے حتیٰ کہ آپ مدینہ منورہ پہنچ گئے،

حضرت علی کا سفر ہجرت

چونکہ آپ نے یہ تمام سفر پا پیا وہ طے کیا تھا اس لئے سفر کی صعوبتوں نے آپ کو نڈھال کر رکھا تھا چنانچہ جب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی تشریف آوری کی اطلاع ملی تو آپ نے صحابہ کرام کو فرمایا کہ علی کو ہمارے پاس لاؤ تو ان لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم علی میں تو اٹھنے کی بھی سکت نہیں چنانچہ تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسی وقت خود بہ نفس نفیس جناب علی علیہ السلام کو دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے اور جب اُن کی حالت دیکھی تو آپ کا دریائے رحمت جوش میں آ کر آنسوؤں کی صورت اختیار کر گیا آپ والہانہ طور پر جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بغلگیر ہو کر رونے لگے کیونکہ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاؤں مبارک پیدل سفر کرنے کی وجہ سے متورم ہو چکے تھے اور اُن سے خون کے قطرات ٹپکتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کمال شفقت سے آپ کے پاؤں مبارک پر اپنا لعابِ دہن مبارک لگا کر دُعا فرمائی کہ یا اللہ علی کو صحت و عافیت عطا فرما چنانچہ اُس کے بعد آپ کو پھر کبھی ایسی تکلیف نہیں پہنچی حتیٰ کہ آپ کی شہادت واقعہ ہو گئی۔

وامر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیاً ان یلحقہ
بالمدينة فخرج علی فی طلبہ بعد ما اخرج الیہ اہلہ
یمشی اللیل ویمكن النہار حتی اقدم المدينة فلما
بلغ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قدمہ قال
ادعوا لی علیا قیل یا رسول اللہ لا یقدر ان یمشی فاتاہ
النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلما رآہ اعتنقہ
وبکی رحمۃ لما بقدمیہ من الورم وکانتا تقطران دما
فتقبل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی یدیه
ومسح بہما رجليہ ودعا لہ بالعافیۃ فلم یشتکھا حتیٰ

استشهد رضى الله عنه.

﴿اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد چہارم صفحہ ۱۹﴾

﴿للعلامہ ابن اثیر الجزری﴾

روایات کا تضاد

اُسد الغابہ کی اس روایت سے صاف طور پر مترشح ہوتا ہے کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کو سوار یوں پر بٹھا کہ مدینہ منورہ کی طرف روانہ کرنے کے بعد خود ہجرت فرمائی۔

جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ صاحب سیرت حلبیہ نے اس موقع پر ہر دو قسم کی روایات نقل کرنے کے بعد اس تعارض کو دور کرنے کی کوشش بھی فرمائی ہے آئندہ اوراق میں اس بحث کا مفہوم بھی ہدیہ قارئین کر دیا جائے گا فی الحال اس ضمن میں چند دیگر کتب کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔ ”مدارج النبوة“ میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نقل فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہا میں قطع مسافت کرنے کے بعد بنی عمرو بن عوف کے ہاں تشریف فرما ہوئے اور وہیں پر ہی آپ نے مسجد قبا شریف کی بنیاد رکھی اور اسی مقام پر ہی حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام تین دن کے وقفہ کے بعد آپ کی خدمت اقدس میں مکہ

معظمہ سے قطع منازل کرتے ہوئے حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہایت مسرور پایا۔

لعاب رسول سے شفاء

روضۃ الاحباب میں ہے کہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کا تمام سفر پایادہ طے کیا تھا لہذا آپ کے قدم ہائے مبارک پر آبلے پڑے ہوئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی یہ حالت دیکھی تو اپنا لعاب دہن مبارک آپ کے قدموں پر ملا جس کی برکت سے آپ اُسی وقت صحت یاب ہو گئے۔

”وصول نزول آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در منازل بنی عمرو بن عون بود کہ در مسجد قبادر آن جا بنیافتہ است وہم دریں جا علی مرتضیٰ بتفادت سہ روز از مکہ در رسیدہ آن حضرت را خوشحال گردا بند و در روضۃ الاحباب میگوئید کہ وی رضی اللہ عنہ پیادہ پاراہ می رفت و پائے مبارک دمی از پیادہ رفتن آبلہ کردہ بو در حضرت لعاب مبارک خویش را بر آن مالیدہ در نان صحت یافت“

﴿مدارج النبوة جلد دوم صفحہ ۱۲﴾

پہلے آپ اس ملاقات معظمہ کے فوراً بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ

الکریم کی سعادت ازلی کے معاملہ میں پیش آنے والا ایک ایمان افروز واقعہ
ملاحظہ فرمائیں اور اس کے بعد دیگر کتب معتبرہ کے حوالہ جات بسلسلہ ہجرت
مرتضوی پیش کئے جائیں گے۔

ناقہ مصطفیٰ کا سوار آگیا

درج ذیل واقعہ سے قطعی طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ تاجدارِ انبیاء صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ کی بستی میں داخل ہونے سے پہلے مدینہ کے
نواحی علاقہ قبا شریف میں جو قیام فرمایا تھا اُس کا مقصد محض اور محض حضرت
علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا انتظار کرنا ہی تھا۔

اور اس انتظار میں باطنی رموز و اسرار کیا تھے انہیں تو صرف اللہ تعالیٰ
اور اُس کا رسول جل و علا و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر طور پر جانتے ہیں مگر
ظاہر طور پر جو حکمتیں سامنے آتی ہیں وہ یہ ہیں۔

اول یہ کہ: اسلام کی وہ پہلی مسجد جس کی اساس خدا تعالیٰ کے
فرمان کے مطابق تقویٰ پر رکھی گئی ہے اُس کا حدودِ اربعہ مامور من اللہ ناقہ
مصطفیٰ پر بیٹھ کر وہی شخص قائم کرے جو بیت اللہ شریف میں پیدا ہوا ہو اور
مسجد میں شہید کیا گیا وہ وہ عظیم نمازی جس نے نہ صرف سب سے پہلے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی ہو مگر کئی برس اس خصوصیت کے
ساتھ نمازیں پڑھی ہوں کہ سوائے اس کے کوئی بھی تیسرا شخص حضور کے

ساتھ نماز ادا کرنے والا موجود نہ ہو۔

یہی نہیں بلکہ اُس کی نمازِ عصر قضا ہوتے دیکھ کر کائناتِ ارضی و سماوی کے مالک و مختار کو ڈوبتے ہوئے آفتاب کو واپس بلانا پڑے بہر حال ایک وجہ تو یہ تھی کہ مسجدِ قبا شریف کی بنیاد رکھنے کے لئے ایسے نمازی کی موجودگی انتہائی ضروری تھی جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اور وہ سوائے علی کے دوسرا کوئی نہیں ہو سکتا علاوہ ازیں علاقہٴ قبا میں ٹھہر کر حضرت علی کا انتظار کرنے کی دوسری وجہ یہ سامنے آتی ہے کہ حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مدینہ منورہ کی بستی میں داخل ہی نہیں ہونا چاہتے تھے تاکہ کسی کو یہ گمان نہ ہو جائے کہ علی نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہجرت کی اور ہجرت میں السابقون الاولون سے مؤخر ہیں وغیرہ وغیرہ

اگر ہم سامنے کی ان دو حکمتوں ہی کی وضاحت بیان کرنا شروع کر دیں تو پورا باب مرتب کیا جاسکتا ہے تاہم اس معاملہ کو اہل محبت حضرات کے ذوق و وجدان کے سپرد کرتے ہوئے وہ واقعہ نقل کرتے ہیں جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی قبا شریف میں تشریف آوری کے ساتھ ہی ظہور میں آ گیا تھا۔

چنانچہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی اپنی تالیف مبارکہ

”جذب القلوب الی دیار المحبوب“ میں رقم طراز ہیں۔

اونٹنی اُٹھ بیٹھی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری کا ذکر پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پیشتر اُس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نزول بنی عمرو بن عوف کے پاس ہوا تھا جو قبا کے باشندے تھے اور باختلاف روایات تین دن یا تین دن سے زیادہ اسی جگہ قیام فرما کر مسجدِ قبا کی بنیاد رکھی اور ایک روایت میں سے خود اہل قبا نے یہ درخواست کی تھی کہ ہم لوگوں کے لئے ایک مسجد بنوادیتے۔

کتاب ہذا کے صفحہ ۱۵ پر یہ بھی واقعہ گزر چکا ہے کہ اسی مقام پر ہی جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے تین روز بعد آکر ملاقات کی تھی۔

بہر حال جب اہل قبا کی درخواست پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں مسجد بنانے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایک شخص ہمارے ناقہ پر سوار ہو کر اُسے پھرائے۔

چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُٹھ کر ناقہ کی پشت پر سوار ہو گئے مگر ناقہ رسول علیہ السلام نہ اٹھا بعد ازاں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس اونٹنی کی پشت پر سواری کی مگر اونٹنی اپنے مقام پر ہی

بیٹھی رہی اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام نے اُٹھ کر اپنا پاؤں مبارک رکاب میں رکھا ہی تھا کہ ناۃ مصطفیٰ اُٹھ کھڑا ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا علی! نائقے کی مہار اس کی مرضی پر چھوڑ دے اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے لہذا یہ جدھر جدھر گھومنا چاہے گھومنے والا آخر ناۃ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھومنے کے خطوط پر مسجدِ قبا کی بنیاد رکھی گئی۔

بروائے اہل قبا از آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم التماس نمودند کہ مسجدے برائے ایشان بنا فرمائید اشارت بہ صحابہ کرام فرمود کیے از شما بریں ناۃ من سوار شود و بگرداند ابو بکر صدیق برخواست و بر پشت ناۃ نشست ناۃ برخواست بعد از وے عمر فاروق سوار شد نیز ناۃ برخواست بعد از اں علی مرتضیٰ برخواست ہمیں کہ پائے در رکاب آورد ناۃ بر جست فرمود زمام اور ہا کن کے وے مامور است ہر جا کہ گردد آخر ہم بر آمدار سیر ناۃ مسجدِ قبا بنا فرمود۔

﴿جذب القلوب الی دیار المعبوب صفحہ ۶۱﴾

پایادہ ہی آئے تھے

معارج النبوة میں ہے کہ حضور سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل

التحیات نے رائج قول کے مطابق چار دن اور چار راتیں قبیلہ نبی کبر بن عوف میں قیام فرمایا اور محلہ قبا میں اس مسجد کی اساس رکھی جس کی گواہی اللہ تبارک و تعالیٰ نے دی ہے کہ اس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

أَسَسَ بُنْيَانَهُ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ
أَنْ تَقُومَ فِيهِ . الْآيَةُ .

اور وہ پہلی مسجد مبارکہ ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا کرنے کے لئے قیام فرمایا مدینہ منورہ کی مسجد قبا شریف ہے جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کے نواح میں اقامت گزریں ہوئے تو اُس کے تین روز بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم مدینہ منورہ میں تشریف لے آئے۔

حضرت امیر علیہ السلام کی مکہ معظمہ میں رکنے کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو حکم فرمایا تھا کہ جن لوگوں کی امانتیں ہمارے پاس جمع ہیں اُن کے سپرد کر کے مدینہ منورہ کو ہجرت کراؤ۔

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمانِ مصطفویٰ کے مطابق عمل کرتے ہوئے لوگوں کی امانتیں اُن کے حوالہ کیں اور پا پیادہ ہی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی محلہ قبا میں ہی تشریف فرما تھے

کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے آپ کی خدمت اقدس میں حاضری کا شرف حاصل کر لیا،

سفر کی صعوبتیں

فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم دن کہیں چھپ کر گزارتے اور رات کے وقت سفر شروع فرمادیتے حتیٰ کہ ربیع الاول شریف کی سترہ یا اٹھارہ تاریخ کو تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے کرتے آپ کی حالت انتہائی خراب ہو چکی تھی حتیٰ کہ آپ کے پاؤں مبارک متورم ہو گئے تھے اور ان پر آبلے ابھر آئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حالت دیکھی تو اپنے دستِ حق پرست کو زخموں سے مس کیا اور شفاء کے لئے دُعا فرمائی تو آپ فی الفور صحت یاب ہو گئے اور پھر کبھی کوئی تکلیف مشکل کشا سرتاج الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقدس پاؤں کو نہیں پہنچی اور نہ ہی سفر کی شدت سے آپ کے قدم مبارک کبھی زخمی ہوئے۔

حضرت سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات بقول راجح چہار شبان وروز در قبیلہ بنی بکر بن عوف کمت فرمود در محلہ قبا مسجدے بنا نہاد کہ اساس آں بشہادت حضرت الہی جل و علا بنی بر تقویٰ بود چنانکہ فرمود قولہ تعالیٰ مسجد اسس بنیا نہ علی التقویٰ من اولِ یومِ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْہِ

واول مسجدے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از مکہ بمکہ نہ عزیمت می فرمود امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ بعد از سہ روز از ہجرت آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عزیمت مدینہ نمود و سبب مکث ایراں بود کہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور از برائے ودایچی کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سپردہ بودند باز داشت تا ابصاحبان آن بار رسانند بعد ازاں کہ بفرمودہ کما ینبغی عمل نمودہ متوجہ مدینہ گشت پیادہ بیامدہ و آن سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در قبا بود کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم بخد مت آن سرور مشرف گشت،

و گویند در شب می رفت و در روز مخفی می بود تا ہفتاد ہشت دہم شہر ربیع الاول ولی بہ نبی رسیدہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انواع ملال کشیدہ و پائے ہا مبرکش آبلہ کردہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دست حق پرست خود را بر آن جراحت ہا مالیدہ و دعاء شفاء برخواند بالفور بصحت مبدل گشت و دیگر هیچ جراحت و الم پائے مشکل کشا آن سر دفتر اولیاء رضی اللہ عنہ نہ رسید۔

﴿معارج النبوة رکن چہارم ص ۱۶﴾

سیرۃ ابن ہشام

سیرت ابن ہشام اور روض الانف سہیلی میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو اس سے پہلے تمام اہل اسلام ہجرت کر کے مدینہ منورہ کی طرف جا چکے تھے سوائے ابو بکر صدیق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق کو ساتھ لے کر

رات کے وقت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی ہجرت فرمائی مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حکم فرمایا کہ ہمارے پاس جمع شدہ لوگوں کی امانتیں اُن کے سپرد کرنے کے بعد تم بھی ہمارے بعد مکہ معظمہ سے ہجرت کر آنا۔

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد مکہ معظمہ میں تین دن اور تین راتیں قیام فرما کر لوگوں کی امانتیں واپس فرمائیں حتیٰ کہ ہجرت فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلثوم بن ہدم کے گھر تشریف لے گئے تو اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم آپ کے ساتھ تھے پھر اس کے بعد آپ نے ایک رات یا دو راتیں قبا میں قیام فرمایا اور پھر مدینہ طیبہ کی بستی میں تشریف لے گئے۔

اما علی فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلغنی اخبرہ بخروجه وامره ان یخلف بعده مکة حتی تؤدی عن رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم الوداع التی کانت عنده للناس .

﴿روض الانف سہیلی جلد دوم صفحہ ۴۲﴾

اقام علی ابن ابی طالب علیہ السلام بمکة ثلاث لیل وایامها حتی ادى عن رسول اللہ صلی اللہ

عليه وآله وسلم الودائع التي كانت عنده للناس حتى
إذا فرغ منها لحق برسول الله صلى الله عليه وآله
وسلم فنزل معه على كلثوم بن هدام فكانت على ابن
أبي طالب إنما كانت إقامته بقاء ليلة أوليتين .

﴿سیرت ابن هشام مع روض الانف جلد دوم صفحہ ۱۰﴾

انوارالمحمدیہ

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ
الکریم کو اپنے تشریف لے جانے سے مطلع فرما کر ارشاد فرمایا کہ علی تم بھی
لوگوں کی ہمارے پاس جمع شدہ امانتیں اُن کے سپرد کر کے ہمارے پیچھے پیچھے
ہجرت کر کے آ جاؤ۔

واخبر عليه السلام عليا بمخرجه امره ان يتخلف

بعده حتى يودي عنه الودائع التي كانت عند الناس ،

﴿انوارالمحمدیہ من المواهب الدنیہ مطبوعہ صفحہ ۵۵﴾

تعارض ختم کرنا چاہا مگر

صاحب سیرت حلبیہ نے ان روایات کا تعارض دور کرنے کے
لئے جو دلائل پیش کئے ہیں ان کا مفہوم یہ ہے۔

اور یہ بھی درست ہے جو کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
زید بن حارثہ اور ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھیج کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ

الکریم کو ہجرت کرنے کے متعلق ارشاد فرمایا تھا اور جناب مرتضیٰ شیر خدارضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں حضرات کے ہمراہ تشریف لائے تھے اور یہ اس روایت کے منافی نہیں ہے جس میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تین راتیں مکہ معظمہ میں لوگوں کی امانتیں واپس کرنے کے لئے رُکے تھے کیونکہ یہ تین راتیں تو امانتیں واپس کرنے کی مدت ہیں اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زید بن حارثہ اور ابورافع کے ساتھ سواریوں پر بھیج کر خود پیادہ مدینہ کی طرف ہجرت کر کے مقام قبا پر کلثوم بن ہدم کے گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تشریف لے جانا پہلی روایت کے مخالف نہیں ہو سکتا۔

لیکن سیرت ہشامیہ میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے جب آپ کلثوم بن ہدم کے گھر تشریف لے کر گئے

اور یہ ملاقات اس قول کے مطابق تو ناقابلِ فہم نہیں جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبا شریف میں اٹھارہ راتیں رُکے رہے اور جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تشریف لے آئے تو آپ مذکورہ بالا شخص کے گھر آپ کو ساتھ لے کر تشریف لے گئے

مگر زید بن حارثہ اور ابورافع کو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام قبا سے رخصت ہو کر مدینہ منورہ میں ابویوب انصاری رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کے گھر میں جا کر نقدی اور اونٹ وغیرہ دے کر اہل خانہ کو لانے کے لئے مکہ معظمہ روانہ فرمایا تھا۔

فلما نفذ ذالك ورد عليه كتاب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بالتخوص اليه الخ . الا ان يقال يجوز ان يكون الكتاب الذي فيه استدعا سيدنا على رضي الله عنه للهجرة كان مع زيد ابى رافع رضي الله تعالى عنهما وانهما صحبا ، ولاننا في ذالك ما تقدم من انه صلى الله عليه وآله وسلم تاخر بعد على رضي الله تعالى عنه بمكة ثلاث ليا تودى الوداع ، لان تلك الليالي الثلاث كانت مدة تاذة الوداع ومكث بعدها الى ان جاءه كتاب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وخئذ يكون قدم على النبي صلى الله عليه وآله وسلم بالمدينة بعد نزولها بقاء على كلثوم ،، وهو لا يتاى الا على القول بانه صلى الله عليه وآله وسلم مكث فء قبا بضعة عشرة ليلة جنبا سياتى و حنئذ يخالف ما سبق من مجيبه مع زيد والى رافع لما علمت انه صلى الله عليه وآله وسلم انما ارسلها بعد ان تحول من قباء الى المدينة.

بات پھر وہی ہے

علامہ برہان الدین حلبی علیہ الرحمۃ کی اس بحث کا جو نتیجہ برآمد ہوا وہ اس روایت ہی کی تقویت کا باعث بنتا ہے جس میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تاجدار انبیاء والمرسلین کے ارشاد کے مطابق رد الامانات کرنے کے تین روز بعد اکیلے ہی پایادہ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرما کر آئے تھے چنانچہ مؤلف موصوف نے پھر تمام تر مباحث کے بعد جو فیصلہ کن روایت نقل فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ،

اور امتناع میں ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم مکہ معظمہ زاد اللہ شرفہا سے روانہ ہوئے تو آپ رات کے وقت سفر شروع فرماتے اور دن کے وقت چھپ جاتے حتیٰ کہ اس دشوار گزار پایادہ سفر نے آپ کے مبارک قدموں کو اس قدر زخمی کر دیا کہ اُن سے خون کے قطرات ٹپکتے تھے جب اس حالت میں آپ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آپ نے شفقت سے آپ کو گلے لگالیا اور فرط جذبات سے تاجدار انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور آپ نے روتے ہوئے جب علی کرم اللہ وجہہ السلام کے زخمی پاؤں پر اپنے دست اقدس سے اپنا لعاب دہن مبارک لگایا تو اُس کی برکت سے پھر کبھی جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اثنائے سفر اس قسم کی تکلیف کی شکایت نہیں ہوئی۔

متن ملاحظہ فرمائیں !

وفى المتاع ، لما قدم بمكة كان يسير الليل ويكمن
النهار حتى تقطرت قدماه ، فاعتنقه النبي صلى الله عليه
وآله وسلم وبكى رحمة لما بقدميه من الورم وتفل فى
يديه وامرهما على قدميه فلم يشكهما بعد ذالك .

﴿سیرت حلبیہ جلد دوم صفحہ ۲۳۳﴾

مدنی زندگی

ترتیب کتاب کا تقاضا تو یہ تھا کہ اب آپ کی مکی حیات مبارکہ کی
طرف مدنی زندگی مبارک کے حالات و واقعات کو بھی بالترتیب پیش کیا جاتا
مگر نہایت غور و خوض کے بعد یہی ایک بات سامنے آتی ہے کہ اس طریقہ کار
پر عمل درآمد کرنا انتہائی مشکل بھی ہے اور ان مضامین کے لئے سدرہ بھی جن
کا تعلق خصوصی طور پر جناب شیر خدا سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات
اقدس سے ہے جیسا کہ آپ کا نکاح مبارک آپ کی اولادِ طاہرہ کی ولادت
مبارکہ غزوات رسول میں آپ کی لامتناہی قوتوں کا ظہور اور قرآنی علوم پر
آپ کی دسترس کا ملہ یہ ایسے منفرد اور متنوع مضامین ہیں جنہیں نہ تو تقسیم کیا
جاسکتا ہے اور نہ ہی ان سے صرف نظر کرنے کے متعلق تصور کیا جاسکتا ہے۔
چنانچہ متذکرہ حالات کے پیش نظر یہی مناسب سمجھا گیا ہے کہ

جناب علی علیہ السلام کی مدنی حیاتِ طیبہ کے دیگر اہم ترین واقعات کتاب ہذا کی دوسری جلد میں بالوضاحت پیش کر دیئے جائیں اور اس جلد میں چند مخصوص ابواب پیش کرنے پر اکتفا کیا جائے اُمید ہے قارئین اس جدتِ ترتیب سے اتفاق فرمائیں گے۔

باب

ترویجِ مقدس

حضرت علی اور سیدہ فاطمہ کا

نکاح مبارک

جناب حیدر کرار کے نکاح مبارک کے واقعہ کو ہم نہایت تفصیل کے ساتھ حضرت علامہ معین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ کی معروف تالیف ”معارج النبوت“ سے نقل کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ بعض اہم روایات کو دیگر کتب معتبرہ کے حوالہ جات سے بھی مزین کرتے جائیں گے تاکہ حقائق پوری تابانی کے ساتھ قارئین کے قلوب و اذہان پر منعکس ہو سکیں چنانچہ ”معارج النبوة“ میں لکھا ہے کہ،

”ہجرت مبارک کے دوسرے سال رجب المرجب یا صفر المظفر کے مہینہ میں دو متبرک ہستیوں کے درمیان عقد مبارک منعقد ہوا اور نکاح مبارک کے اگلے مہینے جناب سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی رخصتی مبارک ہوئی۔“

در سال دوم از ہجرت در ماہ رجب یا صفر بود کہ آن عقد مبارک میان آن دو بندہ متبرک منعقد گشت و بماہ آئندہ ترخیص بظہور آمدہ و در بیان این واقعہ اہل سیر در کتب خود روایات اور دہ اند و بعضی مفصل و آنچہ مولف این کتاب اختیار نمودہ در ”صفوة الصفاة“ است، مسلسل

اہل سیر نے اپنی اپنی کتابوں میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے اُن میں سے بعض نے اجمالی طور پر اور بعض نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور مؤلف کتاب یعنی ملا معین کاشفی کہتا ہے کہ میں نے یہ واقعہ شیخ ابی لافرج عبد الرحمن بن علی بن محمد بن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف ”صفوة الصفاده“ سے نقل کیا ہے اور اس کا عربی زبان سے فارسی زبان میں ترجمہ کر دیا۔

ہر درخواست مسترد

حضرت سلمان فارسی اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت بیان فرماتے ہیں کہ جب جناب سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا عالم طفولیت سے عالم بلوغت میں تشریف لائیں تو اکابر قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے لئے اپنی اپنی درخواست پیش کی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر درخواست کو یہ فرما کر مسترد فرما دیا کہ ہمیں اس امر میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم کا انتظار ہے چنانچہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سلسلہ میں اپنی درخواست پیش کی تو انہیں بھی یہی جواب ملا۔

از تالیف شیخ ابی الفرع عبد الرحمن ابن علی بن محمد الجوزی رحمۃ اللہ، زیرا کہ اس روایت را جامع تریا تم لا جرم مترجمہ آں بشما نقل است کہ ام سلمہ و سلمان فارسی رضی اللہ عنہما گفتند کہ چون فاطمہ رضی اللہ عنہما از مرتبہ صبا درجہ نساء رسدا کا بر قریش بخطبہ اومبا درت می نمودند آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ کارا دوازستہ باہر حق است، مسلسل

مسجد نبوی میں مشورے

ایک روز حضرت ابو بکر صدیق حضرت عمر ابن الخطاب اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے کہ جناب سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے نکاح مبارک کا قصہ چل نکلا تو ان لوگوں نے کہا کہ اس سرمایہ راحت و مسرت کے حصول کے لئے تمام اکابرین قریش نے اپنی درخواستیں بارگاہ رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کی ہیں مگر کوئی درخواست بھی شرف پذیرائی و قبولیت حاصل نہ کر سکی صرف امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم وہ شخص ہیں جنہوں نے نہ تو ابھی تک اس سلسلہ میں درخواست پیش کی ہے اور نہ ہی اس امر کا اظہار فرمایا ہے۔

امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا ذاتی گمان یہ ہے کہ اس کی وجہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ہاتھ تنگ ہونا یعنی آپ کا

وروايتے آنکہ فرمود انتظار و جی می برم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بخطبہ فرمود ہمیں جواب شنید روزے امیر المومنین ابو بکر و عمر و سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہم در مسجد نشسته بودند و سخن فاطمہ رضی اللہ عنہا در میان بود و گفتند اکابر قریش بآں سرمایہ سرور و عیش ایں امر را ظاہر نمودند مقبول میفتاد امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ هنوز خطبہ نکرده و ایں معنی اظہار نہ فرموده، مسلسل

فقر ہے اور میرا گمان یہ ہے کہ جناب سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے نکاح مبارک کا مسئلہ معرض التوا میں ڈال دیا جانا محض حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی وجہ سے ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کی تزویج مبارک پر اظہار رضا مندی فرمایا ہے۔

امیر المومنین ابو بکر رضی اللہ عنہ فرمود کہ مرا مظنہ آں است کہ مانع علی قلت ید است یعنی فقیر است وغالب ظن من آں است کہ مہم فاطمہ کہ در تسویف افتادہ حضرت علی است خدا و رسول او تزویج اور ارضارادہ اند بعد ازاں صدیق اکبر روئے بسعد و عمر رضی اللہ عنہما آوردہ گفت کہ با من موافقت می نمائید کہ بہ زیارت علی رویم و او را خطبہ فاطمہ رغبت نمائیم اگر از مرقرو تنگدستی عذر گوئد اور امد دگارے نمائیم۔

سعد فرمود کہ اے ابو بکر خدائے تعالیٰ ترا ہموارہ توفیق امور خیر کرامت میفرماید خوش باشداے ابو بکر قدم در راہ کہ موافقت نمودہ ہمہ ہمراہیم ہر سہ یار بزرگوار سردتر مہاجر و انصار از مسجد حضرت سیدالابرار بطلب حیدر کرار بیرون آمدند و امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ شتر خود را بردہ و نخلستان یکے از انصار ہاں شتر اب میداد چوں نظر او بر ایشان افتاد با استقبال ایشان آمدہ و استفسار حال نمود امیر المومنین ابو بکر رضی اللہ عنہ گفت یا ابا الحسن فصلتے از خصال خیر نیست مگر این کہ ترا آں جا سبقت است و ترا نزد مسلسل

اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف رُخ اقدس موڑ کر فرمایا کہ میری خواہش یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی زیارت اور ملاقات کو چلیں اور انہیں جناب سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں درخواست پیش کرنے کی ترغیب دلائیں اور اگر وہ اپنی تنگدستی کا اظہار فرمائیں تو ان کو اپنی طرف سے معاونت پیش کریں۔

اس کے جواب میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے ابو بکر اللہ تبارک و تعالیٰ تمہیں خیر و برکت کے امور کو سرانجام دینے کی ہمیشہ توفیق عطا فرماتا ہے ابو بکر خوش رہو ہم اس نیک کام کی انجام دہی کے لئے آپ کے ساتھ ہیں۔

حضرت علی سے ملاقات

چنانچہ یہ تینوں حضرات بزرگوان مہاجر والانصار سیدالابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد مبارک سے باہر تشریف لے آئے اور جناب علی علیہ السلام کو تلاش کرتے ہوئے ایک انصاری کے نخلستان میں پہنچے تو دیکھا کہ جناب علی علیہ السلام اپنے اونٹ کو پانی پلا رہے ہیں آپ نے ان تینوں حضرات کو اپنی طرف تشریف لاتے ہوئے دیکھا تو آپ نے چند قدم آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا اور تشریف آوری کا مقصد دریافت فرمایا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے ابا الحسن خصال محمودہ اور نیک خصلتوں میں سے کوئی ایک خصلت بھی ایسی نہیں جس کے لئے آپ نے سبقت حاصل نہ کر لی ہو اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں جو قدر و منزلت اور عزت و احترام آپ کو حاصل ہے دوسرے کسی بھی شخص کو اس میں آپ کے ساتھ مشارکت اور ہمسری حاصل نہیں اکابر و اشراف قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں جناب سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے لئے اظہار خواست گاری کیا لیکن کسی کو بھی شرف قبولیت حاصل نہ ہو سکا اور کسی کو بھی

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منزلتیت کہ ہیج کس را با تو آن مشارکت نیست اکابر و اشراف قریش بخطبہ فاطمہ مبارک نمودہ ہیج جواب قبول از رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شنیدہ اند و گمان من است کہ اورا از برائے تو جس نمودہ چرا خواستگاری نمی کنی؟ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ چون ایں سخن شنیدہ آب در دیدہ گردانیدہ گفت یا ابو بکر ہیج منمائے آتشہ راجحکلف تمام تسکین دادہ ام تو مرا بیاد میدہی آن رغبتہ کہ مرا بایں امر است شاید کہ ہیج کس را نباشد فاما تنگدستی مانع می آید و یا رائے ایں گفتن نہ دارم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گفت یا ابو الحسن چنین مگوی دنیا نزد خدا و رسول او اعتبارے ندارد باید کہ قلت مال و تنگدستی ہیج وجه مانع ایں مقال نہ گردد۔ مسلسل

حضور رسالت مآب نے اثبات میں جواب نہیں دیا میرا گمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ الزہرا کو آپ کے لئے روک رکھا ہے آپ کیوں اپنی درخواست بارگاہ رسالت مآب میں پیش نہیں کرتے؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جب ان کی یہ بات سنی تو آپ کی چشمان مبارک میں اشکوں کا سیلاب آ گیا آپ نے ابدیدہ ہو کر فرمایا اے ابو بکر! آپ نے یہ گفتگو چھیڑ کر میری تمناؤں اور آرزوؤں کی اس دبی ہوئی آگ کو دو بارہ بھڑکا دیا ہے جسے میں نے بڑی کوششوں کے ساتھ دبا رکھا تھا اور آپ نے مجھ پر یہ سوال کر کے میرے اس شوق کو تیز تر کر دیا ہے جس کے مقابلے میں میری مثل شاید ہی کسی دوسرے کو اس قدر رغبت ہو مگر بات یہ ہے کہ اس آرزو کے اظہار کے لئے ایک تو اپنی کم مائیگی اور تنگدستی کو مانع پاتا ہوں اور دوسری بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار گو ہر بار میں اس قسم کی گفتگو کرنے کی جرأت و جسارت میرے بس کا روگ ہی نہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یا ابوالحسن آپ جانتے ہیں کہ دنیاوی مال و منال خداوند قدوس جل و علا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک قطعی کوئی اہمیت نہیں رکھتے اس لئے یقین رکھیں کہ دنیاوی مال و دولت کی قلت اور آپ کا فقر اس امر کے اظہار کے لئے ہرگز ہرگز مانع نہیں ہیں ﴿چنانچہ اس گفتگو کے بعد﴾

امیر المومنین سیدنا و مرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے

اونٹ کو کھولا اور اس کی مہار پکڑ کر اپنے دولت کدہ پر تشریف لے گئے اور اونٹ کو باندھ کر تاجدار انبیاء رسالت مآب نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی زیارت و ملاقات کے لئے دولت سرائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تشریف لے گئے۔

علی بارگاہ رسول میں

حضور تاجدار مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت محذومہ

امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شتر خود را بکشاء مہارش را گرفته و نجانہ بردو بر بست و بزیارت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشافت و آن سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در منزل ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف آورده بودند چوں شاہ مردان حلقہ بردر زد گفت ام سلمہ کیست؟ آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود بر خیز و در را بکشای "فہذا رجل يحب اللہ و رسولہ و محباہ" ایں مردیست کہ خدا اور رسول اور اداوست میدارند و انیز خدا و رسول را دوست میدارند۔

ام سلمہ گفت پدر و مادرم فدائے تو باد کیست ایں مرد کہ تو در بارہ او گواہی میدہی؟ آن سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود پسر عم من و برادر من علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ و رضی اللہ عنہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا میگوید کہ بزم جستم و چنانا بسرعت می رویدم کہ نزدیک بود کہ بروے در افتم تا در را بکشادم بخدا سوگند کہ در نیامد ادا مے کہ محرم خانہ خود در آمد م۔ مسلسل

دو عالم سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ مبارک میں رونق افروز تھے چنانچہ شاہ مرداں شیر یزداں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک کے دروازہ پر دستک دی تو ام المومنین جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اندر سے آواز دی اور پوچھا کون ہے؟

جناب ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جواب میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ام سلمہ اٹھ کر دروازہ کھولو آنیوالا شخص وہ ہے جس کے ساتھ اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ میری ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ کون مرد ہے جس کے متعلق آپ نے اس قسم کی گواہی دی ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام سلمہ کے جواب میں فرمایا کہ یہ میرے چچا کا بیٹا ہے اور میرا بھائی علی کرم اللہ وجہہ و رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر جلدی سے اٹھی اور تیزی سے دروازہ کھولا خدا کی قسم حضرت علی نے اس وقت تک حجرہ مبارک میں قدم نہیں کرھا جب تک میں حرم خانہ کے اندر نہ آگئی۔

میرے اندر پہنچنے کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اندر تشریف لائے اور کہا کہ السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے سلام کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

وعلیک السلام ابا الحسن آپ پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں اور پھر جناب علی علیہ السلام کو اپنے قریب بٹھالیا۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اس طرح بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے سر جھکایا ہوا تھا اور نگاہیں زمین پر گاڑ رکھی تھیں اور بیٹھنے کے انداز سے یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی حاجت مند ہو مگر شرم و حیا کی وجہ سے اپنی ضرورت کا اظہار کرنے سے قاصر ہو اور جرات لب کشائی نہ رکھتا ہو گویا حالت یہ تھی۔

فرط حیا سے کھلتے ہی ہونٹ لرز کے رہ گئے

جوش طلب میں دیکھتے جنبش لب کی احتیاط

بہر حال! حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی یہ حالت دیکھی تو نہایت شفقت سے خود ہی اظہارِ تمنا

آنکھ در آمد و گفت السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جواب فرمود، کہ وعلیک السلام یا ابا الحسن ورحمۃ اللہ وبرکاتہ واور از خود بٹھاندا، امیر المومنین رضی اللہ عنہ، سر مبارک فرو انداختہ در زمین می نگرہست چوں کہ کہ حاجتے دارد و از عرض آں شرم میدارداں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ اے علی چناناں پندارم کہ حاجتے داری و از آں شرم می داری بگوئی ہر چہ در دل داری و شرم مدار کہ حاجت تو نزد ما مقضیٰ است، مسلسل

کرنے کا موقع فراہم کرتے ہوئے فرمایا علی ہم جانتے ہیں کہ تم کس ضرورت کے تحت حاضر ہوئے ہو مگر اپنی ضرورت بیان کرنے میں شرم و حیا کی وجہ سے جھجک محسوس کرتے ہو۔

ہم تمہیں دل کی بات زبان پر لانے کی اجازت دیتے ہیں تمہیں

حضرت امیر فرمود کہ یا رسول اللہ پدر و مادرم فدائے تو باد حضرت ترا معلوم است کہ از آوانِ صغر، دمر اتر بیت ہائے ظاہرہ و باطن مستعد گردانیدہ و ایں احسان و شفقت کہ از حضرت تو در بارہ خود مشاہدہ کردم از پدر و مادر خود عشرِ عشرِ آں نہ یدم و حق تعالیٰ ببرکت تو مرا از دین باطل رہانید و بدیں تو یم و صراطِ مستقیم رسانید حاصل کہ ذخیرہٴ عمر و زندگانی و مایہٴ عیش و کامرانی من تو یم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکنون ما نکہ دولت و خدمت و سعادت مساعدت بازوئے تمکین من محکم گشتہ ، و فوز و فلاح و خیر و نجات دارین مسلم شدہ تمنائے آں در خاطر نقش بستہ ام کہ مرا ہیچ خانہ و سرا و سرانجامے نیست و حلیلہ کہ محرم اسرار و مولس جاں فگار باشد و مدتے مراد اعیہ آں است کہ ذکر خطبہٴ فاطمہؑ در میان آرم و از جہت تو ہم گستاخی در تسویفش می دارم، ہیچ امکان دارد کہ ایں معنی در خارج موجود تواند بود یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مسلسل

ہمارے سامنے شرمانے کی ضرورت نہیں جو بھی تمہارے دل میں ہے بلا جھجک بیان کر دو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حوصلہ آفرین گفتگو سننے کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ جانتے ہیں کہ آپ نے بچپن ہی میں مجھے میرے والدین سے لے کر اپنی غلامی کے لئے مخصوص فرمالیا تھا۔ اور آپ ہی نے میری ظاہری اور باطنی تربیت فرما کر مجھ میں یہ استعداد اور قابلیت پیدا فرمائی ہے اور آپ کے جو احسانات اور مہربانیاں میں نے اپنی ذات کے لئے مشاہدہ کی ہیں اپنے والدین سے اس کا عشر عشیر بھی مجھ کو نہیں ملا اور آپ ہی کی شفقت و برکت کی وجہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے ادیان باطل سے بچا کر صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی۔

الغرض میرا ذخیرہ عمر اور سرمایہ حیات آپ ہی کی ذاتِ اقدس ہے اور میرے عیش و کامرانی کی وجہ آپ ہی کا وجود مسعود ہے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب جب کہ آپ کی ملازمت اور غلامی کی سعادت سے مشرف ہونے کی وجہ سے مجھے یہ شوکت و تمکنت اور قوت و برکت حاصل ہو چکی ہے اور فوز و فلاح و خیر و نجات دارین کا شرف حاصل ہو چکا ہے اور اب جب کہ مجھے آپ کے لطف و کرم نے یہ سہارا دے دیا ہے کہ میں اپنے دل کی بات زبان پر لے آؤں تو میری گزارش یہ ہے کہ میری دلی تمنا اور دیرینہ قلبی

آرزو یہ ہے کہ آپ مجھے اپنی دامادی کا شرف عظیم بھی عطا فرمادیں۔“

﴿میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ میں مدتِ مدید سے جناب فاطمۃ الزہرا کے لئے درخواست پیش کرنے کا ارادہ کرتا رہا ہوں لیکن اس خیال سے کہ کہیں یہ میرے عرضداشت گستاخی پر محمول نہ ہو، اس ارادہ کو معرض التواء میں ڈال دیا کرتا تھا۔ یا رسول اللہ ”صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“ کیا ایسی کوئی صورت ممکن ہے کہ میری یہ آرزو پوری ہو سکے۔“

حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے دُور سے نگاہ کی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی یہ درخواست سننے کے بعد رسول

ام سلمہ می گوئید کہ از دور نگاہ می کردم کہ ازیں سخن چینیں مبین آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برافروخت و بلب شیریں بروئے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ تسیم فرمود و گفت اے علی ہج داری از مایحتاج تاہل کہ باں تو سل نمائی حضرت امیر گفت یا رسول اللہ ہج کس براحوال من چنان مطلع نیست از یاراں،

و دوست داران کہ تو و از نظر تو چیزے پوشیدہ نیست۔ مرا شمشیر است و زر ہے و شترے ہر چہ فرمائی حاکمی، فرمود کہ ترا شمشیر ضرورت است کہ پیوستہ بجا و مبادرت می نمائی و شتر را حلہ و مطہ تست آں نیز لا بد است بلکہ بذرع با تو صلح میکنم و بہماں اکتفای نمائیم۔ مسلسل

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رُخِ انور کو مسرت سے جگمگاتے دیکھا اور آپ نے مُسکراتے ہوئے فرمایا ! اے علی تم اس کام کی انجام دہی کے لئے اپنے پاس کیا رکھتے ہو ؟

جنابِ حیدر کرار نے عرض کی ! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ” میرا تمام حال آپ پر ظاہر ہے اور آپ کی نگاہِ ناز سے کوئی بات اور کوئی چیز اوجھل نہیں۔ “ گویا ان الفاظ میں عرضِ حال کیا کہ

تجھے کیا بیاں اے دربارِ تیرے سامنے میرا حال ہے
یا پھر شاید اسی موقع کے لئے ترجمانِ اہلسنت علامہ محمد اقبال علیہ
الرحمۃ نے یہ شعر کہا ہے۔

اے فروغِ صبح آثارِ ودھور
چشمِ تو پیدہ مافی الصدور

بہر حال ! جنابِ مولائے کائنات علی علیہ السلام نے عرض کیا
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ جانتے ہیں کہ میرے پاس ایک شمشیر،
ایک زرہ اور ایک اونٹ ہے اب آپ جو حکم فرمائیں مجھے منظور ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ! ” علی ! تم مجاہد آدمی
ہو اور جہاد کے لئے تمہیں تلوار کی ضرورت ہے اور سواری کے لئے اونٹ بھی
نہایت اہم ضرورت کا حامل ہے البتہ زرہ پر معاملہ طے ہو سکتا ہے اور اسی پر
اکتفاء کرتے ہیں۔

اور اے ابا الحسن ! ہم تمہیں خوشخبری دیتے ہیں کہ یقیناً اللہ تبارک و تعالیٰ جل مجدہ الکریم نے آسمان پر تمہارا اور فاطمہ کا نکاح کر دیا ہے۔ تمہارے یہاں آنے سے پہلے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے پاس ایک فرشتہ کو بھیجا تھا اُس کے متعدد منہ اور بہت زیادہ پر تھے اُس نے مجھے سلام کیا اور کہا کہ آپ کی پاکیزگی نسل کے جمع ہونے کی خوشخبری ہو۔

ہم نے اُس سے پوچھا کہ اے فرشتے ! اس پاکیزگی و طہارتِ نسل کا مطلب کیا ہے ؟

تو اُس نے کہا ! یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ میں حاملہ عرش میں سے ایک موکل فرشتہ ہوں میرا نام سطا کل ہے، مجھ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے

و ترانیز بشارتے مید ہم یا ابا الحسن بدرستی کہ حق تعالیٰ عقد فاطمہ و تو در آسمان بستہ پیش از اس کہ تو بیائی ملکہ را حق تعالیٰ پیش من فرستاد کہ مراں فرشتہ روئے یاد بالہائے بسیار بود مرا سلام کرد و گفت البشر جمع و طہارت النسل من ازوے سوال کردم کہ اے ملک ایں بشارت نسل عبارت از چیست گفت یا محمد امن سطا کلیم فرشتہ ام موکل بیکی از تو ائم عرش مرا حق تعالیٰ اجازت فرمود تا ترابشارتے بمشر گردانم و ایک جبریل علیہ السلام از عقب می آید و کیفیت

واقعہ را اویان خواہد کرد۔ مسلسل

حکم دیا ہے کہ آپ کو یہ خوشخبری سناؤں اور یہ کہ جبریل علیہ السلام بھی میرے پیچھے آرہے ہیں وہ اسکی کیفیت اور تمام واقعہ عرض کریں گے۔

معارض کے علاوہ

اگرچہ ہم نے اب تک جس قدر بھی عبارت پیش کی ہے وہ معارج النبوت ہی کی عبارت ہے جو ملا معین کاشفی علیہ الرحمۃ نے محدث ابن جوزی کی کتاب ”صفوة الصفادہ“ سے نقل کی ہے، چونکہ ابن جوزی متشدد دین کے نزدیک بھی ثقہ آدمی ہے اس لئے یہ انتخاب عمل میں لایا گیا ہے حالانکہ اس قسم کی روایات دیگر متعدد کتب میں بھی موجود ہیں۔“

تاہم اب چونکہ جناب حیدر کرار اور سیدہ فاطمہ الزہرا علیہما السلام کا آسمانوں پر نکاح مبارک ہونے کا واقعہ شروع ہونے والا ہے اور بعض معاندین ایسی روایات کو وضعی قرار دینے میں یہ طوئی رکھتے ہیں اس لئے مناسب خیال کیا گیا ہے کہ ابھی سے علامہ ابن جوزی اور علامہ معین کاشفی کے ساتھ دیگر چند محدثین اور سیرت نگاروں کو بھی شامل کر لیا جائے چنانچہ اس ضمن میں پہلے شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ عبارت ملاحظہ فرمائیں جس میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور جناب سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہما کا عقد مبارک حکم خداوندی ظہور میں آیا۔

”پس آید علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں رسول خدا

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و سلام داد بروے پس جواب
سلام دے داد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
و گفت چه چیز آورده است ترا نزد ما اے پیر ابو
طالب؟

گفت آمده ام تا خواستگاری کنم فاطمہؑ را پس
فرمود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس در گرفت
آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را حالتی کہ در می
گرفت اورا نزد وحی در بوده شد از خود بیستر کشاده
شد آں حالت بحال خود آمد و فرمود یا انس آمد جبرئیل
علیہ السلام از نزد پروردگار عرش و گفت! بدستی
خدائے تعالیٰ امری کند کہ ترا تزویج کنی فاطمہؑ را
باطلی۔“

﴿مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۱۷۷ از شاہ عبد الحق محدث دہلوی﴾
اس سے پہلے کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور جناب سیدہ
فاطمہؑ الزہرا سلام اللہ علیہا کے آسمانوں پر نکاح مبارک ہونے کی معارج
النبوت اور دیگر کتب سے روایات پیش کی جائیں شاہ عبد الحق محدث دہلوی
علیہ الرحمۃ کی مندرجہ بالا عبارت کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

ترجمہ! پس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے سلام کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا، اے ابوطالب کے بیٹے ! کس مقصد کے لئے ہمارے پارے پاس آئے ہو ؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کی ﴿یا رسول اللہ﴾ میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ کی خدمت میں فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہ کی خواست گاری کی درخواست پیش کروں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ مرحبا واهلا اور اس کے آگے کچھ نہ فرمایا۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ پر وہ حالت طاری ہو گئی جس کا نزول وحی کے وقت طہور ہوتا تھا پھر جب آپ کی حالت معمول پر آئی تو آپ نے مجھے فرمایا کہ اے انس جبریل علیہ السلام پروردگار عرش کی طرف سے میرے پاس آئے تھے اور یہ پیغام لائے تھے کہ یقیناً اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو ارشاد فرمایا ہے کہ آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ فاطمہ سلام اللہ علیہا کا عقد مبارک فرمادیں۔

حیدر کرار کا نکاح آسمانوں پر نامہ خدا بنام مصطفیٰ

سلطان فرشتہ کی گفتگو ابھی جاری ہی تھی کہ جناب جبریل علیہ السلام نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور جنت کے سفید ریشمی کپڑے کا ٹکڑا جو وہ اپنے ساتھ لائے تھے پیش کیا۔ اس ریشمی کپڑا پر نور سے دو سطریں مرقوم تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا اے برادر جبریل اس مکتوب کا مضمون کیا ہے؟

سلطان ایں سخن در میان داشت کی جبریل علیہ السلام آمد و سلام کدو حریر پارہ سفید از حریر بہشت با خود ہمراہ آور دو دروے دو سطر از نور مکتوب بود پرسیدم کہ اے برادر جبریل ایں نامہ لست و مضمون ایں مکتوب چلیست؟ جبریل گفت یا محمد حق تعالیٰ ترا خلق خدا برگزیدہ و از برائے تو برادرے و صابجے اختیار کردہ فاطمہ بوے دہوے را بدامادی برگزیدن پرسیدم کہ کیست ایں کس کہ خلعت اخوت من بر قامت او چست و درست آمدہ است؟

گفت برادر تو در دین و پر علم تو از روئے نسب تبعین امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ حق تعالیٰ عقد نکاح ایشان را در آسمان عقد گردانید

جبریل علیہ السلام نے عرض کی! یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو تمام مخلوق میں برگزیدہ فرمایا ہے اور آپ کے لئے بھائی اور ساتھی کا انتخاب فرمایا ہے اور فاطمہ کو اس کے سپرد کر دیا ہے آپ فاطمہ کے ساتھ اس کا عقد فرمائیں اور اسے اپنی دامادی میں قبول فرمائیں۔

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے جبریل سے پوچھا کہ وہ شخص کون ہے جس کے جسم پر ہماری اخوت کا خلعت آراستہ ہو سکتا ہے؟

تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ وہ دین کے لحاظ سے آپ کا

بائیں طریقہ کہ اول خطا بجناب فرمود تا ہر تیب تمام خود را آراستہ و خور عین وحی فرستاد کہ باز یورہا خود را مزین گردانیدہ و بہ شجر طوبی پیغام فرستاد تا بجائے اوراق حلدہ ہا ترتیب زائد بعد ازاں امر فرمود تا ملائکہ کرام آسمانہ را آسمانی چہارم نزدیک بیت المعمور جمع آئندہ و منبرے کہ موسوم است بمنبر کرامت و حضرت آدم علیہ السلام بروئے خطبہ خوانندہ است آن و آن منبرے نور است، در پیش بیت المعمور نہادہ پس حق تعالیٰ وحی فرمود بمکہ کہ اسم اورا خیل است تا بر میں منبر برآمد و حمد و ثنائے ملک تعالیٰ بقدر ہم رسانید و حالی آن کہ در میان فرشتگان پہنچ یک بقصاحت و لطافت تعلق و حسن صورت و انیمیت و از حسنا سورت و ملاست ببارب و احسان و کثرت روزانہ تر از در آمد و

بھائی اور نسب کے لحاظ سے آپ کے چچا کا بیٹا امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کا عقد نکاح اس طریقہ سے آسمان پر منعقد کیا ہے کہ پہلے تو بیستوں کو خطاب فرمایا کہ خود کو زیب و زینت سے اچھی آراستہ و پیراستہ کر لیں اور پھر حوران بہشتی کو پیغام بھیجا کہ خود کو زیور ہائے جنت سے اچھی طرح مزین کر لیں اور پھر شجر طوبیٰ کو پیغام بھیجا کہ وہ چوں کی جگہ حله ہائے فردوس سے اپنی ترتیب و تزئین کر لے۔

اس کے بعد تمام آسمانوں کے ملائکہ کرام کو حکم فرمایا کہ سب کے سب جو تھے آسمان پر بیت المعمور کے نزدیک جمع ہو جائیں تو جب یہ سب کچھ ہو گیا تو نور کا وہ منبر جو منبر کرامت کے نام سے موسوم ہے اور بیت المعمور

آسمان ہا در جنبش آمد بعد از حق تعالیٰ بمن کہ جبریلیم وحی فرمود کہ اے جبریل من کنیزک فاطمہ بنت محمد را بہ بندہ خود علی ابن طالب عقد بستہ ام تو نیز میان ملائکہ آں انعقاد را مؤکد گردان من نیز فرمان حضرت الہی جل و علیٰ چوں موسید شدم تا عقد نکاح ایشان بستم و ملائکہ را بگواہے گرفتہ و صورت واقعہ را بریں حریر ثبت ساختہ بہ شہادت ملائکہ مؤشع گردانیدم و بنظر،

حق تعالیٰ فرمودہ بر تو عرض کنم بعد ازاں آن را بہ مشک مہر کنم و برضوان خازن جنت سپارم و بعد ازاں کہ ایں عقد میمون منعقد گشت حق تعالیٰ بدرخت طوبیٰ امر فرمود تا زیور علی و حلیٰ منتشر گردانند و ملائکہ حوراں و غلمان و

کے سامنے رکھا ہوا ہے اس پر بیٹھ کر حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطبہ پڑھا۔

جناب آدم علیہ السلام کے خطبہ کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ جل مجدہ الکریم نے راحیل نامی فرشتہ کو حکم فرمایا کہ وہ منبر پر آئے اور حمد و ثناء بیان کرے،

راحیل فرشتہ تمام ملائکہ میں سب سے زیادہ خوبصورت اور فصاحت و بلاغت میں اپنی مثال آپ ہے جب اس نے حکم پروردگار حمد و ثناء سے خطبہ کی ابتداء کی تو اس کی خوش آوازی حسن صورت و لطافتِ لفظ و گویائی سے

و لدان بتلاش ہر یک حلہ و ز یورے ر بودند ہدایا و تحائف کہ در میان آں طائفہ بیکد یکد بید یہ برندا قیام قیامت ازیں حلھا و طہیہا خواہد بود بعد ازاں بد رستگہ حق تعالیٰ مرا امر فرمود تا ترابا یں عقد ازواج بشارت و ہم و تہنیت رسا نم و تو نیز بشارت دہ ایثاں را باد و فرزندار جند طاہرین و فاضلین ہم در دنیا و ہم در آخرت،

آنگاہ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود یا ابا الحسن سو گند بخدا کہ مہنوز جبریل بمعارض آسمان قدم نہ نہادہ بود و بال اقبال بطیران فضاے حکومت نہ کشادہ بود کہ تو حلقہ بردر زدی یا ابا الحسن فرمان حضرت پروردگار جل و علی ناقد گشتہ بر خیر تا بمسجد رویم و بروں اشہاد انعقاد ایں عقد مبارک بمقدیم رسا یم

تمام ملائکہ سموات جھومنے لگے بعد ازاں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا کہ اے جبریل میں نے اپنی کنیز فاطمہ بنت محمد ﴿صلوٰۃ اللہ علیہا﴾ کے ساتھ اپنے بندہ خاص ولی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح کر دیا ہے تو بھی اس نکاح مبارکہ کو ملائکہ کرام میں منعقد کر میں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم کے مطابق ان دونوں برگزیدہ ہستیوں کا عقد نکاح کر کے تمام ملائکہ کو گواہ کیا اور یہ تمام واقعہ دستاویز کی صورت میں اس ریشمی کپڑا پر مرقوم کر دیا گیا ہے اور مجھے حکم دیا گیا تھا کہ اسے آپ کی خدمت میں پہنچا دوں!

نسیم امروہوی کا خراج عقیدت

محترم نسیم امروہوی صاحب اس آسمانی نکاح مبارک کا نقشہ اپنے اشعار میں اس طرح کھینچتے ہیں۔

اب ذکر عقد جان و دل مصطفیٰ سنو
 مدح بتول و منقبت مرتضیٰ سنو
 گھر کا خدا رسول کے یہ ماجرا سنو
 نسبت کہاں سے آئی ہے یہ بھی ذرا سنو
 ہے حکم رب عظیم عالی نژاد کو
 بیٹی تم اپنی دے دو مرے خانہ زاد کو

یاں حکم رب سے خوش ہیں رسول فلک مقام
 واں ہے علی کے بیاہ کی اعلیٰ میں دھوم دھام
 حق نے کیا ہے جشن عروسی کا اہتمام
 معمور صو سے خانہ معمور ہے تمام
 ہے عقد جانشین پیمر بتول سے
 قربت بڑھی خدا سے قرابت رسول سے

آراستہ نکاح کی ہے بزمِ بے مثال
 منبر پر خطبہ پڑھتا ہے راحیل خوش مقال
 داؤد وجد کرتے ہیں لہجے کا ہے یہ حال
 بحرین کا صورتِ سعدین اتصال

شاید وہ ہے وجودِ بشر جس کے ہاتھ ہے
 قاضی وہ ہے قضا و قدر جس کے ہاتھ ہے

شادی کی بارگاہ بنا آستانِ غیب
 حور و ملک ہیں بزمِ نشین مکانِ غیب
 سہرا بنے ہوئے ہیں گل بوستانِ غیب
 محوِ ادائے صیغہ ہے گویا لسانِ غیب

شادی سے اہلِ بزم کا دل شاد ہو گیا
 حق کا ولی رسول کا داماد ہو گیا
 بہر حال جبریل علیہ السلام نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم میں عرض کیا کہ بیت المعمور پر منعقد ہونے والے اس نکاح مبارک
 کی دستاویز پر ملائکہ کرام کی گواہی ڈال دی گئی تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے
 ارشاد فرمایا۔

کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام حالات عرض کروں اور نکاح
 نامہ کی اس تحریر کو کستوری سے مہر کر کے رضوانِ خازنِ جنت کے سپرد کردوں

حُلے نچھاور کئے گئے

نیز یہ کہ اس عقد مبارک کے انعقاد کے بعد محکم پروردگار شجر طوبیٰ نے اپنے حُلے اور زیورات نچھاور کئیے اور ان زیورات اور حُلّوں کو حوروں فرشتوں اور ولدان و غلمانِ جنت نے پوری کوشش کے ساتھ اکٹھے کر لیا اور خاص تحائف کی صورت میں ایک دوسرے سے تبادلہ کرتے رہیں گے بعد ازاں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ آپ کو اس عقد ازدواج کی خوشخبری اور ہدیہ تبریک و تہنیت پہنچاؤں نیز یہ کہ آپ ان ہر دو محترم اور مقدس ہستیوں کو دو طیب و طاہر اور مقدس و افضل فرزند انِ عالیشان کی بشارت دیں ان کی سر بلندی اور ارجمندی کی دنیا میں بھی اور آخرت کے لئے بھی۔

ایسی بھی کتخدائی نہ ہوگی خدائی میں
دو لال کبریا نے دیئے رونمائی میں

حضور خوش ہو گئے

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے ابالحسن خدا کی قسم ابھی جبریل نے آسمان کی بلندیوں میں قدم بھی نہیں رکھا اور ملائکہ نے فضا میں اپنے پروں کو بھی نہیں کھولا تھا کہ آپ نے آکر دروازہ پر دستک دے دی اے ابالحسن اللہ تبارک و تعالیٰ کا حکم نافذ ہو چکا ہے اُٹھتے اور مسجد کی طرف چلیں تا

کہ اس عقد مبارک کا انعقاد گواہوں کے سامنے کیا جائے۔

سبحان اللہ! کیا شان ہے جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جن کی بزم نکاح کے انعقاد کا اہتمام خود خالق کائنات فرماتا ہے۔

یہ بزم نکاح خاص ہے

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تا قیام قیامت رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کا سلسلہ جاری و ساری رہے گا مگر یہ رشتہ داریاں قائم کرنے میں دولہا اور دلہن کے عزیز واقارب کا ہاتھ ہے آج کل تو خیر سے میاں بیوی خود ہی ایک دوسرے کو پسند کر لیتے ہیں اور رشتہ زوجیت کو کو میرج کے نام سے یاد کیا جاتا ہے تاہم شرفاء کے گھرانوں میں زیادہ سے زیادہ یہی ہوتا ہے کہ بچوں کے والدین اور قریبی رشتے داران کے لئے رشتے داران کے لئے رشتے تلاش کرتے ہیں اور پورے طریقہ سے مطمئن ہونے کے بعد جانبین کا انتخاب عمل میں لایا جاتا ہے مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی وہ عظیم المرتبت اور عالی قدر ہستی ہیں جن کے لئے رشتہ کا انتخاب اس مقدس ذات نے کیا جو ”لم یلد ولم یولد“ کی شان رکھنے کے ساتھ بیوی رکھنے کے تصور سے بھی پاک اور منزہ ہے۔

اللہ نے بزم سبائی

اللہ تبارک و تعالیٰ جل مجدہ الکریم نے جناب حیدر کرار علیہ السلام

کے لئے دونوں جہان کی عورتوں کی سردار اور تمام کائنات کی عورتوں سے افضل و اعلیٰ ہستی معظمہ کا محض انتخاب ہی نہیں کیا بلکہ ان ہر دو مقتدر ہستیوں کے نکاح مبارک کی بزم بھی خود ہی آراستہ فرمائی اور دونوں جہان میں ہونے والے نکاح مبارک کے سب سے بڑے جشن میں تمام ملائکہ اور حوران بہشتی کو بھی شامل فرمایا یہ معمولی اعزاز نہیں بلکہ یہ وہ اعزاز عظیم ہے جو سوائے حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دنیا کے کسی فرد بشر کو حاصل نہیں خواہ وہ کسی بھی عظیم مقام پر فائز ہو۔

ہم آئندہ اوراق میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کو بھی بالوضاحت نقل کریں گے جس میں آپ نے وضاحت کی ہے کہ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نہ ہوتے تو میری بیٹی فاطمہ کے لئے کوئی دوسرا کفو ﴿جوڑ﴾ موجود ہی نہ تھا بہر حال حضرت جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح مبارک کے جشن عظیم کا یہ نقشہ تھا۔

ہے گونجِ طبلِ کلمۂ طیب کی تا سدا

تا شے خدا کی حمد کے بجتے ہیں جا بجا

گویا شہادتین کا ہے جھانج بر ملا

تکبیرِ جبرائیل ہے شہنائی کی صدا

نغروں سے گونجتی ہے فضا دو جہان کی

نقارے ہیں درود کے نوبت اذان کی

برپا ہے جشنِ مرتضوی تابہ لامکاں
 حوروں میں رت جگا ہے سجائی گئی جٹاں
 زہرہ نے اپنے رقص سے باندھا ہے وہ سماں
 خود جھومتا ہے وجد میں طاؤس آسماں
 بزمِ طرب میں عالمِ بالا شریک ہے
 وہ بھی شریکِ حال ہے جو لاشریک ہے

حیدارانِ اہل بیت کی رہائی

معارض النبوة کے علاوہ دیگر متعدد کتب سیرت میں مرقوم ہے کہ
 امیر المؤمنین امامِ اہل بیت شہیدِ خدا حیدرِ کرار حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور
 جناب سیدۃ النساء العالمین محرومہ کائنات سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا
 کے نکاح مبارک کی خوشی میں اللہ تبارک و تعالیٰ مجددہ الکریم نے رضوانِ جنت
 کو ارشاد فرمایا کہ طوبیٰ کے درخت کو ہلائیں اور اس سے گرنے والے اوراق
 کو جمع کر کے ملائکہ اور حوریں آپس میں تحائف کی صورت میں پیش کرتے
 رہے حتیٰ کہ قیامت کے دن ایک ایک ورق تمام مہمانِ اہل بیت میں تقسیم
 کر دیں۔

تاکہ یہ ورق دوزخ سے رہائی کے تمسک نامہ کا کام دیں اور
 حیدارانِ آلِ رسول کے لئے جنت لازمی ہو جائے چند کتابوں کے حوالہ

جات ملاحظہ فرمائیں۔

الاصابه فی تمیز الصحابه

ابو موسیٰ ابن مردویہ کے طریق سے اسناد کے ساتھ عباد بن راشد ایمانی سے روایت بیان کرتے ہیں کہ سنان بن شفعہ اسی نے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیں جبریل نے بتایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمہ اور علی کی تزویج فرمائی تو رضوان کو فرمایا کہ شجر طوبی کو ہلا کر اہل بیت محمد کی تعداد کے برابر ورق گرائے ابو موسیٰ نے کہا میں اسناد میں ابن راشد کے سوا کسی کو نہیں جانتا۔

روی ابو موسیٰ من طریق ابن مردویہ با سندہ الی
عباد بن راشد الیمانی حدثنی سنان بن شفعہ الادسی
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدثنی
جبریل ان اللہ تعالیٰ لما زوج فاطمة علیا امر رضوان
فا امر شجرة طوبی فحملت رقاقا بعد و محبی آل
بیت محمد ﴿صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾
قال ابو موسیٰ لیس فی اسنادہ من یعرف سوی عباد
بن راشد .

﴿الاصابه فی تمیز الصحابه جلد دوم ص ۸۱﴾

الصواعق المحرقة

علامہ ابن حجر مکی تہمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تالیف صواعق محرقة میں ابو بکر خوازمی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو آپ کا رخ انور اس طرح طلعت بار تھا جیسے چاند کا دائرہ آپ کی مسرت آفرینی کے متعلق حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استفسار کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا مجھے میرے پروردگار کی طرف سے بشارت دی گئی ہے کہ میرے چچا زاد بھائی علی ابن ابی طالب اور میری بیٹی فاطمہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ عنہ نے رشتہ زوجیت میں منسلک فرما کر رضوان خازن الجنان کو حکم فرمایا ہے کہ وہ طوبیٰ کے درخت کو ہلائے اور اس سے گرانے والے اوراق مہمان اہل بیت کرام کی تعداد کے مطابق اٹھائے جائیں اور پھر طوبیٰ کے نیچے نور سے ملائکہ پیدا کئے اور وہ اوراق ان ملائکہ کو دے دیئے گئے پس جب قیامت قائم ہوگی تو فرشتے تمام مخلوقات میں منادی کریں گے اور مہمان اہل بیت میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہوگا جسے وہ ورق نہ دیا جائے اور اس تمسک نامے پر جہنم سے رہائی کے متعلق لکھا ہوگا۔

میرے چچا زاد بھائی علی اور میری بیٹی فاطمہ کی اس تقریب مناکحت کی برکت سے میری امت کے مردوں اور عورتوں کی گردنیں جہنم سے آزاد ہو جائیں گی۔

واخرج ابو بكر الخوارزمي انه صلى الله عليه وآله
وسلم خرج عليهم ووجهه مشرق كدائرة القمر
فاسئله عبد الرحمن بن عوف فقال بشارة اتنتى من
ربى فى اخى و ابن عمى و انبتى بان الله زوج عليا من
فاطمة امر رضوان خازن الجنان فهز شجرة طوبى
فحملت رقا قاي عنى صكا كا بعد دمحبى اهل البيت
وانشأتحتها ملائكة من نور دفع كل ملك صقا فا
ذا ستوت القيامة باهلها نادت الملائكة فى
الخلايق فلا يبقى محب لاهل البيت الا دفعت اليه
صكا فيه فكاه من النار فصار لى و ابن عمى و
انبتى فكاه رقاب رجال و نساء من امتى من النار .
﴿الصواعق المحرقة مطبوعه مصر ص ٤٢﴾

ابن حجر مکی

علامہ ابن حجر مکی ^{ہشتمی} رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علوم دینیہ پر کامل دسترس رکھنے والے علماء فقہ میں سے ایک ہیں اور حفاظ حدیث میں آپ کو ایک خاص مقام حاصل ہے نقد و رجال پر آپ کی تصنیف لطیف مجمع الزوائد متشددین کے نزدیک بھی ثقہ ترین کتاب ہے اور بس کتاب کی عبارت پیش کی جاتی ہے اگرچہ اس میں فضائل اہل بیت بیان کرنے میں رہ گز ہرگز کسی بخل سے کام نہیں لیا گیا تاہم یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آپ نے یہ کتاب ترویج

روافض میں لکھی ہے اور روایات نقل کرنے پر پوری احتیاط سے کام لیا ہے ان حالات کے پیش نظر صاحب الاصابہ کا محض یہ کہہ دینا کہ روایت میں سلسلہ اسناد مکمل نہیں کوئی اہمیت نہیں رکھتا علامہ ابن حجر مکی کی پیش کردہ دیگر متعدد کتب میں بھی موجود ہے چنانچہ،

البيان والتبين

علامہ ابن جاحظ اگرچہ معتزلہ میں سے ہیں تاہم ان کی مندرجہ بالا کتاب کو ثقاہت کا درجہ حاصل ہے جس کی تفصیل کسی دوسرے مقام پر پیش کی جائے گی۔

علامہ جاحظ اپنی مشہور کتاب البیان والتبین میں یہ روایت پوری کی پوری نقل کرتے ہیں یہاں ان کی عبارت کا ترجمہ پیش کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے کیونکہ عربی متن تقریباً وہی ہے جسے ہم صواعق محرقہ سے نقل کر چکے ہیں۔

بلال بن حمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکراتے ہوئے رخ انور کے ساتھ ہم لوگوں کے پاس تشریف لائے اور آپ کا چہرہ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح اپنی نور بیز کر نہیں بکھیر رہا تھا آپ کو اس مسرت آگیاں عالم میں دیکھ کر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کس مسرت کا نور ہے جو آپ کے رخ انور پر متجلی ہو رہا ہے؟

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پروردگار نے میرے بھائی اور ابن عم ﴿علیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم﴾ اور میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق میرے پاس وحی بھیجی ہے اور مجھے خوشخبری سنائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر علی کا نکاح فاطمہ سے کر دیا ہے اور بہشتوں کے خازن رضوان کو ارشاد فرمایا ہے کہ وہ شجر طوبیٰ کو ہلائے۔

جبریل کہتے ہیں کہ جب رضوان نے طوبیٰ کو ہلایا تو میں نے حیدران اہل بیت کی تعداد دے مطابق تمسک نامے جمع کر لئے۔

نیز اللہ تبارک و تعالیٰ نے زیرین طوبیٰ اپنے نور سے ملائکہ کو پیدا فرمایا وہ ہر ایک فرشتے کو ایک ایک ورق دے دیا جس روز قیام قیامت ہوگا تو ملائکہ مخلوقات میں منادی کریں گے حتیٰ کہ میرے اہل بیت سے محبت کرنے والا ایک شخص بھی ایسا نہیں رہے گا جس کو وہ دستاویز نہ ملے جو طوبیٰ نے گرائیں تھیں اور ان پر جہنم سے رہائی کے الفاظ تحریر ہیں بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے چچا زاد بھائی اور میری بیٹی کی ﴿مناکحت﴾ کی وجہ سے میری امت کے مردوں اور عورتوں کی گردنیں دوزخ سے نجات حاصل کریں گی۔

﴿البيان والتبيين مولفہ ابن جاحظ مع ینا بیع المودة جلد اول ص ۷۳﴾

نزہۃ المجالس

نزہۃ المجالس شریف میں علامہ عبدالرحمن صفوری نے بھی جناب

حیدر کرار اور جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے آسمانوں پر نکاح مبارک کی روایت تفصیل سے نقل کی ہے۔

لہذا اس عبارت کا اردو ترجمہ پیش کیا جاتا ہے تاہم ضروری عبارت کا عربی متن بھی پیش کر دیا جائے گا صاحب نزہۃ المجالس لکھتے ہیں کہ،
جبریل علیہ السلام نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ملائکہ کرام کو بیت المعمور کے قریب جمع ہونے کا حکم صادر فرمایا۔

امام نسفی فرماتے ہیں کہ بیت المعمور چوتھے آسمان پر ہے اور اس میں چار ستون ہیں ایک ستون یاقوتِ سُرخ کا ہے اور دوسرا ستون زمردین کا ہے اور اسی طرح تیسرا ستون چاندی کا اور چوتھا سونے کا ہے۔

عرائس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیائے آسمان پر ایک گھر ہے جسے بیت الامعمور کہا جاتا ہے اور وہ عمودی سطح پر کعبۃ اللہ کے بالمقابل ہے ملائکہ کرام مقامات رفیع اعلیٰ سے نزول فرما کر وہاں آتے ہیں بہر حال خداوند قدوس نے رضوان کو حکم فرمایا کہ وہ بیت المعمور کے دروازہ پر منبر کرامت نصب کرے، جب منبر رکھ دیا گیا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے راحیل نامی فرشتہ کو ارشاد فرمایا کہ وہ منبر پر جائے اور خطاب کرے۔“

چنانچہ ارشاد خداوندی کی تعمیل کرتے ہوئے راحیل فرشتہ نے

خداوند عز وجل علی کی وہ تحمید و تقدیس بیان کی جو اس کی شان کے لائق ہے
راہیل کے خطبہ کا انداز اس قدر دلآویز تھا کہ تمام آسمان کیف و سرور اور
مسترت و شادمانی سے وجد کنناں ہو گئے۔“

اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے میرے پاس وحی بھیجی ہے کہ میں نے
اپنے بندے علی کے ساتھ اپنی کینز فاطمہ بن محمد ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
عقد باندھ دیا ہے اور میں نے فرشتوں کو گواہ مقرر کیا ہے کہ اور اس ریشمی
کپڑے کے ٹکڑے پر میں نے اپنی گواہی ثبت کر دی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا کہ جبریل نے کہا !
یا رسول اللہ ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اللہ تبارک و تعالیٰ نے حکم فرمایا
کہ میں نکاح نامہ کی اس تحریر پر سفید کستوری کی مہر لگا کر آپ کی خدمت میں
پیش کروں اور پھر اس کو جنت کے خزانچی رضوان کے حوالہ کر دوں۔“

﴿ماخوذ نزہتہ المجالس جلد دوم صفحہ ۲۲۶﴾

”نزہتہ المجالس“ میں ہی مزید یہ روایت بھی موجود ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا کہ جبریل
مجھے خبر دے رہے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے میری بیٹی فاطمہؑ کو تمہاری
زوجیت میں دے دیا ہے اور ان کے نکاح پر چالیس ہزار فرشتوں کو گواہ بنایا
اور شجر طوبی کو حکم دیا کہ ان پر موتی، یاقوت اور زیورات و ملبوسات کو نثار
کرے۔

چنانچہ اس نے تعمیل ارشاد کی تو ان گوہر و یاقوت اور زیورات و
ملبوسات کو حوروں نے لوٹ لیا اور اب وہ لوٹی ہوئی چیزیں قیامت تک ایک
دوسری کو ہدایا اور تحائف کی صورت میں پیش کرتی رہیں گی۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
اے ابالحسن ! تمہیں خوشخبری ہو کیوں کہ اس سے پہلے کہ میں تمہاری تزویج
فاطمہ سے زمین پر کرتا اللہ تبارک و تعالیٰ نے تم دونوں کا عقد آسمان پر کر دیا
ہے اور تمہارے آنے سے پہلے میرے پاس آسمان سے ایک فرشتہ آیا اور اس
جیسا فرشتہ کبھی نہیں دیکھا گیا۔ اُس کے کئی چہرے اور پر تھے، اس نے آکر
کہا کہ یا محمد ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم السلام علیک آپ کو جمع کے اجتماع
اور پاکیزگی نسل کی خوشخبری ہو۔

کتاب ہذا میں اس واقعہ کے متعلق دیگر متعدد روایات انتہائی
تفصیل کے ساتھ موجود ہیں جنہیں بخوف طوالت قلم انداز کیا جاتا ہے کیونکہ
ان روایات کی تفصیل قارئین کرام معارج النبوت کے حوالہ سے ملاحظہ
فرما چکے ہیں مذکورہ بالا اُردو عبارت کے عربی متن کے ضروری حصے ملاحظہ
ہوں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لعلى أتى
الملك اسمه وسطا ئل وقال يا محمد ﷺ صلي الله
عليه وآله وسلم انا لموكل باحدى قوائم العرش

سئالت ربی ان باذن لی بشارتک .

﴿نزهتہ المجالس مطبوعہ مصر جلد دوم صفحہ ۲۲۲﴾

قال انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بینما النبی صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم فی المسجد اذ قال لعلیٰ هذا جبریل

ان اللہ قد زو حیک فاطمہ و اشہد علی تزویجہا

اربعین ملک .

﴿نزهتہ المجالس مطبوعہ مصر جلد دوم صفحہ ۲۲۲﴾

ریاض النضرة فی مناقب العشرة

علامہ محبت طبری اپنی مناقب کی مشہور زمانہ تالیف مبارکہ ریاض

النضرة فی مناقب العشرة میں جناب حیدر کرار کے آسمان پر عقد مبارک

کے متعلق روایت نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان فرماتے ہیں کہ میں مسجد

نبوی شریف زاد اللہ ثمرہا و تعظیماً و تکریماً میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں اس وقت حاضر تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ارشاد فرمایا کہ یا علی !

تمہارے متعلق مجھے جبریل نے خبر دی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جل

مجده الکریم نے تمہارا نکاح فاطمہؑ کے ساتھ آسمانوں پر کر دیا ہے اور اس عقد

مبارک کی تقریب میں چالیس ہزار ملائکہ کرام موجود تھے۔

نیز اللہ تبارک و تعالیٰ نے شجر طوبیٰ کی طرف وحی کی کہ وہ اس مسرت انگیز تقریب کے موقع پر دُرّ و یاقوت نچھاور کرے، چنانچہ طوبیٰ نے موتیوں، یاقوتوں کی بارش کر دی ہے جنہیں جنت کی حوروں نے لوٹ لیا۔ اور جس تخت ہائے جنت میں سجا کر وہ موتی اور یاقوت ایک دوسری کو ہدایا اور تحائف کی صورت میں پیش کرنے لگیں حتیٰ کہ وہ ان تحائف کا قیامت کے دن تک ایک دوسری سے تبادلہ کرتی رہیں گی۔

مستن ملاحظہ فرمائیں۔

عن انس رضى الله تعالى عنه قال ! بينما رسول الله صلى الله عليه وسلم فى المسجد اذ قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لعلى هذا جبريل يخبرنى ان الله عز وجل زوجك فاطمة واشهد على تزويجك اربعين ألف ملك واحى الى شجرة طوبى ان اشركى عليهم ادر والياقوت فثرت عليهم الدر والياقوت فابتذرت اليه الحور العين تلتقن من اطباق الدر والياقوت فهم يتهاونه بينهم الى يوم القيامة.

﴿رياض النضره فى مناقب العشره جلد دوم صفحہ ۲۲۲﴾

یہ کیسی شادی ہے ؟

قارئین کرام ! جناب شیر خدا علی المرتضیٰ اور جناب سیدۃ النساء

اہل الحجۃ سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے دنیائے آسمان پر ہونے والے اس عقد مبارک کے متعلق حوالہ جات ملاحظہ فرما چکے ہیں جس کی تقریب کا انعقاد کسی نبی، ولی یا فرشتہ نے کیا بلکہ اس بزم مقدس کو منعقد کرنے والی وہ ذات اقدس ہے جو تمام انبیاء و دیگر ہر قسم کی مخلوق کو پیدا کرنے والی ہے۔

ابتدائے آفرینش آدم علیہ السلام سے لیکر اب تک دُنیا میں کروڑوں اور اربوں لوگ رشتہء ازدواجیت میں منسلک ہوئے ہیں اور ان میں بڑے بڑے جلیل القدر پیغمبر اور رفیع المرتبت اولیاء کرام بھی ہیں سلام ہو ان سب پر مگر اس مقدس گروہ میں بھی کوئی ایک مثال ایسی تلاش نہیں کی جاسکتی جسے جناب علی و فاطمہ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے عقد مبارک کی انفرادیت کے مقابلہ میں پیش کیا جاسکے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے دنیا میں ایک سے ایک بڑھ کر شان و عظمت والے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے بڑے بڑے انبیاء و المرسلین دنیا میں بھیجے بڑے بڑے بادشاہ اور سلاطین عالم پیدا کئے مگر یہ اعزاز یہ عظمت یہ رفعت اور سر بلندی کسی دوسرے کے حصہ میں کیوں نہ آئی جو جناب علی علیہ السلام اور جناب سیدہ زہرا بتول علیہا السلام کے لئے مخصوص کر دی گئی ہے۔

ازل سے چنے ہوئے

اہل عرفان جانتے ہیں کہ یہ دونوں برگزیدہ شخصیتیں ازل ہی سے تمام مخلوقات میں سے چن لی گئی تھیں یہی وہ دونورانی پیکر تھے جن کے اجتماع سے خلاصہ کائنات سید العظیم سلطان الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طیب و طاہر اور مقدس نسل پاک کا ظہور ہونا تھا یہی وہ دو متبرک اور محترم ہستیاں ہیں جنہیں مجمع البحرین کی صورت میں مل کر وہ درخشین پیدا کرنے تھے جنہیں اللہ لو والہا المرسان کے لقب سے ملقب ہو کر خزانہ قدرت کی زینت و آرائش کا سبب بننا تھا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ جل مجدہ الکریم کی ذات اقدس کا اس بزم مناکحت کا اس خصوصیت کے ساتھ اہتمام فرمانا اس امر کی بین دلیل ہے کہ جناب حیدر کرار کو جو اہمیت بارگاہ خداوندی میں حاصل ہے اس میں کسی دوسرے کی شرکت کا تصور نہیں کیا جاسکتا جناب شیر خدا کی زمین پر حالت فقر کا منظر بھی آئندہ اوراق میں آپ دیکھ ہی لیں گے اور آپ حیران رہ جائیں گے کہ کیا اپنی زرہ فروخت کر کے اپنی شادی کے اخراجات پورے کرنے والا یہ وہی عظیم المرتبت دُولہا ہے جس کے نکاح کی بزم خود خالق کائنات منعقد کرتا ہے جس کے نکاح کا خطبہ آدم علیہ السلام پڑھتے ہیں جس کی عظمت و رفعت کے قصیدے جبریل و میکائیل جیسے رسول الملائکہ پڑھتے

ہیں جس کی شادی کے موقعہ پر سہرا خوانی کے لئے راجیل جیسے اس خوش آواز فرشتہ کا انتخاب کیا جاتا ہے جس کی صوت دِلنواز سے آسمان تک جھونے لگے۔

اور جس کی شادی کی خوشی میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے شجر طوبیٰ کو ارشاد فرمایا کہ وہ اس قدر جواہرات و زیورات نچھاور کرے کہ مہمان اہل بیت کرام سے ایک شخص بھی محروم نہ رہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کائنات ارضی و سماوی میں نہ تو جناب علی علیہ السلام کی مثل کوئی دولہا موجود ہے اور نہ ہی سیدہ زہرا بتول سلام اللہ علیہا جیسی دوسری دلہن موجود ہے۔

جناب حیدر کرار علیہ السلام وہ عظیم دولہا ہیں جن کے سہرے کے پھول قرآن مجید کی آیات کی صورت میں سجائے گئے اور جن کے سہرے کی لڑی احادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آراستہ کی گئیں میں آئینہ اور اق میں جناب شیر خدا سپدنا و مرشدنا حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے زمین پر نکاح مبارک کے واقعات میں اس پر مسرت تقریب میں شمولیت اور حصول برکت کے لئے جناب علی علیہ السلام کی خدمت میں اپنی طرف سے بھی منظوم سہرے کا نذرانہ پیش کرونگا تاہم اس مقام پر جناب نسیم امروہوی کا نہایت خوبصورت سہرا قارئین کے وجدان و ذوق کے لئے پیش خدمت ہے۔

سہرا علی کے سر

تَنْزِيلُ قُلْ كَفَىٰ

مَعْرَاجٌ "هَلْ أَتَىٰ" کا ہے سہرا علی کے سر

لَا سَيْفٌ وَلَا فَيْسٌ کا ہے سہرا علی کے سر

نَظْهِيرٌ وَإِنَّمَا کا ہے سہرا علی کے سر

میل کر خُدا رسول نے دُولہا بنایا ہے

قُرآن کا سہرا آل کی کشتی میں آیا ہے

اسلام کے وقار کا سہرا علی کے سر

احمد کے افتخار کا سہرا علی کے سر

قُدْرَت کے اختیار کا سہرا علی کے سر

تَوْحِيدِ کردگار کا سہرا علی کے سر

سہرا ہے فرقِ پاک پہ اَسْمَاءُ ذَاتِ کا

سہرا انہی کے سر ہے ظہورِ صفات کا

احکامِ کارساز کا سہرا علی کے سر
 قدرت کے امتیاز کا سہرا علی کے سر
 اسرارِ بے نیاز کا سہرا علی کے سر
 روزے کا اور نماز کا سہرا علی کے سر

سہرا رُخ جمیل پہ عہدِ اُلت کا
 سہرا علی کے سر ہے جُتوں کی شکست کا
 تنویرِ ذوالجلال کا سہرا علی کے سر
 معبود کے جمال کا سہرا علی کے سر
 کُفّار کے زوال کا سہرا علی کے سر
 اسلام کے کمال کا سہرا علی کے سر



حضرت علیؑ علیہ السلام کا عقد مبارک زمین پر

تاجدارِ اربل اتے، سیدنا و مولانا امیر المؤمنین حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ
الکریم اور سیدۃ النساء العالمین، شہزادی رسول سیدہ زہراؑ بتول صلوة اللہ علیہا
کی آسمانوں پر ترویج مقدس کے چند حوالے پیش کرنے کے بعد اب ہم پھر
علامہ ابن جوزی کی کتاب صفوة الصفاہ کی اس عبارت کی طرف رجوع
کرتے ہیں جس کا کچھ حصہ قارئین کرام ”معارج النبوة“ کے حوالہ سے
ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

کتاب مذکورہ میں لکھا ہے کہ ،

جبریل علیہ السلام کی آمد کے بارے میں مطلع

فرما کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا

حیدرؑ کو فرمایا کہ

خُداوندِ قدّوس جل و علا نے مجھے حکم فرمایا ہے،
 کہ مسجد میں جا کر بطورِ شہادتِ اس عقدِ مبارک کو منعقد
 کروں اور تمہارے چند فضائل و مناقب صحابہ کرام کو
 سناؤں تاکہ تمہاری آنکھیں روشن اور دل شاد باد ہو کر
 مطمئن ہو جائے۔

یاروں سے ملاقات

تاجدارِ انبیاء، سردارِ دو جہاں، رسولِ الثقلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 کا یہ ارشاد سنا تو شاہِ مرداں، شیرِ یزداں، سلطانِ الاولیاء سیدنا حیدرِ کرار رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ انتہائی مسرت اور فرحت کے عالم میں حجرہٴ اُم المومنین حضرت
 اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے باہر تشریف لے آئے اور تیز تیز قدم اٹھاتے
 ہوئے مسجد نبوی زاد اللہ شرفہا کی طرف چل پڑے۔

راستہ میں آپ کی ملاقات امیر المومنین جناب ابو بکر صدیق اور عمر
 فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہو گئی، اُن کے استفسار پر آپ نے بتایا کہ حضور
 رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری درخواست کو شرفِ قبولیت سے
 نوازتے ہوئے مجھے مسجد میں پہنچنے کا حکم فرمایا ہے کہ مسجد میں جا کر اصحاب و
 احباب کا جمع کروں تاکہ یہ عقدِ مبارک گواہوں کی موجودگی میں انجام پذیر

حضور کی تشریف آوری

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے خوشخبری سنی تو شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی آپ کے ساتھ ہی مسجد کی طرف مراجعت فرمائی، حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں خدا کی قسم ! ابھی ہم مسجد میں داخل بھی نہ ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پیچھے تشریف لے آئے اور آپ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح دمک رہا تھا۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لے آئے اور اس نکاح مبارک کا اعلان عام کرنے کی کوشش فرمائی بعد ازاں امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ارشاد فرمایا کہ علی جاؤ اور اپنی اس زرہ کو فروخت کر کے جو قیمت وصول ہو اُسے ہماری خدمت میں پیش کرو۔

عثمان غنی کا اظہار محبت

کہتے ہیں کہ وہ زرہ چار صد درہم کی فروخت ہوئی اور اُسے امیر المومنین حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خریدا تھا اور ایک روایت کے مطابق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسے چار صد اسی درہموں میں خریدا تھا اور وہ زرہ انتہائی مضبوط اور اعلیٰ قسم کی تھی اور تلووار اس پر قطعاً اثر نہ کرتی تھی اور جب زرہ کی قیمت ادا کر کے حضرت عثمان نے اُسے اپنے قبضہ میں لے لیا اور حضرت علی سے کہا اے ابا الحسن میرے لیے بہترین

عمل یہ ہے کہ اس کو اپنے پاس رکھنے کی بجائے آپ کو ہبہ شرعی کر دوں، شاہ مرداں، شیریزداں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم چونکہ خود میکہ جُود و سخا تھے اس لئے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روشِ محبت کا مشاہدہ کیا تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے شکر یہ کہ ساتھ زرہ قبول کر لی اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں زراور زرہ دونوں چیزیں لے کر حاضر ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زراور زرہ دونوں چیزوں کے جمع ہو جانے کے متعلق استفسار فرمایا تو امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے من وعن تمام قصہ بیان کر دیا حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ واقعہ سماعت فرمانے کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حق میں دُعائے خیر فرمائی اور حضرت علی کے پیش کردہ دراہم اپنے قبضہ میں لے لئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ درہم عطا کر کے حکم فرمایا کہ وہ ضرورت کے مطابق بازار سے اشیاء خرید لائیں اور اُن کے ہمراہ سیدنا سلمان فارسی اور سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی بھیج دیا تاکہ سامان زیادہ ہونے کی صورت میں وہ اٹھالیں۔

جھیز کا سامان

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم نے

باہر آ کر شمار کئے تو تین سو ساٹھ درہم تھے جن سے ہم نے سیدۃ النساء الخلیسین
سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا سامانِ جہیز خریدا اور یہ سامان ان اشیاء پر
مشتل تھا۔

ایک بستر خیش مصری کا جس میں اون بھری ہوئی تھی۔

ایک تکیہ چمڑے کا جس میں کھجوروں کا پوست بھرا ہوا تھا۔

ایک عبادۂ خیبری۔

چند مٹی کے برتن۔

ایک ابریشمی پردہ۔

یہ سامان لے کر جب حضور رسالت مآب تاجدار انبیاء والمرسلین
شہنشاہ عرب و عجم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ یکس پناہ میں
حاضر ہوئے تو آپ کی چشمانِ مبارک سے آنسوؤں کا دھارا بہہ نکلا اور ان
کلمات سے آغاز گفتگو فرمایا۔

”اللہم بارک علی القوم انا لہم الخزف“

یعنی خداوند! اُس قوم کو برکت عطا فرما جن کے

نزدیک بہترین برتن مٹی کے گوزے اور پیالے ہوں،

ابن جوزی کی روایت کے مطابق باقی درہم آپ نے حضرت ام

سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سپرد کر دیئے تاکہ وہ دیگر ضروریات کے لئے

استعمال میں لائیں اور ایک روایت کے مطابق یہ درہم خوشبو خریدنے کے

لئے عطا فرمائے تھے۔

ایجاب و قبول

جب سیدۃ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے جہیز کا سامان آ گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی مقدس صاحبزادی کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ بیٹی اللہ تبارک و تعالیٰ نے آسمانوں پر تمہارا نکاح میرے ابن عم علی کے ساتھ منعقد کر کے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں زمین پر اس عقد مبارک کی تجدید کروں چنانچہ صحابہ کرام کو اس امر کی اطلاع کر دی گئی ہے اب تم بھی اظہار رضامندی کر دو تو تمہارے نکاح کی رسم انجام کو پہنچ جائے۔

مخدومہ کائنات پیکر شرم و حیا مجسمہ عفت و عصمت اور زمین کی حور سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا نے والد محترم و معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد سنا تو خاموشی سے سر جھکا لیا۔

رسول غیب دان تاجدار انبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹی کی خاموشی کو رضامندی پر محمول کیا اور مسجد نبوی میں تشریف لے آئے۔

صحابہ کو پیغام رسول

بعد ازاں آپ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ مہاجرین و انصار صحابہ کو جمع کریں چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پیغام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنتے ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

مجلس مبارک میں جمع ہو گئے۔

صحابہ کرام کا اجتماع ہوتے ہی حضور رسالت مآب تاجدار کون و مکان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لے آئے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثنایاں کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ اے گروہ مومنین مجھے میرے بھائی جبریل نے خبر دی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جل مجدہ الکریم نے مقام بیت المعمور پر ملائکہ کرام کو جمع کر کے اپنی کنیز خاص فاطمہ بنت محمد ﴿صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾

بعد ازاں خطاب بلال فرمود کہ یاران مہاجر و انصار را جمع کن یاران دعوت بلال اجابت نمودہ بہ مجلس ہمایوں جمع گشتند حضرت نبوت شعارے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر منبر برآمد و قواعد حمد و ثناء خداوندی بجا آوردہ فرمود بدانید اے معاشر مسلمان کہ برادر م جبریل آمد و خبر آوردہ کہ خدائے تعالیٰ ملائکہ اور بیت المعمور جمع گردانیدہ کنیز یک خود فاطمہ بنت محمد را بہ بندہ خود علی ابن ابی طالب عقد بست و مرا امر فرمود تا در میان یاران تجدید آں عقد کنم و حجت نکاح را بحضور شہود عدول مسجل کروا تم پس خطاب بہ امیر فرمود کہ اے علی بر خیزد قاعدہ خطبہ بجای آرد۔

علی کیلئے حکمِ رسول

اور اپنے بندہ خاص علی ابن ابی طالب علیہم الصلوٰۃ والسلام کا عقد نکاح باندھ کر مجھے حکم فرمایا ہے کہ اصحاب کے درمیان اس نکاح مبارک کی تجدید کروں اور گواہوں کو موجودگی میں حجت نکاح قائم کروں اس کے بعد حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ علی اٹھو اور قاعدہ کے مطابق اپنی درخواست پیش کرو۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی سنا تو سلطان الاولیاء امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کھڑے ہو گئے اور بحضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انجمن اصفیاء واجتماع اقیاء کے سامنے اللہ تبارک و تعالیٰ جل مجدہ الکریم کی حمد و ثناء اور اظہارِ تشکر و امتنان اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کے بعد جناب سیدۃ نساء العالمین سلام اللہ علیہا کے لئے درخواست پیش کرتے ہوئے عرض کی کہ آپ کے حکم کے مطابق میں مہر وغیرہ اور دیگر اخراجات کے لئے اپنی زرہ پیش کرنے پر اظہارِ رضا مندی کرتا ہوں اس کے بعد حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس امر پر گواہ بنایا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ اس طریقہ سے آپ نے تزویج فرمائی ہے تو آپ نے

فرمایا: ہاں

آپ کا جواب اثبات میں سُن کر اطراف و جوانب سے صدائے
مرحبا اٹھی اور آوازیں آئیں کہ دو خوشبوؤں کے اجتماع میں اللہ تعالیٰ برکت
عطا فرمائے اور ان میں جمعیت و برکت کرے۔

حضرت سلطان الاولیاء برخواست و در حضرت سید الانبیاء صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم و انجمن اصفیاء و مجمع اتقیاء بعد از ادائے حمد و ثناء و شکر آلا و نعماء و
درو حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بفرزند ارجمند سعادت مند خود فاطمہ
صداق بین آل درع مقرر شد و من بریں معنی رضا دادہ ازاں حضرت پر سید و
بر حقیقت آل گواہ باشید یا راں رو باں سرور آوردہ پرسیدند کہ یا رسول اللہ
بایں طریقہ تزوج فرمودہ فرمود آری بعد ازاں از اطراف و جوانب آواز بر
آمد کہ بارک اللہ فی جمع شمسھا حق تعالیٰ درایشان جمعیت و برکت کناد۔

جبریل پیغام خدا لائے

شیخ ابوعلی الحسن بن احمد بن ابراہیم بن سنان حضرت
انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت بیان کرتے
ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں حضور سرور کائنات صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ پر
نزول وحی کی کیفیت طاری ہو گئی پھر جب آفاقہ ہوا تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا اے
انس کیا تم جانتے ہو کہ صاحب عرش اور عزّت و عظمت
کے مالک کی طرف سے جبریل ہمارے پاس کیوں
آئے تھے؟

انس کہتے ہیں کہ آپ کی خدمت میں عرض
کیا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں
مجھے کیا معلوم ہے آپ ہی فرمائیں کہ جبریل آپ کی
خدمت میں کیوں آئے تھے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ
تبارک و تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ سلام
اللہ علیہا کا نکاح علی علیہ السلام سے کر دوں۔

نقل الشيخ ابو علي الحسن بن احمد بن ابراهيم بن
سنان مرفوعاً الى انس رضى الله عنه قال كنت عند
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فغشيته الوحي
فلما افاق قال لي يا انس اتدري؟ ما جاءني به
جبريل عليه السلام من صاحب العرش عز و علا
قلت يا بى وامى ما جاءك به جبريل؟ قال قال لي
ان الله تبارك وتعالى يا مرك ان تزوج فاطمة من علي

﴿رياض النضره ج ۲ ص ۲۳۹﴾

﴿نور الابصار ص ۵۳ مطبوعه مصر﴾

اور اس کے بعد آپ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

خطبہ نکاح

ہم شکر کرتے ہیں اُس خداوندِ قدوس اور معبودِ عظیم کا جو اپنی نعمتوں کی وجہ سے ہر تعریف و تحسین کا سزاوار ہے اور اپنی قدرتوں کے باعث لائقِ پرستش ہے۔

اُس کی سلطنت و سطوت ہر جگہ قائم و دائم ہے اور زمین اور آسمان پر اُس کا حکم جاری ہے اُس نے تمام مخلوقات کو اپنی قدرتِ کاملہ سے پیدا فرمایا ہے اور پھر اپنے احکام کے لئے ان میں سے ایک کو دوسرے سے علیحدہ فرما دیا اور اپنے دین کے ذریعہ سے انہیں سرفراز کیا اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وساطت سے اُن کو عظمتیں عطا فرمائیں۔

بلاشبک وریب اس نے نکاح کو لازمی چیز قرار دیا ہے اور اس کے متعلق اس نے خود یہ ارشاد فرمایا ہے کہ وہ ذات جس نے پیدا کیا انسانوں کو پانی سے اور ان کے لئے سسرال کا رشتہ قائم کیا تیرا پروردگار قدرت والا ہے خدا تعالیٰ نے اپنا ہر کام قضا کے تحت کر دیا ہے اور اس کی قضاء قدرت کی پابند ہے ہر قضا مقدر ہے اور ہر قدر کے لئے وقت مقرر ہے اور ہر وقت مقرر کے لئے کتاب یعنی لوح محفوظ ہے۔

الحمد للمحمود بنعمة المعبود وبقدرته المرحوب

من عذابه و سطوته النافذ امر في سمائه وارضه

بحکمة الذی خلق الخلاق بقدرته و میزهم
 باحکامه و اعزهم بدينه و اکرمهم بنیه محمد و ملة
 ان الله تبارک و اسمه و تعالت عظمة جعل
 المصاهرة سبباً لاحقاً و امراً مفترضاً و شیع به الا
 رحام و الزم به الا نام فقال عز من قائل وهو الذی
 خلق من الماء بشراً فجعله نسباً وصهراً و کان
 ربک قديراً فامر الله یجر بقضائه و قضاؤه یجرى
 لقدرته و لكل قضاء قدر و لكل اجل کتاب.

﴿اشرف الموبد للذنبها نى مطبوعه مصر ص ۱۱۳﴾ نور الا بصار ص ۵۳﴾

﴿رياض النضرة فى مناقب العشرة مطبوعه مصر جلد دوم ص ۳۱﴾

نکاح اور مہر

یہ خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد صحابہ کرام کو مخاطب کر کے حضور صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ تبارک و تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ میں
 اپنی بیٹی فاطمہ ؓ (سلام اللہ علیہا) کا نکاح علی ؓ (علیہ السلام) سے کر دوں اور
 تمہیں اس پر گواہ بناؤں کہ میں نے فاطمہ کا نکاح چار صد مثقال چاندی مہر
 کے عوض علی سے کر دیا ہے بشرطیکہ علی اس پر راضی ہوں یہ سنت قائمہ اور
 فریضہ واجبہ ہے پس اللہ تبارک و تعالیٰ ان دونوں کو جمعیت عطا کرے اور
 ان دونوں کو برکت دے اور ان کی اولاد کو پاکیزگی عطا کرے اور ان کی اولاد
 کو معدن حکمت اور مفتاح رحمت بنائے اور اُمت کے لئے امان بنائے اور یہ

بات میں کہتا ہوں نیز اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ سے استغفار طلب کرتا ہوں۔

روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اُس وقت وہاں موجود نہیں تھے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کسی کام کے لئے بھیجا ہوا تھا،

پھر جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم فرمایا اور پھر فرمایا: یا علی مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تمہارا نکاح فاطمہ سے کر دوں کیا تم اس پر خوش ہو کہ چار صد مثقال چاندی کے عوض میں تمہارا نکاح اپنی بیٹی فاطمہ سے کر دوں؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کی میں راضی ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اس نعمت بے بہا پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ میں گر گئے پھر جب سجدہ شکر ادا کرنے کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے سر مبارک اٹھایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو فرمایا اللہ تعالیٰ تم دونوں کو برکت عطا فرمائے اور تمہاری کوششوں کو سرفراز فرمائے اور تم سے کثیر تعداد میں پاک اولاد پیدا فرمائے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم بے شک اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کثیر تعداد میں پاکیزہ اولاد پیدا فرمائی۔

ثم ان الله امرني ان ازوج فاطمة من علي و اشهدكم
اني زوجت فاطمة من علي ربيعة مائة مثقال فضة
ان رضى بذلك و علي السنة القائمة والفريضة
الواجبة فجمع الله شملهما و بارك لهما و طاب
نسلهما و جعل نسلهما مفاتيح الرحمة و معادن
الحكمة و امن الامة و اقول قول هذا و استغفر الله
لي ولكم .

قال و كان علي رضى الله تعالى عنه غائبا في حاجة
لرسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اذا اقبل علي
رضى الله عنه فتبسم اليه رسول الله صلى الله عليه
وآله وسلم وقال يا علي ان الله امرني ان ازوجك
فاطمه و اني قد زوجتكها علي اربع مائة مثقال فضة
فقال علي رضيت يا رسول الله ثم ان عليا خر ساجدا
شكر الله فلما رفع راسه قال له رسول الله صلى الله
عليه وآله وسلم بارك الله لكما و عليكما و اسعد
جدكما و اخرج منكما الكثير الطيب قال انس رضى
الله عنه والله لقد اخرج منها الكثير الطيب .

﴿رياض النضره في مناقب العشرة﴾

﴿مطبوعه مصر جلد ثاني ص ٢٢١ للعلامة المحب الطبري﴾

﴿نور الابصار في مناقب ال بيت اطهار ص ٥٦ للعلامة الشبلنجي﴾

بزمِ نکاح کا منظر

لو عقد کے تمام مراحل ہوئے تمام
 عورتوں میں آرسی مٹھف کا اہتمام
 لایا ہے عرشِ لوح کا آئینہ لاکلام
 عصمتِ ادھر ہے بیچ میں قرآنِ ادھر امام
 آنکھیں رسول کی ہیں علی کی نگاہ میں
 عینِ خدا ہے بنتِ نبی کی نگاہ میں
 سب رسمیں حدِ شرع کی جب ہو چکیں ادا
 ہر صاحبِ ولا نے سلامی میں دل دیا
 لائی جو وحیء خلعتِ مرضیٰ کبریا
 قرآن نے بڑھ کے پیش کیا تاجِ انما
 قدرتِ قلم کو سوپ کے محفوظ ہوگئی
 دامن میں آ کے لوح بھی محفوظ ہوگئی

جو کچھ تھا جس کے پاس علی پر کیا ثار
اسلام نے کتاب شُجاعت نے ذوالفقار
بٹی رسول نے جو عطا کی بصد وقار
بس دے دیا خدا نے خدائی کا اختیار

مختار کائنات ید اللہ ہو گئے

نوشاہ کیا بنے کہ شہنشاہ ہو گئے

غُل ہر طرف ہے تحفہ ادنیٰ قبول ہو

ایوب صبر لایا ہے مولا قبول ہو

خالق کے شیر بیت موسیٰ قبول ہو

یوسف کا حُسن زہر مسیحا قبول ہو

سب انبیاء کے وصف ید اللہ پا گئے

جلوے سمت کے مرکزِ اصلی پہ آ گئے

لو اب وداع بنتِ نبی کی ہے دھوم دھام

تھوڑا ہے مہر کہتے ہیں آپس میں تلخ کام

سرخم کیا علی نے جو سُن سُن کے یہ کلام

شرم و حیاء سے اور بھی دُولہا بنا رام

ناگاہ حکم آیا خدائے عزیز کا

دونوں جہاں ہیں مہر ہماری کنیر کا

گھر تک گئی نبی کے جو اس جشن کی صدا
 فرحت میں جھومنے لگیں ازواجِ مُصطفیٰ
 اُٹھ اُٹھ کے دیکھنے لگے اصحابِ باصفا
 خوش آمدید کہنے لگی رحمتِ خدا
 قرآن ساتھ ساتھ تھا مدحتِ سرائی کو
 خود پیشوائے خلق بڑھا پیشوائی کو
 سامان عقد حضرت مُشکل کُشا ہوا
 دولہا دلہن کا شاہدِ عادل خدا ہوا
 خطبہ پڑھا نبی نے جو حمد و ثنا کے ساتھ
 آئے ملک بھی نعرہ صلی علی کے ساتھ
 باندھا قلیل مہر جو حق کی رضا کے ساتھ
 غل تھا عطا کا جوڑا ملا بل اتنے کے ساتھ
 حق کی رضا سے مرضی خیرالانام سے
 تسبیح پاک کا ہوا رشتہ امام سے
 دل خوش ہوئے جو عقدِ علی و بتول سے
 حق سے ملا ثواب تو خرے رسول سے

شمع مصطفیٰ شبستان مُرتضیٰ میں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ رسم نکاح ادا ہوئے ایک مہینہ گزر گیا مگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں جناب سیدہ کی رخصتی کا کبھی تذکرہ نہ ہوا اور شرم کی وجہ سے میں بھی کبھی اس امر کا ذکر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نہ کر سکا البتہ جب کبھی خلوت میں حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوتی تو حضور فرماتے علی تمہاری زوجہ نہایت اچھی زوجہ ہے اور تمہیں بشارت ہو کہ وہ تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہے۔

ایک مہینہ گزرنے کے بعد امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے برادرِ حقیقی جناب عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس آئے اور کہا کہ اے برادر ہم تمہارے اس رشتہ ازدواجیت میں منسلک ہونے سے نہایت شاد باد اور خوش باش ہوئے ہیں اب ہم چاہتے ہیں کہ اقبالِ مندی کے یہ دو ستارے برجِ ذوال میں قرآن فرمائیں تاکہ ہماری آنکھیں اس مبارک اجتماع سے روشن ہوں۔

حضرت علی کا جواب

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا کہ اے برادر مراد تو

میری بھی یہی ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں اس امر کا اظہار کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔

یہ سن کر حضرت عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ہاتھ پکڑا اور سرکار رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آستان اقدس پر حاضر ہو گئے۔

سب سے پہلے ان کی ملاقات سرکارِ دو عالم علیہ التحیۃ الثناء کی کنیز حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوئی تو حضرت عقیل نے ان پر اپنی آمد کا مقصد بیان کیا۔

جناب اُمّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواباً عرض کیا کہ آپ اس معاملہ میں ہرگز متفکر نہ ہوں یہ عورتوں کا کام ہے اور عورتیں بہترین طریقہ سے ان معاملات کو سرانجام دے لیا کرتی ہیں میں ابھی اس معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات سے بات کر کے معاملہ طے کرانے کی کوشش کرتی ہوں۔

ازواجِ رسولِ بارگاہِ رسول میں

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ام ایمن نے سب سے پہلے مجھ سے اس امر کا تذکرہ کیا اس اور بعد ازاں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیگر ازواجِ مطہرات کو مطلع کیا اور ہم سب مل کر ام

المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئیں۔

سب سے پہلے سیدہ خدیجہ الکبریٰ کے متعلق اندوہناک اور حسرت بھری باتوں کا تذکرہ شروع ہوا اور ان کی سلیقہ شعاری اور تمام تر کلی اور جزوی امور کے حسن انتظام کی تعریف کی گئی اور کہا کہ اگر آج اپنی بیٹی فاطمہ الزہرا کی شادی مبارکہ کے وقت وہ مخدومہ عالم زندہ ہوتیں تو ہماری آنکھیں روشن اور قلب شاد ہوتے۔

حضرت خدیجہ الکبریٰ کی یاد

جناب خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کا ذکر شروع ہوا تو تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور فرمایا کہ خدیجہ الکبریٰ ﴿سلام اللہ علیہا﴾ کی نظیر اور مثال کہاں سے مل سکتی ہے۔

اُس نے میری اس وقت تصدیق کی جب سب لوگ میری تکذیب کرتے اور جھٹلاتے تھے اور اپنی تمام دولت اور مال و اسباب میری خوشی اور رضا جوئی کے لئے خرچ کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کی۔

اور میں نے خدا تعالیٰ کے حکم سے اس کو زندگی ہی میں اس کی خوشخبری دی جو حق تعالیٰ نے اس کے لئے بہشت میں سیم و زمرد سے بنایا ہے ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور سرور

کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ آپ نے خدمتِ الکبریٰ ﴿سلام اللہ علیہا﴾ کے جو اوصاف بیان فرمائے ہیں بلا شک و ریب وہ ایسی ہی تھیں اب گزارش یہ ہے کہ آپ کے چچا زاد برادر یہ خواہش کرتے ہیں کہ آپ انہیں حلیلہ جلیلہ کے پاس آنے کی اجازت مرحمت فرمائیں اور دریائے نبوت و ولایت کے ان دو موتیوں کو رشتہٴ اتصال میں پرویں۔

حضور کا جواب

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے اُم سلمہ علی نے تو اس بات کا تذکرہ مجھ سے بھی نہیں کیا ؟ تو میں نے عرض کی ! یا رسول اللہ وہ نہایت شرم و حیا والے مرد ہیں اس لئے آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنے سے شرماتے رہے ہیں۔ اسی وقت حضور سرورِ کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت اُم ایمن کو ارشاد فرمایا کہ علی کو بلا لاؤ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم راستہ ہی میں منتظر تھے اُم ایمن نے عرض کی یا علی تشریف لے چلے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔

امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم دولت کدہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ کے اندر تشریف لائے اور بعد از سلام شرم و حیا کے باعث

سر کو جھکا کر بیٹھ گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے برادرِ من کیا اپنی زوجہ مطہرہ سے ملاقات کے خواہش مند ہو؟

جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے آہستہ سے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ کل رات کو آجانا تا کہ جہیز وغیرہ کا سامان درست کر لیا جائے اور اس کی تزئین و آرائش کر لی جائے۔

اگلے روز جب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم دربار رسالت میں حاضر ہوئے تو ان کی زرہ کی قیمت سے بچے ہوئے جو درہم آپ نے حضرت اُم سلمہ کو دے رکھے تھے ان سے درہم امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو دے کر فرمایا کہ ان کا خرما روغن اور پیئر خرید لائیں چنانچہ آپ اسی وقت بازار سے چھ درہم کا روغن چار درہم کے خرے اور ایک درہم کا پیئر خرید لائے اور یہ سب کچھ بارگاہ رسالت مآب علیہ التحیۃ والثناء میں پیش کر دیا

دعوت ولیمہ

ان تمام چیزوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے یکجا کیا اور چمڑے کا دسترخوان بچھا کر سب کھانا اس پر چن دیا گیا

بعد ازاں حضرت علی کو ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو بلا کر لائیں چنانچہ اہل مدینہ میں سے انصار و مہاجرین گروہ درگروہ حاضر ہوتے رہے اور اس کھانے کو کھاتے رہے حتیٰ کہ سات سو آدمیوں نے شکم سیر ہو کر اس کھانے کو کھایا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے کھانا پھر بھی باقی بچ رہا،

﴿ماخوذ معارج النبوة رکن چہارم ص ۳۱﴾

مندرجہ بالا تمام تر عبارت علامہ ابن جوزی کی کتاب صفوة الصفاۃ کا ماخذ ہے جسے ملاحظین کا شفی نے اپنی کتاب معارج النبوة میں فارسی میں ترجمہ کر کے تحریر کیا ہے اور اس امر کا تذکرہ ہم اس سے پہلے بھی متعدد بار کر چکے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ معارج النبوة کتاب سے فارسی متن بھی مسلسل لکھتے چلے آ رہے ہیں ان ترجمہ شدہ تین صفحات کا فارسی متن اس لئے نقل نہیں کیا گیا کہ یہ واقعہ متنازعہ نہیں بلکہ تقریباً اجماعی واقعہ ہے البتہ دعوت ولیمہ کے کھانے کے متعلق اختلاف روایات یقیناً موجود ہے۔

زیوراتِ زہرا

ہے دیں کی زیب زیورِ خاتونِ دو جہاں
 جھومر ہے سر پہ رحمتِ معبودِ انس و جاں
 روشن جبین پہ چاند کی جا سجدے کا نشان
 کانوں میں وعظ و پندِ پیغمبر کی بالیاں
 عصمت کے گوشوارے جو عفتِ بدوش ہیں
 مریم کمالِ بجز سے حلقہِ بگوش ہیں

ہے واجباتِ دیں کا گلو بند پُر ضیاء
 گردن کا طوقِ مرضیٰ اللہ و مصطفیٰ
 تسبیحِ تچے موتیوں کی سلکِ بے بہا
 ہے جس کے دانے دانے یہ دانائے گلِ فدا

مالا ہے معرفت کے دُرِ شاہوار کا
 تاو علی کا نقش ہے تعویذ ہار کا

اللہ رے جوہر شرفِ دخترِ نبی
 انگشتی ہے مہرِ سلیمان سچی ہوئی
 کیا انتہا ہے اُس کے عروج و کمال کی
 کندہ نگینِ دُرّ نجف پر ہے یا علی
 گھر کی بھی زیب و زینت ہے زیور کے ساتھ میں
 ہے دامنِ علی کا علی بند ہاتھ میں

جوشن ہے جوشین کا نگین ہے زُہد کا
 پازیب فخرِ پیرویِ حکمِ کبریا
 عصمتِ ردا نبی ہے طہارت ہے کفشِ پا
 ملبوسِ پاک جامۂ شبنمِ زیبِ ہلّ لُتّ
 تاجِ کرم ہے بنتِ رسولِ زمین کے سر
 اُمت کی مغفرت کا ہے سہرا دلہن کے سر



اُمّات المؤمنین کی مسرت

جناب سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کی رخصتی مبارکہ کے مقدس لمحات کے وقت اُمّات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اشعار تہنیت و مسرت پیش کئے وہ ہم شیعہ حضرات کی مشہور کتاب اعیان الشیعہ سے نقل کرتے ہیں تاکہ اُمّات المؤمنین کے متعلق غلط گمان رکھنے والے لوگ اندازہ کر سکیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کو جناب سیدۃ النساء العالمین سلام اللہ علیہا کے ساتھ کس قدر قلبی لگاؤ اور روحانی محبت تھی اور ان مقدس ہستیوں کے قلوب میں جناب سیدۃ عالم اور جناب حیدرِ کرار علیہا السلام کی محبت و عظمت کا بحرِ بیکراں کس جوش کے ساتھ موجزن تھا۔

اُمّ المؤمنین سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہماری سہیلیاں خداوندِ قدوس جلّ و علا کی امداد سے روانہ ہوں اور ہر حالت میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس احسانِ عظیم کو یاد کرو کہ اس نے ہمیں آفات و مصائب سے بچایا اور ہمیں کفر و ضلالت سے نکال کر صراطِ مستقیم دکھایا اور اس ربِ سہاوات نے ہمیں اعلیٰ درجات عطا فرمائے۔

﴿ہماری سہیلیاں﴾ اس خیر انساء العالمین کے ساتھ روانہ ہوں
جس پر پھوپھیاں اور خالائیں نثار ہو رہی ہیں۔

سبرن بعون اللہ جارات
واشکر لہ فی کل حالات
واذکرن ما انعم رب العلیٰ
من کشف مکروہ آفات
فقد ہدانا بعد کفر وقد
العشیر رب السموات
وسرن مع خیر النساء الوری
تفدی بعمات و خالات
یا بنت من فضلہ ذوالعلیٰ
بالوحي والرسالات

اے فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا آپ اس مقدس ہستی کی والا قدر
صاحبزادی ہیں جسے خدا تعالیٰ نے وحی اور رسالت کا خلعت پہنا کر سب سے
برگزیدہ فرمایا !

حضرت عائشہ الصدیقہ کے اشعار

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔
اے عورتو! اپنے دوپٹے درست کر لو اور ایسی گفتگو کرو جو حاضرین

کی شان کے لائق ہو۔

پروردگارِ عالم کا ذکر کرو کیونکہ اس نے ہر شکر گزار بندہ کو خاص طور پر اپنے دین سے نوازا تمام تعریفیں اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے ہیں اس کے احسانات کی وجہ سے اور سپاس گزاری اس قُدرت والے غالبِ خدا کے لئے ہے اس لائقِ صدا احترام ہستی ﴿سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا﴾ کے ساتھ چلو کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے ذکر کو بلند کیا ہے اور حقیقی طہارت و پاکیزگی سے مختص کیا ہے۔

يا نساء استرن بالمعاجر
واذکرن ما یحسن فی المحاضر
واذکرن رب الناس اذ نحیصنا
بدینہ مع کل عبد شاکر
والحمد لله علی افضاله
والشکر لله العزیز القادر
سرن بهما فالله اعلی ذکرها
وخصها منه بطهر طاهر

﴿اعیان الشیعة مطبوعه مطبع الفیما دمشق جلد دوم ص ۵۰۱﴾

حضرت حفصہؓ کے اشعار

اس مبارک اور پر شکوہ زنجیر مبارکہ کے وقت اُمّ المؤمنین سیدہ

حفصہ بنت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

جناب سیدہ فاطمہ الزہراء (سلام اللہ علیہا) خیر النساء العالمین ہیں
آپ کا رخ انور چاند کی طرح تابندہ ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو تمام کائنات پر فضیلت عطا فرمائی ہے
اور اس افضلیت کا اختصا ص آیت زمر میں فرمایا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کا عقد مبارک اس افضل ترین نوجوان
یعنی حضرت علی (علیہ السلام) سے کیا ہے جس کی ذات دونوں جہان کے
لئے باعث فخر ہے۔

میری سہیلیاں آپ کے ساتھ روانہ ہوں کیونکہ آپ ہر عظمت
والے کے نزدیک باعث صد عزت و اکرام ہیں۔

فاطمة خير النساء البشر

ومن لها وجه كوجه القمر

فصلك الله على كل الورى

بفضل من خص باي الذمر

زوجك الله فتى فاضلا

اعنى عليا خير من في الحضر

فسرن جاراتي بها فانها

كريمة عند عظيم الخضر

﴿اعيان الشيعة مطبوعه دمشق جلد دوم ص ۵۰۱﴾

یہ تہنیت نامہ

اُمّہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے سیدہ عائشہ کی رخصتی مبارک کے وقت جو خراج عقیدرت اور ہدیہ ترمیک پیش کیا وہ بحوالہ شیعہ مؤلف کے ہدیہ قارئین ہے آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس قسم کی باتیں سوائے تعلق قلبی کے زبان پر نہیں آ سکتیں۔

بہر حال سیدۃ النساء العالمین مخدومہ کائنات اُمّ الائمہ سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کی رخصتی مبارک کا عجیب منظر ہے جناب سیدہ غم و اندوہ اور کیف و مسرت کے طے جلے جذبات کے ساتھ تاجدار اہل اتے کے گھر جانے کو تیار ہو جاتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مقدس صاحبزادی کو اشک ریز آنکھوں سے سواری پر بٹھایا آپ کی ازواج مطہرات و دیگر خاندان ہاشمی کی عورتوں کے علاوہ انصار و مہاجرین کی مستورات نے آپ کو جھرمٹ میں لے رکھا تھا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوار کے آگے چل رہے ہیں۔

جبرئیل علیہ السلام نے ستر ہزار ملائکہ کو قطار در قطار اس راستہ پر متعین کر رکھا ہے جدھر سے بنت رسول صلوٰۃ اللہ علیہ و علیہا کی سواری

گزر رہی ہے۔

فرشتوں کی آمد

چنانچہ نزہۃ المجالس وغیرہ میں ہے کہ جس مقدس رات کو جناب سیدہ فاطمہ الزہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کی رخصتی ہوئی تاجدارِ انبیاء حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب سیدہ کو اپنی سواری پر سوار کیا اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ سواری کی عنان تھام کر آگے آگے چلتے رہو۔

چنانچہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی سواری کی زمام تھامے ہوئے آگے آگے چل رہے ہیں اور سواری کے پیچھے خود تاجدارِ انبیاء والمرسلین باعثِ تخلیق دو جہاں شہنشاہِ ارض و سماوات حضور سرورِ کائنات احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سواری کو ہنکاتے جاتے ہیں ابھی یہ قافلہ نور اثنائے راہ ہی میں تھا کہ آواز سنائی دی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آواز کی سمت رخ انور پھیرا تو دیکھا کہ جبریل علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کو ساتھ لئے آپہنچے ہیں۔

تاجدارِ انبیاء حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا کہ اے جبریل تم کس لئے آئے ہو؟

جبریل علیہ السلام نے بعد احترام عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم ہم سب جناب سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کو ان کے شوہر نامدار حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے گھر پہنچانے کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔

اور اس کے ساتھ ہی حضرت جبریل اور حضرت میکائیل علیہما الصلوٰۃ والسلام نے تکبیر کی آواز بلند کی۔

صاحب نزہۃ المجالس لکھتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ دولہا اور دلہن کے ساتھ چلتے ہوئے تکبیر کہنا سنت قرار پایا۔

«ماخوذ من نزہۃ المجالس ص ۲۲۳ از علامہ عبد الرحمن صفوری قدر سرہ العزیز»
 رخصتی مبارک کے مندرجہ بالا واقعہ کو جناب نسیم امر و ہوی نے اشعار صورت میں اس طرح منتقل کیا ہے۔

سواری جناب کی

ناقہ منگیا سرورِ گردوں رگاب نے
 دی بڑھ کے طرقتوا کی صدا شیخ و شاب نے
 روکی قنات حمزہ عالی جناب نے
 تھرا کے منہ کو پھیر لیا آفتاب نے

ستر ہزار حُوریں تھیں حلقہ کئے ہوئے
 اُمّت کا پردہ پوش تھا پردہ کئے ہوئے

نعرہ یہ تھا نقیبِ جلالت کا بار بار
 خاتونِ دو جہاں کی سواری ہے ہوشیار
 زہرا قریبِ ناقہ جو پہنچیں بصدِ وقار
 بازو پکڑ کے شاہِ رُسل نے کیا سوار

غلُ تھا ہٹو کہ جاتی ہے بیٹی رسول کی
 دُولہا کے گھر چلی ہے سواری بٹول کی

سب مرد تھے سواریءِ بنتِ نبی سے دُور
 ہمراہ تھیں زنانِ مدینہ بصدِ سرور
 آگے رسولِ پاک کی ازواجِ ذی شعور
 پیچھے برہنہ تیغیں لئے ہاشمی غیور

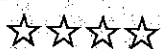
ناقہ پہ زوجہٴ اَسَدِ ذوالجلال تھی
 دیکھے ادھر پرند کوئی کیا مجال تھی

دیکھو شکوہ بنتِ سُلیمانِ دو جہاں
 محبوبِ ربِّ عقبِ سواری کے تھے رواں
 ناقہ ہنکا رہے تھے عصا سے بغزوِ شاں
 سلمانِ سائیں کا صحابی تھا سارباں

یافاطمہ غلام کا دل تھر تھرا گیا
 اس وقت سارباںِ حرم یاد آ گیا

سیدنا حیدر کرار اور جناب سیدۃ نساء العالمین سیدہ فاطمہ الزہرا
صلوٰۃ اللہ علیہا کی تزویج مقدس کے مسرت بارلحاحات کی تصویر کشی کرتے ہوئے
محترم جناب نادر جاجوی صاحب مدظلہ العالی یوں ہدیہ تبریک و تہنیت پیش
کرتے ہیں۔

جب کبھی اوجِ مقدر کا خیال آتا ہے
شعر کو حسنِ عقیدت سے ادا کرتا ہوں
اپنے اظہار کے لفظوں کی طہارت کے لئے
جھوم کر آلِ محمدؐ کی ثناء کرتا ہوں



عقدِ زہرا کا جو پیغامِ مسرت پہنچا
بام و درِ حیدر کرار کے گھر کے مہکے
مسکرا کر جو پرافشاں لگی ہونے خوشبو
سلسلے وسعتِ فردوسِ نظر کے مہکے

صَف بہ صَف کس کے براتی تھے سرِ عرش بریں
کس کو حاصل یہ شرف کس کا مقدر ہوگا
مجھ کو تسلیم مقامات ہیں سب کے لیکن
کون پر شوہر زہرا کے برابر ہوگا



ایسا پیغام مسرت کہ نہ دیکھا نہ سنا
لہر ہونٹوں پہ تبسم کے سبب سے ٹھہری
اپنے گھر کو جو چلی آج کے دن بنت رسول
نبضِ دُوراء بھی گھڑی بھر کو ادب سے ٹھہری



خُور و غلمان کی تطہیر ہے انگشتِ بلب
کس کی آغوشِ تقدس میں پلّی ہے زہرا
روحِ اول کا ہر اک عزم ہے عزمِ آخر
وارثِ دینِ نبی بن کے چلی ہے زہرا
اس طرب انگیز تقریبِ مقدس کے موقع پر بارگاہِ حیدر و بتول علیہما
السلام میں تہنیت پیش کرتے کرتے جنابِ نادرِ جا جوی کی نگاہوں کے
سامنے معاً خاندانِ رسالت پر توڑے جانے والے مظالم کی تصویر آ جاتی ہے

تو آپ کے جذبات یوں اشک ریز الفاظ کی صورت میں ڈھل جاتے ہیں کہ
آخری قطعہ خوشی، غم اور تشکر و امتنان کا حسین امتزاج بن جاتا ہے آپ بھی
ملاحظہ فرمائیں۔

اشک ! انوارِ خدا بن کے ڈھلکتے دیکھوں
چشمِ تر جب کبھی چھلکے ترے غم کے صدقے
مجھ کو نادر مری پروازِ تخیل کی قسم
جب کبھی بات بنی تیرے کرم کے صدقے
اب پھر چند بند جناب نسیم امروہوی کے اس عقد مبارک کے ضمن
میں ملاحظہ فرمائیں۔

جوڑا شہانہ سجنے لگے شاہِ ذوالفقار
عزتِ عبا، جلالِ قبا، پیرِ ہن وقار
بالائے سرِ علمائے اسرارِ کردگار
نعلین وہ کہ آوجِ فلک دیکھے بار بار
سہرا کلاہِ جُود پہ حاجتِ روائی کا
کنگنا بندھا کلائی میں مُشکل کشائی کا

نو شاہ کی رکاب میں حاضر ہیں جاں نثار
 غلمان و حُور و جن و ملک باندھے ہیں قطار
 شادی کے گیت گاتی ہیں حُوریں جو بار بار
 مشکل کشا کی مدح و ثناء کا بندھا ہے تار
 داؤد کی زباں پہ ہیں نغے زُبور کے
 ہیں انبیاء جلوس میں پیچھے حضور کے
 والفجر چاندنی کا ہے آئچل لئے ہوئے
 والتین ڈالی دینے کو ہے پھل لئے ہوئے
 والیل بہر چشم ہے کاجل لئے ہوئے
 والشمس آگے آگے ہے مشعل لئے ہوئے
 والفتح خوش ہے دیکھ کے حُسن و شباب کو
 والعاذیات تھامے ہوئے ہے رکاب کو
 اگرچہ جناب نسیم امروہوی کے اس منظوم تہنیت نامے کے بعد نہ تو
 اس موضوع پر مزید اشعار کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور نہ ہی اس سے بہتر
 اور خوبصورت نظم کی توقع کی جاسکتی ہے۔

تاہم حسب وعدہ محض اور محض حصولِ برکت اور اس پر مسرت
 تقریب میں نذر عقیدت پیش کرنے کے لئے چند اشعار پیش کرنے کی

جسارت کر رہا ہوں ورنہ مجھے اس حقیقت کا مکمل طور پر اعتراف ہے کہ جناب
 نسیم امر وہوی کے بعد منظوم نذرانہ پیش کرنا کسی بھی صورت میں موزوں نہیں
 تھا اُمید ہے قارئین مزید رحمتِ موازنہ نہیں فرمائیں گے۔

حیدر کرار کا سہرا

سجایا خود خُدا نے حیدر کرار کا سہرا
ہے تاج ہل اتے پر علم کے انوار کا سہرا
بہنیں قرآن کی آیات جس سرکار کا سہرا
کروں کیا پیش اُس سرکار میں اشعار کا سہرا

محمد مصطفیٰ دُلہا کا خود سہرا سجاتے ہیں
زیارت کیلئے جبریل و اسرافیل آتے ہیں

بچی ہے التجسی کی خوشنما تصویر سہرے میں
ہے ہُم خیر البریۃ کی حسیں تفسیر سہرے میں
فروزاں ہو گئی وَالْعَصْرِ کی تنویر سہرے میں
سمٹ کر آ گئی ہے آیتِ تطہیر سہرے میں

صلہ مَن یشریٰ کا بن کرد رخشاں ہو گیا سہرا
علی کے سر پہ سچ کے ماہ تاباں ہو گیا سہرا

سند فی القُرْبیٰ کی بن کر ہوا جلوہ نما سہرا
 ہے لِلنَّاسِ اِمَامِا کی دلیل جانفزا سہرا
 درخشاں تاجِ قَومِ ہادی پر ہے اِنَّمَا سہرا
 تَرَاهُمْ رُكْعًا پڑھتے ہی فوراً جھک گیا سہرا

سچیں آیات لڑیوں میں فروغِ قُلِّ کفیٰ بن کر

خُدا کا مدعا بن کر محمدؐ کی دُعا بن کر

علیٰ مُشکلِ کِشاء کو مل گیا سہرا اِمامت کا

علیٰ شیرِ خُدا کو مل گیا سہرا ولایت کا

علیٰ الرِّضیٰ کو مل گیا سہرا شِجاعت کا

علیٰ جانِ وفا کو مل گیا سہرا خلافت کا

علیٰ کے سہرے کی لڑیاں ہیں سب تعریف لے آئیں

علیٰ کے گھر میں بنتِ مصطفیٰ تشریف لے آئیں

علیٰ اَسَدُ اللہِ الغَالِب کا خالق سے خطاب آیا

علیٰ مِنْ سِیِّ اَنَامِئْہِ محمدؐ نے ہے فرمایا

علیٰ کے گھر میں صائمِ نُور ہے رحمت نے برسایا

علیٰ کے گھر میں سارا آگیا قُدْرَت کا سرمایہ

علیٰ کے گھر بتولِ آئی در و دیوار مہکے ہیں

علیٰ کے نام کا صدقہ مرے اشعار جھکے ہیں

بہر حال اس مقدس منفرد اور طیب و طاہر تزویج مبارک کی پوری پوری عکاسی کرنے کی قوت نہ کسی میں تھی نہ ہے اور نہ ہوگی ہر اہل محبت محض اور محض اپنے اپنے ذوق و وجدان کی ترجمانی کر لینے تک ہی محدود ہے۔ الگ بات ہے کہ جس کسی نے بھی خاندان نبوت و رسالت کی مدح و ستائش میں اپنی عقیدت و موذت کا اظہار کیا اُسے اس جو دو سخا کے بحر بیکراں اور مخزنِ لطف و عنایت نے محروم و مایوس کبھی نہیں لوٹایا۔

والدہ مریم کی دعا

زیر آیت !

وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُ بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ

الشَّيْطَانِ ﴿آل عمران﴾

تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقل کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا دُعا جناب مریم علیہا السلام کی والدہ ماجدہ جناب حنہ نے اپنی بیٹی مریم علیہ السلام کے لئے فرمائی تھی یا اللہ میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں شیطان مردود سے بچانے کے لئے اس کو اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس سے ضرور مس کرتا ہے جس کی وجہ سے بچہ چیختا ہے سوائے مریم اور اس کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کے کہ ان کو شیطان نے مس

نہیں کیا۔

حضور کی دعا

یہ روایت بیان کرنے کے بعد قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ صحیح روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے کیا تو فرمایا الہی !

میں اپنی بیٹی فاطمہ کو شیطان مردود سے بچانے کے

لئے تیری پناہ میں دیتا ہوں اور یہی دُعا حضرت علی کرم

اللہ وجہہ الکریم کے لئے بھی فرمائی۔

﴿رواہ ابن حبان من حدیث انس رضی اللہ عنہ﴾

چنانچہ ظاہر ہے کہ جناب حنہ کی دُعا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی دُعا زیادہ مقبول ہے اور مجھے اُمید ہے کہ حضرت سیدہ اور آپ کی

اولاد رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اللہ تعالیٰ نے شیطان مردود سے ﴿یقیناً﴾

محفوظ رکھا ہوگا بلکہ شیطان نے انہیں چھوا بھی نہیں ہوگا۔

﴿تفسیر مظہری جلد دوم ص ۳۲۸﴾

حضور کی تشریف آوری

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مزید یہ روایت بھی

منقول ہے کہ جناب سیدہ کی رخصتی مبارک کے چوتھے روز بعد ﴿دوبارہ﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہم دونوں اس وقت عباؤں میں ملبوس لیٹے ہوئے تھے آپ کی آواز سن کر جلدی سے اٹھنے لگے تو آپ نے ہمیں قسم دے کر فرمایا کہ تم ایسے ہی لیٹے رہو پھر آپ ہمارے بسترے پر اس طرح تشریف فرما ہو گئے کہ آپ کا دایاں پاؤں مبارک میں نے اپنے سینے پر رکھ لیا اور آپ کا بایاں پاؤں مبارک جناب سیدہ نے اپنے سینہ اقدس پر رکھ لیا اور پھر ہمارے ساتھ گفتگو فرمانے لگے اور ہمیں اپنی مخصوص تعلیم سے بہرہ اندوز فرماتے رہے۔

حضور نے دم فرمایا

پھر مجھے فرمایا علی اٹھو اور تھوڑا سا پانی لاؤ میں نے آپ کی خدمت اقدس میں پانی پیش کیا تو آپ نے اُس پر چند آیات تلاوت فرما کے مجھے عطا کر کے فرمایا علی اس سے کچھ پی لو اور باقی بچا لو چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا پھر آپ نے باقی پانی میرے سر چہرے اور سینے پر چھڑک دیا اور فرمایا !

اذهب اللہ عنک الرجس یا ابا الحسن وطهرک

تطهیرا۔

یعنی اے ابا الحسن ! اللہ تبارک و تعالیٰ تجھ سے

رجس کو دور کر کے خوب پاک اور پاکیزہ فرما دے۔

اس دُعا کے بعد مجھے پھر پانی لانے کا حکم فرمایا جب میں نے پانی

آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے اپنی صاحبزادی جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے لئے بھی وہی عمل دہرایا۔

سیدہ کے راز و نیاز

پھر مجھے باہر بھیج کر جناب فاطمۃ الزہراؑ سے میرے متعلق دریافت فرمایا تو بنت رسولؐ نے عرض کی ابا جان بلاشبہ علی تمام صفاتِ کاملہ سے متصف ہیں لیکن قریش کی بعض عورتیں مجھے اس قسم کا طعن کرتی ہیں کہ تمہارا شوہر فقیر ہے یہ سنا تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے میری پیاری بیٹی وہ عورتیں غلط گمان رکھتی ہیں کیونکہ نہ تو تمہارا باپ فقیر ہے اور نہ ہی تمہارا شوہر فقیر ہے۔

فقر باعثِ افتخار ہے

خداوند قدوس جل و علا کے حکم سے تمام رُوئے زمین کے سونے اور چاندی کے خزانے ہماری خدمت میں پیش کئے گئے مگر ہم نے انہیں اپنی مرضی سے مسترد کر دیا اور فقر کو اپنے لئے باعثِ افتخار جان کر رضائے الہی کو اختیار کیا۔

اللہ نے دو مردوں کو پسند فرمایا

میری بیٹی! جو کچھ میں جانتا ہوں اگر وہ سب کچھ تمہیں معلوم ہو جائے تو ساری دنیا تمہاری نظروں میں ذلیل و حقیر ہو کر رہ جائے خدا کی قسم

تمہارا شوہر از روئے اسلام تمام صحابہ کرام سے اقدم واول ہے اور علم میں ان سب سے بڑھ کر ہے اللہ تعالیٰ نے اہل زمینوں سے دو مزدوں کو پہنچایا ایک تو تمہارا باپ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرا تخص تمہارا شوہر علی ہے۔ اے میری نور چشم! تمہارا شوہر بہت اچھا شوہر ہے خبردار اس کی ہر گز ہرگز نافرمانی نہ کرنا بلکہ ہمیشہ اس کی فرمانبرداری اور اطاعت میں رہنا۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ پھر آپ نے مجھے بلا کر ارشاد فرمایا علی فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے اس کو خوش رکھو گے تو مجھے خوش رکھے گے اور اگر تم نے اس کو غمزدہ اور ملول کر دیا تو اس کا مطلب ہوگا کہ تم نے مجھے غمگین اور ملول کیا ہے۔

عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال حضرنا عرس علی فما رائت عرسا کان احسن منه حشونا البیت طیباً و اتینا بتمر و زیت فا کلنا و کان فرا شهما لیلۃ عرسهما اهاب کبش .

﴿ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد دوم ص ۲۲۰﴾

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال لما زوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمۃ بعلی قالت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زوجتني برجل فقیر لا شیء له فقال ﴿صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ اما تر ضین یا فاطمة ان اللہ اختار من اهل الارض

رجلین جعل احدهما اباک والاخر بعلک.

﴿ریاض النضرہ جلد دوم ص ۲۴۰ مطبوعہ مصر﴾

وضاحت

اگرچہ جناب حیدر کرار علیہ السلام کی تمام تر ازواج و اولاد پاک کے لئے ہم نے ایک مستقل باب مقرر کر رکھا ہے اور وہ یقیناً کتاب کے آخر پر آئے گا تاہم حصول برکات کے لئے یہاں پر بھی جناب سیدۃ العالمین سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی اولادِ طاہرہ کی ولادت مبارکہ کے متعلق ہم اپنی کتاب ”البول“ کے چند اقتباسات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

گلشن حیدر کے پھول کلیاں

ریاض بتول کا پہلا پھول

ہجرت کا تیسرا سال اور رمضان المبارک کی پندرہ تاریخ ہے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی شریف کے صحن میں تشریف فرما ہیں جبریل امین نے حاضر خدمت ہو کر سلام عرض کیا اور جنت کے ریشمی کپڑے کا ایک ٹکڑا جس پر ایک نام لکھا ہوا تھا آپ کی خدمت میں پیش کر دیا سرکارِ دو عالم نے پوچھا جبریل یہ کس کا نام ہے؟

عرض کیا سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کی گود میں آنے والے شہزادے کا یا رسول اللہ آپ کو مبارک ہو۔

حضرت جبریل علیہ السلام واپس چلے جاتے ہیں تو آپ کو بیٹی کے گھر سے جناب حسن علیہ السلام کی ولادت کا پیغام آ گیا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بشارت سنی تو آپ کے رُخِ اقدس پر مسرت کی لہر دوڑ گئی آپ انتہائی خوشی کے عالم میں اپنی صاحبزادی کے گھر میں تشریف لائے تو اس وقت جناب حسن مجتبیٰ علیہ السلام والدہ محترمہ کی آغوش مقدس میں

تشریف لائے ہیں، شہزادی مصطفیٰ کی گود میں شہزادہ حیدر کرار امام حسن علیہ السلام یوں جلوہ افروز تھے جیسے آفتاب نے چاند کو آغوش میں لے رکھا ہو۔

نور کے تین سمندر

سیدہ زہرا بتول سلام اللہ علیہا کا حجرہ بقعہ نور بنا ہوا ہے نور کے تین سمندر بیک وقت موجزن ہیں مرکز نور کے ٹکڑے کا ٹکڑا ماں کی گود میں لیٹا ہوا ہے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹی کو مبارک باد دے کر شہزادہ بتول کو گود میں اٹھالیا نور نور کی گود میں آ گیا۔

ستارہ چاند کی آغوش میں آ گیا۔

حسن مجتبیٰ مصطفیٰ کی گود میں آ گیا۔

آفتاب نے مہتاب کو جھولی میں لے لیا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نواسہ کے چہرہ منور کو دیکھے

جار ہے ہیں بالکل آپ کا اپنا ہی نقشہ تھا۔

وہی روشن جبین والضحیٰ

وہی والشمس عارض

وہی مازاغ کے ڈوروں والی زنجبیں آنکھیں

وہی واللیل کی سیاہی میں لیٹی ہوئی عنبر بارز لعلیں

وہی قوسین ابرو

وہی گلِ قدس کی پنکھڑیوں جیسے پیارے پیارے گلانی ہونٹ
 وہی آفتاب کی طرح درخشندہ چہرہ تاجدارِ انبیاء کی والدہ مکرمہ معظمہ
 و محترمہ طیبہ طاہرہ سیدہ معصومہ راضیہ مرضیہ عقیقہ مقدسہ مطہرہ سیدہ
 صدیقہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و صلوة اللہ علیہا جناب سید حسن مجتبیٰ
 علیہ السلام کو اس وقت دیکھ لیتیں تو آپ کو امام الانبیاء کی ولادت مبارکہ یاد
 آجاتی۔

کیوں نہ ہو ایک ہی تو نور تھا جناب سیدہ فاطمہ الزہراء اپنے والد
 گرامی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکمل ترین تصویر تھیں اور جناب
 امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام اپنی والدہ مکرمہ سیدہ فاطمہ الزہراء لموۃ اللہ علیہا کی
 مکمل تصویر تھے آپ نے اپنی بیٹی کے بیٹے کو سینے سے لگایا ایک کان میں
 اذان اور دوسرے میں اقامت فرمائی اور اپنی زبان مبارک شہزادہ بتول امام
 حسن علیہ السلام کے منہ میں دے دی اس سے بڑا اعزاز سوائے حسین
 کریمین اور علی ابن ابی طالب کے نہ کسی کو ملا اور نہ ہی کسی اور کو ملنے کا امکان
 ہے پھر آپ نے خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق شہزادہ بتول کا نام حسن رکھ دیا۔

الحسن بن ابی علی بن ابی طالب سبط رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولو فی نصف شہر رمضان

سنة ثلاث من الهجرة.

ولدتہ امہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم فی نصف شهر رمضان سنۃ ثلاثہ من الهجرة
هذا اصح .

﴿الاستعیاب ج ص ۳۱۸﴾ ﴿تاریخ الخلفاء ص ۲۲﴾
﴿اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۰﴾ ﴿طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۹۵﴾
﴿شواہد النبوة ص ۱۷۱﴾ ﴿مظاہر حق ج ۲ ص ۱۲۷﴾
﴿اشرف الموبد ص ۱۲۱﴾

ولادت حسن نماز زہرا

دُنیا میں بڑی شان کی مالک بیبیاں پیدا ہوئیں جن میں پیغمبروں کی
مائیں بھی ہیں اور صحابہ کرام کی مائیں بھی صحابیات بھی ہیں اور صحابہ زادیاں
بھی پیغمبر زادیاں بھی ہیں اور پیغمبروں کی بیویاں بھی ولیہ بھی ہیں اور ولی
زادیاں بھی ولیوں کی مائیں بھی ہیں اور ولیوں کی بیویاں بھی مگر جو شان اُم
الائمہ بنت رسول سیدہ فاطمہ الزہرا صلوة اللہ علیہا کی ہے اس کا مقابلہ کوئی
بھی نہیں کر سکتا۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے شہزادہ کا نام حضرت
ہارون علیہ السلام کے بیٹے کے نام پر شَبَّـر جس کے معنی حسن ہوتے ہیں
تجویز فرمایا اور آپ کی گود میں دے کر انتہائی مسرت کے ساتھ مسجد نبوی
شریف میں تشریف لے آئے اور ادھر جناب سیدہ سلام اللہ علیہا بچے کو دودھ
پلا کر اٹھیں وضو فرمایا اور نماز کے لئے کھڑی ہو گئیں۔

عن علی قال الحسن اشبه رسول الله صلى الله عليه
والآله وسلم ما بين الصدر الى الراس .

- ﴿مشکوٰۃ شریف ج ۲ ص ۲۴۰﴾ ﴿ترمذی ج ۲ ص ۲۲۲﴾
﴿بخاری کتاب ۶۱ باب ۲۳﴾ ﴿مسند احمد ج ۱ ص ۹۹ ج ۱ ص ۱۰۸ ج ۳ ص ۱۶۳﴾
﴿مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۴ ج ۶ ص ۲۸۳﴾ ﴿البدايه والنهايه ج ۸ ص ۲۰۵﴾
﴿شواهد النبوة ص ۱۴۲﴾ ﴿روضۃ الشهداء ص ۲۹۱﴾
﴿الاصابه ج ۱ ص ۳۲۸﴾ ﴿الاستيعاب ج ۱ ص ۳۶۹﴾

امام حسن را برداشته در آل خرقہ پیچیدم و بر کنار حضرت
نہادم پس سید عالم بانگ نماز در آغوش راست وے
گفت و اقامت در گوش چپ وے۔

﴿روضۃ الشهداء ص ۱۲۶﴾

قال بل هو حسن ثم قال انما سيمتم باسم ولد هارون
شبر .

- ﴿المستدرک ص ۲ ج ۱﴾ ﴿اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۰﴾
﴿نزهۃ المجالس ج ۲ ص ۲۲۹﴾ ﴿نور الابصار ص ۱۴۳﴾
﴿الاستيعاب ج ۱ ص ۳۶۸﴾ ﴿مسند مليا السی ص ۲۴ حدیث ۱۲۹﴾
﴿اشرف الموبد ص ۱۲۱﴾ ﴿البدايه والنهايه ج ۴ ص ۳۳۱﴾

ومن خصائص ابنة فاطمة انها كانت لا تحيض
وكانت اذا ولدت طهرت من نفاسها بعد ساعة حتى
لا تفرتها صلوة .

﴿الشرف الموبد علامہ بنہانی ص ۱۱۰ خصائص کبریٰ﴾

امام حسن علیہ السلام کا عقیقہ

شہزادہ بتول امام عالی مقام حضرت امام حسن علیہ السلام کی عمر شریف سات روز کی ہوئی تو امام انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے سر کے بال اُتر وادیئے اور ان کے ساتھ وزن کر کے چاندی صدقہ کردی پھر بکری ذبح فرما کر جناب حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی رسم عقیقہ ادا فرمائی گئی اور گوشت تقسیم کر دیا گیا یہ واقعہ اکیس رمضان المبارک ۳۰ ہجری کا ہے،

جی بھل گیا

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی کے گھر میں خوشیوں کا جہان آباد ہو چکا ہے جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ بھی بیٹے کے ساتھ بے حد محبت کرتے ہیں امام الانبیاء بھی حسب معمول روزانہ بیٹی کے گھر تشریف لاتے ہیں ننھے شہزادے کو گود میں لے کر پیار کرتے ہیں اپنی اولاد سے کون محبت نہیں کرتا۔

سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا عبادت و ریاضت میں بھی مشغول رہتی ہیں گھر کا کام کاج بھی کرتی ہیں اور صاحبزادے کو بھی پرورش فرما رہی ہیں تمام کام نہایت خوش اسلوبی سے پورے ہو رہے ہیں۔

گھر میں فقر و فاقہ کے حالات بدستور ہیں جناب حیدر کرار علیہ السلام کی مشقت کا بھی وہی عالم ہے اور جناب سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ

علیہا کی محنت و مشقت میں بھی کوئی کمی نہیں آئی آپ نے اپنے شہزادے کو گود
 میں اٹھایا ہوتا اور چکی پیس رہی ہوتیں اور بالعموم آپ کو گھر کا سارا کام کاج
 بچے کو سینے سے لگا کر ہی پنٹانا پڑتا بہر حال آپ کا دل بہلا ہوا ہے شکوہ
 شکایت تو آپ کی زبان اقدس پر کبھی آیا ہی نہیں شکوے تو وہ کرتا ہے جو کسی
 تکلیف کو محسوس کرے اور جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے تو زندگی کی
 کسی راحت کو مانگا ہی نہیں۔

دوسرا پھول

۴۔ ہجری شعبان المعظم کی پانچویں تاریخ کو جانِ پنجتن سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی دُنیا میں تشریف آوری کا دن ہے گلشنِ زہرا میں دوسرا پھول کھلنے والا ہے۔

جناب اُم الفضل زُوجہ عباس امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر سلام عرض کرتی ہیں آپ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا چچی جان کیسے آئی ہو ؟

عرض کیا ! یا رسول اللہ ! بڑا پریشان کُن خواب دیکھا ہے فرمایا بیان کرو۔

عرض کیا ! حضور شہید پریشان کن ہے
فرمایا ! بیان تو کیجئے ؟

عرض کیا ! میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے جسمِ اقدس کو کاٹ کر ایک ٹکڑا علیحدہ کیا گیا اور وہ کٹا ہوا ٹکڑا میری جھولی میں آ گیا آپ نے مسکرا کر فرمایا !

چچی جان آپ نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے انشاء اللہ تعالیٰ میری

بہی فاطمہ کے گھر بیٹا پیدا ہوگا۔

جناب اُم الفضل نے خواب کی تعبیر سنی تو مطمئن ہو گئیں۔

اور پھر مملکت شہادت کا تاجدار

کان نبوت کا دُرِ شہوار

بحر رسالت کا دُرِ تابدار

گلشن امامت کا گلِ نو بہار

ملک ولایت کا سلطان ذی وقار

سلطنتِ روحانیت کا شہریار

میدانِ عشق و محبت کا شہسوار

نوجوانانِ گلشنِ فردوس کا سردار

دنیاۓ معرفت کا مالک و مختار،

تقدیس و عظمت کا روشن مینار،

نسر الاسرار،

نور الانوار،

قافلہ سالارِ عشق،

مرکزِ پرکارِ عشق،

مہبطِ انوارِ عشق،

گرمی بازارِ عشق،

فرحت گلزارِ عشق،
 مخزنِ انوارِ عشق،
 کاشفِ اسرارِ عشق،
 نازش در بارِ عشق،
 کشتہ تلوارِ عشق،
 زینتِ بزمِ کونین،
 رونقِ ریاضِ بتول،
 گلِ گلشنِ رسول،
 نواسہ سیدِ الثقلین،
 زینتِ بزمِ کونین،
 زہرا کے نورِ عین،
 حیدر کے دل کا چین،

سیدنا امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام بصدِّ حسن و رعنائی والدہ مکرمہ
 سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی آغوشِ راحت میں تشریف آور ہو گئے۔

خوشیوں اور مسرتوں کا جہان آباد ہو گیا

کیف و سرور اور انوارِ رحمت کی بارش ہونے لگی

حوریں فر دوس میں ایک دوسری کو مبارکباد دینے لگیں صدائے

سروش آتی ہے۔

اے ختم رُسل گوہر مقصود مُبارک
 یا نُورِ خُدا رحمتِ مَعْبُود مُبارک
 یا شاہِ مُجَفَّ شادیِ مَوْلُود مُبارک
 یا خیرِ نساءِ اخترِ مَسْعُود مُبارک

رونق ہو سدا نُورِ دو بالا رہے گھر میں
 اِس ماہِ منور کا اُجالا رہے گھر میں

شعبانِ مُعَظَّم میں ترے اقبال کے صدقے
 شوکت کے فدا عظمت و اِجلال کے صدقے
 قُربانِ سحرِ عید کی گر ہو تو بجا ہے
 وہ شب ہے کہ شُبَقدر بھی جس پر کہ فدا ہے

شادی ہے ولادت کی یدِ اللہ کے گھر میں
 خورشید اُترتا ہے شہنشاہ کے گھر میں



علی و فاطمہؑ

مولائے کائنات سیدنا حیدر کرار علیہ السلام اور شہزادی رسول سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کی ازدواجی زندگی کے متعلق آئندہ اوراق میں ایک مکمل باب مقرر کیا گیا ہے جس میں اس قدسی صفات جوڑے کی آپس میں محبت و موانست اور خوشگوار مئی تعلقات کے بارے میں متعدد واقعات پیش کئے گئے ہیں۔

یہاں ہم ایک ایسی روایت صرف اس لئے پیش کر دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ اس روایت کا جناب حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کی ولادت مبارکہ سے بھی تعلق ہے اور جناب حیدر کرار علیہ السلام اور حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے تعلقات کی بھی نشاندہی ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں آتا ہے۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ. بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ. يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ.

اس نے دو دریاؤں کو ملایا کہ باہم ملے ہوئے بھی ہیں اور ان کے درمیان ایک حجاب بھی ہے کہ دونوں ایک

دوسرے پر زیادتی نہیں کرتے ان دونوں سے موتی
اور مرجان پیدا ہوتے ہیں۔

دریا اور موتی

مفسرین کرام نے ان آیات کی ایک تفسیر یہ بھی کی ہے کہ یہ دونوں
دریا حضرت علی علیہ السلام اور جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا ہیں جو انتہائی قربت
والحاق کے باوجود ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتے کیونکہ ان دونوں کے
درمیان امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کا حجاب موجود ہے
اور ان دریاؤں سے پیدا ہونیوالے موتی جناب حسن و حسین رضی اللہ عنہما
ہیں۔

واخرج ابن مردويه عن ابن عباس في قوله ﴿مَرَجَ
الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ﴾ قال علي و فاطمه رضي الله عنهما
﴿برزخ لا يبغيان﴾ قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم ﴿يُخْرِجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤَ وَالْمَرْجَانَ﴾ قال
الحسن والحسين رضي الله عنهما .

﴿در منشور ج ۲ ص ۱۴۲﴾

بحر نبوت اور بحر فتوت

دیگر کتب میں یہ روایت اس طرح آئی ہے کہ ان دونوں کے
درمیان تقوے کا حجاب ہے۔

قال بعض المفسرين في قوله تعالى مرج البحرين

يلتقيان بينهما برزخ لا يبغيان اى بحر نبوت من
فاطمة رضى الله عنها وبحر الفتوة من على رضى الله
عنه بينهما حاجز من تقوى فلا تبغى فاطمه على على
ولا يبغي على على فاطمة يخرج منهما اللؤلؤ
ولامرجان هو الحسن والحسين .

﴿نور الابصار ص ۱۱۲ نزهة المجالس ج ۲ ص ۲۲۹﴾

یعنی بعض مفسرین مندرجہ بالا آیات مبارکہ کے متعلق فرماتے ہیں
کہ بحرین سے مراد نبوت کا بحر فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور فتوت کا بحر حضرت
علی کرم اللہ وجہہ الکریم مراد ہیں اگرچہ یہ آپس میں ملے ہوئے ہیں مگر ان
کے درمیان تقویٰ کا حجاب موجود ہے پس نہ تو حضرت فاطمہ الزہرا حضرت
علی کے ساتھ زیادتی کرتی ہیں اور نہ ہی حضرت علی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا
پر زیادتی کرتے ہیں اور نبوت و فتوت کے ان دونوں دریاؤں سے پیدا
ہونے والے موتی اور مرجان حضرات حسنین کریمین علیہم السلام ہیں اور یہ دُر
بے بہا اپنی پوری تابانیوں اور جلوہ آفرینیوں کے ساتھ سیدۃ النساء العالمین کی
آغوش منور میں آچکے ہیں جناب فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کی گود میں
دوہری خوشیوں کا جہان آباد ہے۔

ازدواجی زندگی باوجود غربت و افلاس اور عسرت و تنگی کے نہایت
خوشگوار ماحول میں بسر ہو رہی ہے نہ تو جناب سیدہ سلام اللہ علیہا ہی کوئی ایسی
بات کرتی ہیں جو جناب علی المرتضیٰ علیہ السلام کی ناراضگی اور ناخوشی کا باعث

ہوا اور نہ ہی جناب حیدر کرار علیہ السلام ہی کوئی ایسی بات کرتے ہیں جو جناب سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے لئے ناگواری کا باعث بنے۔

نائبۃ الزہرا

ان دو پھولوں کے بعد ہجری کے پانچویں یا چھٹے سال گلستانِ زہرا میں ایک درخندہ کلی ظہور میں آتی ہے سیدہ کی بیٹی سیدہ زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا جسے بلا مبالغہ ثانی زہرا بھی کہا جاسکتا ہے اور نائبۃ الزہرا بھی۔

جناب زینب سلام اللہ علیہا جناب فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کی مکمل تصویر ہیں۔

جناب زینب شہید کی بیٹی شہیدوں کی بہن شہیدوں کی ماں اور شہید کی بہو ہیں۔

جناب زینب اپنی والدہ مقدّسہ ہی کی طرح عالمہ بھی ہیں اور فاضلہ بھی۔

طیبہ بھی ہیں اور طاہرہ بھی
سعیدہ بھی ہیں اور صدیقہ بھی
نیرہ بھی ہیں اور منورہ بھی
معلمہ بھی ہیں اور مکرمہ بھی
خطیبہ بھی ہیں اور ادیبہ بھی

صابرہ بھی ہیں اور شاکرہ بھی

عقیفہ بھی ہیں اور مزینہ بھی

ساجدہ بھی ہیں اور راکعہ بھی

عابدہ بھی ہیں اور زابدہ بھی

جناب زینب سلام اللہ علیہا کے کردار میں کردارِ زہرا کی جھلکیاں پورے وقار و تمکنت کے ساتھ نمایاں ہیں جناب زینب سلام اللہ علیہا کی سیرت سیرتِ زہرا سلام اللہ علیہا کا نقشِ جمیل ہے۔

جس دن جناب زینب سلام اللہ علیہا دنیا میں تشریف لائیں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں باہر تشریف لے گئے ہوئے تھے آپ جب واپس تشریف لائے تو حسب معمول سب سے پہلے بیٹی کے گھر تشریف لے گئے جا کر دیکھا تو گلستانِ زہرا کی باعصمت شکفتہ کلی ماں کی گود میں لیٹی ہوئی ہے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی بے حد خوشی کا اظہار فرمایا پھر ایک کھجور لے کر اُسے اپنے منہ مبارک میں ڈال کر چبایا اور پھر اس کا لعاب دہن اپنی بیٹی کی بیٹی کے منہ میں ڈال دیا۔

اولادِ فاطمۃ الزہرا کی خوش نصیبی کا کون اندازہ کر سکتا ہے اور پھر آپ نے خود ہی بچی کا نام زینب تجویز فرمایا جس کا مطلب ہے زین اب زینب اب عربی میں اب باپ کو کہتے ہیں یعنی باپ کی زینت جیسے زین العابدین عبادت گزاروں کی زینت و آرائش کو کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے بچی کو بغور دیکھتے ہوئے فرمایا کہ اس کی شکل اپنی نانی جان خدیجہ الکبریٰ سے بہت زیادہ ملتی ہے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس بیٹی کا گھر بچوں کی رونق سے جنت کا ایسا ٹکڑا بنا ہوا ہے جس میں زندگی کی ہر راحت موجود ہو، جناب زینب کبریٰ کے بعد ۷ ہجری میں جناب زینب کی چھوٹی بہن جناب ام کلثوم تشریف لائیں آپ بھی اپنی ہمشیرہ کی پوری تصویر تھیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے دو نیچے جناب محسن اور حضرت رقیہ علیہا السلام سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کو عطا فرمائے مگر یہ بچپن میں ہی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے آپ نے تینوں بیٹیوں کے نام اپنی بڑی ہمشیرگان کے اسمائے مقدسہ کی ترتیب سے انہی کی یاد میں زینب ام کلثوم اور رقیہ رکھے۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ جناب محسن علیہ السلام آپ کے گھر پیدا نہیں ہوئے بلکہ زینہ اولاد صرف حسن و حسین علیہما السلام ہی تھے لیکن یہ خیال قطعی طور پر نادرست اور غلط ہے جناب محسن علیہ السلام کی پیدائش مبارکہ پر اس قدر زیادہ روایات ہیں جن سے انکار کی کوئی صورت ہی نہیں۔ تاریخ و سیرت اور حدیث و فضائل کی کوئی بھی کتاب دیکھیں اس میں آپ کی مندرجہ ذیل اولاد پاک ہی مذکور ہے۔

الحسن والحسین و محسن و زینب و ام کلثوم و رقیہ

کتاب

موسیٰ پروردگار

پیش منظر

”باب قوت پروردگار“ کا آغاز غزوات رسول سے ہونے والا ہے
 زور ید الہی کے کرشمے بعض کو مبہوت کر دیں گے بعض کو ورطہ حیرت میں
 ڈال دیں گے اور بعض کے ذہنوں کو بالکل ہی ماؤف کر دیں گے۔

ذوالفقار حیدری کی برق اندازیاں نگاہوں میں چکا چونڈ پیدا کر دیں
 گی، عقل خیرہ ہو جائے گی، دماغوں میں ارتعاش پیدا ہوگا، سوچ گم ہو جائے
 گی، ہوش و خرد کے جہان میں زلزلہ آجائے گا، حقیقتوں پر افسانوں کا گمان
 ہونے لگے گا، اور دلوں کی دنیا میں تو ایک عظیم انقلاب برپا ہو کر رہ جائے گا،
 بعض دل ڈوبنے لگیں گے، بعض کا قرار لٹ جائے گا، بعض تڑپ کر رہ
 جائیں گے، بعض میں بغض و نفاق کے لاوے اُبلنے لگیں گے، بعض میں حسد و
 عناد کی چنگاریاں سی اُٹھتی ہوئی محسوس ہوں گی اور بے شمار دل ایسے بھی ہوں
 گے جو ذوالفقار حیدری کی ضیاء پاشیوں سے منور ہو جائیں گے ان کے روشن
 اور پر نور گوشے مزید جگمگا اٹھیں گے، ان کی پاکیزگی میں مزید نکھار آجائے گا
 اور ان کی طہارت مزید صیقل ہو جائے گی۔

ناقابل تردید حقیقت

مذکورہ بالا چند سطور ہم نے محض تخیلاتی انداز میں یا پیش رفت کے طور پر نہیں لکھ دیں بلکہ یہ چودہ سو سال کی تاریخ کا ایک اجمالی خاکہ اور ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔

اب تک جو ہوتا آیا ہے اور ہو رہا ہے اس کو نظر انداز کیسے کیا جاسکتا ہے ہم نے ماضی اور حال کے مکمل ترین تجزیہ کے بعد مستقبل کی جو تصویر تیار کی ہے اوپر کی سطروں میں اسی کا ایک مختصر ترین عکس ہے جو شخص بھی اپنے دل کے آئینہ میں جھانک کر دیکھے گا اسے اسی عکس کی بھلکیاں نظر آئیں گی۔

جناب حیدر کرار علیہ السلام کی ذات ستودہ صفات کو خدا تعالیٰ نے جن عظمتوں اور رفعتوں کا آئینہ دار بنایا تھا اس کے پیش نظر یہ سب کچھ ہر گز ہر گز ناقابل فہم نہیں۔

آپ کی ذات مقدس حدِ خرد سے ماوریٰ

آپ کی صفات قدسیہ کا احاطہ ناممکن الامر

آپ کے اعزازات مخصوص

آپ کی شخصیت منفرد

آپ کی خلقت و ولادت سب سے الگ تھلگ

آپ کے مقامات کی ابتداء تک بھی رسائی حاصل کرنے سے

عقلیں عاجز

آپ کا علم کائنات کے علوم پر محیط ایسے میں اگر آپ کی ذات
متنازعہ فیہ نہ ہوتی تو کیوں ؟

تعجب کیا ہے

لوگوں پر اگر شیر خدا علیہ السلام کے کارناموں سے حیرتوں کے پہاڑ
ٹوٹ پڑتے ہیں تو اس میں تعجب کیا ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ

فرمایا ہے کہ علی اگر تمام لوگ تمہاری محبت پر مجتمع ہو

جاتے تو اللہ تعالیٰ جہنم کو پیدا ہی نہ فرماتا۔

لیکن ایسا نہ ہو سکتا تھا اور نہ ہوا مشیت کو اپنا کام پورا کرنا تھا خداوند

قدوس جل و علا کی حکمتوں کو ظاہر ہو کر ہی رہنا تھا۔

جناب آدم علیہ السلام کو خلیفۃ اللہ کی مسند پر سرفراز کرنے کے لئے

اعزازی طور پر جو گنج گراں مایہ عطا فرمایا گیا وہ مصطفیٰ و مرتضیٰ علیہما الصلوٰۃ

والسلام کا نور ہی تو تھا جسے دیکھتے ہی ابلیس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

پھر کیا اس آگ کو بجھا دیا گیا ؟

نہیں مشیت تو خود اس آگ کو ہوا دینے پر تلی ہوئی تھی شیطان سرکشی

پر آمادہ ہو کر فیما اغویتنی بکنے لگا غیرت الہیہ نے اس کی گردن میں لعنت

کا طوق ڈال کر اسے ایک ایسی قوت بھی عطا کر دی جس سے وہ تا قیام

قیامت اپنے ساتھیوں میں اضافہ کرتا رہے۔

اور پھر شیطان پوری تحدیٰ سے اپنے کام میں مصروف ہو گیا جس تیزی سے شیطان کے بغض و عناد کی آگ میں حدت آتی گئی اتنی ہی تیزی سے جہنم کی آگ کے شعلے بھڑکنا شروع ہو گئے۔

یہ آگ نہیں بجھے گی

اب یہ آگ نہیں بجھے گی جنہیں جہنم کا ایندھن بننا ہے وہ بن کر ہی رہیں گے محبت علی کا واضح ترین مطلب اور صاف صاف معنی یہ ہے کہ ایمان کی دولت سے سرفراز ہو کر مکین فردوس ہو جانا اور علی سے بغض رکھنے والے کی جگہ تو ازل ہی سے جہنم تجویز ہو چکی ہے، اس پر مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر بھی لگ چکی ہے پھر اسے تبدیل سے کیا جاسکتا ہے۔

علاوہ ازیں حضور سرور کونین جد الحسین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اس لئے ہی تو یہ ارشاد فرمایا تھا کہ علی جنت اور دوزخ کی تقسیم کا کام ہی تمہارے سپرد کیا جاتا ہے تاکہ تم خود ہی اپنے دوستوں کو جنت میں اور اپنے دشمنوں کو جہنم رسید کر سکو۔

جو ہونا تھا وہ تو پہلے ہی سے ہو چکا ہے اس میں ترمیم نہیں کی جاسکتی البتہ زندگی کے آخری سانس تک راہ ہدایت کی طرف لوٹ آنا ممکنات میں سے ہے توبہ کے دروازے کھلے ہوئے ہیں مگر توبہ کی توفیق ہر کس و ناکس کو

کب نصیب ہے۔

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے
یہ بڑے نصیب کی بات ہے

حصولِ جنت کا مدار

حب علی علیہ السلام وہ عظیم نعمت ہے جس پر حصولِ جنت کا مدار ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص تمام عمر خدا تعالیٰ کی عبادت کرتا رہے اور ہمہ وقت ریاضت اور مجاہدہ میں مصروف رہے اور اس کا دل حضرت مولا علی علیہ السلام کی محبت سے خالی ہو تو اسے یقین کر لینا چاہئے کہ وہ ہرگز ہرگز جنت میں نہیں جاسکتا جنت میں داخل ہونا تو کیا اسے جنت کی خوشبو تک بھی نصیب نہ ہوگی اس لئے کہ جنت میں صرف وہی جاسکتا ہے جس کا دل علی علیہ السلام کی محبت سے معمور ہو اور جس کے دل میں علی علیہ السلام کی محبت موجود ہو وہ علی علیہ السلام کی عظمتوں کا اعتراف کرنے میں کبھی پس و پیش نہیں کر سکتا۔

محبت کیا چاہتی ہے ؟

محبت کبھی اپنے محبوب پر اعتراض نہیں کر سکتا محبت تو اندھی اور بہری ہوتی ہے وہ تو والہانہ طور پر محبوب پر فدا ہونا جانتی ہے محبوب کے عیوب و نقائص نہیں تلاش کرتی۔

محبت تو ادائے محبوب پر مر مٹنے کا نام ہے نہ کہ محبوب کی کمزوریاں اور خامیاں تلاش کرنے کا۔

محبت کبھی گوارا نہیں کرتی کہ وہ خود ہی محبوب کو کمتر درجہ دے کر اپنے ارمانوں کا گلا گھونٹ لے۔

یہی وجہ ہے کہ حب دارانِ حیدر کرار علیہ السلام جب آپ کے عظیم کارنامے سنتے ہیں تو ان کے قلوب کو عجیب قسم کی راحت نصیب ہوتی ہے ان کی آنکھیں مسرت کے آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں اور ان کے روئیں روئیں سے خوشی کے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں۔

جب کہ اس کے برعکس جن کے دل علی علیہ السلام کی محبت سے نا آشنا ہیں وہ ان عظیم کارناموں کو بھی جن پر نصوص قطعیہ شاہد عدل ہیں قصہ گو کذاب راویوں کی من گھڑت کہانی کا نام دے کر مسترد کر دیتے ہیں۔

شیطان کے قبضہ میں

ان کے بغض و نفاق کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے دل جلال و جبروتِ حیدری کے واقعات سن کر ڈوبنے لگتے ہیں ان کی عقل مکمل طور پر شیطان کے قبضہ میں ہوتی ہے جس کو معیار بنا کر وہ ضربتِ حیدری کا اندازہ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

وہ زور یدِ الٰہی کا اقرار و اعتراف کرنے سے اس لئے بھی قاصر ہیں

کہ وہ بنیادی طور پر بزدل ہیں ان کی حرام خوریوں اور حرام کاریوں نے ان کی غیرت ایمانی کا جنازہ نکال دیا ہے اور وہ حیاء کے سلسلہ میں بالکل فلاش ہو کر رہ گئے ہیں۔

علی کی انفرادیت

اگرچہ جناب امیر المومنین حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کا ہر واقعہ محیر العقول ہے لیکن میدان کارزار میں آپ کی قوت و شجاعت کا ظہور آپ کا وہ اعزاز عظیم ہے جس پر روح مشیت بھی جھوم جھوم جاتی ہے اور سروش فیبی کی صورت میں فطرت کی آوازیوں گونج اٹھتی ہے کہ،

لافتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار

علی اُن تمام شجاعانِ عرب میں بھی فردِ فرید تھے جن کی شجاعت کے قصے ضرب المثل بن چکے ہیں۔

علی اُن تمام مقدس نفوس میں بھی واحد و یگانہ تھے جنہیں فاتحِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چنا ہوا تھا۔

علی اُن سب ہی میں بے مثال تھے جن کی تربیت سپہ سالارِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی تھی۔

علی اُن سب کی آنکھوں کا تارا تھے جنہوں نے بدرِ واحد اور احزاب و خیبر کی جنگوں میں سیفِ حیدری کی کاٹ کے مناظر کو دیکھا تھا۔

علی کے زور بازو کے وہ سب کے سب پورے طور پر معترف تھے جو سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمان میں جنگیں لڑا کرتے تھے بلکہ، علی کے زور بازو پر شجاعت ناز کرتی ہے

وہ کتنے خوش نصیب تھے

وہ لوگ بھی کتنے خوش نصیب تھے جن کو علی علیہ السلام جیسے شجاع اور بہادر کی رفاقت نصیب تھی تھی۔

جنہیں مُبِطَفَہٌ وَمُرْتَضٰی علیہا الصلوٰۃ والسلام کے جمال جہاں آراء کی زیارت نصیب تھی اور جو مدینۃ العلم اور باب مدینۃ العلم کے ساتھ ساتھ سائے کی طرح چلتے تھے وہ ہرگز ایسے نہیں تھے جیسا کہ لوگوں نے انہیں سمجھ رکھا ہے۔

اُن میں سے کبھی کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں علی سے افضل و اعلیٰ ہوں اور نہ ہی ان میں سے کسی کے دل میں بغض و عناد تھا اور وہ علی علیہ السلام سے بغض و عناد کس طرح رکھ سکتے تھے جب کہ ان پر بار بار واضح ہو چکا تھا کہ علی علیہ السلام سے بغض و عناد رکھنے والا منافق ہے۔

وہ منافق نہیں تھے لیکن ان کے دل میں یہ حسرت ضرور ہوتی تھی کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس سے ملنے والے اعزازات زیادہ سے زیادہ تعداد میں حاصل کئے جاسکیں۔

لیکن جب کوئی مخصوص اعزاز حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 دامن حیدر کرار میں ڈال دیتے تو ان کی آنکھیں فرط محبت و عقیدت سے
 بھیگ جاتیں اور ان کی نگاہوں میں مولا علی علیہ السلام کی قدر و منزلت مزید
 بڑھ جاتی جوں جوں فرخ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام کو
 اپنی کرم گستیوں فواز تے گئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں
 میں حضرت علی علیہ السلام کی عقیدت گھر کرتی گئی اور آپ سے محبت و موافقت
 کارنگ مسلسل گہرا ہوتا گیا۔

وہ مبعوضانِ علی نہیں

وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے
 ساتھ تھے اور آپ کے ساتھ غزوات و سرایا میں ہر کام تھے ہر گز ہر گز
 مبعوضانِ علی نہیں تھے بلکہ وہ قطعی طور پر محبانِ علی کے زمرہ اولین کے لوگ
 ہیں۔

انہیں علی علیہ السلام سے سچی محبت تھی محبت ہی کیا انہیں علی علیہ السلام
 سے عقیدت تھی اور علی علیہ السلام ان سے محبت کرتے تھے وہ آپس میں پیکر
 خلوص تھے۔

ہم ان کی بات نہیں کرتے جو علی علیہ السلام سے غیر آزا ما ہوئے ہم
 ان کی بات کرتے ہیں جو علی کے شریک کار تھے اور اس کی سب سے بڑی وجہ

یہ ہے کہ علی کا شریک کار ہونا بھی تو بہت بڑا اعزاز ہے علی کا شریک کار ہونا معمولی بات نہیں بلکہ یہ انتہائی عظیم اعزاز ہے اور پھر وہ لوگ تو دامنِ مصطفیٰ سے وابستہ بھی تھے اور دربارِ مصطفیٰ کی زینت بھی تھے۔

دربارِ مصطفیٰ کی عطائیں

دربارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نامرادی کیسی وہاں تو سب کی مرادیں پوری ہوتی ہیں پھر آپ کے غلام کیسے بامراد نہ ہوتے اس دربارِ گوہر بار میں آنے والا ہر شخص اپنی اپنی مراد کو پہنچا۔

الطاف واکرام کے خزانے بھی پر کھلے ہوئے تھے بھی کونوازا جا رہا تھا۔ سبھی کی حوصلہ افزائی ہو رہی تھی اور سبھی کی تالیفِ قلبی فرمائی جا رہی تھی دربارِ مصطفیٰ کی زینت بننے والے لوگوں کو عوام الناس میں کس طرح شمار کیا جاسکتا ہے۔

خوش نصیب آنکھیں

اس آنکھ کی برابری کا دعویٰ کون سی آنکھ کر سکتی ہے جو محبوب کے جلوؤں سے آسودہ ہوتی ہو اس نگاہ بلند مرتبت کی کس طرح ہمسری ہو سکتی ہے جو رُخِ محبوب کی تجلیات سے بہرہ ور ہوتی ہے۔

عبادت و ریاضت کا سب سے بڑا ثمر یہی تو ہے کہ ہم نشینیِ محبوب حاصل ہو جائے اگر یہ نہیں تو بتائیے اس کے سوا اور کس چیز کے حصول کے

لئے یہ ساری تگ و دو کی جاتی ہے جنت کے لئے؟

جنت بھی تو جلوہ گاہ محبوب ہی کا نام ہے جنت میں سے بڑی نعمت زیارت وہم نشینیء محبوب ہی تو ہے رُخ محبوب کی زیارت کو معمولی بات نہیں کہا جاسکتا یہ بہت بڑا اعزاز ہے اتنا بڑا اعزاز اور اس قدر عظیم انعام خداوندی جس کا تصور نہیں کیا جاسکتا وہ بہت ہی خوش نصیب اور عظیم لوگ تھے جنہیں محبوب کی غلامی کے ساتھ ساتھ شرف ہم نشینی بھی حاصل تھا ان کے لئے تو قرآن مجید میں اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا ہے پھر خدا تعالیٰ کو اپنے وعدوں سے کیسے منحرف کروایا جاسکتا ہے وہ تو مبشر اعظم کی بشارتوں سے مزین تھے پھر ان کے تشخص کو دھندلایا کیسے جاسکتا ہے۔

انہیں تو ہادی برحق نے براہ راست ہدایت کے راستوں پر گامزن کیا تھا پھر وہ بھٹک کیسے سکتے تھے وہ ہر لحاظ سے عظیم اور بابرکت لوگ تھے۔ وہ رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منتخب شدہ افراد تھے۔ وہ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیوانے اور شمع رسالت کے پروانے تھے۔

وہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جان کی بازی لگا دیا کرتے تھے بلکہ اشارہء محبوب پر قربان ہونے کو زندگی کی سب سے بڑی سعادت متصور کرتے تھے۔

منافقین کی بات نہیں

منافقین کو چھوڑیے وہ تو ہر قدم پر آپ کے جاں نثاروں کو دھوکا دیا کرتے تھے اس مقدس طائفہ کے ساتھ منافقین کی مثال دینا اسلام سے انحراف اور قرآن وحدیث کا انکار کرنے کے مترادف ہے بلکہ ایمان ودیانت سے ہاتھ دھو بیٹھنے کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

شیطانی وسوسہ ہے

ارتداد کرنے والوں کے ساتھ ان کی مثال دینا بھی ظلم عظیم ہے شیطانی وسوسہ اور تلبیس ابلیس ہے نفس کی چال اور حقائق سے گریز ہے منافقین مرتدین کے ساتھ صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تعلق کیسے پیدا کیا جاسکتا ہے۔

نور کو ظلمت سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش سوائے بربادی کے اور کیا ہے اس لئے کہ تو نور کو ظلمت کا نام دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ظلمت کو نور ثابت کیا جاسکتا ہے۔

صحابہ کی عظمت

محبوب کبریٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال جہاں آراء سے سرفراز ہونے والے لوگ بے مثال تھے ان کی مثال کہاں وہ کس قدر خوش نصیب لوگ تھے کہ اگر بیمار ہوتے حضور ان کی عیادت کو تشریف لے جاتے ان کی

تیار داری فرماتے اگر کوئی دنیا سے جا رہا ہو تا تو محبوب کے جلوؤں میں گم ہو کر
نزع کی تلخیاں بھول جاتا۔

وہ کہتے خوش مقدر تھے جن کو زندگی میں محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے سانسوں کی مٹھام جاں میں اتر جانے والی خوشبو میں میسر تھیں اور
مرتے وقت دامن محبوب کی ٹھنڈی ہوائیں نصیب تھیں۔

وہ لوگ اس لئے بھی عظیم تھے کہ انہیں محبوب کبریا نے پسند فرمالیا تھا
صحابہ اس لئے بھی واجب التعظیم تھے کہ وہ اپنی زندگیوں پر محبوب
کی زندگی کو ترجیح دیتے تھے۔

صحابہ اس لئے بھی لائق صدا احترام ہیں کہ وہ اپنی ہر خواہش کو
رضائے محبوب کے تابع رکھتے تھے۔

صحابہ اس لئے بھی اچھائی سے یاد کرنے کے قابل ہیں کہ وہ سب
سے اچھے کے ساتھی تھے۔

صحابہ اس لئے بھی تمام امت سے ممتاز ہیں کہ ان کو محبوب کریم صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جاں نثاری اور فداکاری کے مواقع نصیب تھے۔

صحابہ پر اس لئے ارتداد کی تہمت نہیں لگائی جاسکتی کہ انہیں عسالم
مَا كَانَ وَ مَا يَكُونُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منتخب کیا تھا۔

صحابہ پر اس لئے بھی زبان طعن دراز نہیں کی جاسکتی کہ ان پر طعن
کرنا بالواسطہ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طعن کرنا ہے۔

صحابہ کی اس لئے تنقیص نہیں کی جاسکتی کہ ان کی تعریف محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کی ہے اور خدا نے بھی۔

صحابہ کے افعال کا اس لئے بھی محاکمہ نہیں کیا جاسکتا کہ وہ براہِ راست مکتب رسالت کے تربیت یافتہ تھے۔

صحابہ کی اس لئے بھی تکریم ضروری ہے کہ ان کے شرف و کرامت پر قرآن و حدیث کی مہر ثبت ہے۔

ان تمام امور کے ہوتے ہوئے بھی اس بات سے انحراف نہیں کیا جاسکتا کہ سب کے سب صحابہ کرام ایک جیسے نہیں اور نہ ہی سب کو ایک صف میں کھڑا کیا جاسکتا ہے اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اسے راہِ راست پر ہرگز تسلیم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ایسا عقیدہ ہرے سے قرآن و حدیث کے مخالف ہے۔

حقیقت یہ ہے

قرآن و حدیث کا بنظر عمیق مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ نہ تو سب کے سب صحابہ کا مقام ایک جیسا ہے اور نہ ہی سب کی شان ایک جیسی ہے نہ ہی سب کا علم ایک جیسا ہے اور نہ ہی سب کی عقل ایک جیسی ہے نہ ہی سب کو انعامات ایک جیسے ملے ہیں اور نہ ہی سب کو اعزازات ایک جیسے حاصل ہوئے ہیں۔

آیات و احادیث کے تجزیہ سے جو نکھری نکھری اور صاف صاف

وضاحت سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام میں سے جس جس کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا کاری اور جاں نثاری کے زیادہ مواقع حاصل ہوئے اسی قدر ان کو اعزازات بھی حاصل ہوئے ہیں یا پھر یوں سمجھ لیجئے کہ جس کو محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہم نشینی کا زیادہ شرف حاصل ہوا وہ اتنا ہی زیادہ با کرامت قرار پایا اور یہی صورت اجتہاد کے معاملہ میں ہے جس نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کو زیادہ سے زیادہ سنا اور سن کر ذہن میں محفوظ بھی رکھا وہ سب سے بڑا مجتہد قرار پایا اور جس کو کم شرف محبت حاصل تھا اسے لائق اجتہاد نہ سمجھا گیا۔

ناقابلِ تردید حقیقت

بہر حال اس حلقہ رحمت میں آنے والے کسی بھی شخص کو محروم و نامراد تو ہرگز نہیں کہا جاسکتا البتہ یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ دربارِ مصطفیٰ نے جس قدر اکتسابِ فیض کیا اسی قدر وہ صاحبِ تکریم ہے اور اس پر قرآن و حدیث کی نصوص قطعیہ شاہدِ عدل ہیں۔

جیسا کہ مہاجرین کو السابقون الاولون فرمایا گیا اور اصحاب بدر کی اصحابِ اُحد پر فضیلت قائم کی گئی اور ساتھ ہی اصحابِ بدر کے لئے یہ اعزاز بھی مقرر فرمایا گیا کہ تم جو چاہو کرو تم پر کوئی گرفت نہیں خدا تعالیٰ کا عطا فرمودہ یہ ایک ایسا اعزاز ہے جس کی روشنی میں سینکڑوں اختلافی مسائل کو حل

کیا جاسکتا ہے اور پھر بعض کو دنیا ہی میں قطعی جنتی ہونے کا سٹٹفیکٹ بھی عطا فرمایا گیا جس میں دوسرے لوگ شریک نہیں ہو سکتے اور یہ امر واقع اور بدیہی حقیقت ہے کہ تمام کے تمام صحابہ کرام ایک جیسے ہرگز ہرگز نہیں ہیں اور اگر کوئی سب کو ایک درجہ دینے پر تلا ہوا ہے تو یہ اس کی کم علمی اور جہالت کی دلیل صریح ہے بلکہ ایمان و یقین سے برگشتگی اور خدا نہ سوچ ہے۔

مقام مولائے کائنات

سیدنا حیدر کرار مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کی ذات اقدس نہ صرف السابقون الاولون کے زمرہ میں شامل ہے بلکہ آپ ان سب برگزیدہ لوگوں میں بھی اولین المسلمین اور اول المصلّین ہیں اور ان سابقون میں بھی مخصوص انفرادیت کے حامل ہیں یہی وجہ ہے کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں کسی نے بھی ان سے ہمسری کا دعویٰ نہیں کیا چہ جائیکہ کوئی خود کو ان پر اپنی افضلیت قائم کرنے کا مدعی سمجھتا۔

دُعائے رسول کا اثر

علاوہ ازیں تاجدارِ اہلِ اُتی سیدنا حیدر کرار شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کی لا متناہی قوتِ روحانیہ اور جسمانیہ کا خاص راز یہ بھی ہے کہ آپ حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دُعا کا اثر ہیں جس میں آپ نے بارگاہِ محمدیت میں یہ التجاء کی تھی کہ الہی علی کے ذریعہ سے میری امداد و نصرت

اور تائید و حمایت فرما۔

اور یہ دعا بھی تاجدارِ مدینہ شبِ اسری کے دولہا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بشارتِ عظمیٰ کے سلسلہ میں فرمائی تھی جس کو آپ نے شبِ معراجِ پنجم خود عرشِ اعظم پر مرقوم دیکھا تھا اور وہ بشارت یہ تھی کہ خداوند قدوس جل و علی نے روزِ ازل ہی سے عرشِ اعظم پر تحریر فرما رکھا ہے کہ ہم نے اپنے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امداد و نصرت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ذریعہ سے فرمائی۔

ان تمام تر شواہد کے حوالہ جات تو آئندہ صفحات میں پیش کئے ہی جا رہے ہیں دیکھنا تو یہ ہے کہ جس قوتِ حیدری کا اظہار خداوند قدوس جل مجدہ الکریم نے روزِ ازل ہی سے ایک نمایاں ترین خصوصیت کی صورت میں کر رکھا ہو اور جس قوتِ لامتناہی کے حصول کے لئے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بارگاہِ خداوندی میں دعا فرمائیں اس قوتِ یزدانی اور زورِ یدِ الہی کے کرشمے اگر غیر آسودہ ذہنوں اور ناتمام عقول کے لئے ایک چیلنج بن جائیں تو اس میں تحیر کا کون سا پہلو ہے۔

جو شخص قوتِ خیر شکن کو مورخین اور محدثین کی افسانہ طرازیوں کا نام دینے پر تلا ہوا ہے اس کے لئے سوائے اس کے کیا کہا جاسکتا ہے کہ۔

ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

حقیقت یہ ہے کہ علی کے زور بازو کی داستان پڑھنے کا شوق ہو تو

ریگزارِ بدر کے چمکتے ہوئے ذرات کی پیشانیوں پر لکھی ہوئی تحریروں کو دیکھو
 جو چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود آج بھی اہلِ نظر مسلمانوں کے لئے
 دعوتِ جہاد کا فریضہ سرانجام دیتی ہیں علی کی شجاعت کا حال معلوم کرنا ہے تو
 اُحد و احزاب کے سنگستانوں سے رجوع کر علی کے جلال و جبروت کی جلوہ
 فشاںیاں دیکھنا ہوں تو خیبر کے قلعہ کے لرزتے ہوئے بام و در میں دیکھو۔

کبھی دیوارِ ہلتی ہے کبھی درِ کانپ جاتا ہے

علی کا نام سن کر اب بھی خیبر کانپ جاتا ہے

پیش منظر ختم ہوا قارئین اب قوتِ حیدری اور زورِ یدِ الہی کے وہ

ہوشربا مناظر دیکھیں جن کا ذکر ہم نے شروع میں کیا تھا۔

علمبردار مصطفیٰ ﷺ

یوں تو بروز قیامت بھی تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ”پرچمِ تعریف“ یعنی لوائے الحمد کو اٹھانے والے بھی تاجدارِ اولیاء جناب علی علیہ السلام ہی ہیں تاہم اس دنیا میں بھی اکثر جنگوں میں آپ کے علمبردار جناب علی علیہ السلام ہی مقرر ہوئے۔

وكان اللواء في اكثر المشاهد.

﴿الاصابه ص ۵۰۱ ج ۲﴾

جناب مولائے کائنات جب ایک ہاتھ میں علم اور دوسرے ہاتھ میں سیفِ حیدری کو لہراتے ہوئے صفِ جنگاہ میں آتے تو دشمنوں پر لرزہ طاری ہو جاتا۔

اور پھر جب سیفِ حیدری اپنی کاٹ شروع کرتی تو کفار کی صفوں کی صفیں درہم برہم ہو جاتیں اور افواجِ کفار پر قہرِ الہی کی بجلیاں ٹوٹ پڑتیں۔ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوائے غزوہ تبوک کے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمان میں تمام تر غزوات میں بھی بھرپور حصہ لیا

اور متعدد سراپا میں بھی جرات و جوانمردی کے جوہر دکھائے۔

وشهد مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سائر
لمشاهد الا تبوک فانہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
استخلفہ المدینۃ .

﴿صواعق محرقہ ص ۱۲﴾

حقیقت یہ ہے کہ تمام تر غزوات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں
مسلمانوں کی کامیابی اور کامرانی کا سہرا جناب حیدر کرار علیہ السلام کے سر پر
ہی سجا ہوا نظر آتا ہے۔

ارشاد مولا علیؑ

جنگِ بدر میں اپنی بہادری اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت
اور رفاقت پر فخر و مباہات کرتے ہوئے جناب حیدر کرار علیہ السلام نے
فرمایا۔

کیا اہل جاہلیت یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم گھوڑوں پر سواری کرنے
میں ان کے مثل نہیں ہیں؟

جب اہل بدر سے طوق میرے اندازِ قتال کے متعلق ان سے پوچھو
میں نے کتنے ہمسروں کو دُور ان جنگِ قتل کیا۔

ہم وہ لوگ ہیں جو لڑائی کو عار نہیں سمجھتے اور نیزہ بازی کے وقت رُخ
نہیں پھیرتے۔

یہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو ہمارے درمیان چودھویں
رات کے چاند کی طرح ہیں انہی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کو رسوا
کر کے بھگا دیا۔

اتحسب اولاد الجہالة اننا
على الخيل لسنا مثلهم في الفوارس
فسئائل بنى بدر اذ مالقتهم
بقتلى ذوى الاقران يوم التمارس
وانا اناس لا نرى الحرب سية
ولا نشنى عند الرماح المدا عس
وهذا رسول الله كما بدر بنينا
به كشف الله العدى بالتناكس

﴿دیوان علی علیہ السلام ص ۹۱﴾

باب

غزوۂ بدر

اور حیدر کرار

غزوہ بدر

چونکہ ہم یہ کتاب محض جناب علی علیہ السلام کی سیرت مقدسہ پر تحریر کر رہے ہیں اس لئے تمام غزوات و سرایا کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے بجائے پوری جنگ کا اجمالی خاکہ پیش کریں گے اور صرف انہیں واقعات کو نمایاں کرنے پر اکتفا کریں گے جن کا تعلق جناب حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی سے ہوگا۔

اس وضاحت کے بعد ہم کفر و اسلام کی پہلی باقاعدہ لڑائی غزوہ بدر کی اجمالی تصویر پیش کرتے ہیں۔

اسلام اور کفر کے مابین یہ پہلی باقاعدہ جنگ ہے جس کے نتائج نے کفار مکہ کو ہی نہیں بلکہ پورے عرب کے کفار و منافقین کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ اسلام چند غرباء و مساکین افراد پر مشتمل ایک ٹولی کا نام نہیں بلکہ ایک ناقابلِ تسخیر قوت کا نام ہے اور اسلام کا ہر فدائی ایک ناقابلِ شکست آہنی چٹان کی حیثیت رکھتا ہے حقیقت یہ ہے کہ جنگ بدر مسلمانوں اور کافروں کے مابین ایک ایسی فیصلہ کن جنگ تھی جس کے نتائج بعد میں ہونے والی تمام

جنگوں پر مرتسم ہوئے۔

ایک طرف تو کفار مکہ مسلمانوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کرنے کی تیاریوں میں پوری قوت صرف کر دینے پر تلے ہوئے ہیں اور دوسری طرف اللہ جل شانہ کی طرف سے اہل اسلام پر احکام جہاد کا نزول ہو چکا ہے۔

اس فیصلہ کن جنگ میں کفار مکہ نے اپنی پوری قوت کو جھونک دیا تھا عرب کے جری ترین بہادروں اور جیالے نوجوانوں کے علاوہ تمام صنایع قریش ہبل کے سامنے فتح یا موت کا عہد کر کے اعلانِ ہبل کے نعرے بلند کرتے ہوئے میدانِ کارزار میں کودے تھے اور اس پر طرہ یہ کہ نسلی عصبیت کو ابھارنے اور ان کی غیرت کو لالکارنے کے لئے ان کی وہ عورتیں بھی ساتھ آئی تھیں جن کے طعنوں کے اہداف بننے کے بجائے وہ لوگ مرجانے کو کہیں بہتر خیال کرتے تھے۔

علاوہ ازیں اس جنگ میں کفار و مشرکین مکہ نے عمرو بن عبدود اور نوفل بن خولید جیسے ایک ایک ہزار نوجوانوں پر بھاری شجاعانِ عرب کو بھی ساتھ شامل کیا ہوا تھا مختصر یہ کہ کفار و مشرکین مکہ کا یہ لشکر سپاہیوں کا نہیں بلکہ ایک ہزار سپہ سالاروں کا لشکر تھا ایسا لشکر جرار جس کا ہر فرد جنگی چالوں کا ماہر اور شجاع ترین ہو۔

اس پر مستزاد یہ کہ اس کی کمان ابوسفیان اور ابو جہل جیسے متعصب

ترین اور ظالم لوگوں کے کے ہاتھوں میں تھی افواج کفار مسلح بھی تھیں اور
 تعصب زدہ بھی ان کے پاس گھوڑے بھی تھے اور سامان حرب بھی وہ لوگ
 آہنی زر ہوں اور فولادی خودوں میں ڈوبے ہوئے تھے جبکہ اس کے بالعکس
 دوسری طرف محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیدائیوں کی تعداد اس لشکر
 کے مقابلہ میں ایک تہائی سے بھی کم تھی ثقہ روایات کے مطابق لشکر اسلام کے
 پاس جو سامان تھا اس کی تعداد یہ تھی۔

گھوڑے ۲۰۰۰ عدد

زر ہیں ۴۰۰۰ عدد

شمشیریں ۸۰۰۰ عدد

اونٹ ۶۸ یا ۷۰: متفق علیہ

علاوہ ازیں فدا یا ان رسول کے پاس جو اسلحہ تھا وہ کھجوروں وغیرہ کے
 ڈنڈوں چند نیزوں اور تیر کمانوں پر مشتمل تھا۔

اگر ہمیں موضوع سے قریب تر رہنا مقصود نہ ہوتا تو دنیا کی اس
 تحیر انگیز جنگ کے نتائج و عواقب پر نہایت خوبصورت اور کارآمد تبصرہ پیش
 کرتے۔

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں اس اسلامی جیش کی تعداد تین سو سے کچھ
 زائد افراد پر مشتمل تھی مگر ان کے پاس بار برداری اور سوار یوں کے لئے جو
 اونٹ وغیرہ تھے ان کی تعداد ستر سے زیادہ نہیں تھی حالانکہ مقام بدر مدینہ

منورہ زاد اللہ شرفھا سے تقریباً ایک سو میل کی مسافت پر ہے۔

صحابہ کرام کا جذبہ

مجاہدین اسلام اس بے سرو سامانی کے باوجود پورے عزم و استقلال اور مکمل وقار کے ساتھ جانب منزل رواں دواں ہیں ان میں کچھ لوگ پایادہ بھی ہیں اور کچھ اونٹوں پر سوار ہیں حالت یہ ہے کہ ایک اونٹ پر دو سے تین آدمی بیٹھ کر سفر کر رہے ہیں مگر ان کے چہروں پر بشارت ہے دلوں میں ولولہ ہے خیالوں میں نور ہے ہر مجاہد کو کامل طور پر یقین ہے کہ فتح اس کے قدم چومنے کے لئے بے قرار۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قائدانہ صلاحیتوں اور وقار نبوت نے اسبابِ عسکریّت کے فقدان کے باوجود لشکرِ اسلام کو ایک مخصوص دلکشی عطا فرما رکھی ہے ایک ایسا حسنِ دے رکھا ہے جس کی ضیاء پاشیوں نے ملائکہ کی نگاہوں کو بھی خیرہ کر دیا بہر حال یہ لشکر بے مثال تھا اور بقول حضرت حفیظ جاندھری۔

یہ لشکر ساری دُنیا سے انوکھا تھا نرالا تھا
کہ اس لشکر کا افسر ایک کالی کملی والا تھا

علی نبی کے ساتھ ہے

آغازِ سفر ہوا تو صحابہ کرام رضوان تعالیٰ علیہم اجمعین ایک دوسرے کو ساتھ ملا کر اپنے اپنے اونٹوں پر سوار ہو گئے لیکن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ساتھ بٹھانے کے لئے جسے منتخب کیا وہ علی علیہ السلام تھے۔

اہل اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
یومئذ سبعین بعیرا فاعتقبوہا فکان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی ابن ابی طالب،

﴿سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۶۴ سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۲۸۳﴾

یوں تو سارے صحابہ ہی خوش بخت تھے
پر علی کے مقدر کی کیا بات ہے

سفر وسیلۂ ظفر

علی المرتضیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس طرح بیٹھے ہوئے ہیں کہ آپ کا پُر نور سینہ حضور رحمۃ للعالمین کی پشت مبارک سے ملا ہوا ہے جب ناقہ مصطفیٰ چلتی ہے تو سینہ مرتضیٰ مہر نبوت کے بوسے لینا شروع کر دیتا ہے اور مہر نبوت سے نکلنے والی نور بیز شعاعیں براہ راست حیدر کرار علیہ السلام کے قلب اطہر پر منعکس ہو رہی ہیں ادھر علی علوم رسالت اور معارف نبوت اپنے دل میں سمیٹتے جا رہے ہیں اور ادھر

مدینہ منورہ سے مقام بدر تک کا راستہ سمٹتا جا رہا ہے اور اس طرح منزل پر منزل طے کرتے کرتے جیش مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فروکش بدر ہو گیا۔

میدان بدر کا منظر

دیگر بے شمار واقعات سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم اپنے قارئین کو میدان بدر میں لے چلتے ہیں جہاں ایک طرف تو کفار ان عرب نہ صرف ابلیسی قوت پر نازاں ہیں بلکہ تصوراتی فتح کے نشہ میں سرشار ہو کر اسلام کی بے سروسامانی کو بھی حقارت بھری نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں اور دوسری طرف حقیقی فتح محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جیالوں کے قدم چومنے کو بے تاب ہوئی جاتی ہے۔

مسلمان انتہائی خضوع و خشوع کے ساتھ دربار خداوندی سے فتح و نصرت کی دعائیں مانگ رہے ہیں حضور سرور کونین امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار بارگاہ ایزدی میں سر بسجود ہو رہے ہیں۔

فرشتے مسلمانوں کی حمایت و نصرت کے لئے میدان بدر میں پہنچنے کے لئے پرتول رہے ہیں۔

شیطان کے اشاروں پر ناپنے والا ابو جہل جی ہی جی میں خوش ہو رہا ہے کہ آج اسلام کی ابھرتی ہوئی قوت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ملایا میٹ کر دوں گا اسے اپنے بہادروں کی طاقت پر ناز ہے اپنی کثرت اور اسلحہ پر فخر ہے مگر محمد

عربی اور آپ کے ساتھیوں کو اگر بھروسہ ہے تو صرف خالق کائنات کی نصرت و امداد پر ہے وہ اگرچہ بے سرو سامان اور قلیل التعداد تھے مگر دشمن کی مسلح اور کثیر فوجوں سے ذرہ برابر بھی خائف نہیں تھے ان کے دل نشہ و شہادت سے جھوم رہے تھے۔

شاہین کے لئے شاہین

سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لشکر کو ترتیب دیتے وقت فن سپہ گری کے ہر اصول کو پیش نظر رکھا حتیٰ کہ آپ نے قبائل کے مختلف پرچم بنائے اور ان کے سرداروں میں تقسیم کر دیئے۔

لشکر وایت کے مطابق آپ نے صرف دو سیاہ پرچم بنائے ان میں سے ایک انصار کے نمائندوں کو دے دیا اور دوسرا مہاجرین کی طرف سے جناب حیدر کرار علیہ السلام کو مرحمت فرمایا۔

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ مہاجرین کو ملنے والا علم جناب مصعب بن عمیر کو دیا گیا تھا لیکن یہ غلط محض ہے صحیح اور صحت مند روایت کے مطابق مہاجرین کا پرچم جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو عطا فرماتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس پرچم کا نام ہم نے العقاب تجویز کیا

—۴—

﴿۱﴾ وکان امام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راسخان سوداوان احداهما لعلی یقال لہا

﴿سیرت ابن ہشام مع روض الانف سہیلی ج ۲ ص ۶۳﴾

﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۳۸۲﴾

﴿۲﴾ مہاجرین کے علمبردار حضرت علی کرم اللہ وجہہ

الکریم تھے اور یہی صحیح ہے بعض نے مصعب بن عمیر کو

علمبردار کہا ہے مگر یہ صحیح نہیں۔

﴿تفسیر مظہری ج ۲ ص ۱۸۷﴾

﴿۳﴾ ومما یوید الروما جاء عن ابن عباس رضی

اللہ تعالیٰ عنہما صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعطی

علیا کرم اللہ وجہہ الراية يوم بدر و هو

﴿ابن عشرين سنة سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۳۸۲﴾

احد اهما مع ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الی و

یقال لها العقاب وكانت من مرط لعائشة .

﴿سیرت حلبیہ ص ۳۸۲﴾

حضرت عائشہؓ کی چادر کا پرچم

سبحان اللہ ! دشمنوں پر عقاب کی طرح جھٹنے والے اللہ کے شیر

کے پرچم کا نام بھی عقاب ہی رکھا گیا روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ جناب

حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے تیار کیا جانے والا عقاب نامی پرچم ام

المؤمنین جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی چادر مبارک سے بنایا گیا

تھا۔ ﴿واللہ اعلم﴾

حسینوں کے لشکر کے پرچم بردار قائد الغر المحجلین سیدنا و مرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے سیاہ پرچم کو فضا میں لہرایا تو یوں معلوم ہوا کہ یا تو نور و نگہت میں نہائی ہوئی کلیوں کا کوئی بھونڑا طواف کر رہا ہے اور یا پھر حُسن و جمال کے بہتے ہوئے دریا کی لہروں کو چومنے کے لئے ابرسیاہ کا کلڑا مچل مچل جاتا ہے۔

دونوں طرف کے لشکر تیار ہو چکے ہیں ابو جہل اور ابوسفیان نے جنگ کی ابتداء کرنے کے لئے تین انتہائی شہ زور اور جنگجو افراد کا انتخاب کر لیا یہ تینوں ایک ہی خاندان کے فرد تھے جو اپنی قوت اور مہارت کے نشہ میں اور آہنی زر ہیں پہنے اور تلواروں کو لہرے دیتے ہوئے میدان میں آ گئے۔

کفر کا پہلا بلاوا

یہ تینوں عتبہ بن ربیعہ اس کا بیٹا ولید بن عتبہ اور اس کا سگا بھائی شیبہ بن ربیعہ تھے ان تینوں نے میدان میں آتے ہی ”ھل من مبارز“ کا نعرہ بلند کیا۔

یعنی ہے کوئی جو ہمارے مقابلہ کے لئے میدان میں آئے روایات میں آتا ہے کہ کافروں کی طرف سے جنگ کی یہ پہلی باقاعدہ لٹکارتھی کہ ہمارا مقابلہ کرو ان کی لٹکار پر لشکر اسلام سے ایک ہی خاندان انصار کے تین جانباڑ

مجاہد جناب معوذ و معاذ اور عوف بن عفراء میدان کارزار میں اُتر آئے۔

کافروں نے ان کا تعارف چاہا تو انہوں نے اپنے نام بتادیئے ان کا اور ان کے قبیلہ کا نام سن کر انہوں نے کہا ہم نہیں جانتے کہ تم کون ہو واپس جاؤ اور ہمارے مقابلہ کے لئے ہمارے ہی قبیلہ قریش کے جوان مردوں کو بھیجو انصاری نو جوانوں نے واپس جا کر یہ سب کچھ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا تو ارشاد فرمایا یا علی یا حمزہ یا عبیدہ اُٹھو اور دشمنوں کی للکار کا جواب دو ارشاد پیغمبر سنا تو یہ تینوں شیر دل مجاہد چشم زدن میں کافروں سے مقابلہ کے لئے میدان میں پہنچ گئے جنہیں پہچان کر انہوں نے کہا ہاں تم ہماری شان کے لائق ہو۔

تینوں ہاشمی شہزادے سامنے آئے تو عتبہ نے اپنے بیٹے ولید کو وار کرنے کی ترغیب دی ولید بن عتبہ نے پوری قوت سے حملہ کیا اس کے مقابل میں جناب شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ الکریم تھے آپ نے اس کا وار خالی دے کر سیف حیدری کو فضا میں لہرایا شمشیر حیدری برق کی طرح چمکی اور ولید کی گردن میں اُتر گئی۔

عتبہ نے اپنے بیٹے کو قتل ہو کر گرتے دیکھا تو غضب ناک ہو کر جناب حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر وار کر دیا آپ نے بھی اس کے حملہ کو روک کر تلوار کی ایسی کاری ضرب لگائی کہ اسے بھی اس کے بیٹے کے پاس پہنچا دیا۔

ادھر یہ دونوں باپ بیٹا واصلِ جہنم ہو چکے ہیں اور اُدھر شیبہ نے حضرت عبیدہ کو زخمی کر دیا جناب عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام لشکر میں سب سے پہلے زیادہ کبیر السن تھے شیبہ نے آپ کے پاؤں پر وار کیا تھا جس سے آپ کی پنڈلی ٹکڑی کی طرح چرگئی اور گوشت کا ٹوٹھڑا جسم سے الگ ہو کر ہڈی کے ساتھ لٹک گیا اس کے باوجود جناب عبیدہ رضی اللہ عنہ شیبہ کے پے در پے حملوں کا پوری جرأت و بہادری سے دفاع کر رہے تھے ولید اور عتبہ کو قتل کرنے کے بعد جناب حمزہ اور حضرت علی نے بیک وقت عبیدہ کی طرف دیکھا اپنے ساتھی کو زخمی حالت میں دیکھ کر دونوں کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور پھر اللہ کے دونوں شیروں کی تلواریں ایک ساتھ فضا میں بلند ہوئیں اور ایک ہی لمحہ میں شیبہ کا بھی خون چاٹ گئیں۔

جنگ کا حسین آغاز

کفر اور اسلام کے مابین پہلی باقاعدہ جنگ کا آغاز اس حسین انداز سے ہوا کہ رُوحِ دو عالم وجد کناں ہو گئی،

حُسنِ فطرت پر نکھار آ گیا

حق و انصاف کا سرِ فخر سے بلند ہو گیا

ظلم و جبر کے چہرے پر مُردنی چھا گئی

صداقت کا سینہ خوشی سے تن گیا

باطل کا سرندامت سے جھک گیا
فرشتے وجد میں آ کر نعرہ تکبیر بلند کرنے لگے
شیطان سر پٹنے لگا

اسلام کے چہرے پر تازگی آگئی
کفر و باطل کے رُخ پر ہوائیاں چھوٹنے لگیں
کُفر و شرک کی ظلمتوں کے بادل چھٹنے لگے
مشیت کے لبوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی

صحابہ کے چہروں پر مسرت کی لہر دوڑ گئی محمد عربی کی آنکھوں میں خوشی
کے آنسو آگئے اور تینوں جانبازوں کے لئے آپ کے لبوں پر دعائیں مچلنے
لگیں ذاتِ خداوندی کو ذوق آگیا اور فرمایا۔

یہ دو فریق ہیں جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا

﴿القرآن﴾ هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ

﴿طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۶۵﴾ ﴿مغازی الرسول واقدی ج ۱ ص ۱۰۹﴾

﴿الوفا ابن جوزی ص ۶۷۹﴾ ﴿سیور حلبیہ ج ۲ ص ۲۰۲﴾

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دربارِ خداوندی

میں قیامت کے دن جو سب سے پہلے مقدمہ پیش ہوگا۔

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال اول من یحشون بین

یدی الرحمن للخصومة یوم القیامة قال قیس بن

عبادة و فیہم نزلت هذه الآیة هَذَانِ خَصْمَانِ

اختصموا فی ربہم .

﴿بخاری ج ۲ ص ۶۹۴﴾ ﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۲۰۲﴾

وہ میرا ہی مقدمہ ہوگا دیگر راویان کے مطابق بھی اسی امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ بروز قیامت پورے اسلام اور پورے کفر کی طرف سے مندرجہ ذیل چھ آدمی پیش ہوں گے۔

﴿اہل اسلام﴾

علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ،

حمزہ ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

عبیدہ ابن حارث رضی اللہ عنہ

﴿اہل کفر﴾

شیبہ بن ربیعہ

عتبہ بن ربیعہ

ولید بن عتبہ

قُوْتِ حیدری

جناب حیدر کرار علیہ السلام اور آپ کے دونوں ساتھیوں کے لئے
خداوند قدوس کی طرف سے یہ اعزاز معمولی بات نہیں کہ خود خالق کائنات
قیامت تک کے لئے عرش و فرش والوں میں اعلان فرمادے کہ یہ،
بندے مرے دُنیا سے خفا میرے لئے تھے

بہر حال اِس معرکہ عظیم کے بعد کفار مکہ کے دُوبتے ہوئے دلوں
میں غم و غصہ کی چنگاریاں سی جلنے بجھنے لگیں اور اُنہوں نے لشکرِ اسلام پر عام
حملہ کی صورت میں دھاوا بول دیا تلواریں آپس میں ٹکرانے لگیں اگرچہ اہل
اسلام کے پاس اسلحہ کی انتہائی کمی تھی تاہم ہر اول کے دستوں نے جن میں
جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور جناب حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے شیرِ جزار
موجود تھے کفار کے حملوں کا دفاع بھی کیا اور ان پر بڑھ بڑھ کر حملے بھی کئے
جناب شیرِ خدا مُرضی مُشکل کُشاء مولا نے کائنات سیدنا حیدر کرار علیہ السلام
کی تلوار برق بار دشمنوں کو چیرتی چلی جا رہی تھی اور ان کے کشتوں کے پشتے
لگتے جا رہے۔

آپ پوری قُوْت سے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے تھے جو بھی آپ کی تلوار
کی زد پر آتا واصلِ جہنم ہو جاتا جناب علی علیہ السلام کے ذوقِ شجاعت نے
پورے میدان کو گھیرے میں لے رکھا تھا آپ کسی ایک سمت کا تعین کر کے

یا ایک جگہ پر کھڑے ہو کر نہیں لڑ رہے تھے بلکہ آپ اس عالم میں بھی اپنی عقابى نگا ہوں سے پورے میدان کا جائزہ لے کر جدھر بھی دشمنوں کا دباؤ بڑھ رہا ہوتا اسی طرف آنکھ جھپکنے سے پہلے پہنچ جاتے اور دشمن کی صفیں درہم برہم کر دیتے۔

دادِ شجاعت اور زیارتِ مصطفیٰ

اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ آپ مسلسل تلوار بھی چلاتے جاتے اور واپس آ کر تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت بھی کرتے جاتے

ثقفہ روایت کے مطابق آپ خون میں نہائی ہوئی تلوار سمیت تین بار سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے اور ہر بار یہ دیکھ کر اطمینان سے واپس چلے گئے کہ آپ سجدہ کی حالت میں ہیں اور شمع رسالت کے پروانوں نے آپ کے گرد اگر داپنے جسموں کا حصار بنا رکھا ہے اور جنابِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ برہنہ تلوار لئے سائے کی طرح اُن کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔

”نقل است کی حضرت ولایت پناہ یعنی مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم گفت سہ بار از معرکہ بیرون آمدہ بعزیش رفتم تا از رسول اللہ خبرے گیرم ہر بار آں سرورِ داصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در سجود یا فتم“

تیغ جوہر دار

بلاشبہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جنگ بدر میں مسلمانوں کے دلوں میں سکینہ اُتارنے اور کافروں کے دلوں پر ہیبت طاری کرنے کے لئے فرشتوں کا لشکر جناب جبرئیل و میکائیل علیہما السلام کی قیادت میں بھیجا تھا اور یہ یقینی بات ہے کہ اس نورانی مخلوق کو دیکھ کر کفار کے حوصلے پست ہونا شروع ہو گئے تھے مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بڑے بڑے جبری ترین صنادید قریش کی گردنیں اُتارنے کا فریضہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تیغ جوہر دار نے ہی ادا کیا۔

اس جنگ میں کفار مکہ کے کل ستر آدمی قتل ہوئے جن میں جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہاتھوں قتل ہونے والوں کی تعداد اختلاف روایات کے ساتھ ایک تہائی یا نصف ہے۔

جنگ بدر میں جو مسلمانوں کو کابل فتح نصیب ہوئی اس میں جناب علی علیہ السلام کا سب سے زیادہ حصہ ہے یہی وجہ ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جنگ بدر کے اختتام پر صحابہ کرام سے پوچھا کہ سب سے زیادہ بہادر کون ہے تو انہوں نے بیک زبان عرض کیا کہ آپ ہیں۔

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه قال لجمع من

الصحابہ اخبرونی عن اشجع الناس؟ قالوا انت

﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۲۱۲﴾

علاوہ ازیں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جناب علیؑ کے ہاتھوں قتل ہونے والے معمولی سپاہی نہیں بلکہ جری اور بہادر ترین لوگ تھے ان ضا دید قریش کی اتنی بڑی تعداد کو ایک ہی معرکہ میں قتل کرنا معمولی بات نہیں جن میں نوفل بن خولید جیسے لوگ موجود تھے۔

جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو جب لشکر کفار میں نوفل بن خولید کی موجودگی کی اطلاع ملی تو آپ نے بارگاہ ایزدی میں دعا کی کہ یا اللہ نوفل سے ہماری کفایت فرما۔

اور جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کو شاندار فتح نصیب فرمادی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ تم میں کوئی ایسا بھی ہے جو ہمیں نوفل بن خولید کے بارے میں کچھ بتائے۔

جناب علی علیہ السلام نے فرمان نبوی سنا تو نہایت ادب سے عرض کیا ! یا رسول اللہ میں نے اُسے قتل کر دیا، یہ سن کر آپ نے فرمایا !
 ” اللہ اکبر “ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس نے ہماری دُعا قبول فرمائی۔

متن ملاحظہ فرمائیں۔

وچوں مجلس شریف نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسید از آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است

دُعا فرمود کہ می گفت پہنچ کس از حال نوفل بن خولید
خبرے دار و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گفت کہ من اُورا کِشتم
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکبیر گفت و فرمودہ الحمد
للہ الذی اجاب دعائی۔

﴿ معارج النبوة جز ۲ ص ۵۳ ﴾

عن الزهري قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله
وسلم يوم بدر اللهم اكفني نوفل بن خوليد ثم قال من
له بنو نوفل فقال علي انا قتلته يا رسول الله فكبر وقال
الحمد لله الذي اجاب دعوتي فيه.

﴿ خصائص كبرى جلد ۱ صفحہ ۲۰۵ ﴾

﴿ مغازی الرسول واقدی جلد ۱ صفحہ ۱۰۹ ﴾

﴿ سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۷ ﴾

مختصر یہ کہ جنگ بدر میں جرأت و بہادری کا جو بے مثال مظاہرہ
جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا وہ انہی کا حصہ تھا اور کوئی دوسرا اس
میں شریک نہیں۔

نوفل بن خولید معمولی بہادر تو نہیں ہوگا جس سے عافیت کے لئے
حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود دُعا مانگتے ہیں، ایسے شخص کو قتل
کرنا یقیناً ہر کس و نا کس کا کام نہیں تھا اور پھر نوفل جیسے دیگر متعدد بہادروں کا
قلع قمع کرنا یہ زور اسدا الہی کا ہی کام تھا۔

اندازہ فرمائیں کہ جو شخص اکیلا دشمن کے اتنے آدمیوں کو قتل کر دے جتنے لوگوں کو پورے حبش اسلامی نے مل کر قتل کیا ہو تو اُس کو دُوسروں پر کس طرح گمان کیا جاسکتا ہے اور اُس پر دُوسروں کو کس طرح قیاس کیا جاسکتا ہے یہ تو قدرت کا انعام ہے جسے ملا مل گیا، اس میں عقل اور فلسفے کو کیا عمل دخل ہے۔

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں بعض روایات ایسی بھی موجود ہیں جن سے ثابت ہے کہ جناب علی علیہ السلام اکیلے نے قریش کے ۷۰ میں سے ۳۵، ۳۶ آدمیوں کو قتل کیا۔

تاہم ستر میں سے ۲۲، ۲۴ آدمی قتل کرنے پر تو سیرت نگاروں کا تقریباً اجماع ثابت ہے بلکہ علامہ واقدی نے کہا ہے کہ جنگ بدر میں مارے جانے والے جن مقتولانِ قریش کے نام ہم تک پہنچے ہیں اُن کی تعداد اُنچاس ہے اور اُنچاس آدمیوں سے جناب حیدر کرار علیہ السلام اکیلے نے بائیس آدمیوں کو قتل کیا ہے اور اُن بائیس ۲۲ آدمیوں کے نام جو علامہ واقدی نے تحریر کئے ہیں وہ یہ ہیں۔

﴿۱﴾ حظلہ بن ابوسفیان

﴿۲﴾ عاص بن سعید

﴿۳﴾ شیبہ بن ربیعہ

﴿۴﴾ ولید بن عقبہ

- ﴿٥﴾ عامر بن عبد الله
 ﴿٦﴾ حارث بن ربيعة
 ﴿٧﴾ عقیل بن الاسود
 ﴿٨﴾ نوفل بن خولید
 ﴿٩﴾ نفر بن حارث
 ﴿١٠﴾ زید بن الیص
 ﴿١١﴾ بنی تیم
 ﴿١٢﴾ یزید بن تمیم
 ﴿١٣﴾ حرثه بن عمرو بن عتبہ
 ﴿١٤﴾ ابوقیس بن ولید
 ﴿١٥﴾ مسعود بن ابی امیہ
 ﴿١٦﴾ عبد اللہ بن ابی رفاعہ
 ﴿١٧﴾ عاجز بن سائب بن موئمر
 ﴿١٨﴾ اوس بن مغیرہ
 ﴿١٩﴾ منبہ بن الحجاج
 ﴿٢٠﴾ بنیہ بن الحجاج
 ﴿٢١﴾ عاص بن منبہ
 ﴿٢٢﴾ ابوالعاص بن قیس

علامہ عبدالکریم خطیب مصری اپنی کتاب ”علی بن ابی طالب“ میں لکھتے ہیں۔

مؤرخین کا اس پر اجماع ہے کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ بدر کے دن میں ستر میں سے بائیس صنادید قریش کو واصل جہنم کیا۔ عربی متن یہ ہے۔

وبكاد يجمع المؤرخون علي ان قتلى علي في هذا
العدد اثنان وعشرون قتيلا ولا تختلف الروايات
كثيرا في هذا العدد ولا في اسماء المقتولين
المضافين الاعلى.

﴿علی ابن ابی طالب صفحہ ۱۲۱ مطبوعہ مصر﴾

ذوالفقار حیدری

زور یدِ الٰہی کا کھلے میدان میں یہ پہلا مظاہرہ تھا جس نے دُنیا والوں کو حیران کر دیا، جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار سے قتل ہونے والے اکیسویں شخص کا نام عاص بن منبہ ہے۔ آپ نے اُسے قتل کرنے کے بعد اُس کی تلوار پر بھی قبضہ کر لیا،

وہ عجیب وضع کی دندانے دار تلوار تھی جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے وہ تلوار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے اُس تلوار کو اپنی

ملکیت میں لیا اور پھر جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ہی ہبیہ کر دی یہی وہ تلوار تھی جس کا نام ”ذوالفقار“ ہے۔

﴿۱﴾ کان للعاص بن منبه قتله علی صبرا واخذ

سیفه ذوالفقار فكان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوہبه
لعلی۔

﴿تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۹۶﴾

﴿۲﴾ عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم تنفل سیفه ذوالفقار یوم بدر۔

﴿۳﴾ عن علی قال کان اسم سیف رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم ذوالفقار کان سیفا منہ بن الحجاج

السهمی اتخذه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم

بدر۔

﴿الوفا ابن جوزی صفحہ ۲۶۷﴾

بعض کتابوں میں آتا ہے کہ وہ تلوار جناب حیدر کرار کے

ہاتھوں قتل ہونے والے انیسویں شخص منہ بن الحجاج کی تھی۔ بہر حال مسلمہ

امر یہی ہے کہ وہ تلوار حضور کی بارگاہ میں جناب حیدر کرار ہی لائے تھے۔ جو

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات سے منسوب ہو کر پھر

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی مل گئی اور اسی تلوار کا نام ”ذوالفقار“

علی کے ساتھ مدد دی

اس جنگ میں جناب شیرِ خدا، امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے جو خاص اعزاز عطا فرمایا گیا وہ قرآن مجید کی یہ آیت ہے۔

هُوَ الَّذِي آيَدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ.

یعنی ﴿محبوب﴾ وہی ﴿اللہ﴾ ہے جس نے زور دیا اپنی مدد کا اور مسلمانوں کا۔

﴿سورة الانفال آیت ۶۲﴾

زیر آیت مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ عرش کے اوپر لکھا ہوا ہے کہ ”میرے سوا کوئی معبود نہیں میں اکیلا ہوں میرا کوئی شریک نہیں، محمد میرے بندے اور میرے رسول ہیں میں نے انہیں علی کے ساتھ مدد دی۔“
متن ملاحظہ فرمائیں۔

﴿۱﴾ اخرج ابن عساكر عن ابی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ مكتوب العرش لا اله الا انا وحدی لا شریك لی محمد عبدی ورسولی ایدتہ بعلی وذاك قوله هو الذی ایدك بنصره وبالمؤمنین.

﴿تفسیر در مثبور ۱۹۹﴾

﴿حلیۃ الاولیا حافظ ابو نعیم﴾

﴿۲﴾ روى ابن قانع القاضى عن ابى الحمراء قال
قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لما اسرى
بى الى السماء اذا على العرش مكتوب لا اله الا الله
محمد رسول الله ايدته بعلی .

﴿ کتاب الشفاء قاضی عیاض جلد ۲ صفحہ ۱۰۴ ﴾
﴿ جواهر العقدين علامہ سمهودی مع ینابیع المودة صفحہ ۹۵ حلیۃ الاولیا ﴾
اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ وہی ہے جس نے زور دیا اپنی مدد کا اور
مومنوں کا ہومنوں کی مدد سے مراد بعض مفسرین نے انصار بھی مراد لئے ہیں
اور یہ بھی غلط نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ سب لوگ ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے دست و بازو تھے اور اگر پہلی روایت کو بھی تسلیم کر لیا جائے تو یہ بھی غلط نہیں
ہو سکتا کیونکہ جنگ بدر میں مسلمانوں کی ظاہری فتح کا دار و مدار کامل طور پر
شمشیر حیدری پر ہی رکھا جاسکتا ہے، انہی الفاظ پر اس عظیم معرکہ اسلام کے
واقعات کو ختم کیا جاتا ہے۔

ایک اور اعزاز

روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد
فرمایا ہے کہ غزوہ بدر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات
کے وقت ارشاد فرمایا کہ ہمیں پانی کون پلائے گا ؟ تمام لوگوں کو خاموش
دیکھ کر میں نے دربار رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا !

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوں۔

پھر جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مشک کو کاندھوں پر اٹھایا اور کنوئیں کے قریب آگئے اور دیکھا تو کنواں نہایت گہرا اور تاریک تھا لیکن پھر بھی آپ حصولِ آب کے لئے کنوئیں کے اندر اتر گئے۔

ادھر آپ کنوئیں میں اترے ادھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت جبریل و میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام کو ارشاد فرمایا کہ ﴿میرے محبوب﴾ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی امداد کرو چنانچہ یہ تینوں مقرب فرشتے آسمان سے تیزی کے ساتھ نیچے اتر کر اس کنوئیں پر آئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے سلام پیش کیا۔

آسمان سے اترتے وقت فرشتوں کے پروں سے پیدا ہونے والی آواز کو جس جس نے بھی سنا خوفزدہ ہو گیا۔

متن ملاحظہ کریں۔

عن علی قال لما ليلة يوم بدر قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم من يسقى لنا من الماء فاحجم الناس
فقام على فاحتضن قربة اتي ببراً بعيد القعر مظلمه
فالحذر فيها فاصلى الله عز وجل الى جبريل و
ميكائيل و اسرافيل تاهبو النصر محمد صلى الله

عليه وآله وسلم و حزبه فهبطوا من السماء لهم
دومئى ويلهل من يسمع فلما حازر و ابالبیتر سلموا
عليه اکراما و تبجیلاً

﴿مسند احمد بن حنبل﴾

اعنى الذى سلم عليه جبرائيل
فى ليلة بدر ميكائيل و اسرافيل

﴿ينابيع المودة صفحہ ۱۲۲﴾

مولائے کائنات کا استفسار

اس واقعہ کی تائید میں مزید روایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت ابوذر
غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم
نے اصحاب شوری سے فرمایا کہ آپ لوگوں میں کوئی ایسا شخص موجود ہے جو
میری مثل ہو۔ اور جس پر ایک لمحہ میں چاہ بدر کی رات کو تین ہزار فرشتوں نے
سلام کیا جن میں جبریل و میکائیل و اسرافیل ﴿علیہم السلام﴾ بھی موجود
تھے۔

﴿ينابيع المودة جلد ۱ صفحہ ۱۲۲﴾

علاوہ ازیں اسی کتاب میں کسی شاعر کا ایک شعر بھی لکھا ہے جس کا
مفہوم ہے کہ میری مراد اس ذات اقدس سے حضرت علی ہیں جن پر بدر کی
رات کو جبریل و میکائیل اور اسرافیل نے سلام کہا۔

بَابُ

فَزْوَةُ أَحَدٍ

أَوْ

حَيَّرَ كَرَّارٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ

جنگِ اُحد

جنگِ اُحد میں ذوالفقار حیدری کی کاٹ دیکھی تو پردہ غیب سے سدا اُٹھی۔

لافتیٰ الا علی لا سيف الا ذوالفقار

جنگِ اُحد میں قوتِ حیدری کے کمال دیکھے تو جبریل علیہ السلام دادِ شجاعت دینے کے لئے زمین پر آ گئے،

جنگِ اُحد کی فتح کا سہرا بھی جناب حیدر کرار علیہ السلام کے سر پر ہی رہا۔

کھویا بھی اور پایا بھی

غزوہٗ اُحد تاریخِ اسلام کا درخشندہ مگر دردناک باب ہے اگرچہ یہ جنگ بھی سپہ سالارِ اعظم تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیر قیادت ہی لڑی گئی مگر کچھ لوگوں نے اپنے سپہ سالار کے ایک حکم ہے پہلو تہی کر کے جیتی ہوئی جنگ کو ہار دیا یہ الگ بات ہے کہ فتح بالآخر مسلمانوں کو ہی حاصل ہوئی اور کفار کو زبردست ہزیمت اُٹھا کر پیچھے بھاگنا پڑا۔

اس جنگ میں مسلمانوں کی انتہائی قیمتی متاعِ لٹ گئی متعدد جانباڑوں کو جانوں کی قربانی دینا پڑی یہ وہی جنگ ہے جس میں اللہ و رسول کے شیر

سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دردناک موت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خون کے آنسوؤں لائے۔

یہ وہی جنگ ہے جس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ راست اور بہادر بیچا جناب حمزہ کو شہید کروانے کے بعد ہندہ زوجہ ابوسفیان نے آپ کی نعش مبارک کا مثلہ کروایا اور آپ کا کلیجہ نکال کر چبایا اسی وجہ سے ہندہ کو ”اکلتہ الاکبار“ جگر کھانے والی کہا جاتا ہے یہ وہی کرناک اور دل دہلا دینے والی جنگ ہے جس میں تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رُخ شمسِ الصبحی زخمی ہوا اور متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین منصبِ شہادت پر فائز ہوئے۔

درّہ کی حفاظت کی ہدایت

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جنگ میں صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کو کوہِ اُحد کے واحد وسیع و عریض درّہ پر متعین فرما کر شدید تاکید فرمائی تھی کہ جنگ خواہ کسی بھی مرحلہ میں داخل ہو جائے تم لوگ اس جگہ سے ہرگز ہرگز نہیں ہٹو گے مگر جب کافرِ زبردست ہزیمت اٹھا کر بھاگ کھڑے ہوئے تو اس درّہ کے محافظوں نے اپنے سپہ سالار کے حکم کو پس پشت ڈالتے ہوئے اس جگہ کو خالی چھوڑ دیا۔

خالد بن ولید جو ابھی دولتِ اسلام سے مشرف نہیں ہوئے تھے اسی

جگہ کے خالی ہونے کی تاک میں تھے جب مسلمان درّہ کو خالی کر کے مال غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گئے تو خالد بن ولید نے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے اس مورچہ پر قبضہ کر لیا اور اپنے ساتھیوں سمیت مجاہدین اسلام پر عقب سے حملہ کر دیا۔

قیمت ادا کرنا پڑی

اور پھر اہل اسلام کو اپنے ساتھیوں کی اس ایک عظیم غلطی کو جو قیمت ادا کرنا پڑی اُس کا تصور کرتے ہوئے بھی روٹ گئے کھڑے ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لئے بھی ایک یادو آدمی رہ گئے اور منافقین مکہ نے آپ کی شہادت کی افواہیں پھیلانا شروع کر دیں۔

بالآخر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے درّہ کو خالی چھوڑنے والوں کی فاش غلطی کو معاف فرما دیا اور قرآن مجید میں اُن کی کوتاہی سے درگزر کی آیات نازل ہو گئیں اس لئے اب اُن پر کسی قسم کا تبصرہ کرنا اور اُن کی گرفت کرنا عبث محض ہے لیکن یہ سب کچھ اختصار کے طور پر بتانا بھی ضروری تھا۔

مقابلہ کی تیاری

جیسا کہ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں ہم غزوات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کی تفصیل بیان نہیں کریں گے بلکہ محض انہیں واقعات کا ذکر کیا جائے گا جن کا تعلق بالواسطہ یا بلا واسطہ جناب شیر خدا سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات والا صفات سے ہوگا۔

چنانچہ یہاں پھر اس امر کا اعادہ کیا جاتا ہے تاہم جنگ کے متعلق ضروری معلومات فراہم کرنے سے گریز نہیں کیا جائے گا۔

جنگ احد ۳ھ شوال المکرم کی ساتویں تاریخ کو مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہا سے تین میل دُور جبل اُحد کے دامن میں لڑی گئی تین میل کا یہ فاصلہ مسجد نبوی شریف سے جبل اُحد تک بنتا ہے کیونکہ اس وقت مدینہ منورہ زاد اللہ تشریفاً و تعظیماً کی آبادی دامن اُحد کے ساتھ ساتھ اطراف و جوانب میں دُور دُور تک پھیل چکی ہے۔

بدر کا بدلہ لینے کی تیاری

اس جنگ میں جنگ بدر کا بدلہ لینے کے لئے ابوسفیان زبردست جنگی تیاریوں کے ساتھ تین ہزار کاشکر جرار لے کر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوا تھا وادی کے مطابق حضرت عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خفیہ طور پر ابوسفیان کی تیاریوں کی اطلاع سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچادی تھی چنانچہ حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس کے مقابلے کے لئے پورے طور پر تیار ہو چکے تھے۔

منافقین کی ساز باز

حالانکہ منافقین مدینہ ابوسفیان سے ساز باز کر لینے کے بعد اہل اسلام کو ہر قیمت پر ہزیمت دینے کے لئے سازشوں کے جال کا دائرہ وسیع سے وسیع تر کرتے جا رہے تھے۔

بظاہر وہ مسلمانوں کے ساتھ تھے اور زبانی طور پر بے پناہ خلوص کا مظاہرہ کرتے تھے مگر باطن اُن کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ جس طرح بھی ہو سکے شیخ اسلام کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گل کر دیا جائے۔

گویا مجاہدین اسلام اس جنگ میں دو ہرے خطرے سے دو چار تھے ایک طرف ابوسفیان کا انتقامی جذبہ پوری شدت سے ٹکرائے آیا تھا اور دوسری طرف مدینہ منورہ کے یہودی النسل منافق گھر کے بھیدی کی صورت میں اپنی شاطرانہ چالوں کو بروئے کار لائے ہوئے تھے۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوجی نقطہ نگاہ سے جبل اُحد کے ایک درّہ پر جناب ابن جبیر کی زیر قیادت تیر اندازوں کا ایک دستہ متعین فرما کر انہیں حکم دیا کہ تمہیں ہر حالت میں اس درّہ کی حفاظت کرنا ہے باقی لشکر اسلام خواہ کسی بھی قسم کے حالات سے دو چار ہو تمہیں اس جگہ کو کسی بھی قیمت پر نہیں چھوڑنا ہوگا۔

﴿مغازی الرسول واقدی ج ۱ ص ۱۵۰﴾

یہ انتظام مکمل کر لینے کے بعد آپ نے لشکر اسلام کو آراستہ فرمایا

جیشِ اسلامی اس غزوہ میں غزوہ بدر کے بالعکس پورے طور پر مسلح تھا اگرچہ لشکر کفار کی تعداد اب بھی کافی زیادہ تھی اور ابوسفیان اپنے لشکریوں کے حوصلے بلند رکھنے کے لئے جنگ بدر سے کہیں زیادہ رجز خوان عورتوں کو ساتھ لے کر آیا تھا۔

چونکہ منافقین کی تمام سازشیں حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پورے طور پر بے نقاب ہو چکی تھیں اس لئے ان کا خاطر خواہ قلع قمع کیا جا چکا تھا تاہم اُن کی طرف سے کسی بھی وقت خطرے کا امکان ابھی بھی موجود تھا۔

علی تلواریوں کرتے طلب ہیں

جنگِ اُحد کو جاتے وقت جناب سیدہ سلام اللہ علیہا سے تلوار طلب کرتے وقت جناب شیر خدا حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔

قربى ذا الفقار فاطم منى
فاخى السيف كل يوم كهياج
قربى الصنارم الحسام فانى
واكسب فى الرجال نحو الهياج
وردا اليوم ناصحا يندر الناس
جيوش كالبحر ذى الامواج
وردو سرعين يغون قتلى
واييك محبوبا المعراج
وخراب الاوطان وقتل الناس
وكل اذا اصبح لاج
سرف ارضى المليك بالضرب ما
عشت الى ابن انال ما اناراج
سن ضمور الا سلام اوياتى الموات
شهيد من شاخب الادواج

﴿دیوان علی علیہ السلام ص ۲۵﴾

اے فاطمہ ﴿سلام اللہ علیہا﴾ ذوالفقار کو میرے قریب کر دے
کیونکہ جنگ کے دن تلوار میری دوست ہے۔

تیز اور کاٹنے والی تلوار میرے قریب کر دے کیونکہ میں لوگوں کے
ساتھ سوار ہو کر جنگ کرنے جاؤں گا۔

آج لوگوں کو نصیحت فرمانے والے اور عذابِ جہنم سے ڈرانے
والے ﴿رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ سے مقابلہ کرنے کے لئے ایسی
افواج آئی ہیں۔

جو جوش مارتے ہوئے پھرے ہوئے سمندر کی طرح جھپٹ جھپٹ
کر مجھے اور تمہارے اس والدِ گرامی کو قتل کر دینا چاہتی ہیں جو صاحبِ المعراج
ہے۔

اگرچہ ان کے ارادے یہ ہیں کہ وہ ہمارے وطن کو ویران کر دیں اور
لوگوں کو قتل کر کے خون کی ندیاں بہا دیں مگر جب صبح طلوع ہوگی تو وہ پناہ
تلاش کرتے پھریں گے۔

جب تک میری جان میں جان ہے میں جہاد کے ذریعہ سے اپنے
مالک کو خوش کرتا رہوں گا حتیٰ کہ عنقریب میری آرزو پوری ہو جائے۔

یعنی یا تو اسلام کی اشاعت کا فریضہ کامل طور پر ادا ہو جائے یا مجھے
شہادت کی وہ موت نصیب ہو جائے کہ میری گردن سے خون کے دھارے
بہتے ہوں۔

پرچم بردار

کفار کے لشکر کا پرچم بردار ایک بہادر شخص طلحہ ابن ابی طلحہ تھا جبکہ اسلامی جیوش کو دربارِ مصطفوی سے تین پرچم عطا ہوئے تھے امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حسب سابق مہاجرین کا پرچم عطا فرمایا گیا اور اس جنگ میں بھی اُس کا نام حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ”العقاب“ ہی تجویز فرمایا۔

وعقد عليه الصلوة والسلام ثلاثة للواية لواء

المهاجرين بيد علي ابن ابي طالب كرم الله

وجهه الكريم .

﴿طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۸۹﴾ ﴿الصواعق محرقہ ص ۱۲۰﴾

﴿نور الابصار ۹۷﴾ ﴿معارج النبوة ج ۲ ص ۸۲﴾

﴿مواهب اللدنیہ ج ۱ ص ۷۳﴾ ﴿اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۰﴾

آغازِ جنگ اور زورِ حیدری

دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو سب سے پہلے طرفین نے ایک دوسرے پر تیر برسا کر جنگ کا آغاز کیا اس بعد لشکرِ کفار کا پرچم بردار طلحہ ابن ابی طلحہ ایک ہاتھ میں پرچم اور دوسرے میں تلوار سنبھالے ہوئے میدان میں آیا اور لشکرِ اسلام کو حقارت سے دیکھتے ہوئے بڑے تفاخر سے کہنے لگا۔

اے اصحابِ محمد ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارا اگمان ہے کہ

تمہاری تلواروں سے قتل ہونے والا جہنم میں اور ہماری تلواروں سے قتل ہونے والا جنت میں جاتا ہے۔

اگر تم میں سے کسی کو جنت میں جانے کا شوق ہو تو مجھ سے مقابلہ کرے تاکہ میں اُسے تمہاری مزعومہ جنت میں پہنچا دوں۔

تیغ علی کا پہلا شکار

جیش اسلامی سے ابھی کسی نے اُس کا جواب نہیں دیا تھا کہ شیر خدا جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چم اسلام کو لہراتے ہوئے شمشیر برہنہ اُس کے سامنے پہنچ گئے اور فرمایا ! کہ خدا کی قسم میری تلوار تمہیں ضرور جہنم رسید کر دے گی اور پھر آپ نے شکوہ ہاشمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے چند روزیہ اشعار پڑھے جن کا ترجمہ ہے۔

میں شیرِ نر ہوں اور گوشہ چشمت سے دیکھنے والا ہوں،

میں وہ شیر ہوں جو طاقت و راور آخر شب میں اترنے والا ہے۔

جب شدید جنگ شروع ہو کر سانس پھوٹنے لگتی ہے تو میں اُس وقت

بھی شدید اور جان لیوا نیزہ پڑنے سے مرعوب نہیں ہوتا۔

انی انا الیث الہزب الاشوش

والاسد المستاسد المہرس

اذا الحروب اقبلت تفرس

واختلفت عند النزال الانفس

ماهاب مبوق الرياح الاشرش

﴿دیوان علی ص ۹۲﴾ ﴿واقدی ج ۱ ص ۱۶۵﴾

اور پھر آپ نے ذوالفقار حیدری کو حرکت دے کر فضا میں بلند کیا اور
زورِ یلہٰی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اُس پر ایسا وار کیا کہ تلوار اس کے سر میں
اُتر گئی یہاں تک کہ اس کا سر ٹھوڑی تک دو ٹکڑے ہو گیا اور وہ زمین پر گیا۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال خرج

طلحة يوم احد فكان صاحب لواء المشركين

فقال يا اصحاب محمد تزعمون ان الله يجعلنا

بائسافكم الى النار ويجعلكم بائسافنا الى الجنة

فايكم ببرز فبرز اليه علي ابن ابي طالب رضي

الله عنه وقال والله لا افارقك حتى اعجلك

بسيقي الى النار فاختلعا بضربتين فضر به علي

رضي الله عنه علي رجليه فقطعها وسقط الى

الارض

﴿نور الابصار ص ۹۷﴾ ﴿طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۸۳﴾

﴿مغازی الرسول واقدی ج ۱ ص ۱۶۵﴾ ﴿معارج النبوة﴾

﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۲۰۶﴾ وغیرہم کتب سیر متفق علیہ،

جناب مولا مشکل کشا شیر خدا علیہ السلام اُسے اسی حالت میں چھوڑ

کر واپس لشکرِ اسلام میں تشریف لائے تو بعض صحابہ کرام نے عرض کیا یا علی

آپ نے اس سہل کا سر گردن سے علیحدہ کیوں نہیں کیا جناب علی علیہ السلام نے جواباً ارشاد فرمایا کہ وہ جب نیچے گرا تو بے پردہ ہو گیا تھا میری غیرت اور حیاء نے گوارا نہ کیا کہ دوبارہ میری نگاہ اس حالت میں اُس پر پڑے۔

ایک روایت کے مطابق یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ جناب شیر خدا طلحہ کے مقابلہ کے لئے تشریف لے گئے تو پہلے طلحہ نے پوری قوت سے آپ پر تلوار کا وار کیا جسے آپ نے اپنی سپر پروکا اور پھر آپ نے ذوالفقار حیدری کو اُس کی دونوں ٹانگوں کا نشانہ لے کر اس زور سے چلایا کہ اُس کی دونوں ٹانگیں ایک ہی وار میں کٹ گئیں ٹانگوں پر وار کرنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ اپنی تیز نگاہوں سے لباس کے نیچے اس کی ہنسی زرہ کو دیکھ چکے تھے جو ناف سے بھی نیچے تک اُس کے جسم کو چھپائے ہوئی تھی۔

بہر حال ضربت حیدری اپنا کام کر چکی تھی دشمنوں کا انتہائی شہہ زور پر چم بردار ایک ہی ضرب ید اللہی سے واصل جہنم ہو چکا تھا،

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلحہ کو قتل ہوتے دیکھا تو اظہارِ مسرت فرماتے ہوئے نعرہٴ تکبیر بلند کیا جواب میں تمام اہل اسلام نے اللہ اکبر کا فلک شکاف نعرہ لگایا اور کافروں پر عام حملہ کر دیا جس سے اُن کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔

طلحہ کا بھائی قتل ہوتا ہے

اگرچہ اس زبردست ریلے سے کفار کے پاؤں اکھڑ گئے تاہم طلحہ کے بعد ابھی اُن میں سے مزید کوئی آدمی قتل نہیں ہوا تھا کہ وہ دوبارہ سنبھل گئے طلحہ کے بعد لواء مشرکین اُس کے بھائی ابوشیبہ عثمان بن ابی طلحہ نے اُٹھایا اس کے پیچھے کفار کی عورتیں اسے جنگ پر ابھار رہی تھیں اور وہ خود یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

پرچم بردار پر حق یہ ہے کہ یا تو اس کا نیزہ خون آلود ہو جائے یا پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔

اس کے ساتھ مقابلہ کے لئے سید الشہداء سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے آپ نے اس کے شانہ پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ شانہ تک ہاتھ کٹ کر زمین پر گر گیا اور تلوار ہاشمی اس کا سینہ چیر کر انف تک نیچے اتر گئی حتیٰ کہ اس کا پھیپھڑا کٹ کر باہر آ گیا۔

تیسرا بھائی بھی قتل ہو گیا

پھر یہ پرچم ان دونوں کے تیسرے بھائی ابوسعید بن ابی طلحہ نے اُٹھایا جسے جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک ہی تیر نے واصل جہنم کر دیا حالانکہ وہ سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہوا تھا صرف اس کی گردن کا حصہ خود اور زرہ کی قید سے آزاد تھا۔

جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی گردن کو ہی ہدف بنایا اور اسے واصل جہنم کر دیا۔

ذوالفقارِ حیدری کا دوسرا شکار

اب کفار کا پرچم ارطاس بن شرجیل کے ہاتھوں میں ہے ارطاس سے مقابلہ کرنے کے لئے امیر المومنین سر تاج الاولیاء شیر خدا مولائے کائنات سیدنا حیدر کرار علیہ السلام تشریف لائے۔

ارطاس علمبرداران کفار کے بعد دیگرے قتل سے انتہائی مشتعل ہو چکا تھا اور چاہتا تھا کہ اپنے سے پہلے قتل ہونے والوں کا شدید انتقام لے کر اُس کی یہ حسرت دل ہی دل میں دم توڑ گئی کیونکہ جب مقابلہ ہوا تو وہ شیر خدا علیہ السلام کی تلوار کے ایک وار کی تاب بھی نہ لاسکا اور ایک ہی لمحہ میں اپنے ناپاک ارادوں سمیت واصل جہنم ہو گیا۔

گمہسان کی لڑائی

ارطاس کے قتل ہونے کے بعد اچانک دونوں جانب کے جیوش حرکت میں آ گئے اور گمہسان کی لڑائی شروع ہو گئی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد انصار و مہاجرین کے چوڑے جانبازوں نے گھیرا بنا رکھا تھا جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم آپ کے داہنے پہلوئے مبارک کے قریب تر رہتے ہوئے ذوالفقارِ حیدری کے جو ہر نمایاں کر رہے تھے کفار کی خواہش

تھی کہ کسی طرح مسلمانوں کا یہ گھیراؤ توڑ کر ﴿معاذ اللہ﴾ حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کر دیں مگر وہ اپنے ان مذموم ارادوں میں کامیابی حاصل کرنے کی بجائے الٹا جہنم رسید ہوتے رہے۔

جو بھی جان نثارانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و رضی اللہ عنہم اجمعین کی تلواروں کی زد میں آتا فنا ہو کر رہ جاتا ذوالفقارِ حیدری کُشتوں کے پستے لگا رہی تھی کفار کی عورتیں ہندہ زوجہ ابوسفیان کی قیادت میں چیخ چیخ کر رجز پڑھ رہی تھیں جنگ کا زور مسلسل بڑھتا جا رہا تھا اور پھر یہ موت کا کھیل جلد ہی فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو گیا۔

کفار کے پاؤں اکھڑ گئے

مسلمانوں کے پے در پے حملوں نے کفار کے حوصلے پست کر دیئے پہلے تو وہ بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے مگر اب صرف اپنی مدافعت کرنے تک ہی محدود ہو گئے تھے کافروں کو دل چھوڑتے دیکھا تو اہل اسلام نے آخری ضرب کاری بھی لگا دی یہ حملہ اس قدر شدید تھا کہ لات و عُزّی کے پُجاریوں کے اوسان ہی خطا ہو گئے اور وہ اپنے چاروں طرف موت کو رقص کرتے دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

ان کے بڑے بڑے بہادر اور جری لوگ مسخ شدہ لاشوں میں تبدیل ہو چکے تھے ان کے ساتھ ساتھ ان کی رجز خوان عورتیں بھی چینی چلاتی بھاگ

کھڑی ہوئیں رجز پڑھ پڑھ کر اشتعال دلانے والی ہندہ کی چیلیاں چاٹتیاں
اب چیخ چیخ کر اور سر پیٹ پیٹ کر بین کر رہی تھیں۔

موت کے ڈر سے میدان چھوڑ کر بھاگنے والے لوگ اکثر موت کا
شکار ہو جاتے ہیں اور یہی حال کفار مکہ کا ہوا اور وہ لوگ کثیر تعداد میں قتل ہو
رہے تھے مگر پیچھے مز کر قدم جمانے کی ہمت ان میں بالکل نہ رہی تھی۔

جنگ جب زوروں پہ تھی

ایک اور شکار

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں کفار کا ایک بہادر
اسامہ بن زید احوں آیا اور آتے ہی اپنی بہادری کی ڈیگیں مارنے لگا جناب
حیدر کرار علیہ السلام نے اس کی خرافات کو ناسخ کر کے قتل کرنے سے پہلے یہ
رجز یہ شعر ارشاد فرمائے۔

میں اپنی اس تلوار کے سوا جو میرے ہاتھ میں ہے کسی کو حاکم نہیں مانتا
یہ وہ تلوار ہے جو کانٹے میں مثل بلور کے چمک دار ہے۔
یہ تلوار ہاتھ میں چمکتی ہے اور سخت نقصان پہنچانے والی ہے۔
میرے ساتھ وہ شمشیر برآں ہے جس سے آگ کے شعلے نکلتے ہیں۔
ہم وہ لوگ ہیں جن کا دین سچا ہے۔
اور ہم جنگ میں شدید صبر کرنے والے ہیں۔

لست اری ما بیننا حاکما

الا الذی فی الکف بتار

وصارم ایض مثل المہا

یبرق فی الراحة ضرار

معى صارم قاطع باثر
لتسطع من تضرا به النار
انا اناس ديننا صادق
انا على الرحب نصبار

﴿دیوان علی ص ۴۷﴾

آپ نے یہ شعر پڑھتے ہوئے اسامہ بن زید احور پر ایک ایسا
خوف ناک حملہ کیا جس کی تاب نہ لاتے ہوئے وہ ایک ہی وار میں جہنم
واصل ہو گیا۔

تعارف علی بزبان علی

اسامہ کو قتل کرنے کے بعد آپ نے کفار مکہ کو مخاطب کر کے قوت
حیدری کا یوں تعارف کروایا۔

سوف یری الجمع ضرب لفا تک اطا لابس
وطعنة قد سدھا لکبر اقفو ارس الیوم اضرا
ضرم نارھا بجدوة لقابیس. حتی تری فر سا نہا
تخر للمعاطس.

﴿دیوان علی علیہ السلام ص ۹۲﴾

کہ غمگین لوگ اچانک حملہ آور ہونے والے بہادر کی قوت کا
مشاہدہ کر لیں گے اور اس نیزہ زنی کو دیکھ لیں گے جو بہادروں کو منہ کے بل
گرانے کے لئے سخت ہے۔ آج میں جنگ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں آگ کا

ایک اور شعلہ بلند کروں حتیٰ کہ تم دیکھو گے کے سوار ناک کے بل گر رہے ہیں۔

اور پھر حیدر کرار نے جو فرمایا تھا پورا کر دکھایا آپ بڑھ بڑھ کر کافروں کو واصل جہنم بھی کر رہے تھے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کا فریضہ بھی ادا کر رہے تھے حتیٰ کہ دشمن کی فوجیں سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑی ہوئیں تو اہل اسلام نے ان کے مال و اسباب پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔

دَرّہ والوں کی غلطی

اس صورت حال کو وہ لوگ بھی دیکھ رہے تھے جن کو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک درّہ پر متعین فرما کر یہ ہدایت فرمائی تھی کہ جنگ خواہ کسی بھی مرحلہ میں داخل ہو جائے تمہیں بہر حال اسی درّہ کی حفاظت کرنا ہے۔

مگر جب کفار کے لشکر کو شکست ہو گئی اور مسلمان ان کے غنائم کو جمع کرنے میں مصروف ہو گئے تو ان لوگوں نے ہادیءِ برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کو پس پشت ڈالتے ہوئے درّہ کو خالی چھوڑ دیا اور مالی غنیمت لوٹنے والوں میں آکر مل گئے۔

پانسہ پلٹ گیا

کفار کا ایک سپہ سالار خالد بن ولید شروع ہی سے اس تاک میں تھا اس نے درہ کو خالی دیکھا تو اپنے تیر اندازوں کا دستہ لے کر مسلمانوں پر عقب سے اس وقت حملہ آور ہوا جب وہ جنگ وغیرہ سے بے نیاز ہو کر صرف سامان اکٹھا کرنے میں مصروف تھے۔

خالد کا یہ حملہ انتہائی شدید اور بلائے ناگہانی ثابت ہوا۔

ابوسفیان کی قیادت میں دوڑنے والے کفار نے جب پیچھے ہٹ کر حالات کا جائزہ لیا تو انہیں بھی جلد ہی صحیح صورت حالات کا اندازہ ہو گیا اور وہ بھی آگے بھاگنے کی بجائے غضب ناک ہو کر واپس پلٹے اور اہل اسلام پر حملہ آور ہو گئے اب جنگ کا پانسہ پلٹ چکا تھا اور مسلمانوں کی بجائے اب میدان کافروں کے ہاتھ میں تھا۔

مگر علی بھی تھے

روایات میں آتا ہے کہ جب مسلمانوں کی جیتی ہوئی جنگ مذکورہ بالا حالات کے مطابق شکست میں تبدیل ہونے لگی تو لشکر اسلام کا شیرازہ منتشر ہو گیا مجاہدین اسلام اگرچہ مصروف جنگ تھے مگر اس جنگ کا زیادہ تر انحصار محض اپنی اپنی ذات کے دفاع تک محدود تھا ہر طرف عجیب طرح کی اضطرابی سی کیفیت طاری تھی انتہایہ کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کا محافظ دستہ بھی رتر برتر ہو گیا۔

جلالِ رسالت

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ تنہائی محسوس کی تو آپ کو جوش آ گیا۔

جمالِ رحمتِ جلالِ رسالت میں تبدیل ہو گیا غضب ناک ہونے کی وجہ سے آپ کی جبینِ اقدس پر موتیوں کی طرح چمکتے ہوئے پسینے کے قطرات نمودار ہو گئے آپ اپنے ساتھیوں کو آوازیں دے رہے تھے مگر آپ کی آوازیں شاید ان تک پہنچ ہی نہیں رہی تھیں اسی عالم میں آپ نے داہنے پہلوئے اقدس کی جانب چشمِ رحمت کو پھیرا تو دیکھا کہ جناب شیر خدا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پہلو مبارک میں شمشیر برہنہ لئے ایستادہ تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو کھڑے دیکھ کر کمالِ شفقت سے پوچھا علی تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ کیوں نہیں گئے تو جواباً جناب حیدر کرار کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ایمان لانے کے بعد انکار نہیں اور میرے لئے تو اقتداء ہی کافی

کفار کا حملہ

اتنے میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سامنے کی طرف التفات فرمایا تو دیکھا کہ کافروں کا ایک گروہ تلواریں لہراتا ہوا آپ کی طرف بڑھ رہا ہے شیطانوں کے اس گروہ کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر جناب شیرِ خدا علیہ السلام کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

علی ان لوگوں سے میری حفاظت کرنا اور
نُصرت و حمایت اور خدمت کا حق بجالانا کیونکہ یہی
موقع نُصرت و حمایت اور خدمت کرنے کا ہے۔

اللہ کے شیر نے فرمانِ محبوب سنا اور سامنے کی طرف سے بڑھتے ہوئے گروہِ شیطاں کو دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں خون اُتر آیا سر جھکا کر محبوب کو سلامی دی اور چشمِ زدن میں کافروں کے سامنے آگے خونِ ہاشمی مشتعل تو ہو ہی چکا تھا آپ بھوکے باز کی طرح چھٹے اور گدھوں کے اس ریلے کا تھس نہیں کر دیا۔

ضریرِ حیدری کی تاب کون لاسکتا تھا چند ہی لمحوں میں فیصلہ ہو گیا
ذوالفقارِ حیدری نے دشمنوں کو گاجر مولیٰ کی طرح کاٹ رکھ دیا بمشکل تمام چند
لوگوں کو بچانے بچا کر بھاگ نکلنے میں عافیت نظر آئی۔

لافتیٰ الاعلیٰ

جناب مولائے تفضلی شیر خدائے علیہ السلام کی اس جرأت و بہادری کو دیکھا تو سدرہ نشین چشم زدن میں زمین پر آگیا۔ اور بارگاہِ مصطفویٰ میں حاضر ہو کر سلام کہا مبارک باد پیش کی اور جرأت و جواں مردی و حیدر کرار کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا۔

یا رسول اللہ علی رضی اللہ عنہ نے کمال جرأت و شجاعت کا مظاہرہ کیا ہے آپ نے فرمایا اے جبریل، یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔

جبریل نے عرض کی یا رسول اللہ! میں آپ دونوں سے ہوں۔

انہ منی و انا منہ نقال جبریل و انا منکما۔

﴿مروج الذهب مسعودی ج ۲ ص ۴۲۶﴾

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ صدائے سروش بلند ہوئی علی کے سوا کوئی جواں مرد نہیں اور ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں۔

﴿گوئند می گوید گوید لا فتیٰ الاعلیٰ لا

سیف الا ذوالفقار

﴿معارج النبوة ج ۲ ص ۲۵﴾

لا فتیٰ الاعلیٰ لا سیف الا ذوالفقار

تواریخ و سیرت کی کتابوں میں آتا ہے کہ اس غیبی آواز کو تمام لوگوں

نے سنا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مخاطب کر کے فرمایا! یا علی تم نے بھی اپنی تعریف سنی جو رضوان فرشتہ آسمان سے کر رہا تھا کہ،

لا فتى الا على لا سيف الا ذوالفقار

اگرچہ غزوہ اُحد میں دیگر مجاہدین اسلام نے بھی انتہائی شجاعت کے جوہر دکھانے خاص طور پر سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب جناب سعد بن ابی وقاص حضرت قزمان وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین نے تو بے مثال کارکردگی کا مظاہرہ کیا تاہم جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قدر انتہائی حیرت انگیز اور مختصر القول کارنامے سرانجام دیئے کہ رُوحِ فطرت بھی جُحوم اٹھی اور رضوان آسمان پکارا اٹھا کہ،

لا فتى الا على لا سيف الا ذوالفقار

اب تک کے پیش کردہ واقعات کا خلاصہ تاریخ کی مشہور اور ثقہ کتاب تاریخ کامل مؤلفہ علامہ ابن اثیر الجزری کے چند اقتباسات کی صورت میں ملاحظہ فرمائیں۔

واقتل الناس قتال شديدا و امعن في الناس حمزة

وعلى و ابو د جانة رجال من المسلمين و انزل

الله نصره على المسلمين و كانت العزيمة على

المشركين.

وكان الذى قتل اصحاب اللواء على قاله ابو
 رافع قال فلما قتلهم ابصر النبی صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم جماعة من المشركين فقال لعلى
 احمل عليهم ففرقهم وقتل فيهم ثم ابصر جماعة
 اخرى فقال له احمل عليهم فحمل عليهم و
 فرقهم وقتل فيهم فقال جبريل يا رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم هذه المواساة فقال
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انه منى وانا
 منه فقال جبريل وانا منكما قال فسمعوا صوتا
 لا سيف الا ذو الفقار ولا فتى الا على.

﴿ابن اثیر ج ۲ ص ۱۰۷﴾

اعطى رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 اللواء على.

﴿ابن ابی طالب ج ۲ ص ۱۰۷﴾

یہ واقعہ وضعی ہے

بعض سیرت نگاروں نے تو سرے سے یہ واقعہ نقل کرنے سے ہی
 احتراز کیا ہے اور بعض نے نقل کرنے کے بعد یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ فلاں
 شخص نے اس قصہ کو وضعی قرار دیا ہے۔

بالخصوص صاحب سیرت حلبیہ نے تو کمال ہی کر دیا ہے وہ فرماتے

ہیں کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہ سب کی سب روایات وضعی ہیں کیونکہ بقول ان کے امام ابن تیمیہ نے ان کو وضعی قرار دیا ہے۔

جہاں تک ان روایات پر مکمل بحث کا تعلق ہے وہ تو انشاء اللہ العزیز اپنے مقام پر قارئین پڑھ ہی لیں گے یہاں تو صرف یہ بتانا ہے کہ کم از کم صاحب سیرت حلبیہ کو کسی راویت سے انکار کرنے کے لئے ابن تیمیہ جیسے متعصب تشدد شخص کا سہارا نہیں لینا چاہئے تھا کیونکہ ابن تیمیہ کو معیار بنانے کا واضح ترین مطلب یہ ہے کہ تیرہ صد صفحات پر پھیلی ہوئی پوری کی پوری کتاب سیرت حلبیہ کو مضوعات کا پلندہ ثابت کر دیا جائے اس لئے کہ ابن تیمیہ کی تحقیق کے مطابق اس کتاب کی اسی فی صد روایات غلط محض ثابت ہوں گی۔

احتراز کیوں کیا گیا

یہاں صرف یہ بتانا ہے کہ بعض سیرت نگاروں نے یہ واقعہ نقل کرنے سے محض اس لئے احتراز کیا ہے کہ اس میں ایک تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ جانے کا ذکر ہے اور دوسرا جناب علی علیہ السلام کا یہ فرمان موجود ہے کہ،

لا کفر بعد الایمان حالانکہ ان دونوں باتوں سے ہرگز یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور کے

ساتھ حق رفاقت ادا نہیں کیا۔

کیونکہ اس جنگ میں جن حضرات نے صریحاً حکم رسول سے نافرمانی کی تھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے تو ان سب کو بھی معاف فرما دیا تھا جس پر آیات قرآنیہ شاہدِ عدل ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ جب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی رہ گئے تھے اس وقت جنگ ایک ایسے انتہائی خوفناک مرحلہ میں داخل ہو چکی تھی کہ کسی کو بھی سرپیر کا ہوش نہیں تھا لہذا آپ کے محافظ دستہ کا یوں بکھر جانا قطعی اضطراری فعل قرار پائے گا۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ مولائے کائنات جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی کچھ وقت کے لئے اس افراتفری میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علیحدہ ہو گئے تھے جس کی تصدیق درج ذیل واقعہ سے ہوتی ہے۔

میں شہید ہو جاؤں

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کفار نے عقب سے حملہ کر دیا تو میں شدید قتال سے دوچار ہو گیا اور جنگ کرنے میں اس قدر محو ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے اچانک مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال آیا اور پھر جب آپ مجھے نظر نہ آئے تو میں انتہائی پریشانی کے عالم میں آپ کو تلاش کرنے لگا پھر میرے

دل میں یک لخت یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسا تو قطعی طور پر ناممکن ہے کہ حضور نے میدانِ جنگ سے رُوگردانی کر لی ہو کیونکہ آپ ایسے نہیں ہیں ہو سکتا ہے۔
مسلمانوں کے دڑھ خالی کر دینے کے فعل پر ناراض ہو کر اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمان پر اٹھالیا ہو پھر میں نے آپ کو مقتولین اور شہداء میں تلاش کیا مگر آپ نہ مل سکے تو میں نے دل کے ساتھ یہ فیصلہ کیا کہ اب شدید ترین قتال میں مصروف ہو جاؤں۔

حتیٰ کہ کافروں سے لڑتے لڑتے شہید ہو جاؤں اور پھر میں کافروں پر حملہ آور ہو گیا اور ان کی صفوں کو درہم برہم کر دیا بچے کھچے کفار کائی کی طرح پھٹ کر ادھر ادھر ہو گئے میدانِ صاف ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سامنے کھڑے ہیں میں تیزی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا علی مسلمانوں نے یہ کیا کر دیا ہے۔
بہر حال جیت کر ہاری ہوئی جنگ کو دوبارہ جیتنے کے لئے مجاہدین اسلام کو ایڑی چوٹی کا زور لگانا پڑا۔

جانبازوں کی شہادت

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام جاں باز سپاہی اپنے اپنے مقام پر جم کر لڑے اور حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعدد بے مثال شہکار جامِ شہادت نوش فرما گئے جن میں سب سے دردناک موت

سید الشہداء حمزہ ابن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تھی آپ کی تدفین کی گئی
تو جناب حیدر کرار علیہ السلام نے اشکبار آنکھوں کے ساتھ دیگر رفقاء کو ساتھ
لے کر آپ کو قبر میں اتارا ﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾

آپ نے کمال جرأت و جوانمردی سے دشمنوں کے متعدد بہادروں
کو موت کی نیند سلا دیا تھا مگر ہندہ زوجہ ابوسفیان کے غلام وحشی بن حرب نے
دھوکہ سے آپ کو ایک گڑھے میں گرا کر شہید کر دیا۔

سرکار زخمی ہو گئے

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چند بدنہاد اور شریر کافروں نے
پتھر برسائے آپ کے غلاموں کا گھیرا ٹوٹ جانے کی وجہ سے کچھ پتھر آپ
کے چہرہ انور پر لگے جس سے آپ کے خود کی زنجیریں آپ کے منور اور نرم و
نازک رُخساروں میں دھنس گئیں اور خُون کا فوارہ پھوٹ نکلا ان چوٹوں کی وجہ
سے آپ کے دندان مبارک بھی مضروب ہوئے لیکن دندان مبارک کے شہید
ہو جانے کی روایت و ابی اور وضعی ہے کیونکہ آپ کے دندان مبارک آخر تک
پوری دلکشی اور تابانی کے ساتھ موجود تھے اسی طرح جناب اویس قرنی کا اپنے
سارے دانت نکال دینے کا واقعہ بھی مستند نہیں۔

از امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ منقول است کہ گفت

چوں مشرکان بر اہل اسلام غلبہ کردند و شکست صوری

بحال مومنوں راہ یافت چنداں حزن و ملال و جزع بر
من استیلا یافت کہ عنان تما لک ار دست دادم دور
پیش۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساعتی با کفار مقاتلہ
کردم و چون در عقب خود دیدم آن حضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم ازاں قبیل نیست کہ از صفت قتال
روئے گرداند در میان کشتگان نیز طلب کردم نیام فتم
گفتم بجهت افعال ناشائستہ ما غضب الہی متوجہ قوم
گشتہ و رسول خود را صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم با سمان برودہ آ
نگاہ گفتم کہ بیچ بہ ازاں نیست کہ با کفار مقاتلہ می کنم تا
کشتہ شوم پس شمشیر بر مخالفان حملہ کردم چون مخالفان
متفرق گشتند آن حضرت را صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و
صحبہ وسلم در میان ایشان سالم و صحیح باز یافتم۔

﴿معارج النبوة ج ۲ ص ۸۵ مدارج النبوة ج ۲ ص ۴۲۶﴾

فضیلت علیؑ

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوة میں فرماتے
ہیں کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اس قوت و شجاعت کا مظاہرہ
کرتے ہوئے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت و حمایت کا

حق ادا کر دیا تو جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا! کہ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کمال جرات و جوان مردی کا مظاہرہ کیا ہے۔

جبریل علیہ السلام سے یہ کلام سنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! کہ کیوں نہ ہو وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں یعنی علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور یہ کنایہ ہے جو کمال اتحاد و اخلاص اور یگانگت کو ظاہر کرتا ہے۔ بہر حال جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تو جبریل علیہ السلام نے عرض کی! یا رسول اللہ میں آپ دونوں سے ہوں اور فرماتے ہیں کہ غیب سے ندا آئی کیوں تلوار نہیں مگر ذوالفقار اور کوئی بہادر نہیں مگر علی ﴿کرم اللہ وجہہ الکریم﴾

لَا فَيْءَ إِلَّا عَلَى لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفَقَارِ

اور یہ واقعہ معارج النبوة اور کشف الغمہ میں نہایت تفصیل کے ساتھ مرقوم ہے اور آخر پر آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا! کہ یا علی کیا تم نے اپنی یہ تعریف نہیں سنی جو رضوان نامی فرشتہ نے آسمان پر تمہارے لئے کہا۔

لَا فَيْءَ إِلَّا عَلَى لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفَقَارِ

میکوئند کہ چوں علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم

این مردانگی کرد و نصرت داد جبریل با حضرت فرمود کہ

ایں کمال مواسات جوان مردی است کہ علی مرتضیٰ کرم
 اللہ وجہہ توی برد آں حضرت فرمودانہ منی وانا منہ یعنی
 بدرستی علی از من است دمن از وے ام کنایت از کمال و
 اتحاد و واکلاص و یگانگی در

اپنی اپنی رائے

اس کے بعد شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے
 بارے میں دو قول نقل فرماتے ہیں جن میں ایک قول تو مشہور سیرت نگار اور
 محدث سید جمال الدین محدث قدس سرہ العزیز صاحب روضۃ الاحباب کا
 ہے جن کی سیرت کی اس عظیم کتاب روضۃ الاحباب کے اکثر ماخذ حضرت
 شاہ عبدشاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مدارج النبوة

آمدہ است کہ چوں آں حضرت ایں کلمہ فرمود جمیل گفت وانا منکما
 من از شما ہر دو ام و گوئند آواز سے شنیدند کہ گویند و غیبی می گفت لا فتی الا
 علی لا سیف الا ذو الفقار .

در معارج النبوة می آرد و کشف الغمہ مثل ازیں واقعہ آورده مبسوط تر
 ازیں و در آخر آورده کہ آں حضرت فرمود اے علی می شنوی مدح خود را کہ ملکہ
 کہ ناما و رضوان است در آسمان می گوئید۔ لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار۔

شریف میں درج کئے ہیں اور جن کے متعلق حاجی خلیفہ کشف الظنون میں فرماتے ہیں۔

روضة الاحباب فی سیرۃ النبی وآل و لا صحاب
فارسی بحمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ
المتوفی فی مجلدين.

صاحب حدائق الحنفیہ آپ کے متعلق رقم طراز ہیں،

جمال الدین عطا اللہ صاحب روضة الاحباب آپ اعظم اولاد و
امجاد خیر الانام سے ہیں جملہ اقسام علوم و دینیہ اور اصناف فنون یقینیہ خصوصاً
علم حدیث و سیر میں بے عدیل اور عدیم التمثیل تھے۔

کشاف اسرار تنزیل اور حلال معضلات موافق تاویل تھے آپ کی
تصنیفات سے روضة الاحباب فی سیرۃ النبی وآل والا صحاب ایسی عمدہ اور
معتبر اور مشہور آفاق ہے جو اپنا ثانی نہیں رکھتی،

﴿تاریخ احمدی ص ۱۰﴾

اور دوسرا قول علامہ ذہبی کا ہے جو اگرچہ جرح و تعدیل میں اپنا ثانی
نہیں رکھتے اور محدثین کے نزدیک ایک معیار کی حیثیت رکھتے ہیں تاہم ابن
حزم وغیرہ کی ہمنوائی میں تحکم و تعصب سے گریز نہیں کرتے۔

لا فتی الا علی حدیث نہیں

غزوہ احد میں شیر خدا غالب علی کل غالب امام الا شجین سیدنا حیدر

کر ارضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واضح ترین جرأت و جوانمردی بے مثال شجاعت و بہادری اور بے نظیر عزیمت و استقامت کے واقعات کا روایت صحیحہ اور نصوص صریحہ کی صورت میں موجود ہونے کے باوجود اس کے برعکس تاثر دینے کے لئے بعض لوگوں کا تحقیق کے نام پر اپنے قلبی تعصب کا اظہار کسی بھی صورت میں راہِ صواب اور صراطِ مستقیم قرار نہیں پاسکتا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ یہ وطیرہ اختیار کر چکے ہیں کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے شانِ حیدر کرار علیہ السلام میں آئے والی روایات میں جھول پیدا کرنے کی کوشش کر ڈالی جائے خواہ وہ روایات اجتماعی طور پر بھی تو اتر کا درجہ حاصل کر چکی ہوں۔

چنانچہ جہاں کہیں کسی روایت کو بیان کرنے والوں میں سے کوئی راوی کمزور نظر آیا اس قسم کے لوگوں کا ضعفِ بصیرت و بصارت اپنے عروج پر پہنچ گیا اور فوراً ہی پہلے تو راوی کی تضعیف کر کے روایت کو ضعیف قرار دینے کی کوشش شروع کر دی اور پھر معاً ایک قدم اور آگے بڑھا کر راوی کی تکذیب کر ڈالی اور روایت کو موضوعِ بناوٹی اور لا اصل قرار دے دیا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

کیا یہ خاص واقعہ نہیں ؟

حیرت تو اس بات کی ہے کہ جس جنگ کی ہولناکیوں نے حضرت

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے جری اور بہادر شخص کو میدانِ کارزار سے فرار ہونے پر مجبور کر دیا ہوا اور دیگر بڑے بڑے شجاع ترین اور جلیل القدر صحابہ باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے جانثار ہونے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اکیلا اور تنہا چھوڑ کر میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے ہوں۔

اس خوفناک ٹکراؤ اور ہولناک جنگ میں صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا تاجدار انبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سپہ بن کر اور جان ہتھیلی پر رکھ کر پورے عزم و استقامت سے محو کارزار رہنا انتہائی غیر معمولی اور خاص واقعہ کیوں متصور نہیں کیا جاتا۔

ان مخصوص حالات میں خاص قسم کی داد شجاعت دینے پر اگر اللہ تبارک و تعالیٰ جل مجدہ الکریم پروانہ شمع رسالت سیدنا حیدر کرار علیہ السلام کو کسی مخصوص اور انحصارِ الخاص اعزاز و انعام سے نواز دے تو اس میں پریشان ہونے کی آخر وجہ کیا ہے؟

اندازہ فرمائیں کہ جب کفار مشرکین کے پورے لشکرِ جرار سے صرف ایک ہی شخص نبرد آزما ہوا اور وہ شخص علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہو تو صدائے سروش سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی تھی کہ،

لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار

یعنی کوئی بہادر جوان نہیں سوائے علی کے۔

اور جب کفار و مشرکین کی سینکڑوں تلواروں سے ٹکرانے والی صرف ایک ہی تلوار ہو جو بجلی کی طرح کوندتی ہوئی نظر آئے اور اس تلوار کا نام ذوالفقار ہو تو غیبی فرشتہ کی صدا اس کے سوا اور کیا ہو سکتی تھی کہ،

لا سيف الا ذوالفقار

اور کوئی تلوار نہیں سوائے ذوالفقار کے۔

نُصْرَتِ رسول کی اہمیت

جنگِ اُحد میں پیش آنے والے حالات کا اگر بغور جائزہ لیا جائے اور اس بات پر مکمل طور پر ایمان اور یقین ہو کہ ان حالات میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے رسولِ معظم کی حفاظت و صیانت کرنا خدا تعالیٰ کے نزدیک خاص الخاص اہمیت کا حامل ہے تو پھر قلم کے زور پر روایت کو کمزور کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی بلکہ غسیل الملائکہ حضرت حظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا جعفر طیار جیسے لوگوں کی مثالیں سامنے لانا پڑتی ہیں۔

مقصد براری کا طریقہ

ناقدا دین رجال نے عام طور پر اپنی مقصد براری کا ایک طریقہ بھی وضع کر رکھا ہے کہ چونکہ فلاں روایت کُتبِ حدیث کی بجائے کتبِ سیر میں نقل کی گئی ہے لہذا اس کی صحت ناقابلِ یقین ہے حالانکہ انہی سیرت نگاروں نے کتبِ حدیث و تفسیر کو بھی مرتب کیا ہے اس قسم کی سینکڑوں مثالیں

امام بخاری ابن حجر عسقلانی ابن کثیر ابن جریر شاہ عبدالحق محدث دہلوی و دیگر محدثین کرام کی کتابوں میں موجود ہیں کہ کوئی ایک ایسی روایت جو سیرت کی کتاب میں اس کے موقع محل پر نقل کر چکے ہیں حدیث کی کتاب میں اسے دوبارہ نقل کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔

حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق یہ ارشاد فرمانا کہ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں متعصبین کے نزدیک بھی ثقہ ترین کتاب بخاری شریف میں بھی موجود ہے پھر اگر اس حدیث مصطفیٰ میں جبریل کا یہ عرض کرنا کہ میں تم دونوں میں سے ہوں تعجب انگیز کیوں نظر آتا ہے جبکہ جبریل علیہ السلام پیدا ہی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور مبارک سے ہوئے ہیں،

ہم کہتے ہیں کہ اس قسم کی نصوص صریحہ و قطعیہ میں کسی ایک راوی کی تکذیب و تضعیف سے حاصل کیا ہوگا اور اس کے ساتھ ہی لا فتنی الا علی لا سیف الا ذو الفقار کو صدائے سروش تسلیم کر لینے سے کیا قیامت لازم آتی ہے جبکہ یہ جملہ صدیوں سے زباں زدِ خاص و عام ہونے کی وجہ سے زبانِ خلق نقارۂ خدا کی حیثیت حاصل کر چکا ہے۔

جبریل محافظ علی

علاوہ ازیں اس روایت کو متشددین بھی بغیر کسی حیل و حجت کے تسلیم

کرنے پر مجبور ہیں کہ جناب شیر خدا علیہ السلام جب دشمنوں کے پرے کے پرے اٹتے وقت شدید مزاحمت کی وجہ سے زمین پر گر جاتے تھے تو فوراً جبریل امین علیہ السلام آپ کو سہارا دے کر کھڑا کر دیتے تھے، اور دوبارہ شدت مصروف جہاد ہونے کی ترغیب بھی دیتے جا رہے تھے۔

کیا جناب شیر خدا علیہ السلام کے باڈی گارڈ کی حیثیت سے جبریل علیہ السلام کا آپ کے ساتھ ساتھ میدان کارزار میں ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر چکر کاٹتے پھرنا تعجب انگیز معلوم نہیں ہوتا؟

بہر حال جیسا کہ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ متنازعہ فیہ روایات پر مکمل طور پر بحث مباحث کے لئے مخصوص کردہ باب میں کی جائے گی فی الحال آپ یہاں سرتاج المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کے نقل فرمودہ دونوں قول اور آپ کی اپنی رائے جو آپ نے اس واقعہ کے متعلق نقل فرمائی ہے ملاحظہ کریں۔

صاحب روضة الاحباب کا قول

روضۃ الاحباب میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو بعض اکابر محدثین اور اہل سیر نے اپنی کتابوں میں نقل فرمایا ہے۔

علامہ ذہبی کا قول

لیکن ذہبی جو رجال کی کسوٹی ہے میزان الاعتدال میں اس روایت

کے راوی کی تکذیب و تضعیف کرتے ہیں اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

محدث دہلوی کا اپنا فرمان

بندہ مسکین ﴿شاہ عبدالحق محدث دہلوی﴾ اللہ تبارک و تعالیٰ اسے
مزید یقین کے لئے مخصوص فرمائے کہ یہ واقعہ واضح طور پر نادر علیاً مظهر
العجایب میں پورے واقعات اور معرکہ ساتھ موجود ہے مگر کتب حدیث
میں اس کا کچھ ذکر نہیں کیا گیا ﴿واللہ اعلم﴾ اور بالجملة جناب سیدنا حیدر کرار
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حق مبارزت و محاربت اور جلالت و شجاعت ادا فرمایا وہ
اس قدر عظیم اور بلند و بالا ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

چنانچہ حضرت قیس اپنے باپ سعد سے روایت کرتے ہیں کہ میں
نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو یہ فرماتے سنا کہ مجھے اُحد کے دن سولہ
شدید ضربات آئیں جن میں سے چار ضربات اس قدر سخت اور شدید ترین
تھیں جو مجھے زمین پر گرا دیتی تھیں مگر جب میں گرتا تو ایک نہایت خوش رواور
خوش بو شخص میرا بازو پکڑ کر اٹھنے میں مدد دیتا اور کہتا تھا کہ کافروں کے قتال
میں مصروف ہو جائیے آپ اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی اطاعت میں ہیں وہ اللہ اور رسول دونوں آپ سے خوش ہیں
جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ واقعہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا علی جانتے

ہو وہ کون شخص تھا؟

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ صلی اللہ علیک وسلم ﴿﴾ داعیہ کلبی کے مشابہ تھا تو آپ نے فرمایا اے علی اللہ تبارک و تعالیٰ تمہاری آنکھیں روشن فرمائے وہ جبریل تھا۔

دور روضۃ الاحباب میگوئید کہ اس حدیث
راہیں طریقہ بعضے از اکابر محدثان و اہل سیر در کتب
خیش آورده اند ولیکن ذہبی کے محکم رجال است در
میزان الاعتدال ضعیف و تذبذب راوی نمودہ است
واللہ اعلم۔

گفت بندہ مسکین خصۃ اللہ بزمید الیقین کہ
ظاہر اقصہ نادعلیا مظہر العجائب ہمدریں معاملہ و معارکہ
واقع شدہ است اما در کتب حدیث ہیچ ذکر آں نہ کردہ
اند و اللہ اعلم۔

و بالجملہ حق مبارزت و محاربت و جلالت و
شجاعت بجائے آور دکہ فوق آں تصور نتواں کرد
روایت است از قیس کہ وے از پدرش سعد روایت کرد
کہ گفت از علی مرتضیٰ شنیدم کہ فرمود در روز احد شانزدہ
ضربہ بمن رسید در چہار ضربت از اں بر زمین افتادم و

ہر بار کہ افتادم مردے خوش روئے و خوش بوئے بازو
 مرا می گرفت و مرا بر پائی کرد می گفت متوجہ کافران شو
 کہ تو در طاعت خدا و رسول وے است و ایشان ہر دو
 از تو راضی اند بعد از فراغ جنگ واقعہ را بحضرت
 رسالت عرض کردم آں سرور ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم فرمود کہ تو اور را می شناسی؟ گفتم نے اما وجیہ کلی
 مشابہ آں است فرمود اے علی خدائے تعالیٰ چشم نزار
 روشن کن از آں جبریل بود علیہ السلام۔

﴿مدارج النبوة جلد دوم ص ۱۲۲﴾

قال ابن اسحق كان الفتح يوم احد بصير على
 رضى الله عنه روى الحافظ محمد بن عبد العزيز
 الجنابلى مرفوعا الى قيس بن سعد عن ابيه انه
 سمع عليا رضى الله عنه يقول اصابتنى يوم احد
 ست عشرة خسارة سقطت الى الارض فى اربع
 منهن .

﴿نور الابصار ص ۹۷﴾ ﴿معارج النبوة ج ۲ ص ۸۶﴾

﴿مدارج النبوة ج ۲ ص ۴۲۶﴾ ﴿صواعق محرقة ص ۱۲۰﴾

عن سعيد بن المسيب قال لقد اصابني عليا يوم
 احد ست عشرة ضربة كل ضربة تلزمه الارض

فما كان يرفعه الا جبريل .

﴿أسد الغابہ ج ۲ ص ۲۰﴾

خُون کے آنسو

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ دیر کے لئے ساتھیوں سے علیحدہ ہو گئے تو منافقین مدینہ نے یہ افواہ پھیلا دی کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے ہیں اس جانکاہ واقعہ کے سننے سے مدینہ منورہ کے گلی کوچوں میں مسلمان عورتوں نے جو کھرام پیا کیا وہ بیان سے باہر ہے۔

شہزادی مصطفیٰ کی حالت

شہزادی مصطفیٰ سیدہ فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا نے جب یہ خبر سنی تو آپؐ پر غشی طاری ہو گئی جب عورتیں آپؐ کے رخ انور پر پانی کے چھینٹے مار کر آپؐ کو ہوش میں لائیں تو آپؐ چادر اوڑھ کر عورتوں کے اس جھرمٹ میں آہ و فغاں کرتی ہوئیں میدانِ اُحد میں پہنچ گئیں وہاں پہنچ کر جلد ہی معلوم ہو گیا کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں تو آپؐ کی جان میں جان آئی مگر جب آپؐ نے سامنے جا کر اپنے والدِ گرامی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخ انور سے کی خون کی دھاریں بہتی دیکھیں تو آپؐ پھر بے تاب ہو گئیں۔

اتنے میں جناب حیدر کرار شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی پانی کا برتن

سر پر اٹھائے آپنچے اور جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے مقدس باپ ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخموں کو دھونا شروع کر دیا جناب حیدر کرار علیہ السلام پانی ڈالتے جاتے تھے اور شہزادی رسول سلام اللہ علیہا زخموں کو دھوتی جاتی تھیں مگر باوجود اس کے خون بند نہ ہوا تو بنت رسول مضطرب ہو گئیں۔

پھر اچانک آپ کو کچھ یاد آ گیا تو آپ نے عجلت کے ساتھ کپڑا وغیرہ جلا کر اس کی راکھ بنائی اور خاکستر آپ کے زخموں میں بھر دی جس سے فی الفور خون بہنا بند ہو گیا۔

سیدہ کا جہاد میں حصہ

بعد ازاں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تاجدارِ اہل اُتی جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خون آلودہ تلواریں جناب سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے حوالے کر کے فرمایا کہ انہیں دھو ڈالنے بنت رسول نے والد گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شوہر نامدار جناب حیدر کرار کی تلواروں کو لیا اور باقی ماندہ پانی سے اچھی طرح غسل دے ڈالا اس جگہ میں جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بار بار کافروں کی صفوں میں گھس جانے کی وجہ سے آپ کے جسم انور پر سولہ ضربیں آئیں اور چار زخم تو اس قدر شدید تھے کہ جن کی وجہ سے آپ چار بار زمین پر گرے اور پھر اٹھتے ہی زخمی شیر کی طرح دشمنوں کے پرچے اڑاتے رہے۔

فما كان يرفعه الا جبريل

﴿أسد الغابہ ج ۲ ص ۲۰﴾

خون کے آنسو

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ دیر کے لئے ساتھیوں سے علیحدہ ہو گئے تو منافقین مدینہ نے یہ افواہ پھیلا دی کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے ہیں اس جانکاہ واقعہ کے سننے سے مدینہ منورہ کے گلی کوچوں میں مسلمان عورتوں نے جو کھرام پیا کیا وہ بیان سے باہر ہے۔

شہزادی مصطفیٰ کی حالت

شہزادی مصطفیٰ سیدہ فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا نے جب یہ خبر سنی تو آپ پہ غشی طاری ہو گئی جب عورتیں آپ کے رخ انور پر پانی کے چھینٹے مار کر آپ کو ہوش میں لائیں تو آپ چادر اوڑھ کر عورتوں کے اس جھرمٹ میں آہ و فغاں کرتی ہوئیں میدانِ احد میں پہنچ گئیں وہاں پہنچ کر جلد ہی معلوم ہو گیا کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں تو آپ کی جان میں جان آئی مگر جب آپ نے سامنے جا کر اپنے والدِ گرامی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخ انور سے کی خون کی دھاریں بہتی دیکھیں تو آپ پھر بے تاب ہو گئیں۔

اتنے میں جناب حیدر کرار شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی پانی کا برتن

سر پر اٹھائے آپنچے اور جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے مقدس باپ ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخموں کو دھونا شروع کر دیا جناب حیدر کرار علیہ السلام پانی ڈالتے جاتے تھے اور شہزادی رسول سلام اللہ علیہا زخموں کو دھوتی جاتی تھیں مگر باوجود اس کے خون بند نہ ہوا تو بنت رسول مضطرب ہو گئیں۔

پھر اچانک آپ کو کچھ یاد آ گیا تو آپ نے عجلت کے ساتھ کپڑا وغیرہ جلا کر اس کی راکھ بنائی اور خاکستر آپ کے زخموں میں بھروی جس سے فی الفور خون بہنا بند ہو گیا۔

سیدہ کا جہاد میں حصہ

بعد ازاں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تاجدارِ اہل اقی جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خون آلودہ تلواریں جناب سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے حوالے کر کے فرمایا کہ انہیں دھو ڈالئے بنت رسول نے والد گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شوہر نامدار جناب حیدر کرار کی تلواروں کو لیا اور باقی ماندہ پانی سے اچھی طرح غسل دے ڈالا اس جگن میں جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بار بار کافروں کی صفوں میں گھس جانے کی وجہ سے آپ کے جسم انور پر سولہ ضربیں آئیں اور چار زخم تو اس قدر شدید تھے کہ جن کی وجہ سے آپ چار بار زمین پر گرے اور پھر اٹھتے ہی زخمی شیری طرح دشمنوں کے پر نچے اڑاتے رہے۔

اہل نظر جانتے ہیں کہ اللہ کے شیر کا زخمی ہو جانا بھی محض سنت محبوب منانے کے لئے ہی تھا قدرت کیسے گوارا کر سکتی تھی کہ علی کے محبوب کا چہرہ انور زخمی ہو اور علی کو ایک بھی زخم نہ آئے۔

بہر حال سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ جنگ اُحد کی کامیابی کا انحصار کامل طور پر ضربت حیدری اور زور یدِ اللہی پر ہی کیا جاسکتا ہے۔

لما جرح رسول الله جعل على ينقل الماء في

ورقة من اطهر اس و يغسله فلم ينقطع الدم فأتت

فاطمة وجعلت تعانقه وتبكي و اعرفت حصيرا و

جعلت على الجرح من وما وه فأنقطع الدم .

﴿کا مل ابن اثیر ج ۲ ص ۱۱۰﴾ ﴿طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۹۱﴾

﴿مدارن النبوة ج ۲ ص ۲۲۷﴾ ﴿سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۴۵﴾

باب

نزوہ بی نصیر

اور

حیدر گرار علیہ السلام

غزوہ بنو نضیر کا پس منظر

ثقہ کتب کے مطابق اس غزوہ کا پس منظر یہ ہے کہ ۴ھ کی ابتداء میں حضور سرور کائنات امام الانبیاء تاجدارِ مدینہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام میں ستر جلیل القدر اور زہاد صحابہ کی ایک جماعت کو متدر بن عمرو ساعدی کے زیر قیادت اہل نجد کو تبلیغ کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔

مبلغین اسلام کا یہ نورانی قافلہ مقام بیر معونہ پر پہنچا تو یہودیوں کے ایک سردار عامر نامی ملعون نے اپنے مسلح ساتھیوں کو ساتھ لے کر سب کو گھیرے میں لے لیا چنانچہ اس ناگہانی حملہ کی تاب نہ لاتے ہوئے سوائے حضرت عمرو بن امیہ ضمری کے تمام کے تمام صحابہ کرام شہید ہو گئے حضرت عمرو بن امیہ ضمری نے اس حادثہ فاجعہ کی اطلاع حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچائی تو آپ کو اس قدر انتہائی صدمہ اور تاسف ہوا کہ آپ نے ان صحابہ پر حملہ کرنے والے عامر ملعون کے لئے بد دعا فرمائی چنانچہ عامر مردود اسی روز گھوڑے سے گر کر واصلِ جہنم ہو گیا۔

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اپنے ساتھیوں کی

شہادت کا شدید صدمہ تھا چنانچہ انہوں نے انتقامی طور پر عامر کے قبیلہ کے دو اشخاص کو اس وقت قتل کر دیا جب وہ چین کی نیند سو رہے تھے۔

حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری نے حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں اپنا یہ کارنامہ بیان کیا تو آپ کو مزید قلق اور افسوس ہوا کیونکہ عمرو بن اُمیہ ضمری کے ہاتھوں قتل ہونے والے وہ دونوں مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے واقدی نے لکھا ہے وہ لوگ ذمی تھے اور ان کی حفاظت مسلمانوں کے ذمہ تھی کم از کم مسلمان انہیں قتل نہیں کر سکتے تھے۔

﴿مغازی الرسول واقدی ص ۱۹۲﴾

چونکہ عمرو بن اُمیہ سے یہ غلطی سہواً سرزد ہوئی تھی اس لئے ان کو تو معاف فرما دیا گیا مگر اس کے ساتھ ہی حضور رحمۃ اللعلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ قتل ہونے والوں کے ورثاء کو قصاص ضرور ادا کیا جائے اور یہ قصاص بھی بیت المال سے ادا کیا جائے اور واقدی وغیرہ نے لکھا ہے کہ ان کے قبیلہ والوں نے آپ سے قصاص طلب کیا تھا بہر حال جو بھی تھا قصاص دینا ضروری تھا اور اسلام کی غربت کے اس دور میں اتنی رقم بیت المال میں موجود ہی نہ تھی اس لئے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ رقم بنو نضیر کے یہودیوں سے حاصل کرنے کا فیصلہ فرمایا کیونکہ ان لوگوں سے پہلے ہی یہ معاہدہ طے پا چکا تھا کہ اگر تم لوگ مدینہ منورہ کے قرب وجوار میں رہنا چاہتے ہو تو تمہیں مسلمانوں کی ہر ضرورت کے وقت مکمل طور

پر معاونت کرنا ہوگی۔

الطبقات ابن سعد

سیرت کی مشہور کتاب طبقات ابن سعد میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہفتہ کے روز مسجد قبا میں تشریف لائے اور مہاجرین و انصار کی ایک جماعت کے ساتھ نماز ادا فرمائی اور پھر ان تمام اصحاب کو ساتھ لے کر بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے ﴿معاہدہ کی رو سے﴾ ان دو کلابیوں کے قصاص کے سلسلہ میں مدد طلب فرمائی جنہیں ﴿غلطی سے﴾ حضرت عمر بن اُمیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کر دیا تھا۔

بنو نضیر کے یہودیوں نے کہا اے ابوالقاسم ہم لوگ اپنے عہد پر قائم ہیں اور آپ جو چاہتے ہیں کرنے کو تیار ہیں۔

بظاہر تو انہوں نے آپ کو اس طریقہ سے مطمئن کر دیا مگر اندرون خانہ کچھ لوگوں نے مشورہ کیا کہ اس موقع سے فائدہ اٹھایا جائے چنانچہ عمرو بن جاش بن کعب بن بسیل النضری نے کہا کہ میں مکان کی چھت پر چڑھ کر آپ پر ایک پتھر لڑھکا دیتا ہوں سلام بن مشکم نے اسے ایسا کرنے سے منع کیا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی اس مذموم اور ناپاک سازش

اور بد عہدی کا پتہ چل گیا چنانچہ آپ تیزی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اسی وقت مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرمائی آپ کے بعد صحابہ کرام کی جماعت بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلتی ہوئی آپ تک آپنچی اور بعض صحابہ نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ آپ اچانک کیوں اٹھ کھڑے ہوئے تھے حتیٰ کہ ہمیں بھی معلوم نہ ہو سکا؟

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمیں ان کی بد عہدی اور سازش کی اطلاع ہو گئی تھی۔

﴿ماخوذ طبقات ابن سعد اول ص ۴۰۰﴾

انتخاب حیدر کرار

تفسیر مظہری میں اس واقعہ کو بالوضاحت بیان کیا گیا ہے۔

مسلمانوں سے بنی سلیم کے دو آدمی غلطی سے قتل ہو گئے کیونکہ ان میں صلح کا معاہدہ ہو چکا تھا چنانچہ وہ اپنے مقتولوں کا قصاص لینے کے لئے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے ان کا قصہ پٹانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعب بن اشرف یہودی اور بنی نضیر کے یہودیوں کے پاس صحابہ کی جماعت کو ساتھ لے کر جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھی شامل تھے تشریف لے گئے کیونکہ ان یہودیوں نے آپ سے معاہدہ کر رکھا تھا کہ بوقت ضرورت وہ روپے پیسے سے مسلمانوں کی مدد کریں گے۔

چنانچہ جب آپ ان یہودیوں کے پاس پہنچے تو انہوں نے نہایت

خندہ پیشانی سے آپ کا استقبال کیا اور کہا کہ ہم حسب وعدہ اس معاملہ میں آپ کی ضرورت مدد کریں گے مگر پہلے آپ ہماری دعوت قبول کریں اور کھانا کھالیں۔

پھر آپ کو ایک جگہ بٹھا کر اپنی منافقانہ روش کے مطابق یہ مشورہ کیا کہ قربت کا اس سے بہتر موقع پھر کبھی ہاتھ کبھی ہاتھ نہیں آئے گا لہذا ایک شخص کو ٹھے کی چھت پر چڑھ کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک بڑا سا پتھر گرا دے تو ہمیں مسلمانوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نجات مل جائے گی ان میں سے ایک شخص عمرو بن حجاب نے کہا کہ یہ کام میں کروں گا چنانچہ وہ بڑی چکی کا پاٹ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گرانے کے لئے کوٹھے پر گیا۔

مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی اس مکاری کا پتہ چل گیا اور اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے ہاتھ باندھ دیئے کہ وہ کوئی ایسی حرکت نہ کر سکیں۔

اسی اثناء میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا اور اگر صحابہ میں سے کوئی ہمارے متعلق پوچھے تو انہیں بتا دینا کہ آپ مدینہ منورہ کو واپس تشریف لے گئے ہیں۔

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ارشاد فرمانے کے بعد آپ مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے ارشاد مصطفوی کے مطابق حضرت علی شیر

خدا کرم اللہ وجہہ الکریم اس مقام پر کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ تمام صحابہ کرام ایک ایک کر کے آپ کے پیچھے پیچھے نکل گئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ كُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ
 هُمْ قَوْمٌ أَنْ يَسْطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ
 عَنْكُمْ

﴿سورة المائدہ آیت نمبر ۱۱﴾

تفسیر مظہری کی اس عبارت سے یہ دو باتیں صاف طور پر واضح ہوتی ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پوری جماعت میں صرف جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ایک وہ مخصوص ہستی تھے جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا راز افشا فرمایا۔

﴿تفسیر مظہری ج ۳ ص ۲۱۷﴾

حکمت کیا تھی

اور دوسری بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی اس ناقابلِ تسخیر قوت کے مالک ہیں جو اکیلے اور تنہا رہ جانے کی صورت میں بھی یہودیوں کی پوری جماعت کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

قارئین اگر اس واقعہ کا بغور مطالعہ کریں تو قطعی طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ جناب علی علیہ السلام کا یہودیوں کی سازش پر پوری طرح مطلع

ہو کر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو وہاں سے نکال دینا اور خود اُن کے زعمے میں اس وقت تک موجود رہنا جب تک کہ آخری صحابی بھی وہاں سے روانہ نہیں ہو گیا نہ صرف حیدر کرار علیہ السلام کی بے مثال جرأت و جوانمردی کی ناقابل تردید دلیل ہے بلکہ آپ کے ایثار اور قربانی کی بھی ایسی درخشاں مثال ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔

حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کو ہمہ وقت اپنی زندگی پر ترجیح دینے کی جو مثالیں تاریخ اسلام میں جناب شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قائم فرمائی ہیں ان میں آپ کا شریک و سہیم تلاش کرنا ناممکن الامر اور قطعی طور پر محال ہے۔

انتباہ

رسولِ غیب دان تاجدارِ مدینہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو نضیر کی اس بد عہدی اور مذموم سازش کے پیشِ نظر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی معرفت ان لوگوں کو پیغام ارسال فرمایا کہ تمہاری سازش اور بے ایمانی پر ہمیں خدا تعالیٰ نے مطلع فرما کر ہماری تو حفاظت فرمادی مگر تم لوگ اب دس دن کے اندر اندر مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہا کی اس نواحی بستی کو خالی کر کے کہیں دُور نکل جاؤ کیونکہ معاہدہ کی رو سے عہد شکنی کے جرم میں تم اس امر کے پابند ہو اور اگر تم میں سے دس دن کے بعد یہاں کوئی شخص موجود پایا گیا تو

اسے قتل کر دیا جائے گا بنو نضیر کے لوگوں کو جب اس امر پر اطلاع ہوئی تو وہ انتہائی خوفزدگی اور سراسیمگی کے عالم میں بستی کو خالی کرنے کی تیاریاں کرنے لگے۔

اسی اثناء میں یہود ابن بنو قریضہ نے بالعموم اور عبداللہ بن ابی بن سلول نے ان کے سردار حئی بن اخطب وغیرہ کو یہ مشورہ دیا کہ تم آرام سے بیٹھ رہے ہو ہم لوگ تمہارا پورا پورا ساتھ دیں گے۔

لہذا مسلمانوں سے اس قدر خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ عبد اللہ بن ابی نے کہا کہ میرے ساتھ یہودیوں کا دو ہزار کا ایک ایسا لشکر بھی موجود ہے جو فن سپہ گری میں اپنی مثال آپ ہے اور ہم سب لوگ تمہارے ساتھ مل کر مسلمانوں کا مقابلہ کریں گے حئی بن اخطب نے اس مشورہ کو فوراً قبول کر لیا کیونکہ وہ حضور رسالت مآب کے سخت ترین دشمنوں میں سے ایک تھا چنانچہ سب لوگ آرام سے اپنے گھروں میں بیٹھ رہے،

دس دن کے بعد

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے انخلاء کے لئے ملنے والی مہلت سے یہودیوں نے کوئی فائدہ نہ اٹھایا بلکہ جنگ کرنے پر آمادہ ہو کر تیاری کرنے لگے تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے کچھ لوگوں کو مدینہ منورہ ہی میں قیام کرنے کا حکم فرمایا اور کچھ لوگوں کو

یہودیوں پر حملہ کرنے کی تیاری کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔

جلد ہی جب سپاہ اسلام تیار ہو گئی تو آپ نے مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ ابن مکتوم کو اپنا جانشین مقرر فرمایا اور سیدنا و مرشدنا اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کو اسلام کا پرچم عطا فرما کر ارشاد کیا کہ عصر کی نماز بنو نضیر کی بستی کے قریب ادا کی جائے گی۔

پس ابن مکتوم را در مدینہ ساخت و لوا یتج قد

بعلی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم داد و از مدینہ

مطہرہ بیرون آمد و نماز دیگر در فضائے منازل بنی نضیر

گذارد و ایشان از مدینہ منورہ نزدیک است۔

فخرج الیہم و علی یحمل رایتہ

﴿الوفا ابن الجوزی ص ۶۸۹﴾

تلوار؟

جناب سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا سے سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنی نضیر کی سرکوبی کے لئے تلوار طلب کرتے ہوئے کہا۔

اے فاطمہ علیہا السلام میری تلوار لاؤ کیونکہ وہ مذمت کے قابل نہیں اور میں تھکنے والا اور کمینہ نہیں ہوں۔

اے فاطمہ ﴿سلام اللہ علیہا﴾ میں نے آپ کے والد گرامی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امداد و نصرت کے لئے اور اس خدا تعالیٰ کی

خوشنودی کے لئے جو اپنے بندوں کو پالنے والا اور مہربان ہے دشمنوں کے ساتھ خوب زور آزمائی کی ہے۔

میں سوائے خدا تعالیٰ کے اجر کے اور جنت و نعمت میں اس کی رضا مندی کے سوا اور کسی چیز کی خواہش نہیں رکھتا۔

میں وہ شخص ہوں جو اس وقت بلند تر ہونا چاہتا ہوں جب جنگ آستین چڑھا کر مسلط ہو جاتی ہے اور میں بغیر کسی ملامت کے سر بلندی کا مستحق قرار پاتا ہوں۔

میں نے ابن عبداللہ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا حتیٰ کہ چمکتی ہوئی تلوار سے اس کی ہڈی کو بھی کاٹ دیا جس پر زندگی کا دار و مدار ہے اسے قتل کرنے کے بعد میں نے اسے چٹیل میدان میں چھوڑ دیا اور اس کے ساتھ منتشر ہو گئے اور اس کے ساتھیوں کی جماعت ایسے لوگوں پر مشتمل ہے جو مایوس اور زخم خوردہ ہے۔

میری تلوار میرے ہاتھ میں ہے میں اس کو شعلہ کی طرح حرکت دیتا ہوں اور اس کے ساتھ کندھے اور ریڑھ کی ہڈی کو کاٹ ڈالتا ہوں پس میں نے یہاں تک دشمنوں سے قتال کیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی جماعت کو پراگندہ منتشر کر دیا اور میں نے ان سے ہر حلم والے کے سینے کو شفا دی ہے۔

افسار طمہک السیف غیر ذمیم

فلسفہ عید ولا بلیم

افاطم قد ابلت فی نصر احمد
ومرضات رب بالعباد رحیم
ارید ثواب اللہ ہلاشی غیرہ
ورضوان فی جنة و النعمیم

سپہ سالار و پرچم بردار

صحیح روایت کے مطابق اس لشکر کا سپہ سالار بھی تاجدارِ اہلِ اُتی شیر
خدا سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی مقرر فرمایا گیا تھا۔

تاہم ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ سالار لشکر سیدنا ابوبکر صدیق
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا گیا تھا۔

مختصر یہ کہ جب لشکر اسلام بنو نضیر کی بستی کے قریب پہنچا تو یہودیوں
کے یہودی حلیف بنو قریظہ نے بھی ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا اور
عبداللہ بن ابی منافق بھی اپنے وعدے سے منحرف ہو گیا چنانچہ یہود ان
بنو نضیر نے انتہائی اضطراب میں اپنی قلعہ نما بستی میں خود کو محصور کر لیا اور تیرہ غیرہ
چلانے کے لئے قلعہ کی فصیل کے سوراخوں کا سہارا تلاش کرنے لگے اسلامی
لشکر نے چاروں طرف سے ان کا محاصرہ کر لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کا خیمہ بنی عظمہ کے گھروں کے قریب لگا دیا گیا۔

غرور کا غرور کس نے توڑا ؟

ایام محاصرہ میں یہودیوں کے ایک تیر انداز نے جس کا نام غرور تھا سپاہ اسلام پر تیر چلایا تو وہ تیر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیمہ اطہر میں پیوست ہو گیا چنانچہ حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیمہ اقدس کی جگہ تبدیل کر دی گئی۔

غرور پر غرور کی یہ جرات دیکھی تو امیر المومنین امام الاشجعین ولایت مآب اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہا اس کی گھات میں بیٹھ گئے حتیٰ کہ رات کے وقت غرور بلحون اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ نگی تلوار لئے لشکر اسلام کی طرف بڑھ رہا تھا کہ اچانک شیر خدا علیہ السلام کی نظر اُن پر پڑ گئی اور پھر آپ نے چند ہی لمحوں میں غرور اور اس کے دونوں ساتھیوں کے ناپاک سر اُن کے پلید جسموں سے ایک ہی حملہ میں الگ کر دیئے اور پھر یہ تینوں کٹے ہوئے سر لے کر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو گئے۔

چوں یہود سپاہ اسلام دیدند ابواب قلاع بستہ
دست بسنگ و نیز کشادند و تا بوقت عشاء جنگ کردند و
چوں بمو مناں نماز عشا گزار دند حضرت با چند کس
بمزنل شریف تشریف آوردند سائر صحابہ کہ سردار ایشان

ابو بکر بود یا علی علی اختلاف الروایتیں تا بوقت صبح
محاصرہ یہود اشغال نمودند و آوردہ اند کہ خیمہ آں
حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در فضائے بنی حنظلہ زدہ
بودند،

غور را کہ یکے از تیر اندازان یہود بود
تیر انداخت تیرے خیمہ آں حضرت رسیدہ ازاں
جا خیمہ را بجائے دیگر زدند امیر المومنین علی در کمین او بود
ناگاہ دید کہ شمشیر بر ہنہ در دست باد و کس دیگر بیرون
آمد علی مرتضیٰ بروے حملہ کرد و سر شوم اورا از تن پلیدش
جدا کردہ پیش آں حضرت آورد آں سر ہائے ایشان را
زد آں حضرت آوردند۔

﴿مدارج النبوت مولفہ شاہ عبد الحق محدث دہلوی جلد اول ص ۱۲۷﴾

تمہارے ہی کام کو گئے ہوں گے

معارج النبوة میں معمولی اختلاف کے ساتھ یہ روایت مزید
وضاحت کے ساتھ مرقوم ہے جو اس طرح ہے۔

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیمہ اطہر قبیلہ حنظلہ
کے نواح میں ایستادہ کیا گیا تھا چنانچہ یہودیوں کے تیر اندازوں میں سے
غور نامی یہودی نے تیر چلایا تو وہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خیمہ اطہر کو جا لگا چنانچہ اسی وقت آپ کا خیمہ انور کسی دوسری محفوظ جگہ پر منتقل کر دیا گیا جب رات کا وقت ہوا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خاموشی کے ساتھ لشکر گاہ سے باہر تشریف لے گئے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور سید عالم تاجدار عرب و عجم سردار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ بیکس میں جا کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی ابن طالب لشکر میں موجود نہیں ہیں؟

صحابہ کی اس اطلاع کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا تمہارے ہی کام کو گئے ہونگے پھر جب حضرت علی آگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یا علی اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کرو ارشادِ مصطفیٰ کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دن کے وقت اس کی تیر چلانے کی جرأت کے پیش نظر میں نے اندازہ لگایا کہ وہ بہادر شخص ہے اور ممکن ہے وہ اس جرأت سے کام لے کر رات کے وقت ہمارے لشکر کی طرف آئے اور کسی مسلمان کو غافل پا کر قتل کر دے۔

چنانچہ میں اس کی گھات میں بیٹھ گیا اور میرا اندازہ بھی درست ہی ثابت ہوا کیونکہ میں نے اچانک دیکھا کہ وہ ہاتھ میں ننگی تلوار پکڑے ہوئے اپنے نو دیگر ساتھیوں کے ساتھ اسلامی لشکر کی طرف بڑھ رہا ہے چنانچہ جب وہ میری زد پر آیا تو میں نے یک لخت اس پر حملہ کر دیا اور نتیجہً اس ملعون کا کٹنا

ہونا ناپاک سر آپ کے سامنے ہے۔

علاوہ ازیں اس کے دوسرے ساتھی بھی ابھی دور نہیں گئے ہوں گے
چند لوگوں کو میرے ساتھ بھیج دیجئے تو ان پر بھی آسانی سے فتح حاصل کر لوں
گا۔

باقی بھی گئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کے مشورہ کو قبول فرماتے ہوئے اسی وقت آپ کے ساتھ حضرت ابو
دجانہ رضی اللہ عنہ اور سہیل بن حنیف کو مع دیگر سات صحابہ کے غرور کے مغرور
ساتھیوں کی سرکوبی کے لئے بھیج دیا۔

جناب شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جاتے ہی اپنے
ساتھیوں کے ساتھ غرور کے ساتھیوں کو گھیرے میں لے لیا اور پھر ذوالفقار
حیدری نے چند ہی لمحوں کی برق پاشی کے بعد ان سب کو جہنم رسید کر دیا اور ان
کے کٹے ہوئے سر صحابہ کرام نے اٹھائے اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
معلونوں کے یہ کٹے ہوئے سر بنو خطمہ کے دروازہ پر لٹکا دو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا

واقعہ کے حوالہ جات

مندرجہ بالا واقعہ متعدد دیگر کتب سیر میں بھی معمولی تغیر لفظی کے ساتھ موجود ہے چونکہ پورا واقعہ تفصیل کے ساتھ قارئین کرام پڑھ چکے ہیں اس لئے یہاں صرف سیرتِ حلبیہ کا عربی متن اور دیگر چند کتابوں کے نام اور صفحات وغیرہ لکھنے پر ہی اکتفا کیے جاتا ہے۔

صاحب سیرتِ حلبیہ نے غرور نامی یہودی کا نام غزول لکھا ہے ہو سکتا ہے کتابت کی غلطی سے ایسا ہو گیا ہو ﴿وَلِلّٰهِ عِلْمٌ﴾ بہر حال یہودان بنی نصیر کا محاصرہ کئے ہوئے پندرہ روز گزر گئے اور ان کے لئے مزید کچھ وقت کے لئے محصور ہونا مشکل ہو گیا تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ ہم اپنی غلطی پر نادم ہیں لہذا اب ہمیں باہر نکلنے کی اجازت دے دی جائے تو ہم بستی خالی کر کے شہر بدر ہونے کو تیار ہیں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ ! اب یوں ہی نکل جانے کا موقع گزر گیا ہے تاہم اگر تم فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو اب اپنا تمام قسم کا مال و اسباب و اسلحہ وغیرہ چھوڑ کر خالی ہاتھ جا سکتے ہو چنانچہ یہودی تمام مال و اسباب چھوڑ کر بنو قریظہ اور خیبر وغیرہ کی بستیوں کی طرف منتشر ہو گئے۔

متون ملاحظہ فرمائیں !

گویند کہ خیمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 در فضائے خطمہ زدہ بودند یکے از تیر اندازان کہ بغرور
 را موسوم بود تیرے انداختہ بخیمہ آن حضرت صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم رسید لاجرم خیمہ را از ان محل مقام
 دیگر انتقال نمودند و چون شب درآمد لشکر گاہ را از علی
 مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ خالی دیدند بحضرت عرض کردند
 فرمود غالباً بجهت منمے،

از مہمات شہابیرون آمد ہماں ساعت امیر رضی
 اللہ عنہ حاضر شد و سر غرور را برز میں افکند و گفت
 یا رسول اللہ ای سر آں ملعون است کہ بجانب خیمہ تو
 تیر انداختہ بود، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از
 کیفیت حال او استعلام نمود ”مرتضیٰ“ علی گفت رضی
 اللہ عنہ کہ من اور شجاع یافتہ بخاطر مگذشت کہ شاند
 جز آتش بر آں دارد کہ شب بیرون آئید و ہر کر اغافل
 یابد بر بایید در کمین گاہ او بودم۔ ناگاہ دیدم کہ شمشیرے
 بر ہنہ دروست بانہہ کس دیگر می آئید من بروے حملہ
 کردم و سروے از بدن جدا ساختم و یاران وے چنان
 نزدیک اند کہ اگر جمعے را بر من فرستی برایشان

ظفر ماہم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو دجانہ و
 سہیل بن حنیف را با ہفت نفر دیگر از مردان مردانہ
 مصحوب علی رضی اللہ گردانید، حیدر کرار بادہ
 نفر از مردان جرار مہاجر و انصار در عقب یاران غرور
 اشتافت و آن جماعت را در بیرون حصار یافتہ ہمہ را
 بقتل رسانیدند و سرہائے ایشان نزد حضرت رسالت
 پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود تا سرشوم آن یہود
 مظلوم ابر سرہائے بنی خطمہ بیاویختند،

﴿ معارج النبوة رکن چہارم ۱۰۹ ﴾

فلما اجتمع الناس خرج رسول الله صلى
 الله عليه وآله وسلم بهم واستعمل على المدينة
 ابن مكتوم وحمل رائيته على بن ابي طالب كرم
 الله وجهه واستعمل على العسكر على بن ابي
 طالب ويقال ابا بكر، فدخل صلى الله عليه وسلم
 فيها وكان رجل من يهود يقال له غزول وكان
 اعسر راميا يبلغ نبلة ما لا يبلغه نبل غيره فوصل
 نبلة تلك القبة فامر بها فحوت ،

وفي ليلة من الليالي فقد على رضي الله عنه قرب العشاء
 دعوه اى اتركوه فانه فى بعض شأنكم فعن

قليل جاء براس الرجل الذى يقال له غزول الذى
 وصل نبلة قبة ﴿ صلى الله عليه وآله وسلم ﴾ مع
 على ابا دجانه وسهيل بن حنيف فى عشرة فادر
 كوا اولئك الجماعة الذين مع غزول وفروا من
 على فقتلوهم

﴿ سيرت حلبيه ج ٢ ص ٥٦٢، مطبوعه مصر ﴾

﴿ تواريخ حبيب اليسر ج ١ ص ٢٢ ﴾ ﴿ روضة الصفاء ج ١ ص ١٠٨ ﴾

بَابُ

مَنْزُوعَةُ احْزَابِ

اور

حَیْرُ کُرَار

کفارِ مکہ کی آخری ضرب

غزوہٴ احزاب یعنی جنگِ خندق کو جنگِ ابوسفیان بھی کہا جاتا ہے کفار و مشرکین کی اہل اسلام پر یہ آخری اور شدید ضرب تھی مسلمانوں سے پے در پے شکستِ فاش اٹھانے کے بعد عصبیت زدہ کفارِ قریش کا خون کھول اٹھا تھا جنگِ بدر کی ذلت آمیز شکست اور جنگِ احد کی وقتی اور عارضی فتح کے بعد شرمناک ہزیمت میں تبدیل ہو جانا ابوسفیان اور اُس کے ساتھیوں پر بجلی بن کر گرا تھا۔

چنانچہ کفار و مشرکین مکہ نے ایک آخری اور فیصلہ کن جنگ لڑنے کا فیصلہ کیا اور قریش مکہ کے علاوہ مجاز میں بسنے والے دیگر متعدد شعوب و قبائل جن میں یہودی بھی تھے اس جگہ میں جھونک دیئے۔

کفار کی طرف سے اس جنگ میں حصہ لینے والے قبائل کے نام یہ ہیں۔

- ﴿۱﴾ قبیلہ غطفان ﴿۲﴾ قبیلہ سلیم ﴿۳﴾ قبیلہ اشجع
 - ﴿۴﴾ قبیلہ اسد ﴿۵﴾ قبیلہ قریظہ ﴿۶﴾ قبیلہ نضیر
- ساتواں قبیلہ خود قریش مکہ کا تھا تمام قبائل کے سردار اپنے اپنے قبیلہ کی کمان کر رہے تھے جبکہ ان سب کا سپہ سالار ابوسفیان خود تھا۔

کفار و مشرکین کے اس بڑی ذل لشکر کی تعداد چوبیس ہزار تھی اور ابوسفیان نے اس میں جنگ بدر کی ہی طرح عمرو بن عبدود جیسے جری اور جنگجو لوگوں کو بھرتی کیا ہوا تھا جبکہ اس کے مقابلہ میں آنے والے حبش اسلامی کی تعداد تین ہزار مجاہدین اسلام پر مشتمل تھی۔

عمرو بن عبدود اپنی جسامت کے لحاظ سے بنی نوع انسان سے قوم جنات کا فرد زیادہ معلوم ہوتا تھا اور عرب میں اس کے متعلق عام طور پر مشہور تھا کہ وہ اکیلا ایک ہزار بہادروں پر بھاری ہے۔

ابوسفیان نے ظاہر طور پر اس قدر جنگی قوت تیار کر لینے کے ساتھ ساتھ اپنی مکارانہ اور عیارانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے منافقین مدینہ سے بھی گٹھ جوڑ کر رکھا تھا مگر منافقین مدینہ علم رسالت کی تاب نہ لاتے ہوئے اپنی تمام تر عیاریوں سمیت بے کار محض ہو کر رہ گئے۔

کُفار کی آخری کوشش

بہر حال کفار عرب کی یہ آخری اور فیصلہ کن ضرب تھی جس سے ان کی دانست میں اسلام پاش پاش ہو کر رہ جاتا مگر وہ لوگ جس نور کو ختم کر دینا چاہتے تھے مشیت الہیہ سے پورا فرمانے کا ارادہ فرما چکی ہے۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار و مشرکین کے حملہ کی تیاریوں کا علم قبل از وقت ہی ہو گیا تھا چنانچہ آپ نے اس بلائے ناگہانی سے عہدہ برآء ہونے کے لئے صحابہ کرام سے مشورہ کیا تو بعض نے مدینہ منورہ کی حدود میں رہ کر ہی مقابلہ کرنے کا مشورہ دیا جبکہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مشورہ دیا کہ شہر سے باہر ایک خندق کھودی جائے اور خندق کے اس پار رہ کر حملہ آوروں کا انتظار کرنا چاہئے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ کو بے حد پسند فرمایا اور ان کو فرمایا کہ سلمان اہل البیت منا یعنی سلمان میرے اہل بیت سے ہیں۔

سپہ سالار اعظم

اس مشورہ کے بعد دنیا کے سب سے بڑے اور عظیم سپہ سالار حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبلِ سلع کی چوٹی پر ایک فوجی چھاؤنی قائم فرمائی جو آج چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود مدینہ منورہ زاد اللہ تشریفاً و تکریماً میں فوجی نوعیت کا واحد عظیم مرکز ہے اس فوجی کینٹ کو دیکھنے سے تاجدارِ دو عالم علیہ التحیۃ والتسلیم کی فنِ سپہ گری میں مہارتِ تامہ اور آپ کی عسکری صلاحیتوں کا کامل طور پر اظہار ہوتا ہے۔

جبلِ سلع پر فوجی چوکی قائم فرمانے کے بعد حضرت سلمان فارسی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ پر عمل فرماتے ہوئے آپ نے خندق کی کھدائی کا کام شروع کر دیا انصار کے مختلف قبائل پر اس جگہ کو تقسیم فرما دیا جہاں خندق تیار کرنا تھی تاکہ اپنے اپنے حصہ کا کام جلد از جلد نپٹایا جاسکے۔

پتھر پاش پاش ہو گیا

آپ نے انصارِ مدینہ کی معاونت کے لئے مہاجرین کی امدادی پارٹیاں بھی مقرر فرمادیں بلکہ آپ خود بہ نفس نفیس بھی اس مشقت بار صبر آزما اور کٹھن کام میں مصروف ہو گئے ایک روز ایک بہت بڑا پتھر جسے صحابہ کرام توڑنے میں ناکام رہے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قوت رسالت سے تین ضربوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ہر ضرب پر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے فلاں ملک کو فتح فرمادیا۔

ایک روز چند صحابہ کرام نے بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر باندھا ہوا ایک ایک پتھر دکھایا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے شکم اطہر سے کپڑا ہٹا دیا آپ کے شکم انور پر تین پتھر بندھے ہوئے تھے۔

اس شدید اور تھکا دینے والی مہم میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے غلاموں کے ساتھ برابر اور مسلسل کام کرتے رہے حتیٰ کہ خندق تیار ہو گئی یہ خندق کتنے عرصہ میں مکمل ہوئی اس میں مورخین کا اختلاف ہے بعض نے چھ دن اور بعض نے بیس روز تک پایہ تکمیل کو پہنچنا لکھا ہے اکثر

روایات کے مطابق اس عظیم کام کو پندرہ سے بیس روز کے اندر اندر ختم کیا گیا تھا۔

بہر حال کفار و مشرکین کے لشکر کی آمد سے پہلے پہلے یہ کام مکمل ہو چکا تھا اور جب کافروں کا لشکر خندق کے کنارے پہنچا تو مسلمانوں کی اس جدید قسم کی ناکہ بندی کو دیکھ کر حیران رہ گیا اور ان شیطانی افواج کو خندق کے ساتھ ساتھ پڑاؤ ڈالنے پر مجبور ہونا پڑا تاہم انہوں نے محاصرہ شروع کر دیا جو تقریباً دو عشرے جاری رہا۔

علی کا پھلا شکار

ایک روز اچانک کافروں کی طرف سے نوفل نامی ایک سر پھرا گھوڑے پر تازیانے برساتا ہوا خندق میں اتر گیا وہ چاہتا تھا کہ جلد از جلد خندق عبور کر کے مسلمانوں کے لشکر پر حملہ آور ہو جاؤں مگر خندق کے دوسری سمت پر متعین اسلامی سپاہ نے اس پر پتھر برسانا شروع کر دیئے جس کے نتیجے میں وہ گھوڑے سمیت خندق میں گر گیا مسلمان سپاہیوں نے اس پر مزید تیزی سے سنگ باری شروع کر دی تو وہ پتھروں کی تاب نہ لاتے ہوئے یوں چلانے لگا کہ اے گروہ عرب اس طرح پتھر مارنے سے تو یہ بہتر ہے کہ تم لوگ مجھے قتل کر دو۔

اس کی یہ چیخ و پکار سن کر جناب شیر خدا سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ

عنه خندق میں اتر گئے اور ذوالفقارِ حیدری کے ایک ہی وار سے اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔

وامانو فل بن عبد اللہ ف ضرب فر سه ليد خل
الخنديق فوقه فيه مع فر سه متحطما جميعا
وقيل رمى بالحجارة فجعل يقول قلته احسن يا
معشر العرب فنزل اليه على كرم الله وجهه
الكريم فقتله اى ضرب بسيف فقطعه نصفين
وكبر ذالك على المشركين.

﴿مغازی الرسول واقدی ج ۱ ص ۲۰۲﴾

﴿سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۹۶﴾

﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۶۳۷﴾

نوفل کی زندگی کا بھی ڈراپ سین ہوا ہی تھا کہ جانبین کی افواج کی آنکھیں ایک اور عجیب و غریب منظر دیکھ رہی تھیں۔

عفریت میدان جنگ میں

ہوا یہ کہ قوی ہیکل اور دیو صورت عمرو بن عبدود اپنے بیٹے خنبل کے ساتھ خندق کو پھاند کر دوسری طرف در آیا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ انتہائی طاقت ور اور برق رفتار گھوڑے پر سوار تھا جو ایک ہی چھلانگ میں خندق کے اس پار آ گیا تھا۔

بہر حال اس شیطان کے متعلق اگر ایک ہزار بہادروں پر بھاری

ہونے کا گمان کیا جاتا تھا تو وہ درست ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ ایک عام انسان ہر گز یہ جرأت نہیں کر سکتا کہ اکیلا تین ہزار کے لشکر جرّار کے زرخے میں آکر لکار سکے حالانکہ اُس وقت اُس کی عمر نوے سال تھی۔

عمر بن عبدود نے لشکرِ اسلام کو لکار تے ہوئے کہا کہ ہے کوئی جو میرا مقابلہ کرنے کی جرأت کر سکے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیر جراح جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے چلاتے ہوئے دیکھا تو کھڑے ہو کر بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی یا رسول اللہ میں اس کا مقابلہ کروں گا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! علی بیٹھ جاؤ یہ عمرو بن عبدود ہے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد تھا کیسے تعمیل نہ ہوتی جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔

اتنے میں عمرو بن عبدود پھر لشکرِ اسلام کو لکار تے اور مسلمانوں کا تمسخر اڑاتے ہوئے چلایا کہ کہاں ہے تمہاری جنت جس کا تم گمان کرتے ہو آؤ میرے مقابلہ میں تمہیں قتل کر کے وہاں پہنچا دوں مگر تم میں ایسا کون ہے جو مجھ سے مقابلہ کر سکے۔

وکان عمر بن عبدود عمرہ اذ ذاک تسعين سنة

فقال من يبارز؟ فقام علي كرم الله وجهه وقال انا

له يا نبي الله فقال صلى الله عليه وآله وسلم له

اجلس انه عمرو بن عبدود .

ثم كرر عمرو النداء وجعل يوج المسلمين و
يقول اين جنتكم التي تذا عمون انه من قتل منكم
دخلها افلا تبرزن في رجلا .

﴿سیرت ابن هشام ج ۲ ص ۱۹۱﴾ ﴿سیرت حلبیہ ج دوم ص ۶۲۱﴾

﴿روض الانف ج ۲ ص ۱۹۲﴾ ﴿نور الابصار ص ۹۸﴾

جناب حیدر کزار کرم اللہ وجہہ الکریم نے جب اس دشمن خدا کی
خرافات کو سنا تو ضبط نہ ہو سکا بے اختیار پھر کھڑے ہو گئے اور سرکارِ دو عالم صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں عرض کیا یا رسول اللہ میں اس سے مقابلہ کروں
گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسب سابق ارشاد فرمایا علی بیٹھ جاؤ
یہ عمرو بن ابن عبدود ہے۔

فقام علی کرم اللہ وجہہ انا لہ یا رسول اللہ فقال

اجلس انه عمرو ابن عمرو بن عبدود .

﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۶۲۱﴾ ﴿معارج النبوة ج ۳ ص ۱۲۸﴾

﴿سیرت ابن هشام ج ۲ ص ۱۹۱﴾ ﴿روض الانف ج ۲ ص ۱۹۱﴾

شیر خدا عفریت کے سامنے

لشکرِ اسلام میں سے کسی کو مقابلہ پر نہ آتے ہوئے دیکھ کر وہ تیسری
بار چیخا کہ هل من مبارز ہے کوئی جو میرے مقابلہ میں آئے اس کا نازو

نخوت میں ڈوبا ہوا چیلنج سنتے ہی پھر اللہ کے شیر اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپاہی جناب حیدر کرار علیہ السلام کی حمیت و غیرت ہاشمی کو جوش آگیا آپ دیوانہ وار پھر کھڑے ہو گئے اور اپنے آقا و مولا کے حضور میں درخواست پیش کی یا رسول اللہ مجھے اس کے ساتھ مقابلہ کی اجازت مرحمت فرمائیے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے کی طرح پھر یہی ارشاد فرمایا۔

کہ علی بیٹھ جاؤ یہ عمرو بن عبدود ہے عرض کی حضور پھر کیا ہوا اگر عمرو ہے تو ہونے دیں۔

ثم نادى الثالثه، فقام على كرم الله وجهه
الكريم فقال انه عمرو فقال وان كاعمرأ، فاذن له
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم.

﴿سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۹۱﴾

﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۲۴۱﴾ ﴿معارج النبوة ج ۳ ص ۱۲۸﴾

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی شیر خدا علیہ السلام کی درخواست قبول فرماتے ہوئے نہ صرف یہ کہ اجازت ہی مرحمت فرمائی بلکہ اپنی دستار مقدس حیدر کرار کے سرانور پر سجا کر اپنی زرہ مبارک آپ کے زیب تن فرمائی اور پھر خود ہی ذوالفقار حیدری جناب حیدر کرار کے ہاتھ میں دے کر بارگاہ رب العزت میں عرض کی۔

وفى رواية انه صلى الله عليه وآله وسلم

عطاءہ سیف ذو الفقار والبسہ ورعہ الحديد وعمہ
بعمامة .

﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۲۲۱﴾ ﴿معارج النبوت ج ۳ ص ۱۲۸﴾
﴿ینابیع المودة ج ۱ ص ۱۹۶﴾ ﴿سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۹۶﴾
﴿روض الانف ج ۲ ص ۱۹۶﴾

الہی اس کی مدد فرما! یا اللہ یہ میرا بھائی اور ابن عم ہے مجھے اکیلا نہ
چھوڑنا اور تو ہی بہتر نگہبان ہے۔

وقال اللهم اعنه عليه اى وفى لفظ اللهم
هذا اخى وابن عمى فلا تذرني فردا وانت خير

الوارثين .

﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۲۲۱﴾ ﴿معارج النبوة ج ۳ ص ۱۲۸﴾
﴿ینابیع المودة ج ۱ ص ۱۹۶﴾

الہی تو نے مجھ سے بدر کے دن عبیدہ اور اُحد کے دن حمزہ کو لے لیا
اور یہ میرا بھائی اور ابن عم ہے۔

زاد فی رواية انه صلى الله عليه وآله
وسلم رفع عمامته الى السماء وقال المعنى
اخذت عبيدة منى يوم بدر وحمزة يوم احدو هذا
على انى وابن عمى . ﴿الحديث﴾

﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۲۲۲﴾
﴿علی ابن ابی طالب مولفہ عبدالکریم خطیب مطبوعہ مصر ص ۱۲۱﴾
یا اللہ مجھ کو اکیلا نہ چھوڑنا اس کی آگے پیچھے دائیں بائیں اور فوق تحت

سے حفاظت فرما۔

وقال لا تذرنی فردا اللهم احفظه من بین

یدیہ ومن خلفہ وعن یمینہ وعن شمالہ ومن فوق

ولیه وتحت قدمیه .

﴿ینابیع المودة ج ۱ ص ۹۶﴾

حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت و شفقت میں دُوبی

ہوئی دعاؤں کے جھرمٹ میں اللہ کا شیر اور محمد عربی کا پہلوان ہاشمی شکوہ

و تمکنت کے ساتھ جب شیطان عفریت عمرو ابن عبدود سے مقابلہ کے لئے

میدان کی طرف چلا تو زمین تھرا کر رہ گئی ساکنانِ افلاک و عرش دم بخود ہو کر

زمین کی طرف دیکھنے لگے حوریں یہ عجیب منظر دیکھنے کے لئے جنت کے

دروازوں پر آ کر کھڑی ہو گئیں اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم نے جبرائیل علیہ

السلام کو حکم دیا کہ جبریل تیار ہو جاؤ تم ہماری طرف سے ابن ابی طالب کے

لئے تمغہ جرات لے کر جاؤ گے۔

پورا ایمان پورا کفر

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو مخاطب کر

کے شیر خدا کو اس جنگ کا پہلا اعزاز یہ عطا فرمایا۔

پورا ایمان پورے شرک سے ٹکرانے والا ہے۔

برز الایمان کلہ الی الشریک لہ

﴿ینابیع المودۃ ج ۱ ص ۹۳﴾ ﴿معارج النبوة ج ۳ ص ۱۲۸﴾

ادھر حضور یہ اعزاز عطا فرما رہے تھے اور ادھر امیر المومنین امام الحجا
ہدین قاتل الکفار شیر جبار حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذوالفقار حیدری کو ہل
دیتے اور لہراتے ہوئے پورے شکوہ و دبدبہ کے ساتھ عمرو بن عبدود کے
سامنے پہنچ گئے۔

ابن عبدود کا تفاخر

ابن عبدود نے ایک نوخیز جوان کو اپنے مقابلہ میں دیکھا تو حیرت و
استعجاب کی تصویر بن گیا اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ چھوٹے سے قد کا یہ
جوان بھی اس سے مقابلہ کرنے کے لئے آسکتا ہے اسے اپنی قوت اور
بہادری پر ناز تھا اسے اپنے فن سپہ گری اور تجربے پر فخر تھا اسے اپنے دیو
قامت اور بحیم و شحیم ہونے پر غرور تھا اور وہ یہ فخر و تکبر کرنے میں حق بجانب بھی
تھا وہ اکیلا ایک ہزار بہادروں پر بھاری تھا بڑے بڑے جوان مردوں کا تو
اس کا ڈیل ڈول دیکھ کر ہی زہرہ آب ہو جاتا تھا اسے یقین تھا کہ اس کی للکار
کا جواب دینے والا لشکر اسلام سے کوئی شخص بھی میدان میں آنے کی جرأت
نہیں کرے گا جیسی تو وہ اس قسم کے رجزیہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

ولقد بججت من النداء

بجمعکم هل من مبارزا

ووقف اذا وقف الشجاع
مواقف القرن المناجز
وكذلك انى لم ازل
متبرعا قبل الهزائمز
ان الجشاعة فى الفتى
والجود من خير الفرائز

﴿طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۲۱۲﴾

﴿نور الابصار ص ۹۸﴾

﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۱۲۱﴾

﴿سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۹۱﴾

مسلمانوں کی جماعت کو پکارتے پکارتے میری آواز بھی بیٹھ گئی کہ
کوئی جنگجو میرے مقابلہ کو نکلے۔

جب بہادر پامردی کو چھوڑ دیتا ہے تو میں بہادروں کی صف میں کھڑا
ہوتا ہوں اور میں ہمیشہ اسی طرح لوگوں کی طرف دوڑتا ہوں۔

کیونکہ جوان مرد اور بہادر کے لئے شجاعت ہی سب سے اچھی چیز
ہے۔

مگر اب تو اس کی للکار کا جواب اس کے سامنے تھا ہاشمی وقار کی تصویر
اس کے سامنے جلوہ فگن تھی جرأت و شجاعت کا پیکر اور زور ید اللہ کا مجسمہ مولا
مشکل کشا شیر خدا اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب اس کے سامنے پورے

اطمینان کے ساتھ اس کے شعروں کا جواب ان فی البدیہہ اشعار کی صورت
میں دے رہا تھا۔

لا تعجلن فقد اناک
محبوب صوتک غیر عاجز
ذو نية وبصيرة
والصدق منجى کل فائز
انلی لا رجوان اقیم
علیک نائحة الجنائز
من ضربة نجلاء یقی
ذکرها عند الهزامز

﴿سیرت ابن هشام ج ۲ ص ۱۹۱﴾ ﴿طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۴۶۰﴾

﴿نور الابصار ص ۹۸﴾ ﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۶۲۲﴾

﴿علی ابن ابی طالب مؤلفہ عبد الکریم خطیب ص ۱۴۱﴾

اے عمر و تجھ پر افسوس ہے کہ تو ایسی بڑی ہانک رہا ہے یا درکھ اور
خوب غور سے سن کر تیری للکار کا جواب دینے کے لئے وہ شخص میدان میں
آ گیا ہے چھ صاحب بصیرت ہے اور تیری آواز کا جواب دینے میں ہرگز عاجز
نہیں۔

عمر و نے شیر خدا کے یہ اشعار سنے تو حیران ہو کر پوچھنے لگا نو جوان
تمہارا کیا نام ہے۔؟

جناب حیدر کرار علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا علی ابن ابی

طالب،

عمر نے کہا! نو جوان تم ابو طالب کے بیٹے ہو اور ابو طالب میرے
دوست تھے اس لئے میں نہیں چاہتا کہ تم قتل کئے جاؤ اور میں تمہارا خون
بہاؤں۔

فقال غیرک یا ابن اخی من اعمامک من ہوا

شد منک فانی اکره ان اھریق ای اسیل دمک

فان اباک کان لی صدیقا فقال علی وانا ولالہ

ما اکره ان اھریق دمک۔

﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۶۴۲﴾ ﴿سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۹۱﴾

﴿معارج النبوة ج ۲ ص ۱۳۱﴾

جناب حیدر کرار نے فرمایا مگر میں چاہتا ہوں کہ میں تمہیں قتل کر

دوں۔

عمر و آپ کی جرأت مندانہ گفتگو سن کر حیرت کے عالم میں ڈوب گیا

اور پھر پوچھنے لگا نو جوان تم کیا چاہتے ہو؟

جناب حیدر کرار علیہ السلام نے فرمایا! کیا تم نے یہ عہد کر رکھا ہے

کہ اپنے مقابل کی دو باتیں ضرور تسلیم کروں گا۔

عمر نے کہا! ہاں کہو کیا بات ہے؟

آپ نے فرمایا کہ میں تجھ سے یہ چاہتا ہوں کہ تو اسلام قبول کر کے

اس بات کی گواہی دے دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں
اور محمد اللہ کے رسول ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،
عمر نے کہا! مجھے اس بات کی ضرورت نہیں۔

جناب حیدر کرار نے فرمایا پھر تم ایسا کرو کہ اپنے علاقہ کو واپس چلے
جاؤ اگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مظفر و منصور اور کامیاب و کامران ہو
گئے اور سچے ہوئے تو ان کی معاونت اور امداد کرنا اور اگر اس کے برعکس ہوا تو
پھر تمہارا مقصد بغیر لڑے بھی پورا ہو جائے گا۔

فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ يَا عَمْرُو انْكَ عَاهَدْتَ اَنْ لَا

يَدْعُوكَ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ اِلَّا خَصَلْتَنِي اِلَّا اخَذْتَ

اِحْدَاهُمَا قَالَ اَجَلْ قَالَ لَهُ عَلِيٌّ فَاَنِي اَدْعُوكَ

اِلَى اللّٰهِ وَالَا سَلَامَ قَالَ لَا حَاجَةَ لِي .

﴿تاریخ کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۱۲۲﴾ ﴿معارج النبوة ج ۲ ص ۱۲۴﴾

﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۶۲۲﴾ ﴿نور الابصار ص ۹۸﴾

﴿سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۹۱﴾

عمر بن عبدود نے کہا کہ میں یہ کام بھی ہرگز نہیں کر سکتا کہ میدان
جنگ سے خالی ہاتھ واپس جا کر زنانہ قریش کے طعنے سنوں اس کے علاوہ
کوئی اور بات کرو۔

قَالَ وَ اٰخَرٰى تَرْجِعُ اِلٰى بِلَادِكَ فَاَنْ يَكُ

مُحَمَّدٌ صَلٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ صَادِقًا كُنْتَ

اسعد الناس به وان يك كاذبا كان الذي تريد

قال هذا ما لا تتحدث به لساء قريش ابدا.

سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۱۶۲۔ معارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۳۹۔ سیرت ابن

ہشام ج ۲ ص ۱۹۱۔ عروض الافک ج ۲ ص ۱۹۱

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا! اگر تمہیں یہ

دونوں باتیں نامنتظر ہیں تو پھر آخری بات یہ ہے کہ مجھ سے مقابلہ کی تیاری

کرو عمرو ابن عبدود نے فرمانِ مرتضائی سنا تو مضحکہ اڑانے کے انداز سے

ہنسنے لگا اور پھر آپ کو مخاطب کر کے کہنے لگا نو جوان جاؤ واپس چلے جاؤ تم

میرے مقابل کے آدمی نہیں ہو اس لئے میں تمہیں قتل کرنا پسند نہیں کرتا اور

میرا مقابلہ تو پورے عرب میں کوئی نہیں کر سکتا۔

جناب مولا مشکل کشا علیہ السلام نے اس کے قفاخر کو توڑتے ہوئے

فرمایا تو مجھے قتل کرنا پسند نہیں کرتا لیکن خدا کی قسم میں تجھے قتل کرنا پسند کرتا ہوں

حضرت علی علیہ السلام کے یہ الفاظ عمرو پر بم بن کر گرے وہ ایک دم مشتعل ہو

گیا اور گھوڑے سے چھلانگ لگا کر نیچے اتر آیا۔

آمنسا سامنا ہوا تو نگاہِ افلاک متحیر رہ گئی ابن عبدود جسمانی ساخت

کے اعتبار سے جناب مولا مرتضیٰ شیر خدا سے کئی گنا بڑا تھا یہی وجہ تھی کہ وہ

جناب شیر خدا کو اپنا مد مقابل سمجھنے کے لئے تیار نہیں تھا اب جو اشتعال میں

آ کر اُس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر وار کیا تو یوں معلوم ہوا کہ اُس

کی تلوار نہیں بلکہ آگ کا لپکتا ہوا شعلہ ہو۔

فضحک عمرو وقال ان هذه الخصلة ما كنت
اظن ان احد امن العرب يرو عنى ليها ثم قال له
عنه طلب المبارزة لم يا ابن اخي فوالله ما احب
ان اقتلك فقال على كرم الله وجهه الكريم
ولكنى والله احب ان اقتلك فحمى عمرو عند
ذالك اى اخذته الحمية فاقتحم عن فرسه
وسل سيفه كانه شعلة نار فعقر فurse وضرب
وجهه واقبل على، على كرم الله وجهه فاستقبله
على بدر قته فضربه عمرو فيها واثبت السيف
وأصاب راسه فشججه فضربه على كرم الله وجهه
على جبل عاتقه اى وهو موضع الرواء من العنق
فسقط وكبر المسلمون فلما سمع رسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم التكبير عرف ان عليا
كرم الله وجهه قتل عمر العنه الله .

﴿تاریخ کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۱۴۲﴾ ﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۶۴۲﴾

﴿معارج النبوت ج ۳ ص ۱۲۹﴾ ﴿نور الابصار ص ۹۸﴾

﴿سیرت ابن هشام ج ۲ ص ۱۹۱﴾ ﴿روض الانف ج ۲ ص ۱۹۱﴾

اس کا وار اس قدر زوردار تھا کہ اگر سامنے پہاڑ بھی ہوتا تو کٹ کر رہ

جاتا مگر قربان جائیں زورید اللہ کے اور سلام ہو اُس قوت حیدری کو جس پر

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناز تھا آپ نے کمال جرأت و جوانمردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دشمن کے کوہِ شکر و ار کو اپنی پوری قوت سے اپنی ڈھال پر روک لیا عمرو نے آپ کے سر پر وار کیا تھا جسے جناب حیدر کرار اپنے بازوؤں کے زور پر روکنا چاہتے تھے مگر حملہ اس قدر شدید تھا کہ تلوار کے دباؤ کا مقابلہ کرتے کرتے سپر سر مبارک کے قریب آ گئی جس کی وجہ سے آپ کے سر اقدس پر کسی قدر زخم آ گیا۔

مگر اس زخم نے تو حیدر کرار رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ بنا کر رکھ دیا تھا آپ نے نعرہٴ تکبیر بلند کیا اور زخمی شیر کی طرح غضب ناک ہو کر دشمن پر حملہ آور ہو گئے۔

ذوالفقار حیدری عقاب کی طرح لہراتی ہوئی فضا میں بلند ہوئی اور

معارض النبوت وغیرہ میں ہے عمرو بن عبدود کو قتل کرنے کے بعد جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود ہی نعرہٴ تکبیر بلند فرمایا تھا چنانچہ لکھا ہے۔
آں گاہ حیدر کرار رضی اللہ عنہ بیک ضرب ذوالفقار بدن آں
معلون خاکسار، از بار سر بسکسار گردنید و فی الفور باواز بلند تکبیر بگفت و چون
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آواز تکبیر علی شنید دانست کہ عمرو ملعون مقتول
گشت۔

بجلی کی طرح تڑپتی ہوئی عمرو ابن عبدود پر اس طرح گری کہ چشمِ زدن میں گردن کے قریب سے اُس کا فولادی شانہ الگ کر دیا اور عمرو زمین پر گر کر تڑپنے لگا یہ دیکھ کر مسلمانوں نے نعرہٴ تکبیر بلند کر دیا۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں خصوصاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اس غزوہ میں ایسا مقابلہ اور مقاتلہ کیا جو عقل و فہم کی حدود سے ماورائی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کے لئے دُعا بھی فرمائی اور اپنی تلوار بھی عطا فرمائی۔

﴿مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۹۷﴾

متعدد کتب تواریخ و سیر میں آتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہی نہیں ہو سکا کہ ایک ہزار بہادروں سے مقابلہ کرنے والا ابن عبدود قتل کس طرح ہو گیا بس ہم نے نعرہٴ تکبیر بلند ہوتے ہوئے سنا اور پھر اُس کو زمین پر کٹا ہوا پایا۔

﴿طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۲۱۲﴾ ﴿انوار محمدیہ من المواہب ص ۸۲﴾

﴿زرقانی علیٰ المواہب ج ۲ ص ۱۱۲﴾

دوسرا عفریت جہنم میں

بہر حال جب جناب حیدر کرار شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو کو

قتل کر دیا تو عمرو ابن عبدود کا بیٹا حنبل جو اپنے باپ کی معیت میں خندق عبور

کر کے اُس پار آ گیا تھا غصّہ سے پاگل ہو کر جناب حیدر کرار پر حملہ آور ہو گیا حنبل اپنے باپ ہی کی طرح دکھائی دیتا تھا اور پھر اُس کا خون بھی ابھی جوان تھا اور اس پر مستزاد یہ کہ باپ کے قتل نے اُسے انتہائی حد تک مشتعل کر دیا تھا ان حالات میں اُس کا حملہ کس قدر خوفناک ہو سکتا ہے قارئین بخوبی سمجھ سکتے ہیں مگر حملہ رو کئے والا تو اسد اللہ تھا جرأت و بہادری کا ناقابل شکست مجسمہ قوت و شجاعت کی منہ بولتی تصویر افواج اسلام کا ناقابل تسخیر قلعہ عمرو کے بیٹے کے شدید حملے کو آپ نے ایک ہی جھکے میں روکا بھی اور اُسے ذوالفقار حیدری کی ایک ہی ضرب سے واصلِ جہنم بھی کر دیا حنبل کا ایک اور ساتھی سامنے آیا تو اُس کا بھی وہی انجام ہوا جو پہلے دو عفریتوں کا ہوا تھا اُسے کسی دوسرے مسلمان نے قتل کر دیا۔

وقتل مع عمرو رجلان قتل علی احدهما .

﴿تاریخ کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۱۲۴﴾

ثم ركب علي رضي الله تعالى عنه فرسه

وكر علي ابنه حنبل فقتله ايضاً .

﴿نور الابصار ص ۹۸﴾

کافروں کے تین شد زور ناز ستر میں پہنچ چکے تھے اب میدان صاف

تھا جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پورے جاہ و جلال حیدری کے ساتھ

ایک بار خندق کے اس پار کفار کی فوج کے اضطراب کو دیکھا اور سرکارِ دو عالم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچنے کے لئے مراجعت فرمائی۔

اللہ کی طرف سے علی کو تمغہ

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں اس شان کے ساتھ حاضر ہوئے کہ آپ کی تلوار سے خون کے قطرات ٹپک رہے تھے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو دیکھا تو بارگاہ رب العزت میں عرض کی الہی علی کو وہ اکرام و فضیلت عطا فرما جو نہ پہلوں میں سے کسی کو ملی ہو اور نہ بعد میں آنے والوں میں سے کسی کو نصیب ہو۔

ابھی دعا جاری تھی کہ جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور علی علیہ السلام کے لئے یہ تحفہ بھیجا ہے۔

اور پھر ایک جنت کا صندوق آپ کی خدمت میں پیش کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب وہ صندوق علی کے ہاتھ میں دیا تو وہ خود بخود کھل گیا اس میں سبز رنگ کا ایک ریشمی کپڑا تھا جس پر دو سطروں میں تحریر تھا طاب غالب کا تحفہ علی ابن طالب کی طرف،

اخرج القمردوس الدیلمی عن ابن عباس رضی

اللہ تعالیٰ عنہما قال لما قتل علی عمرو ابن

عبدود العا مری و جاء عند النبی صلی اللہ علیہ
والہ وسلم و سیفہ یقطر دما فلما رای علیا قال
اللهم اعط علیا فضیلة لم تعطها قبلہ ولا بعده
فهبط جبریل و معہ اترجة الجنة فقال ان اللہ
یقرئک السلام و یقول فی ہذہ علیا فدفعها الیہ
فا نفلت فی یدہ فلتبتین فاذا فیہا حریرة خضراء
مکتوب فیہا سطران تحفة الطالب الغالب الی
علی ابن ابی طالب .

«ینا بیع المودة ج ۱ ص ۹۵»

یہ حدیث

شیخ عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تصنیف لطیف مظہر الصفات میں نقل
فرماتے ہیں کہ میں اپنے پیرومرشد سیّدی و سندی نجم الدّین کبریٰ قدس سرہ
العزیز کی بارگاہ اقدس میں حاضر تھا تو آپ نے یہ حدیث مبارک مجھ سے
بیان کی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو جنگ احزاب کے موقع پر اللہ
تبارک و تعالیٰ نے یہ تحفہ عطا فرمایا تھا آپ ارشاد فرما ہی رہے تھے کہ آپ پر
وجد و حال کی کیفیت طاری ہو گئی اور پھر آپ کی کیفیت و حالت مجھ پر بھی اثر
انداز ہو گئی اور میں بھی آپ کے ساتھ آہ و زاری کرنے لگا اور دُنیا ہماری
نظروں سے اس قدر حقیر ہو گئی کہ ہم نے دُنیا کی محبت کو اپنے دلوں سے

بالکل ہی نکال دیا۔

قال الشيخ العطار في كتابه "مظهر الصفات"
كنت عند شيخى و سدى الشيخ النجم الدين
الكبرى قدس سره فحدثنى هذا الحديث فغلب
عليه الوجد الحال القوى فبكيت معه فحقرت
الدنيا اعتنا وقطعنا حب الدنيا عن قلوبنا.

«ينابيع المودة جلد اول ص ۹۵»

اہل باطن اور اہل ظواہر کا فرق

یہ ہی فرق ہے اہل باطن ہے اہل باطن اور ظاہر بینوں کا اہل باطن
ہر واقعہ کا دل کی آنکھوں سے بھی مشاہدہ کر لیتے ہیں جبکہ اہل ظاہر اُسے پہلے تو
عقل ناقص کے ترازو پر وزن کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر اپنے ہی بتائے
ہوئے معیار اسناد پر جانچنا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ اس طریقہ کار پر
وہ خود بھی کھل طور پر مطمئن نہیں ہوتے۔

چونکہ اس مقام پر ہمیں ہر قسم کی مباحث سے الگ تھلگ رہ کر محض
زور ید الہی کے چند مناظر قارئین کی خدمت میں پیش کرنا مقصود ہیں اس
لئے پھر اپنے موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ جنگو
احزاب میں جرات و جوان مردی کا بے مثال مظاہرہ کرنے کے سلسلہ میں

تاجدارِ اولیاءِ شہیدِ خدا سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مزید کون کون سے
تمغہ ہائے جرأت بارگاہِ خدا اور رسول سے حاصل ہوئے۔

دوسرا تمغہ

اللہ تبارک و تعالیٰ نے جرأتِ حیدری پر جو دوسرا تمغہ عطا فرمایا اس کا
ذکر قرآن مجید فرقان حمید میں اس طرح آتا ہے۔

وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ

﴿سورة احزاب آیت ۲۵﴾

یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ نے جنگِ احزاب میں مؤمنین کو لڑائی کی
کفایت فرمادی جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ اس معرکہ میں کفارِ عرب ابوسفیان
کی قیادت میں زبردست تیاری کر کے آئے تھے مگر جب حضرت علی کرم اللہ
وجہہ الکریم نے عمرو بن عبدود کو قتل کر دیا تو ان کے حوصلے ٹوٹ گئے اور پھر اللہ
تبارک و تعالیٰ نے اُن پر آندھی کا ایسا زبردست طوفان مسلط کر دیا جس سے
اُن کے حواس قطعی طور پر ساتھ چھوڑ گئے اُن کے خیموں کی طنائیں ٹوٹ گئیں
اُن کے گھوڑے جدھر جی چاہا بھاگ اُٹھے حتیٰ کہ گردوغبار کی شدت نے وقتی
طور پر اُن کی آنکھوں کو بینائی سے بھی محروم کر دیا اور پھر انہیں اسی میں عافیت
نظر آئی کہ جس قدر جلد ممکن ہو اس علاقہ سے نکل بھاگیں اور یوں اللہ تبارک
و تعالیٰ نے مسلمانوں کو بغیر باقاعدہ طور پر قتال کئے فتح نصیب فرمائی۔

مندرجہ بالا آیت کریمہ نے ان دونوں صورتوں کو بھی بیان کر دیا

ہے۔

﴿۱﴾ مولائے کائنات سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو ابن عبدود اور اس کے بیٹے کو قتل کر کے کفار کے حوصلے پست کر دیئے اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے قتال سے بچالیا۔

﴿۲﴾ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کے بعد کفار پر تیز آندھی مسلط فرمادی جس کی شدت کو برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے وہ بھی محاصرہ توڑ کر دیوانوں کی طرح بھاگ کھڑے ہوئے۔

ابن مسعودؓ کا قول

پہلی وجہ یعنی صورت نمبر ایک کے متعلق خاتم حفاظ مصر امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن ابی حاتم ابن مردویہ اور ابن عساکر بیان کرتے ہیں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یہ آیت و کفی اللہ المؤمنین القتال تلاوت فرماتے تو آخر پر فرماتے ہیں بعلی بن ابی طالب یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی وجہ سے جنگ کرنے سے بچالیا۔

واخرج ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و ابن

عساکر عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان

یقرأ هذا الحرف عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کان یقرأ احذا الحرف واکفی اللہ المؤمنین

القتال بعلى ابن ابى طالب.

﴿تفسیر در منثور ج ۵ ص ۱۹۲﴾ ﴿ینابیع المودة جلد اول ص ۹۲﴾

سیدنا حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ
حبر الامت سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی اس آیت کریمہ کو
تلاوت فرماتے تو آپ بھی ساتھ ہی یہ جملہ ادا فرماتے کہ علی کرم اللہ وجہہ
الکریم کی وجہ سے چنانچہ عبدالکریم خطیب مشہور مؤرخ اور محدث علامہ جاحظ
کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا
کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کو جنگِ احزاب میں حضرت علی کرم اللہ
وجہہ الکریم کی وجہ سے جنگ و جدال سے بچالیا۔

وقال ابن عباس فی قوله تعاویٰ "و کفی اللہ

المومنین القتال " بعلى بن ابی طالب .

﴿رسائل الجاحظ ص ۲۰﴾ ﴿نور الابصار ص ۹۸﴾

﴿علی ابن ابی طالب مؤلفہ عبد الکریم خطیب ص ۱۲۵﴾

عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ برخواست و بر

خواند کہ و کفی اللہ المؤمنین القتال بعلى وکان اللہ عزیزاً

حکیماً۔

﴿مدارج النبوة ج ۲ ص ۱۲۰﴾

سب سے الگ اعزازات

یہ شان ہے مولا مرتضیٰ، مشککاء علیہ السلام کی آپ کو ہر جنگ میں

جرات و بہادری کی مثال قائم کرنے کے لئے وہ بیش بہا مواقع نصیب ہوئے جو کسی دوسرے کے حصے میں نہیں آئے۔ دُنیا میں محاذِ جنگ پر بہادری کے کارنامے دکھانے والوں کو بھی سربراہانِ مملکت کی طرف سے تحفے دیئے جاتے ہیں انہیں بڑے بڑے اعزازات سے نوازا جاتا ہے مگر دُنیا میں کون ایسا ہے جسے معین و مخصوص کر کے اللہ اور اُس کا رسول تمغات و اعزازات عطا فرمائیں۔

خالقِ کائنات کی طرف سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو جنگِ بدر کے موقع پر جن جن اعزازات سے نوازا گیا اُن کی تفصیل آپ سابقہ اوراق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں اُن میں ایک اعزازیہ بھی تھا۔

هُوَ الَّذِي آتَاكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ

یعنی اے محبوب ! اللہ تبارک و تعالیٰ کی وہی

ذات پاک ہے جس نے آپ کو اپنی اور مسلمانوں کی

مدد کا زور عطا فرمایا۔

﴿سورة الاحقاف آیت ۱۲﴾

اور پھر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس کی وضاحت بھی فرمادی کہ اِس سے مراد زورِ یزدِ اللہ اور قوتِ اسدِ اللہ ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُعا بھی تو یہی تھی کہ یا اللہ ! تُو نے مُوسیٰ علیہ السلام کی امداد کے لئے اُس کے بھائی ہارون کو مقرر فرمایا اور میری امداد کے لئے

میرے برادر علی کو مقرر فرما۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُعا کس طرح مُسترد ہو سکتی ہے اُسے تو بہر حال قبول ہونا تھا اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خدا تعالیٰ سے کچھ طلب کرنا بھی تو عنشاء ایزدی کے مطابق ہی تھا کیونکہ آپ اپنی مرضی سے تو کچھ بولتے ہی نہ تھے اور پھر یہ دُعا تو آپ نے نصرت حیدری کا مُشاہدہ کر کے مانگی تھی۔

حضرت علامہ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ اور بے مثال تالیف مبارکہ ”کتاب الشفاء“ میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج مبارکہ کے باب میں نقل فرماتے ہیں کہ۔

ابن قانع قاضی، ابی الحمراء سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ معراج کی رات کو جب ہم نے آسمانوں سے گذر کر عرش کی طرف سفر کا آغاز فرمایا تو عرش کے اُوپر لکھا ہوا دیکھا ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ“ اور یہ کہ میں نے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو علی کے ساتھ نصرت و امدادی۔

متن ملاحظہ فرمائیں۔

روی ابن قانع القاضی عن ابی الحمراء

قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
لما أسرى بى الى السماء اذا على العرش
مكتوب (لا اله الا الله محمد رسول الله) ايدته
بعلی .

- ﴿ کتاب الشفاء مطبوعه مصر عربی صفحہ ۵۲ ﴾
- ﴿ کتاب الشفاء اردو ترجمہ صفحہ ۱۵۵ ﴾
- ﴿ یتابیع المودۃ صفحہ ۹۵ ﴾
- ﴿ نسیم الریاض شرح شفاء جلد اول صفحہ ۲۱۲ ﴾

اسی طرح زیر آیت ”هُوَ الَّذِي آيَدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ“
حلیۃ الاولیاء کی یہ روایت آپ پڑھ ہی چکے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے عرش کے اوپر لکھا ہوا ملاحظہ فرمایا کہ ”اللہ
کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں محمد (صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم) میرے بندے اور رسول ہیں میں نے انہیں علی ابن ابی طالب
کے ساتھ مدد اور نصرت فرمائی۔

قال رأيت مكتوباً على العرش لا اله الا
الله وحده لا شريك له محمد عبدي ورسولي
ايدته ونصرته بعلی ابن ابی طالب .

اس ضمن میں اور بھی بہت کچھ پیش کیا جا سکتا ہے تاہم بخوف
طوالت دیگر کئی روایات کو قلم انداز کرتے ہوئے، اب اُن چند اعزازات کا

ذکر کیا جاتا ہے جو عمرو ابن عبدود کے قتل کے سلسلہ میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب حیدر کرار علی المرتضیٰ مشکشاء شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کو عطا فرمائے۔

اعزاز نمبر ۱

اس کے متعلق ہم مختصر عرض کر چکے ہیں کہ جب جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمرو ابن عبدود کے مقابلہ کے لئے تشریف لے گئے تو حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا !
 ”سارا ایمان سارے شرک کے ساتھ ٹکرا گیا“

بعض روایات میں ایمان کی بجائے ”اسلام“ کا لفظ بھی آیا ہے یعنی یہ کل ایمان کی کل شرک کے ساتھ جنگ ہے۔

ویروی أن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 حین رای علیاً وقد اسرع نحو عمرو بن عبدود
 قال ! ”الآن برز الاسلام کله للشرک کله“

﴿علی ابن ابی طالب صفحہ ۱۳۵﴾

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو کل ایمان یا کل اسلام کے لقب سے ملقب فرمانا اور عمرو بن عبدود کو کل شرک کے نام سے موسوم کرنا غیر معمولی بھی ہے اور ناقابل تردید حقیقت بھی۔

ہم نے اہل ظواہر اور خوارج وغیرہ کی متعدد ایسی تحریریں بھی دیکھی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انہیں تاجدارِ انبیاء سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان انتہائی ناگوار گذرا ہے ان ناعاقبت اندیش مبغوض لوگوں نے اس روایت کی اسناد کو کمزور بتانے کے ساتھ ساتھ منطقی طور پر بھی ناقابل یقین اور وضعی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ وہ اس حقیقت کو جھٹلانے میں بھی قطعی طور پر ناکام ہوئے ہیں اور اپنے ایمان کا بھی جنازہ نکلوا بیٹھے ہیں۔

چند منطقی دلائل

پہلی دلیل یہ ہے کہ کفار کے پورے کے پورے لشکر میں ایک شخص بھی عمرو بن عبدود کی ٹکڑ کا بہادر موجود نہیں تھا اور اگر ہوتا تو وہ بھی ان دونوں باپ بیٹے کی طرح خندق عبور کر کے مسلمانوں کے لشکر کے سامنے آجاتا لہذا ابوسفیان کی فتح و شکست کا مکمل طور پر انحصار صرف اور صرف عمرو بن عبدود پر تھا اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اصول جنگ کے مطابق سب سے پہلے ایک شخص کو ایک شخص سے مقابلہ کرنا تھا اگر عمر و خدا نخواستہ اسلام کے چند جانبازوں کو میدان جنگ میں بلا کر شہید کر دیتا تو پھر مسلمانوں کا جنگ اُحد سے بھی زیادہ نقصان ہونے کا احتمال تھا کیونکہ یہاں جبل اُحد جیسی قدرتی فصیل قائم نہیں تھی صرف ایسی خندق تھی جسے اُس وقت عبور کر لینا مشکل نہیں

تھا جب اہل اسلام کی توجہ اس طرف سے ہٹ کر عمرو سے نبرد آزما ہونے کی طرف مبذول ہوئی،

عن ابی مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لما برز
علی الی عمرو بن عبدود قال النبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم برز الا یمان کلہ الی الشریک
کلہ فلما قتله قال ابشر یا علی فلو وزن عملک
الیوم یعمل امتی لرحح عملک بعملہم۔

دلیل نمبر دو یہ ہے کہ اگر کفار اپنی جنگی قوت کا مظاہرہ کئے بغیر محض
خوفناک آندھی کی وجہ سے میدان جنگ کو چھوڑ کر فرار ہو جاتے تو اسے
مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم تو کہا جاسکتا تھا مگر واضح فتح کا نام نہیں دیا
جاسکتا تھا اور اس سے کفار کے حوصلے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پست نہ ہوتے
بلکہ اسے وہ ایک عام حادثہ قرار دے کر دوبارہ اپنی قوت کو مجتمع کر کے حملہ آور
ہونے کی کوشش ضرور کرتے خواہ پھر بھی انہیں شکست سے ہی دوچار ہونا
پڑتا۔

دلیل نمبر تین یہ ہے کہ اگر عمرو ابن عبدود کے بار بار ہل من مبارز
پکارنے پر لشکرِ اسلام سے کوئی بھی اس کے مقابلہ میں نہ جاتا تو یہ براہِ راست
اہل اسلام کی واضح شکست کے مترادف تھا خواہ وہ بغیر لڑے ہی میدان میں
لکار لکار کر واپس چلا جاتا۔

دلیل نمبر چار یہ ہے کہ عمرو فی الواقع ایک کوہ گراں تھا جسے تسخیر کر لینا ہر شخص کا کام نہیں تھا خود امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی موقع پر حضور کی خدمت میں ایک واقعہ عرض کیا تھا کہ کس طرح اکیلے عمرو نے ایک ہزار بہادر لیروں کے ساتھ مقابلہ کر کے فتح حاصل کی تھی۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اجمعین می گفت
 روزے بہ ہمراہی طائفہ از قریش کہ عمرو بن عبدود
 در میان ایشان بود بر ہم تجارت با مال بسیار عزیمت
 شام کردہ بودیم کہ ناگاہ قریب ہزار کس از قاطعان
 طریق بر ما سر راہ برگرفتند اہل کارواں از مال بلکہ جان
 و دل بر کنند دریں اثناء عمرو و عبدود تیغ از نیام بر کشید و
 مانند شیر ژیان و پیل دمان بر مخالفان حملہ آورد آں
 جماعت بجز دو توجہ او با ایشان روئے بہریمت آوردند در راہ
 فرار پیش گرفتند۔

﴿معارج النبوة رکن چہارم ص ۱۲۸﴾

دلیل نمبر پانچ یہ ہے کہ لشکر اسلام میں سے کوئی کوئی شخص بھی اس کے بار بار للکارنے کے باوجود اس کے مقابلے کے لئے جانے کو تیار نہ تھا چنانچہ سیرت کی کتابوں میں آتا ہے کہ جب عمرو ابن عبدود بار بار مقابلہ کی دعوت دے رہا تھا تو سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے کسی شخص نے بھی نہ تو

اس کا چیلنج قبول کیا اور نہ ہی اٹھا۔

وروی سہیلی عن ابن اسحق ابن عمرو عا
المسلمین للمبارزة و عرض رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم الا مر ثلاث مرات ولا يقول
الا علی کرم اللہ وجہہ الکریم .

﴿حاشیہ تاریخ کا مل ابن اثیر ج ۲ ص ۱۲۲﴾

﴿معارج النبوة ج ۳ ص ۱۲۹﴾

ان حالات میں اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ایمان کُل اور
اسلام کُل نہ کہا جاتا تو کیا کہا جاتا، ہم گم کردہ راہ منطق دانوں پر سوال کرتے
ہیں کہ اگر علی بھی اُس وقت خاموشی سے بیٹھے رہتے تو اسلام کا وقار خطرے
میں تھا یا نہیں؟

ایسی قوم جسے ساری کائنات ارضی پر ایک فاتحِ قوٰا کی حیثیت سے
نمودار ہونا تھا وہ اپنے سپہ سالارِ اعظم کی موجودگی ہی میں اعترافِ شکست کر
لیتی تو تاریخ اسلام کی تابندگی کا کون اعتراف کرتا۔

اپنی ناقص عقل کے ترازو پر مقاماتِ علی کو وزن کرنے والو یہ تو سوچو
کہ خود سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی عمرو ابن عبدود کی شجاعت اور
بہادری کو پورے طور پر جانتے تھے یہی وجہ تھی کہ جب علی کرم اللہ وجہہ الکریم
اُس سے مقابلے کے لئے اجازت طلب کرتے تو آپ فرماتے علی بیٹھ جاؤ

یہ عمرو ابن عبدود ہے،

اندازہ تو کرو کہ یہ مقابلہ کس قدر شدید اور کس قدر اہم تھا دیوانو! علی نے تو اُس کا مقابلہ کر کے اسلام کو وہ شوکت عطا فرمائی ہے جو لوح تاریخ پر تابدا آباد چمکتی رہے گی حقیقت یہ ہے کہ اس وقت عمرو ابن عبدود کی فتح پورے شریستان کی فتح اور اُس کی شکست پورے شریستان کی شکست اور ہزیمت تھی اور اس کے ساتھ ہی ساتھ جناب حیدر کرار کی فتح پورے ایمان اور اسلام کی فتح اور کامرانی کے مترادف تھی۔

یہی وجہ ہے کہ آپ نے علی کو مکمل ایمان اور عمرو کو مکمل کفر اور شرک کے نام سے موسوم کیا، نادانو! کیا تمہاری ناتمام عقلیں اور فرسودہ اذہان عقل رسالت کا مقابلہ کر سکتی ہیں؟ اور پھر علی کے پورا ایمان اور پورا اسلام ہونے پر تو سینکڑوں دیگر شہادتیں بھی داماں احادیث رسول میں موجود ہیں۔

دربارِ مصطفیٰ سے دوسرا اعزاز

سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب عمرو ابن عبدود اور اُس کے بیٹے کو قتل کرنے کے بعد قطرات خون پڑکاتی ہوئی تلوار سمیت سپہ سالارِ اعظم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے بے پناہ مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

علی کا یوم خندق میں جنگ کرنا میری تمام اُمت کے قیامت تک

کے اعمال سے بہتر ہے۔

لمبارزة علی بن ابی طالب یوم الخندق افضل من
اعمال اُمتی الی یوم القيامة.

جناب مولا مشکل کُشا علیہ السلام کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے اگر اس ایک فرمان کو ہی پیش نظر رکھ لیا جائے تو دشمنانِ حیدر کر آپ کی
شان میں کسی قسم کی گستاخی کا ارتکاب جرم نہیں کر سکتے مگر جس کی قسمت میں
ازلی شقاوت ہے اسے کون تبدیل کر سکتا ہے۔

بہر حال مندرجہ بالا روایت بعض کتب میں اس طرح ہے کہ،
علی کی یوم خندق کی ایک ضرب میری اُمت کے قیامت تک کے
اعمال سے افضل ہے۔

عن حذیفة رضى الله تعالى عنه ضربة علی فی
یوم الخندق افضل من اعمال اُمتی الی یوم
القيامة.

﴿مقتل خوارزمی ص ۴۵۔ ینا بیع المودة ص ۹۵﴾

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
روز دربارہ امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چنین فر
مود کہ مبارزۂ علیا بن ابی طالب یوم الخندق افضل من
اعمال اُمتی الی یوم القيامة۔ یعنی مبارزت علی در روز

خندق فاضل تراست از اعمال اُمت من تا بروز قیامت
 و امیر المؤمنین ابوبکر صدیق و مر فاروق رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ مجلس بودند کہ ولے درآمد ہر دو ہر خاستند و
 فرق مبارک را بوسیدند۔

﴿معارج النبوة ج ۲ ص ۱۳۰﴾

روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
 متذکرہ بالا اعزاز جناب حیدر کرار کو عطا فرمایا تو جناب ابوبکر صدیق اور
 جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں نے اٹھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ
 الکریم کے سر اقدس کو چوم لیا۔

دُوبارِ مصطفیٰ سے تیسرا اعزاز

ان کے علاوہ جب شیر خدا سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
 خارا شکاف ذوالفقار سے عمر و ابن عبدود کو واصلِ جہنم کر کے بارگاہِ مصطفوی
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم نے متبسم ہو کر فرمایا یا علیؑ تمہیں بشارت ہو کہ اگر آج کے تمہارے
 اس عمل کو محمد ﴿صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ کی تمام اُمت کے اعمال سے وزن کیا
 جائے تو تمہارا عمل پھر بھی زیادہ وزنی ہوگا۔

قال البشريا على فلو وزن اليوم عملك بعمل

امة محمد لرحج عملك بعملهم

﴿ینا بیع المودة ص ۹۶﴾

دربارِ مصطفیٰ سے چوتھا اعزاز

علاوہ ازیں تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی کرم اللہ وجہہ

الکریم کی اس جرأت و بہادری کا ایک تمغہ یہ بھی عطا فرمایا کہ۔

علی کی عمرو بن عبدود کو قتل کرنے کی نیکی جنوں

اور انسانوں کے اعمال سے افضل ہے۔

وذكر بعضهم ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عند ذالك قال قتل علی لعمر و بن عبدود،

افضل من عبادة ثقلین .

﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۲۳۲﴾

خوارج کا اعتراض

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم سے ملنے والے ان اعزازات میں آخری اعزاز پر اعتراضات کا

دائرہ عمل نسبتاً وسیع ہو جاتا ہے اور خارجی اپنے پیش روؤں کی پیدا کردہ منطقی

تاویلوں میں استہزاء و تمسخر کی مزید رنگ آمیزیاں کر کے عوام الناس کو گمراہ

اور تباہ کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہے ہیں۔

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ شانِ حیدر کرار رضی اللہ عنہ میں پیش کی جانے والی متنازعہ عبارت پر بحث کے لئے ہم نے ایک مستقل باب لکھا ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ اس باب میں اُن تمام اعتراضات کا قلع قمع کر دیا گیا ہے۔

یہاں ہم اپنے قارئین پر صرف یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ خارجیوں نے اس روایت پر اعتراضات کے لئے جو تانا بانا تیار کیا ہے اُس کی ابتداء اُن کے آقائے نعمت ابن تیمیہ نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب منہاج السنۃ میں اس طرح کی ہے۔

وهذا من الاحاديث الموضوعة التي لم
تروفي شيء ومن الكتب التي يعتمد عليها ولا
بسند ضعيف وكيف يكون قتل كافرا افضل من
عبادة الثقيلين الانس والجن ومنهم الانبياء قال
بل ان عمرو ابن عبدود هذا لم يعرف له ذكر الا
في هذه الغزوة .

«منہاج السنۃ ابن تیمیہ»

اور یہ روایت اُن موضوع احادیث میں سے ہے جنہیں معتبر کتب نے بیان ہی نہیں کیا اور نہ ہی یہ کسی ضعیف سند سے ثابت ہوتی ہے اور یہ کیسے دُست اور ممکن ہے کہ ایک کافر کو قتل کرنے کی نیکی ثقلین کی یعنی جنوں اور انسانوں کی عبادت سے افضل قرار مائے جبکہ ان میں انبیاء بھی شامل ہیں

بلکہ عمر و ابن عبدود کا تو سوائے اس جنگ کے کہیں ذکر ہی موجود نہیں اور نہ ہی اُسے کوئی جانتا ہے۔

ابن تیمیہ خود بھی ابتداء میں اس روایت کو شیعوں کی من گھڑت اور وضعی قرار دیتا ہے اور اُس کی ذریت نے تو اُس پر ایسی ایسی حاشیہ آرائیاں کی ہیں کہ پناہ بخدا خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ان لوگوں پر اس شدت سے دیوانگی کے دورے کیوں پڑتے ہیں اور ان کی بصارت و بصیرت پر تعصب کے پردوں کی تہیں دبیز سے دبیز تر کیوں ہوتی ہیں کہ انہیں سوائے اپنے باپ داداؤں کی من گھڑت تاویلات کے کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا۔

حالانکہ توارخ و سیر کی ثقہ ترین کتب میں عمرو بن عبدود کے متعلق بالوضاحت تحریر ہے کہ وہ جنگ بدر میں بھی کفار و مشرکین مکہ کے ساتھ تھا اور زخمی ہونے کی وجہ سے اپنی قوت کے جوہر نہ دکھاسکا لیکن روایت کو کمزور کرنے کے لئے اس قدر ڈھٹائی سے کام لینا کہ جنگ احزاب کے علاوہ اُس کا کہیں تذکرہ ہی موجود نہیں انہی کا کام ہو سکتا ہے جو پورے طور پر ابلیس کے شکنجے میں جکڑے ہوئے ہیں۔

بہر حال جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے اس روایت کی ثقاہت کے بارے میں پوری تفصیل مباحث کے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

یہاں تو صرف یہ دیکھنا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کو کوئی اعزاز عطا فرمادیں تو کوئی دوسرا انہیں چھین سکتا ہے

یا نہیں؟

اگر جواب نفی میں ہو ہے تو دشمنانِ حیدر کرار کو شرم آنی چاہئے کیونکہ جناب علی علیہ السلام کو بارگاہِ خدا و رسول سے ملنے والے اعزازات و انعامات نہ تو قلم کے زور سے چھینے جاسکتے ہیں اور نہ ہی منطقی تاویلیں انہیں واپس لینے پر قادر ہو سکتی ہیں۔

انعام یافتہ کی گواہی

اگرچہ قارئینِ کرام جناب شبیر خدا غالب علی کل غالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہِ خداوندی سے ملنے والے تمغات اور دربارِ رسول سے ملنے والے اعزازات کے متعلق بالوضاحت ملاحظہ فرما چکے ہیں اور یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ شانِ مرتضائی کی رفعتوں کو دیکھ کر چیں بجیں ہونے والے لوگ کس کس طریقہ سے روایات کو کمزور کرنے کے لئے زور صرف کرتے ہیں لہذا اس مقام پر سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

پسند اپنی اپنی مقام اپنا اپنا

کئے جاؤ میخوارو کام اپنا اپنا

تاہم آخر میں خود جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ضمن میں چند اشعار پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے جن میں آپ نے غزوہٴ احزاب میں ملنے والے عظیم ترین انعامات کا انتہائی غیر محسوس طریقہ

سے واضح ترین ذکر فرمایا ہے آپ فرماتے ہیں۔

تمام تعریفیں اُس اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے
ہیں جو فضل فرمانے والا اور جمیل ہے وہ اللہ تعالیٰ جو
اتمام نعمت کرنے والا اور بہت زیادہ عطا فرمانے والا
ہے۔

اُس خداوندِ قدوس کا شکر ہے جس نے اپنے
رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت و تائید فرما کر
جاہل سرکشوں پر قابو حاصل کرنے کی توفیق بخشی۔

اگرچہ میں اپنی زبان کی پوری قوت بھی صرف
کردوں تو میں اُن بے شمار ملنے والی نعمتوں کو بیان
نہیں کر سکتا جنہیں میں اپنی کوشش سے حاصل نہیں کر
سکتا تھا۔

خدا کی قسم! اِس صُبح مجھ پر ہونے والا اللہ
تعالیٰ کا فضل و احسان ظاہر ہو گیا خواہ میں کچھ طلب
کروں یا نہ کروں۔

گر وہ کفار نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کی فوج اور آپ کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے
حاصل ہونے والی نصرت و امداد کا مشاہدہ کر لیا ہے

جس میں غور کرنے والے کے لئے نصیحت ہے خواہ وہ
عقل مند ہو یا نا سمجھ۔

عمر و ابن عبدودؓ نے جب اپنی بات پراڑنے کی کوشش کی تو جناب
شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا۔

اے عمر ابن عبدودؓ تو ایک ایسا بہادر سوار ملا ہے
جو بار بار جنگ میں پیش قدمی کرتا ہے۔

مگر وہ سوار تجھے ہدایت اور شائع اسلام کی
طرف بلا کر خدا کے دین کی امداد کرنے کی دعوت دیتا
ہے جو آل ہاشم کے لوگوں سے ہے ہم وہ لوگ ہیں جو
مہذب شریف النفس اور صاحب تاج کرامت ہیں
اور ہم وہ ہیں جن کی روشنی غالب آنے والی اور عالمگیر
ہے۔

اور تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں اس ہندی
شمشیر براں کے ذریعے سے جس کی دھار انتہائی
باریک ہے اور یہ آبدار قاطع شمشیر پشت کی ہڈیوں کو
کاٹنے والی ہے۔

اور ہم میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے ہیں کہ آپ کی جبین اقدس
س طرح چمکتی ہے جس طرح بادل کے درمیان آفتاب چمکتا ہے۔

الحمد لله الجميل المفضل
 المسبح المولى العطاء المجدل
 شكر على تمكينه لرسولته
 بالنصر منه على الغوة الجهل
 كم نعمة لا استطيع بلوغها
 جهدا ولو اعملت طاقة المقول
 لله اصبحت فضله متظاهرا
 منه على سئالت ام لم اسئل
 قد عائن الاحزاب من تائيده
 جد النبي وذی البيان المرسل
 ما فيه موعظة لكل مفكر
 ان كان ذاعقل وان لم يعقل

«دیوان علی علیہ السلام ص ۱۲۵»

اور خدا ہی اپنے دین اور پیغمبر کا مددگار ہے اور پیش قدمی کرنے والے توحید پرست کا حامی و ناصر ہے۔

قریش اور تمام شعوب و قبائل والے لوگ اچھی طرح جانتے ہیں اور اس امر پر گواہ ہیں کہ ان میں ایک بھی ایسا نہیں جو میرا ہمسرا اور قائم مقام ہو،

یا عمرو قد لا قیت فارس بهمة
 عند اللقاء معاودا الاقدام
 من آل هاشم من سناء باهر

ومہذبین متوجین کرام
 یدعوالی دین الالہ ونصرہ
 والی الہدی وشرائع الاسلام
 بمہند عصب رقیق حدۃ
 ذی رونق یفری الفقار حسام
 ومحمد فینا کان حیہ
 شمس تجلت من خلال غمام
 واللہ نا صر دینہ ونبیہ
 ومعین کل موحد مہم
 شہدات قریبش والقبائل کلہا
 ان لیس فیہا من یقوم مقامی

﴿دیوان علی عیلہ السلام ص ۱۶۹﴾

ابن عبدود کی ہلاکت کے بعد

جناب حیدر کرار سیدنا علی علیہ السلام نے عمرو بن عبدود کا سر قلم کرنے کے بعد فرمایا کیا سوار مجھ پر اس طرح حملہ آور ہوں گے؟ اے میرے ساتھیو! ان کو مجھ سے اور دوسرے مسلمانوں سے پیچھے ہٹا دو آج میری غیرت اور کھوپڑی تک پہنچنے والی اور نہ اچٹنے والی میری تلوار بھاگنے سے روکتی ہے حملہ کرنے والے ابن عبدود نے قسم کھائی ہے اور لوگوں نے اس کا ذب کے حلفیہ بیان کو سنا ہے کہ وہ نہ اسلام قبول کرے گا اور میں نے قسم کھائی ہے اور

پھر ہم دونوں پوری قوت سے ٹکڑا گئے اور پورے طور پر لڑے اور پھر میں نے اسے ریزاروں میں چٹانوں کے درمیان درخت کے تنہ کی طرح کٹا ہوا پایا تو میں رک گیا اور اسے برہنہ کرنے سے باز رہا لیکن اگر میں شکست کھا جاتا تو وہ کپڑے بزدل چھین لیتا۔

ابن عبدود اپنی ناقص عقل کی وجہ سے پتھروں کو پوجتا رہا اور میں صائب الرائے اور صاحب شعور ہونے کی وجہ سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب جل وعلا کی پرستش کرتا رہا۔

ابن عبدود نے جب میری خارا اشکاف تلوار کو حرکت میں دیکھا تو اُسے معلوم ہو گیا کہ یہ محاربہ کھیل تماشہ نہیں۔

ابن عبدود کو میں نے مصفا لوہے کی پاکیزہ تلوار سے اس وقت قتل کیا جب اس نے بغاوت کی۔

اے گروہ کفار! خدائے رحمن کے متعلق یہ گمان نہ کرو کہ وہ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نظر انداز کر دے گا۔

بَابُ

فَرْوَةُ بَنِي قَرْيَةَ

أَوْ

مَيْدَرِ كَرَارِ السَّيِّدَةِ

غزوہ بنو قریظہ

پس منظر

جیسا کہ ہم سابقہ اوراق میں یہودیوں کی بد عہدی کے متعلق ایک واقعہ بیان کر چکے ہیں ایسے ہی یہودیوں نے اپنی شیطنیت اور فطری جبلت کا مظاہرہ کرتے ہوئے متعدد بار دیگر بھی کئی ایک بد عہدیاں کیں حتیٰ کہ غزوہ احزاب میں بھی مشرکین مکہ کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف متعدد قسم کی ناپاک سازشیں کیں۔

سپہ سالارِ اعظم تاجدارِ عرب و عجم حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غزوہ احزاب سے کامیاب و کامران ہو کر مع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مدینہ منورہ میں واپس تشریف لے آئے اور سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تو آپ نے اسلحہ وغیرہ اتار کر غسل فرمایا اور ظہر کی نماز ادا فرمائی،

بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ واپسی پر اُم المؤمنین سیدہ عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں تھے کہ جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ ! اللہ تعالیٰ آپ سے درگزر فرمائے، آپ نے

اسلحہ وغیرہ اتار بھی دیا ہے حالانکہ فرشتوں نے ابھی تک اپنا اسلحہ نہیں اتارا۔
لہذا آپ تیار ہی فرمائیے اور یہودیوں سے ان کی بد عہدیوں کا بدلہ لیں
چنانچہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی وقت حضرت علی کرم
اللہ وجہہ الکریم کو علم عطا فرما کر یہودان بنو نضیر کی طرف روانہ فرمادیا اور ان
کے عقب میں چلنے کی خود بھی تیاری شروع فرمادی۔

مواہب اللدنیہ وغیرہ میں ہے کہ آپ نے مقدمہ کے طور پر
حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو علم عطا فرما کر یہودان بنو قریظہ کی طرف
روانہ فرمایا اور پھر یہ نفس نفیس خود بھی تین ہزار سپاہیوں پر مشتمل لشکر اسلام
کے ساتھ یہودیوں کی بستی کا محاصرہ کر لیا۔

لما رجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وضع السلاح واغتسل اتاہ جبریل فقال قد
وضعت السلاح واللہ ما وضعنا اخرج الیہم
واشار الی بنی قریظہ فانی عامد الیہم فمززل
بہم فامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موزنا
فاذن فی الناس من کان سامعا مطیعا فلا یصلین
العصر الا فی .

بنی قریظہ وبعث منادیا ینادی یا خیل اللہ
ارکبی وبعث علیاً رضی اللہ عنہ علی المقدمة ثم
سار فی المسلمین وہم ثلاثة آلاف والخیل ستة

وثلاثون فرسا وحاصرهم عليه الصلوة والسلام

خمس و عشرين ليلة.

﴿انوار محمدیہ من المواہب اللدنیہ مطبوعہ مصر ۸۷﴾

سیرت حلبیہ میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ خندق ﴿احزاب﴾ سے واپس تشریف لائے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو علم عطا فرما کر ”بنو قریظہ“ کی طرف روانہ فرمادیا۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ گھر تشریف لانے سے پہلے ہی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو پرچم عطا فرمایا اور بنو قریظہ کی طرف روانہ فرمادیا۔

وقدم رسول الله صلى الله عليه وسلم

على ابن ابى طالب كرم الله وجهه الكريم وجهه

برأيته الى بنى قريظه ، اى وفى رواية دفع اليه

لوائه على حاله لم يحل من مرجعة من الخندق

ومر صلى الله عليه وآله وسلم بنفر من بنى النجار

قد بسوا السلاح.

﴿سیرت حلبیہ جلد دوم صفحہ ۲۵۹﴾

حضور کہاں تھے ؟

سیرت کی مشہور کتاب ”معارج النبوت“ میں بھی یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ موجود ہے چنانچہ ملاً معین کاشفی یہ روایت مزید بیان فرماتے

ہیں کہ جب جبریل امین علیہ السلام نے یہودیوں کی بستی پر حملہ کرنے کے لئے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا تو آپ اس وقت خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ الزہرا کے گھر تشریف فرما تھے اور یہی روایت درست اور قرین صحت معلوم ہوتی ہے کیونکہ ثقہ روایت کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت شریفہ ہی یہ تھی کہ آپ جب بھی کسی سفر یا غزوہ وغیرہ سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے اپنی عزت مآب صاحبزادی سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے دولت کدہ پر تشریف لاتے،

چنانچہ صاحبِ معارج التوبة حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت سیدۃ النساء العالمین، شہزادی کوئین سیدہ فاطمہ الزہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کے بیت الشرف میں تشریف فرما تھے اور غسل مبارک فرمانے کے بعد آپ نے ظہر کی نماز ادا فرمائی اور خود کو معطر فرمانے کے لئے وہ انگیٹھی طلب فرمائی جس میں خوشبوئیں وغیرہ سلگائی جاتی ہیں اور پھر آپ نے سفید براق دستار مبارک سرانور پر باندھی اسی اثناء میں ایک ناقہ سوار نے حاضر ہو کر گزارش کی کہ یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تبارک و تعالیٰ آپ سے درگزر فرمائے، آپ نے خود کو غیر مسلح فرمالیا ہے حالانکہ ملائکہ ابھی تک مسلح حالت میں ہیں۔

آپ بھی جلدی سے دوبارہ اسلحہ زیب تن فرمائیں اور بنو قریظہ کی طرف متوجہ ہو جائیں خدا کی قسم میں اُن کی طرف جا رہا ہوں تاکہ میں اُن کے قلعہ کو اس طرح توڑ کر ریزہ ریزہ کر دوں جس طرح مرغی کا انڈہ پتھر سے پاش پاش کر دیا جاتا ہے۔

بلال نے اعلان کیا

یہ خبر سُنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہ مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہا تعظیماً و تکریماً میں منادی کر دیں کہ اے لشکرِ خدا اپنی سوار یوں پر سوار ہو جا اور جو مطیع و سميع یعنی فرماں بردار اور اطاعت گزار ہے وہ عصر کی نماز مدینہ منورہ کی بجائے بنو قریظہ کی بستی میں پڑھے۔

حضرت علی کی روانگی

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ ارشاد فرمانے کے بعد آپ نے تاجدارِ مہلِ اُتقی شیرِ خدا سیدنا حیدر کتر از رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرمایا اور اُن کو پرچمِ اسلام تفویض فرما کر ہراول کے طور پر بنو قریظہ کی طرف روانہ فرما دیا اور خود زرہ مبارک زیب بدن فرمائی ڈھال مبارک کو شانہ اقدس پر لٹکایا اور دستِ ید اللہ میں نیزہ پکڑ کر طیفانامی گھوڑے پر سوار ہو گئے اور دوسرے گھوڑے کو آراستہ فرما کر حضرت عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ

منورہ میں خلیفہ مقرر فرما کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئے۔

بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما آنکہ در خانہ
فاطمہؑ بود بعد از غسل نماز پیشین ادا کردہ بمجر طلبیہ
تا خود را معطر و مطیب سازد و دستار سفید از اتمرق بر
سر بستہ بود و براشترے سوار گشت یا محمد صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم خدائے از تو عفو کنا و کہ سلاح از خود باز کردی و
حال آنکہ ملائکہ هنوز سلاح از خود باز نہ کردہ اندہ زود
بر خیز و سلاح پوش و بجانب بنی قریضہ متوجہ شو۔ واللہ کہ
من می روم تا قلعہ ایشان را بکوبم و خود گردانم چنانکہ
بیضہ مرغ را بر سنگ پس حضرت مقدس نبوی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم بلالؓ را طلبید و فرمود کہ تاندا کرد در مدینہ
کہ یا خیل اللہ سوار شوید کہ ہر سمیع و مطیع است یعنی
فرمانبردار نماز دیگر نکند ارد گرد بنی قریضہ و علی کرم اللہ
وجہہ را طلب کرد و علم بدست اوداد وے را از پیش
فرستاد و خود زرہ پوشید سپر بردوش کشید و نیزہ در دست
گرفتہ بر اسپ خود طیفاً سوار خد و اسپ دیگر جنبیت
و عبد اللہ ابن مکتوم را در مدینہ خلیفہ ساخت و از عقب علی

رضی اللہ عنہ روان شد۔

﴿مدارج النبوت للعلام معین کاشفی ج ۲ ص ۱۳۶﴾

شیخ محقق فرماتے ہیں !

و در روایت آمده کہ در خانہ طیبہ فاطمہ الزہرا بود
رضی اللہ عنہا عادت شریفہ براں رفتہ بود کہ چون از
غزوہ یاسفرے باز گشتہ بخانہ فاطمہ رضی اللہ عنہا
آمدے و سر مبارک اُورا بوسیدے و بہر تقدیر ناگاہ
مردے بیرون از خانہ سلام کرد۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برخاست و
بیرون رفت و من نیز از عقب تا در خانہ رقتہ داجیہ کلبی
بود کہ غبارے بر روئے و بردندان ہائے پیش وے
نشستہ و براشتر سفید سوار بود آں حضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم بر روئے مبارک خویش غبار از مرد روئے
اوپاک میکرد و باں سرور گفت چون بخانہ درون آمد
فرمود ایں جبریل است۔

﴿مدارج النبوت ج ۲ ص ۱۷۵﴾

یہودی کانپ گئے

حضرت امیر المومنین امام الاصفہین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

روایت بیان فرماتے ہیں کہ جب ہم بنو قریظہ کے قلعہ کی فصیل کے قریب پہنچے تو قلعے کے اوپر کھڑا ایک یہودی پکار اٹھا کر بیشک عمرو ابن ود کو قتل کرنے والا علی آگیا۔

پہلے یہودی کی یہ پکار سنی تو دوسرا یہودی چلانے لگا۔

علی نے عمرو ابن ود کو قتل کیا ہے۔

علی ہمیں شکار بنا کر چیر دینے والا ہے۔

علی ہماری باتیں ظاہر کرنے والا ہے۔

علی ہمیں غمزدہ کرنے اور مضبوط کام کرنے والا ہے

علی ہمارے بھید کو ظاہر کرنے والا اور ہمیں رسوا کرنے والا ہے۔

جناب علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب ہم نے ان دونوں

یہودیوں کی لرزتی ہوئی آوازیں سنی تو کہا کہ۔

تمام تعریفیں ہیں اس ذاتِ کریم جل جلالہ کے لئے جس نے اسلام

کا غلبہ ظاہر فرمایا اور شرک کو تباہ و برباد کیا۔

نقل است کہ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ

الکریم فرمود کہ چوں نزدیک حصار بنی قریظہ رسید یم

شخصے ازاں قوم کہ بالائے قلعہ بود مرادید و ندا کرد کہ قد

جاء کم قاتل عمرو دیگرے گفت قتل علی عمر اوصار علی صقرا

فصہم علی ظہر ابرم علی اسراھتک علی سراعہ من گفتم

الحمد لله الذي ظهر الاسلام وقبح الشرك۔

﴿معارج النبوت ص ۲ ص ۱۳۷﴾

غیرتِ ہاشمی

معمولی تغیر لفظی کے ساتھ یہ روایت متعدد کتب سیر میں موجود ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اسلامی پرچم کو یہودیوں کے قلعہ کی بنیاد کے قریب گاڑ دیا تو اس وقت مسلمانوں کی ایک جماعت بھی آپ سے ملی۔

مسلمانوں کی مسلح افواج کو آتے دیکھ کر یہودیوں نے بھی قلعہ کی تفصیل پر جمع ہونا شروع کر دیا اور پھر اچانک ان ملعونوں نے حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی ازواج مطہرات کی شان میں گستاخانہ کلمات بکنا شروع کر دیئے۔

مسلمانوں نے جب ان کی خرافات کو سنا تو پہلے خاموشی اختیار کی اور پھر کہا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی جناب شیر خدا شاہ مرداں قوت پروردگار حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے گوش ہائے مبارک میں جب ملعون و مردود یہودیوں کی رسول اللہ پر کی جانیوالی دشنام طرازی کی آواز پڑی تو آپ کا خون کھول اٹھا غیرتِ ہاشمی جوش میں آ کر فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو کر اپنی قوت کا مظاہرہ کرنے کے لئے بے تاب ہو گئی۔

حضرت علیؑ خدمتِ سرکار میں

تاہم غالب علی کل غالب علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے کمال بصیرت سے کام لیتے ہوئے جوش کو ہوش پر غالب نہ آنے دیا اور پرچم اسلام کو حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حفاظت میں چھوڑ کر نہایت تیزی سے اس راستہ کی طرف روانہ ہو گئے جس سمت سے تاجدار انبیاء سید المرسلین اصل کائنات فخر موجودات حضور رحمتِ دو عالم نور مجسم احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع دیگر مجاہدین اسلام کے تشریف لارہے تھے۔

ابھی جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاہراہ پر تشریف لائے ہی تھے کہ حضور رسالت پناہ علیہ التحیۃ والثناء کا رخ انور نظر آ گیا آپ جلدی سے حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب پہنچ گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کچھ وقت کے لئے یہیں قیام فرمائیں اور خبیث یہودیوں کے قلعہ کے قریب تشریف نہ لے جائیں حتیٰ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں ذلیل و رسوا کر کے تباہ و برباد کر دے۔

رسول غیب دان حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا علی کیا تم نے کچھ ایسی باتیں سنی ہیں جو ہمارے لئے تکلیف اور ایذا کا باعث ہوں جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ ایسا

ہی ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! علی تم کچھ غم نہ کرو جب ہم اُن کے پاس پہنچیں گے تو انہیں کسی قسم کی بکواس کی جرات نہیں ہوگی چنانچہ حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے جب ملعون یہودیوں کے قلعہ کے قریب تشریف لائے تو آپ نے آتے ہی ان کو فرمایا اَرے بندروں اور سُروروں کے بھائیو خدا اور رسول کے حکم سے نیچے آ جاؤ۔

نقل است کہ چوں شاہ مرداں علم پچائے قلعہ
بنی قریظہ بر زمین زد یہوداں ازاب لائے حصار زبان
سبب و دشنام حضرت سید الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
بکشا دند و علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ابو قتادہ را
بحافظت را بیت گذاشته و بر سر راہ پیغمبر صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم آمدہ گفت یا رسول اللہ نزدیک بقلعہ یہوداں
مرزدو باشد کہ اللہ تعالیٰ ایشان را رسوا گردانند حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ چیزے از ایشان در بارہ
من شنیدہ؟ گفت آری سرور صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم فرمود چوں مرا بہ بیند آں نوانند گفت چوں حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحصار ایشان نزدیک رسید فرمود

یا اخوة القردة والخنازیر فردا سید مجکم خدا اور رسول۔

﴿معارج النبوة رکن چہارم صفحہ ص ۱۳۷﴾

ایک روایت کے مطابق حضور سر کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں کو مخاطب کر کے یہ ارشاد فرمایا اے بندروں اور سوروں کے بھائیو اور طاغوت کے بندو اللہ تبارک و تعالیٰ نے تو تم پر عذاب نازل فرما کر ذلیل اور رسوا کر دیا تھا اور تم مجھ گالیاں دیتے ہو۔

فلما دنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ
الکریم من الحصن ای و معہ نفر من المهاجرین
والانصار و عزز اللواء عند اصل الحصن سمع
من بنی قریظة مقالة قبیحة فی حقہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم ای و حق ازواجہ.

ای فسکت المسلمون قالوا السیف بیننا و بینکم
فلما را علی کرم اللہ وجہہ الکریم رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم مقبلاً امره باقتاده الا
نصارى رضى اللہ عنه ان يلزم اللواء و رجع الیه
رسول اللہ علیہ وسلم ، فقال یا رسول اللہ
لا علیک ان لا تدلوا من هولاء الا خابث قال
لعلک سمعت منهم لی اذی قال نعم یا رسول
اللہ قال لو راونی لم یقولوا من ذالک شیئاً.

فلما دنا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من حصونهم ، قال ياخوان القردة هل اخزاكم الله وانزل لقمة ؟ وفي رواية نادى بأعلى صوته نفرا من اشرافهم حتى اسمعهم وقال ، اجيبوا يا اخوة القردة والخنازير وعبد الطاغوت . وانما قال لهم ياخوان القردة والخنازير ، لان اليهود ومسوخ شبانهم قردة وشيوخهم خنازير عند اعتدائهم يوم السبت بصيد السمك .

﴿ سیرت حلبیہ مطبوعہ مصر جلد دوم صفحہ ۶۶۰ ﴾

بہر حال ! سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن مجید میں نازل ہونے والے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان کے مذہب کا ابطال اور ان کے کرتوتوں کا اظہار فرمایا تھا۔

بہر حال ! یہ بات تو برسمیل تذکرہ ضمناً سامنے آگئی بتانا یہ تھا کہ جنابِ مرتضیٰ مشکل کشاء شیر خدا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہودیوں کی بکواس سنی تو اس سے پہلے کہ آپ انہیں ان کی خرافات کا جواب تلوار سے دیتے اس امر کو ضروری خیال فرمایا کہ جس قدر جلدی ممکن ہو سکے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر آپ کو یہودیوں کے قریب آنے سے روک دیا جائے تاکہ آپ کی شان میں کی جانے والی گستاخانہ گفتگو آپ کے لئے باعثِ آزار و تکلیف نہ ہو۔

اور میں آپ کو ان کی آوازوں سے دُور رکھ کر شجاعت کے وہ جوہر دکھاؤں جو ان کی نسلوں کے لئے بھی باعثِ عبرت ہوں ان تمام امور کی نشاندہی آپ کے صرف اس ایک جُملہ ہی سے ہو جاتی ہے کہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ قلعہ کے قریب تشریف نہ لے جائیں حتیٰ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں ذلیل و رسوا اور تباہ و برباد کر دے۔

گزشتہ سے پیوستہ :-

وانما قال لهم يا اخوان القرودة والخنازير

لان اليهود مسخ شبانهم قرودة وشيوخهم خنازير

عند عتد انهم يوم السبت بصيد السمك

﴿سیرت حلبیہ مطبوعہ مصر ج ۲ ص ۱۱۰﴾

یہودیوں کا محاصرہ

مختصر یہ کہ جب تاجدارِ انبیاء و المرسلین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان انسانِ نما شیاطین یہود کے آباؤ اجداد کے مُعذَّب ہو کر بندر اور سُوَر بننے کے واقعہ کو یاد دلایا کہ انہیں اخوان القرودة والخنازیر کہا تو یہودیوں نے آپ کے اخلاقِ کریمانہ کی آڑ لیتے ہوئے یہ تیر پھینکا کہ :-

ويقولون يا ابا القاسم ما كنت جهولا وما

كنت فاحشاء

﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۱۱۰﴾ ﴿طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۲۲۱﴾

﴿سیرت ابن هشام ج ۲ ص ۱۹۵﴾

یعنی اے ابوالقاسم آپ نے اس سے قبل تو اس قسم کی سخت اور بعید از اخلاق گفتگو کبھی نہیں فرمائی آج آپ کو کیا ہو گیا ہے حالانکہ آپ نے یہودیوں کے ساتھ پیش آنے والے دُرست اور صحیح واقعہ کو دہرانے پر ہی اکتفا فرمایا تھا اور یہ بدطیبت اور بدگو یہودی خود اس سے قبل حضور رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں خرافات بگ چکے تھے جو نگاہ رسالت سے بھی پوشیدہ نہیں تھی اور تاجدار ولایت جناب شیر خدا علیہ السلام کی ناقابل تردید گواہی بھی اس پر موجود تھی مگر جن کے اخلاقِ حسنہ کے بدترین دشمن بھی مُعترف تھے اور یہ اعتراف مذکورہ بالا گفتگو میں بھی واضح طور پر موجود ہے۔

آپ یہودیوں کے اس فقرہ سے ہی پریشان ہو گئے اور آپ پر اس قدر حیا کا غلبہ ہوا کہ آپ کے شانہ اقدس سے ردائے انور ڈھلک کر زمین پر گر پڑی اور دستِ اقدس سے تازیانہ نیزہ چھوٹ کر گر پڑا اور آپ چند قدم واپس تشریف لا کر رُک گئے۔

”ازیں جہت حضرت را صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حیا دست داد چند قدم باز پس گشت و گوند از ممرایں سخن

بمرتبہ متاثر گشت کہ تازیانہ در دست داشت بیضتا دوردا

از دوش مبارکش بر زمین آسید۔

﴿معارج النبوت ج ۲ ص ۱۳۷﴾

بہر حال آپ چند قدم واپس تشریف لا کر رُک گئے تو آپ کی طرف

سے اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ اے دشمنانِ خدا ہم تمہارے اس قلعہ کا محاصرہ اس وقت تک نہیں توڑیں گے جب تک کہ تم لوگ بھوک سے تڑپ تڑپ کر نہ مر جاؤ اور تم اُس مکار لومڑی کی طرح رہو گے جو سُوراخ سے سر باہر نہ نکال سکے۔

اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ فقال لهم يا
اعداء الله لا تبرحوا من حصنكم حتى
تموتوا جوعا انما انتم بمنزلة ثعلب في الجحر .

یہودیوں نے اس کے بعد کافی کوشش کی کہ کسی طرح اپنی شاطرانہ اور مکارانہ گفتگو سے کام چلا لیں مگر خدا تعالیٰ کا وعدہ پورا ہونے والا تھا اور حضور رحمت للعالمین فرمانِ خداوندی کی تعمیل کرتے ہوئے انہیں بہر صورت واصلِ جہنم کر دینا چاہتے تھے چنانچہ اُن کی بستی کو چاروں طرف سے محاصرہ میں لے لیا گیا۔

یہودیوں کی گرفتاری

جب یہودیوں کا محاصرہ کئے بقول بعض بیس یا پچیس روز اور صحیح روایت کے مطابق پندرہ شب و روز گزر گئے اور اس عرصہ میں رُسد و ملک کسی صورت بھی اُن تک نہ پہنچ سکی تو انہوں نے تن بہ تقدیر اپنے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیصلہ طلب کیا آپ نے فرمایا تم خود ہی کوئی ثالث مقرر کر لو چنانچہ انہوں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ثالث بنانے کی درخواست

پیش کی جسے قبول فرماتے ہوئے آپ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ سے طلب فرمایا اور تمام صورتِ حال سے آگاہ فرمادیا۔

سعد بن معاذ نے عرض کیا کہ ان یہودیوں کے مردوں کو قتل کر دیں اور ان کی عورتوں اور بچوں کو چھوڑ دیں حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا سعد کا فیصلہ وہی ہے جو خدا تعالیٰ نے آسمانوں پر فرمایا ہے۔

﴿طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۲۱۲﴾

چنانچہ تمام یہودی باہر نکل آئے اور ان میں سے مردوں کے ہاتھ باندھ دیئے گئے اور مدینہ منورہ میں لا کر حضرت اسامہ بن زید کی سرائے میں محصور کر دیا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو رملہ بنتِ حارث کے گھر میں جمع کر دیا گیا اور انہیں کھانے کے لئے کھجوریں وغیرہ بھی دی گئیں۔

یہودیوں کی موت

بعد ازاں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نالہ نما خندق کھودنے کا حکم فرمایا خندق تیار ہو گئی تو آپ نے حضرت مولائے کائنات امیر المومنین امام الاولیاء شیر خدا سیدنا علی المرتضیٰ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو ارشاد فرمایا کہ اپنی تلواریں بے نیام کر لو اور جیسے جیسے تمہارے پاس ان یہودیوں کو لایا جائے ان کی گردنیں کاٹ کاٹ کر اس نالے میں پھینکتے جاؤ۔

بعد ازاں حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ تادر

رجال بنی قریظہ را دست ہائے بستہ بمدینہ بردند و در
 سرائے اسامہ بن زید محبوس گردانیدند کو دکان ایشان را
 در خانہ رملہ بنت حارث کی ضیعفہ بود از بنی النجار و
 مضبوط ساختند و چند خردار خرمایہ را بدہان می خوردند و در
 شب آں روز کہ براہ عدم می خواستند رفت تا صبح بہ
 درس توریت اشغال می نمودند یک دیگر را بیات
 وصیت می کردند و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمان
 داد کہ در موضع مناسب خندق بکنند و فوج را از خانہ
 اسامہ بیرون می آوردند علی وزیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 بفرمودہ آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ تیغ ہا کشیدہ
 گردن ہائے ایشان را می زدند و خون ہائے ایشان
 را خندق رواں می ساختند۔

چنانچہ ان کمینہ خصلت اور شرانگیز یہودیوں کی ایک ایک جماعت کو
 حضرت اسامہ بن زید کے گھر سے لایا جاتا اور شیر خدا سیدنا حضرت حیدر کرار
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا جاتا۔

چنانچہ یہ سلسلہ سارا دن جاری رہا اور یہودی قتل ہو ہو کر واصل جہنم
 ہوتے گئے حتیٰ کہ خندق نما نالہ ان کے ناپاک خون سے نہر کی طرح بہنے لگا۔
 رات کا اندھیرا پھیلنے لگا تو مشعلیں روشن کر دی گئیں اور سیف

حیدری نے پھر اپنا فریضہ ادا کرنا شروع کر دیا۔

شیطان بدکردار زیر ذوالفقار

جیسا کہ پہلے بھی بتایا جا چکا ہے کہ بنو نضیر کے یہودیوں کا شیطان صفت سردار حُتّی بن اخطب انتہائی شاطر اور چالاک ہونے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے زیادہ اور بدترین دشمن تھا بنو نضیر کی بستی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پتھر گرانے کا مشورہ بھی اسی شیطان نے دیا تھا اور پھر جب بنو نضیر کے لوگوں کو شہر بدر کر دیا گیا تو اُس نے بنو قریظہ کے پاس پناہ لے لی اور یہیں سے مکہ معظمہ میں جا کر ابوسفیان کو مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا مشورہ دیا اور بنو قریظہ والوں کی اس جنگ میں پوری پوری معاونت کا یقین دلایا حالانکہ بنو قریظہ والوں کو اس کا مشورہ مان کر ابوسفیان وغیرہ کا ساتھ دینے اور مسلمانوں سے بد عہدی کرنے کا صلہ دینا پڑ رہا تھا بہر حال دوسرے لوگوں کے ساتھ یہ بھی گرفتار ہو کر آیا تھا اور اب ذوالفقار حیدری کی زد میں آ کر اپنے انجام کو پہنچتے وقت حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں ملتمس ہوا کہ میری ایک آخری آرزو ہے کہ مجھے برہنہ نہ کیا جائے۔

جناب شیر خُدا نے فرمایا ہم تمہاری اس استدعا کو قبول کرتے ہیں کیونکہ یہ بات تمہارے قتل کرنے کے معاملہ میں انتہائی معمولی اور خفیف ہے

لہذا سر کٹوانے کی تیاری کرو۔

تو ذوالفقار حیدری یوں مستحمانہ انداز میں اس پر بجلی بن کر گری جیسے
عقاب اپنے شکار پر جھپٹتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بدترین
اور شدید جانی دشمن بھی جناب شیر خدا علی علیہ السلام کے ہاتھوں ہی واصل
جہنم ہو کر اسفل السافلین میں جا پہنچا۔

گویند کہ چوں حیدرِ کرار برائے قتلِ حُجی بن
اخطب ذوالفقار کشید حُجی گفت التماس من آل است
کہ جامہ از من بیرون نہ کنی علی رضی اللہ عنہ فرمود کہ معنی
نزد من از آسان است از کشتن یعنی گردن زدنی بعد
ازاں حُجی گردن بر کشید تا امیر کرم اللہ وجہہ تیغ تیز
بروئے حکم ساخت و باسفل السافلین فرستاد۔

﴿مدارج النبوت ج ۲ ص ۱۸۰﴾

مقتولوں کی تعداد

معارج النبوت ”میں آتا ہے کہ قتل ہونے والوں کی تعداد میں
سیرت نگاروں کا اختلاف ہے۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ ان کی تعداد چار سو تھی بعض میں ہے کہ
چھ سو تھی اور بعض میں ان کی تعداد نو سو لکھی ہے۔

ایشاں چار صد نفر بودند و گوئند کہ شش صد نفر
 بودند و گروہے گوئند کہ نہ صد بودند ﴿واللہ اعلم﴾
 و آن روز تا شب علی کرم اللہ وجہہ و زبیر رضی
 اللہ عنہ بقتل بنی قریضہ مشغول بودند چوں شد بقیہ
 ایشاں اور روشنائی مشعل کشتند و می گویند مجموعہ شاں
 چہار صد نفر بودند و فرقہ سے صد گفتند و جمعے گویند ہفت
 صد بودند۔

﴿مدارج النبوت ج ۲ ص ۱۸۰﴾

﴿معارج النبوت ج ۲ ص ۱۴۰﴾

دیگر متعدد کتب میں بھی اس تعداد میں
 اختلاف موجود ہے تاہم صحت کہ قریب بنو روايت
 ہے وہ یہ ہے کہ ان جہنم رسید ہونیوالوں کی تعداد سات
 سو یا سات سو پچاس تھی ﴿واللہ اعلم﴾

غزوہ بنو قریضہ میں قید ہونیوالے یہودیوں کے سات سو پچاس
 آدمی قتل کئے گئے۔

﴿التبنيہ والاشراف مسعودی ص ۷۱﴾

قارئین اندازہ فرمائیں کہ ایک یا دو آدمیوں کا مسلسل ایک ہی دن
 میں سات سو آدمیوں کو گاجر مولیٰ کی طرح کاٹ کاٹ کر پھینکتے رہنا معمولی

بات نہیں مسلسل اتنی ضربات لگاتے رہنا اسی قوت یدِ الہی کا کام ہے جسے
لافتی کہا گیا ہو اور اس قدر تیزی سے وہی تلوار کاٹ سکتی ہے جس کا نام
ذوالفقار ہو۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر مناسب خیال فرماتے
تو مزید بھی سینکڑوں صحابہ رضی اللہ عنہم کو مامور فرما سکتے تھے جو سب مل کر ایک
ہی وقت میں ان غیر مسلح اور جکڑے ہوئے ملعونوں کو تہ تیغ کر دیتے مگر
مشیتِ تو لوگوں کی قوتِ حیدری کا مشاہدہ کرنا چاہتی تھی اور بتانا چاہتی تھی۔

شہداءِ مرداں شیرِ یزداں قوتِ پروردگار
لافتیٰ الا علی لاسیف الا ذوالفقار

فدک کیسے فتح ہوا؟

اسی سال حضور سید المرسلین امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیر
جرار حیدر کرار اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبیلہ سعد
بن بکر کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا اور آپ کے زیرِ قیادت صرف ایک صد
افراد پر مشتمل سپاہِ اسلام کو بھیجا اور اس حملہ کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ
حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سماعتِ ہمایوں تک یہ اطلاع پہنچی
کہ یہود ان قبیلہ سعد بن بکر لشکر جمع کر رہے ہیں اور ان کا ارادہ یہ ہے کہ خیبر
کہ یہودیوں سے امداد حاصل کر کے متفقہ طور پر اکٹھے ہو کر مدینہ منورہ زاد

اللہ شرفہا پر حملہ آور ہوں چنانچہ یہودیوں کی ان تخریب کاریوں کا قلع قمع کرنے کے لئے لشکر کش و صفدر کش تاجدارِ اہلِ اُتی شیرِ خدا غالب علی کلن غالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مختصر کرارِ فتح نشانِ لشکر کو لے کر یہودیوں کے پورے قبیلہ کے ساتھ ٹکرائے کے لئے تشریف لے گئے۔

چنانچہ آپ دن کا وقت کہیں گزارتے اور رات کے وقت سفر شروع فرمادیتے اور یوں ہی قطع مسافت کرتے ہوتے بھیج نامی ایک قصبہ میں پہنچ گئے وہاں آپ نے ایک مشرک کو دیکھا اور پکڑ کر اس سے مخالفین کے بارے میں پوچھ گچھ کی۔

اس شخص نے بتایا کہ میں آپ کو یہودیوں کے لشکر کے سروں پر لے جاسکتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ آپ مجھے امان دینے کا وعدہ فرمائیں۔

جناب شیرِ خدا حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو امان عطا فرمادی چنانچہ وہ شخص جناب شیرِ خدا اور آپ کے ساتھیوں کو اس مقام پر لے گیا۔

اس پر اہلِ یہود اپنی افواج جمع کر رہے تھے اور حملہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔

امیر المؤمنین امام الشجعین نے اپنے چھوٹے سے جیشِ اسلامی کے ساتھ جاتے ہی ان پر اس قدر شدید حملہ کیا کہ انہیں سر پیر کا بھی ہوش نہ رہا ذوالفقارِ حیدری نے چند ہی لمحوں میں جنگ کو فیصلہ کن مرحلہ میں داخل کر دیا اور بنو سعد بن بکر کو ذلت آمیز شکست سے ہمکنار کرنے کے بعد مالِ غنیمت

میں پانچ سوانٹ اور دو ہزار بکریاں لے کر فاتحانہ انداز میں واپس تشریف لے آئے۔

عاشقِ مصطفیٰ جناب علی المرتضیٰ سلام اللہ علیہ نے ان اونٹوں میں سے چند بہترین اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے پہلے ہی الگ کر لئے اور پھر خمس علیحدہ کر کے باقی ماندہ کو ان تمام ساتھیوں میں برابر تقسیم کر دیا جنہوں نے آپ کے ساتھ اس جنگ میں حصہ لیا تھا۔

ہمہ ریں سال علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ
 با صد کس بقیلہء سعد بن بکر بجائب فدک فرستادو
 سبب آنکہ بسمع ہمایوں رسید کہ ایشان در جمع کردن لشکر
 اندو داعیہ در اند کہ اعدایہود خیبر نمایند تا با اتفاق مدینہ
 متوجہ شوند و آل لشکر کش صفدر کش با عسا کر نصرت شعار
 شب قطع مسافت می نمود و در روز مختفی می بود تا بموضع بھیج
 رسیدند در آن جا مشرکے دیندند و ازوے احوال
 منافقاں پرسیدند؟ آں شخص گفت من شمارا بر سر ایشان
 می برم بشرطیکہ در امان باشم

ملتس او مبذول افتادہ بخمرے مسلماناں را بر سر
 ایشان برد بنو سعید ہزیمت غنیمت شمرده پانچصد شتر و

دو ہزار گوسفند ایشاں بدست مسلماناں افتاد علی ابن ابی
طالب کرم اللہ وجہہ چند شتر خوب جہت آں حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از میان شتراں اختیار فرمود خمس
بیرون کرد و باقی را بر ہل آں سیر قسمت کرد و در زماں
صحت و سلامت از اں سفر بحدینہ مراجعت نمود۔

﴿معارج النبوت ج ۲ ص ۱۲۵﴾ ﴿مدارج النبوت ج ۲ ص ۱۹۲﴾

﴿تاریخ خمیس ج ۲ ص ۱۲﴾

بَابُ

مَنْزُومَةُ حَدِيثِيَّةٍ

دور

حَيْدَرِ كَرَارِ الْعَلِيَّةِ

غزوہٴ حدیبیہ

پس منظر

اگرچہ اس غزوہ مبارکہ میں اہل اسلام کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے جنگ و جدال سے قطعی طور پر محفوظ رکھا تاہم بغیر لڑائی کے بھی یہ غزوہ فتح مکہ کا مقدمہ ثابت ہوا اور اس میں جرأتِ حیدری کے کچھ مناظر بھی سامنے آتے ہیں۔

حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرہ کی نیت کر کے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تھے اور آپ کا کفار سے لڑائی وغیرہ کرنے کا ارادہ بھی نہیں تھا تاہم کفارِ مکہ کی طرف سے یہ خدشہ بہر صورت موجود تھا کہ وہ کسی بھی وقت آمادہٴ پیکار ہو سکتے ہیں حالانکہ آپ نے سوائے ان تلواروں کے جو چمڑے کے نیاموں میں بند تھیں اور کسی قسم کا اسلحہ اپنے ساتھ نہیں لیا تھا۔

روانگی بسوئے مکہ معظمہ

بہر حال حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ میں جانشین مقرر فرما کر ذیقعد ۶ھ بروز دوشنبہ اپنی سواری مبارکہ قصویٰ نامی ناقہ پر سوار ہوئے اور صحابہ کرام کو ساتھ لے کر مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہو گئے اور منزل بمنزل چلتے ہوئے مکہ معظمہ زاد اللہ شرفہا سے نو میل ادھر کی طرف مقام حدیبیہ پر فروکش ہو گئے اور شیر

جرار امیر المؤمنین فاروق اعظم عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ مکہ معظمہ میں جا کر کفار مکہ کو بتادو کہ ہم جنگ کرنے کی غرض سے نہیں بلکہ عمرہ کی غرض سے مکہ معظمہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔

سفیر کون بنے ؟

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم نے معذرت طلب کرتے ہوئے عرض کیا کہ مکہ معظمہ میں میرے قبیلہ کے لوگ قلیل تعداد میں ہیں اس لئے ممکن ہے میں وہاں قتل کر دیا جاؤں لہذا آپ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کام پر مامور فرمائیں کیونکہ ان کے قبیلہ کے لوگ وہاں کثرت سے موجود ہیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

بیعت رضوان

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفار مکہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام پہنچایا تو وہ لوگ مشوروں میں مصروف ہو گئے بالآخر انہوں نے سہیل بن عمرو کو نمائندہ بنا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھیج دیا۔ ادھر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلد واپسی نہ ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو جمع فرما کر میدان سے فرار نہ ہونے کی بیعت لی جسے ”بیعت الرضوان“ کہا جاتا ہے اور فرمایا کہ اگر خدا نخواستہ کفار مکہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ زیادتی کی تو

اس کا پورا پورا انتقام لیا جائے گا۔

اس بیعت کے تھوڑے عرصے کے بعد ہی امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حق سفارت ادا فرما کر مبع کافروں کے سفیر سہیل بن عمرو کے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے

علی گر دنیوں اڑانے والا ہے

سہیل بن عمرو جو کفار مکہ کا سفیر بن کر آیا تھا اس کا بیٹا اسلام قبول کر چکا تھا بیٹے کو دیکھ کر اسکے خون میں جذبہ پداری نے جوش مارا اور بالآخر طوعاً و کرہاً حضور سرور کائنات نے اس کے بیٹے کو اس کے ساتھ جانے کی بھی اجازت دے دی تاہم اس واقعہ کی مختلف روایات میں سے ایک روایت یہ بھی ہے جو ترجمے کی صورت میں ہدیہ قارئین ہے۔

امیر المومنین امام المؤمنین الشیخ الناس سیدنا و مرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خود روایت فرماتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے روز سہیل بن عمرو چند آدمیوں کے ساتھ جب کفار مکہ کا سفیر بن کر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو کہنے لگا اے محمد آپ ہمارے بیٹے ہمارے بھائی ہمارے غلام اور ہمارا مال لے کر ہمارے پاس آ گئے ہیں لہذا یہ سب کچھ ہمیں واپس کر دیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا !

اے گروہ قریش تمہیں اب ان حرکات سے باز آ جانا چاہیے ورنہ میں تمہاری طرف ایک ایسے شخص کو بھیجوں گا جو دین کی خاطر تمہاری گردنیں اُڑا دے گا اور اس معاملہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُس کے دل کے ساتھ ایمان کا امتحان لے لیا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا وہ شخص کون ہے تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص نعلین مرمت کر رہا ہے اور اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی نعلین اقدس جناب علی علیہ السلام کو درست کرنے کے لئے عطا فرما رکھی تھی۔

ہینا بیع المودۃ ص ۲۰۹

حدیث ”خاصف النعل“، یعنی نعلین مبارک کو سینے کی روایت دیگر بھی متعدد مقامات میں آتی ہے اور ایسا ہونا قطعی طور پر خلاف واقعہ نہیں بلکہ قرین قیاس ہے کیونکہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی اکثر امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعلین مقدس کی مرمت فرمایا کرتے تھے۔

بہر حال غزوہ حدیبیہ درحقیقت صلح حدیبیہ ہی کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ صلح نامہ ہی فتح مکہ کا مقدمہ قرار پانا تھا اس لئے بجائے جنگ و جدل کے صلح کی باتیں ہونے لگیں اور بالآخر جانبین نے صلح کی جن شرائط کو حتمی صورت میں قبول کر لیا انہیں دستاویز کی صورت دینے کے لئے تیاری ہونے لگی،

صلح نامہ کی ابتداء

چنانچہ کتب سیر میں آتا ہے کہ صلح کی شرائط طے ہونے کے بعد کاغذ قلم دوات وغیرہ منگوا لئے گئے اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اوس بن خولی انصاری کو طلب فرمایا تا کہ وہ صلح نامہ تحریر کریں اور اوس بن خولی کا انتخاب حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لئے فرمایا تھا کہ وہ فنِ کتابت میں خاصی مہارت رکھتے تھے مگر اوس بن خولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابت کو نا منظور کرتے ہوئے سہیل نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کام کے لئے اپنے چچا زاد بھائی علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو یا عثمان رضی اللہ عنہ کو مقرر کیجئے۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ سہیل نے یہ بات اس لئے کی تھی کہ معاہدہ تحریر کرنیوالا وہ شخص ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کا آدمی ہوتا کہ نقض عہد کا احتمال باقی نہ رہے۔

ثم دعا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
على ابن ابى طالب كرم الله وجهه اى بعد ان
كان امر اوس بن خولة ان يكتب فقال له سهيل
لا يكتب الا ابن عمك على او عثمان ابن عفان،
فامر عليا كرم الله وجهه فقال. اكتب بسم الله
الرحمن الرحيم فقال سهيل بن عمرو لا اعرف

هذا ای الرحمن الرحیم ولكن اکتب باسمک
اللهم۔

﴿سیرت حلبیہ﴾

”سہیل گفت اے محمد باندہ کہ ایں نامہ پسر عم تو علی بن ابی
طالب نوید و ظاہر ایں بنا بریں خواہد بود کہ الحق واولی
معاملہ مرد از مصالحہ و معاہدہ و نقض آن عصابات اہل اویند“

﴿مدارج النبوت ج ۲ ص ۲۱۲﴾

چنانچہ سہیل کی اس گزارش پر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
حضور ولایت مآب سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو صلح نامہ کی دستاویز لکھنے کا
ارشاد فرمایا۔

چنانچہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے یہ معاہدہ تحریر کرنا

”بعد از تعداد و شروط صلح چون قلم دوات و سایر ادوات کتابت مرتب گشت
حضرت مقدس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوس بن خولی انصاری را طلب داشت
تا بکتابت عہد نامہ قیام نماید سہیل گفت اے محمد ایں کتاب را پسر عم تو علی بن ابی طالب
نوید یا عثمان رضی اللہ عنہما۔ بنا بر التماس سہیل حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی راضی
اللہ عنہ بفرمود بنویس بسم اللہ الرحمن الرحیم سہیل گفت بخدا سوگند ما رحمن رانی
شناسیم کہ چه کس است بنویس بلمک اللهم مسلمانان گفتند کہ باغیر از بسم اللہ الرحمن الرحیم
فارسی متن جاری ہے.....

شروع کیا تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا
یا علی لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم حضرت علی علیہ السلام جب بسم اللہ
الرحمن الرحیم لکھنے لگے تو کافروں کے سفیر سہیل نے کہا کہ میں نہیں جانتا الرحمن
کون ہے آپ لکھئے ”باسمک اللہم“

سہیل کا ابتداء ہی پر یہ اعتراض سنا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم
اجمعین کہنے لگے کہ ہم بسم اللہ کے علاوہ کوئی دوسری بات نہیں لکھیں گے۔

مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”یا علی
باسمک اللہم“ ہی لکھ دیجئے۔ چنانچہ امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ
الکریم نے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل کرتے
ہوئے بجائے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے معاہدہ کی تحریر کی ابتداء باسمک
اللہم سے ہی فرمادی۔

چیزے دیگر فی نویم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود اے علی بنو یس باسمک اللہم
امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فرمود حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمل فرمود
بعد از فرمود بنو یس ہذا ما قنعی علیہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی رضی اللہ عنہ آں
را بنوشت سہیل گفت ! ما بر رسالت تو اعتراف نہ داریم اگر می دانستیم کہ رسول خدا کی از
دیوار خوانہ اُو کے منع می کردیم ؟ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ اے علی ! لفظ
رسول را حک ساز و بجائے..... فارسی متن جاری ہے

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سہیل کا یہ خواہ مخواہ مناقشہ تھا اس لئے کہ ان دونوں جملہ کا مضمون ایک ہی جیسا ہے اور کفار کے اس مطالبہ میں دین کے لئے فسادِ نبیت موجود نہیں تھی اور یہ مفسدہ اُسوقت ہوتا اگر وہ لوگ یوں کہتے کہ ہم بتوں اور طاغوتوں کے نام سے صلح نامہ لکھنے کی ابتداء کریں گے چنانچہ آپ نے لکھا ہے۔

”داریں مناقشہ سہیل است زیرا کہ مضمون ہر دو کلام یکے است و در آنچه کفار خواستند مفسدہ نیست و آں بریں تقدیر است کہ ابتداء بنام اصنام و طواغیت ایشان می کردند“

﴿مدارج النبوت ج ۲ ص ۲۱۲﴾

علیؑ

بہر حال اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ارشاد فرمایا یا علی لکھئے ہذا ما قضی علیہ محمد رسول اللہ صلی

..... اُمّ محمد بن عبد اللہ ثبت کن و چوں خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امیر راضی اللہ عنہ بحکم لفظ رسول دلالت فرمود،

علی گفت واللہ کہ من وصف رسالت ترا محو گردانیم“
و بروایت سہیل بن عمرو گفت اے علی رسول اللہ را محو کن و گردنہ من ازیں

اللہ علیہ وآلہ وسلم چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمانِ مصطفویٰ کی تعمیل کرتے ہوئے مذکورہ بالا جملہ تحریر فرمادیا۔

حضور کو رسول اللہ نہ ماننا

یہ جملہ لکھا گیا تو سہیل کہنے لگا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ معاہدہ میں اس طرح سے خود ہی خود کو محمد رسول اللہ لکھوائیں جبکہ ہم آپ کی رسالت کو تسلیم ہی نہیں کرتے اگر ہم لوگ آپ کو اللہ کے رسول تسلیم کر لیں تو پھر جھگڑا کس بات کا ہے اور اگر ہم جان لیتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو اللہ کے گھر میں داخل ہونے سے نہ روکتے۔

سید کائنات فرمود من رسول اللہ و رسول اللہ و محمد بن عبد اللہ و محمد

کن لفظ رسول اللہ را و بنو لیس بجائے آل ابن عبد اللہ علی

مرتضیٰ فرمود منی نو یسم من ہرگز و صفی رسالت محمدنازم۔

﴿مدارج النبوت مسلسل﴾

..... مصالحوہ بیزارام امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ را از دست بینداخت و بعد ازاں دست بشمشیر بردتا مشرکان را این حکم معزول کند حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود بگذراے علی ! امیرؑ گفت یا رسول اللہ مرا مرعات ادب و تعظیم جانب تو مانع می آید کہ من این کلمہ را محو کنم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آل صحیفہ را گرفتہ لفظ رسول اللہ را خود محو کرد۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ارشاد فرمایا یا علی لفظ رسول اللہ کھرج دو اور اس کی بجائے محمد بن عبد اللہ تحریر کر دو کیونکہ ہم اللہ کے رسول بھی ہیں اور ابن عبد اللہ بھی ہیں لہذا محمد رسول اللہ مثلاً کر محمد ابن عبد اللہ تحریر کر دو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا خدا کی قسم میں ہرگز ہرگز آپ کے وصف رسالت کو نہیں مٹاؤں گا۔

ثم قال صلى الله عليه وآله وسلم كتب هذا ما صالح عليه محمد رسول الله سهيل بن عمرو فقال سهيل بن عمرو لو شهدت انك رسول الله لم أقا تلك ولو اصدقك عن البيت ولكن اكتب باسمك واسم ابنيك ارو في لفظ لو اعلم انك رسول الله ما خالفتك واتبعك افتخر عن اسمك واسم ابنيك محمد بن عبد الله فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لعلي كرم الله وجهه امحه وفي لفظ امح رسول الله فقال علي كرم الله وجهه ما انا بالذي امحاه وفي لفظ لا امحوك وفي لفظ والله لا امحوك ابك فقال اربنه فاراه اياه فمحا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم

بيده الشريفة.

﴿گزشتہ سے پیوستہ﴾ درآمدہ است کہ علی صحیفہ
از دست بینداخت و دست بر شمشیر برود ایں متناع علی
از محو لفظ رسول اللہ از باب ترک مثال است کہ مستلزم
ترک اوبست بلکہ عین امتثال و ادب و ناشی از غایت
عشق و محبت است“

پس بستید آل حضرت نامہ را از علی و محو کرد لفظ
رسول اللہ را و نوشت بجائے آل ابن عبد اللہ“

﴿مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۱۲﴾

الادب فوق الامر

ایک روایت میں آتا ہے کہ سہیل بن عمرو نے کہا تھا کہ اے علی
رسول اللہ کا لفظ مٹا دو میں اس قسم کے صلح نامہ سے بیزار ہوں چنانچہ امیر
المومنین امام الاچعین مولائے کائنات سیدنا حبیب اللہ رضی اللہ عنہ نے جب
سہیل کی یہ بات سنی تو دستاویز کو ہاتھ سے چھوڑ دیا اور تلوار کو ہاتھ میں پکڑ لیا
اور حضرت علی کا یہ اقدام یعنی لفظ رسول اللہ کاٹنے سے انکار کرنا نافرمانی اور
ترک ادب کو مستلزم نہیں بلکہ عین تعمیل ارشاد کرنے کے کمال فرمانبرداری اور
محبت پر دلالت کرتا ہے اور آپ کا یوں تلوار لے کر اٹھنا حضور رسالت مآب
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ انتہائی عشق و محبت کی کامل ترین دلیل ہے چنانچہ
شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر فرماتے ہیں۔

کس نے بدلا ؟

چنانچہ حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دستاویز کو اپنے مبارکہ ہاتھوں میں لے کر خود اپنے ہاتھ سے رسول اللہ کے لفظ کاٹ کر ابن عبد اللہ لکھا یعنی محمد رسول اللہ کی بجائے محمد ابن عبد اللہ کے نام سے تحریر کا دوبارہ آغاز کر دیا گیا۔

علی کو امیر المومنین نہ ماننا

بہر حال جناب مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملہ میں الأ مرفوق الادب پر الادب فوق الامر کو ترجیح دیتے ہوئے لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کاٹنے سے صاف انکار کر دیا جب صلح نامہ کی تحریر مکمل ہو گئی اور اُس پر گواہوں کے دستخط ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین قاسم الغفر المحجلین امام المسلمین سید الاولیاء و الاصفیاء سیدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی طرف رخ انور کر کے ارشاد فرمایا۔

پیشگوئی

یاعلیٰ! جس طرح تم نے میرے نام سے ملحقہ لفظ رسول اللہ مٹانے سے انکار کر دیا ہے اور یہ کام ہمیں خود کرنا پڑا ہے ایک وقت آنے والا ہے کہ تمہارے نام کے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آئے گا۔

چنانچہ آئمہ سیرت کے مطابق رسولِ غیب دان سید المرسلین امام
الانبياء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ پیشگوئی مبارکہ اس وقت پوری ہوئی جب
جنگ صفین کے وقت امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور امیر
معاویہ کے درمیان صلح نامہ لکھا جانے لگا تو پہلے یہ تحریر کیا کہ یہ امیر المومنین علی
کرم اللہ وجہہ الکریم اور معاویہ کے مابین صلح نامہ ہے تو معاویہ نے کہا کہ علی
کے نام سے پہلے امیر المومنین کا لفظ کاٹ دیا جائے اور علی بن ابی طالب لکھا
جائے کیونکہ اگر میں انہیں امیر المومنین جانتا ہوتا تو ان سے ہرگز مقاتلہ نہ
کرتا بلکہ ان سچی تابعداری کرتا۔

فجعل علی یسلکا ویابی ان یکتب الا محمد
رسول اللہ فقال له صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اكتب فان لك مثلها وهو اشارة منه صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم لما سيقع بين علي و معاوية
رضی اللہ تعالیٰ عنہما فانہما فی حرب صفین
فلما كتب الكاتب فی الصلح هذا ما صالح علیہ
امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ
و معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما وارسل
معاویہ یقول لعمر ولا تكتب ان علیا امیر
المومنین لو کنت اعلم انه امیر المومنین ما
قاتلته فبنسق لیرجل انا ان اقررت انه امیر

المومنین اقاتله ولكن اكتب على بن ابي طالب
واصح امير المومنين فلما سمع على كرم الله
وجهه ذالك وامره لمجوها وقال امجها تذکر
قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم له فی
الحدیث ما تقدم ومن ثم قال اللہ اکبر مثل بمثل.

﴿سیرت حلبیہ جلد ۲ مطبوعہ مصر صفحہ ۴۰۸﴾

آں حضرت فرمود کہ اے علی ترا ہم در وقتے ایں چنیں
پیش خواہد آمد و میگویند کہ چوں در قضیہ صفین بر صلح
قرار یافت در صلحنامہ نوشتند کہ ایں حکایت مصالحہ امیر
المومنین است با معاویہ بن ابوسفیان معاویہ گفت کہ
لفظ امیر المومنین محو بسازند و بنویسد علی بن ابی طالب
اگر من اور امیر المومنین دانم با او مقاتلہ نکنم و مطاوعت
و متابعت اونما نم پس علی گفت صدق رسول اللہ ہم
چناں کہ معاویہ می گویند بنویسند،

﴿مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۱۲-۲۱۳﴾

آپ نے سچ فرمایا ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے معاویہ کے الفاظ سنے تو فرمایا
یا رسول اللہ آپ نے سچ فرمایا ہے اور بعد ازاں کاتب کو فرمایا کہ جس طرح

معاویہ کہتا ہے اسی طرح کر دو۔

وچوں از تحریر صلح نامہ فارغ شد حضرت رسالت صلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم روئے بجانب علی آوردہ و فرمودہ کہ یا
 علی ترا مثل ایں واقعہ روئے خواہد نمود و شمعہ ایں واقعہ
 آں کہ در لشکر صفین کہ میان امیر المومنین علی رضی اللہ
 عنہ کتابت مصالحہ امیر المومنین علی است رضی اللہ عنہ
 معاویہ گفت لفظ امیر المومنین محوساز و بنویس کہ ابن ابی
 طالب من اگر می دانستم علی امیر المومنین است باوے
 مقاتلہ نمی کردم و متابعت او می نمودم امیر المومنین علی
 گفت رضی اللہ عنہ کہ صدقت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم بعد ازاں کاتب را گفت کہ بنچنانکہ معاویہ می
 گوید بنویس

﴿معارج النبوت ج ۲ ص ۱۵۵﴾

یہ واقعہ

صلح نامہ حدیبیہ کو تحریر کرتے وقت محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک
 صفت مبارکہ کو ملحوظ کرنے کے معاملہ میں غیرت حیدر گزار کا یہ واقعہ اور حضور علیہ
 الصلوٰۃ والسلام کا ایسے ہی واقعہ سے دوچار ہونے کی حضرت علی کے لئے پیش
 گوئی فرمانا دیگر بھی متعدد کتب حدیث و سیر میں موجود ہے جن کا تذکرہ ہم

علی اور محبت رسول کے باب میں تفصیل کے ساتھ کریں گے۔

جناب حیدر کرار علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے متعلق غزوہ حدیبیہ صلح حدیبیہ کے چند واقعات پیش کرنے کے بعد اب ہم قارئین کو پھر زور ید اللہ اور قوتِ حیدری کے چند ایک تابناک مناظر کا عکس جمیل دکھانے کے لئے غزوہ خیبر اور حیدر کرار کا باب شروع کرتے ہیں۔

بَابُ

عَزْوَةُ حَسْبِ

أَوْ

حَسْبِ كَرَارِ السَّيِّدَةِ

خیبر کہاں ہے ؟

یہودیوں کی زبان میں خیبر قلعہ کو کہتے ہیں اور متعدد قلعوں پر مشتمل آبادیوں کو خیابہ کہتے ہیں۔

متذکرہ قلعہ خیبر بہت بڑا شہر ہونے کے ساتھ زراعت کے لئے کافی زرخیز علاقہ ہے اور وہاں پر کثرت سے نخلستان موجود ہیں۔

علامہ بُہان الدین حلبی لکھتے ہیں کہ خیبر اور مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہا کے درمیان آٹھ منزلیں ہیں جیسا کہ اپنی سیرت کی کتاب میں دمیاطی نے نقل کیا ہے اور ان آٹھ منزلوں کی مسافت اس طرح ہے کہ ہر منزل چار فراسخ کے فاصلہ پر واقع ہے اور ہر فراسخ تین میلوں کے برابر ہوتا ہے گویا ہر منزل بارہ میل کی مسافت کے مطابق ہے اور اس طرح خیبر کا قلعہ مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہا و تعظیماً و تکریماً سے چھیانوے میل کے فاصلہ پر بنتا ہے ”اور یہی درست ہے“

الخیبر بلسان الیہود الحصن و من ثم قبل لها

خیابہ لا شتھا لها علی الحصون و ہی مدینہ

کبیرۃ ذات حصون و مزارع و نخل کثیرۃ بینہا

و بین المدینة الشریفة ثمانیة برد کما فی سیرة
الحافظ دمیاطی و معلوم أن البرید اربعة
فراسخ و کل فرسخ ثلاثة امیال.

﴿سیرت حلبیہ جلد دوم صفحہ ۷۲۶﴾

غزوہ خیبر کا پس منظر

غزوہ خیبر کے پس منظر کا نز کہ یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے پندرہ
روز بعد حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں کی سرکوبی کے
لئے ایک ہزار چار جانباز مجاہدین اسلام کا لشکر ترتیب دیا تا کہ اہل اسلام
یہودیوں کی نت نئی تخریب کاریوں اور ریشہ دوانیوں سے محفوظ رہ سکیں۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر مدینہ منورہ زاد
اللہ شرفہا سے جن شرانگیز منافقین کو نکال دیا گیا تھا وہ لوگ یہودیوں کی بستیوں
میں پہنچ کر سازشوں کے جال تیار کرتے اور مدینہ منورہ میں رہنے والے باقی
ماندہ منافقین کو اپنے ناپاک عزائم میں شامل کر کے ہر وہ حربہ استعمال کرنے کی
کوشش میں مصروف رہتے جس سے شمع اسلام ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گل ہو کر
رہ جائے۔ ﴿معاذ اللہ﴾

لیکن خداوند قدوس جلّ و علانے تو اپنے نور کو پورا فرمانے کا ارشاد
فرما رکھا تھا پھر اُن لوگوں کو اپنے مذموم ارادوں میں کس طرح کامیابی ہو سکتی
تھی اُن کی ہر سازش کو نگاہ رسالت اور بصیرت نبوت پہلے ہی بھانپ لیتی اور

وہ ہر بار منہ کی کھا کر رہ جاتے تاہم یہ ضرور ہو گیا تھا کہ تبلیغ اسلام کا فریضہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو یہودیوں کے شر و فساد اور شیطانی چالوں سے محفوظ کیا جانا انہی حالات کے پیش نظر دنیا کے سب سے بڑے سپہ سالار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ہی قیادت میں چودہ سو افراد پر مشتمل جیش اسلامی کو لے کر ۷ھ محرم الحرام کی آخری تاریخوں میں مدینہ منورہ سے عازم خیبر ہو گئے۔“

یہودیوں کی ان بستیوں میں سے آٹھ بستیاں مضبوط بستیاں مضبوط قلعوں کی صورت میں موجود تھیں اور ان آٹھ قلعوں کے نام بالاتفاق یہ ذکر کئے گئے ہیں ﴿۱﴾ کسیہ ﴿۲﴾ ناعم ﴿۳﴾ صعب ﴿۴﴾ بطاۃ ﴿۵﴾ شق ﴿۶﴾ اسطیح ﴿۷﴾ سالم ﴿۸﴾ قموص، اگرچہ یہ آٹھوں قلعے ہی یہودیوں کی رہائش گاہوں کے ساتھ ساتھ ان کی عسکری قوت کے بھی عظیم مراکز تھے مگر قلعہ نمبر آٹھ جس کا نام قموص یا غموص ہے نہایت پائیدار اور مضبوط ترین قلعہ متصور کیا جاتا تھا یہی وجہ تھی کہ یہود کے اکثر بڑے بڑے گروہ اسی قلعہ میں رہائش پذیر تھے تاکہ ہر قسم کے حالات میں ان کے جان و مال کا تحفظ ہو سکے۔

تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جاں نثاروں کے ساتھ چند ہی دنوں میں مذکورہ بالا پہلے سات قلعوں میں سے کچھ کو فتح کرنے کے بعد قلعہ قموص کی طرف تشریف لے گئے۔

محاصرہ

سپہ سالار اعظم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قلع کی مضبوطی کا اندازہ فرماتے ہوئے محاصرہ کر لینے کا ارشاد فرمایا چنانچہ لشکر اسلام نے یہودیوں کو باہر سے آنے والی کسی بھی قسم کی کمک یا امداد کی تمام راہیں مسدود کر دیں۔

چونکہ مدینہ منورہ کے یہودی منافقین کے زعمانے اہل خیبر کو جیش اسلامی کی تیاریوں کی پہلے ہی سے اطلاع رکھی تھی اس لئے سامان خورد و نوش کا وافر ذخیرہ اُن کے پاس موجود تھا بایں ہمہ قلعہ بند ہو کر رہ جانا اُن کے لئے متعدد پریشانیوں کا باعث بنا۔

مقابلہ

یہ طویل محاصرہ تقریباً ایک ماہ تک جاری رہا ایک روز اہل خیبر کا سب سے بڑا بہادر پہلوان مرحب محاصرے کی ٹنگی کو محسوس کرتے ہوئے قلعہ سے باہر آیا اور کھلے میدان میں گھوڑے کو دوڑاتا ہوا ”هل من مبارز“ کے نعرے لگانے لگا۔

اُس کے مقابلہ کے لئے ایک صحابی رسول تشریف لے گئے مقابلہ شروع ہوا تو انہوں نے پوری قوت سے مرحب پر تلوار چلائی مگر تلوار بجائے مرحب کو کسی قسم کا کوئی گزند پہنچانے کے ان کی اپنی ہی پنڈلی میں پیوست ہو

گئی چنانچہ زخمی حالت میں دیکھ کر مرحب نے تلوار کے پے در پے وار کر کے انہیں شہید کر دیا۔

تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جاں باز کے اس کر بٹاک قتل کا شدید صدمہ ہوا چنانچہ آپ نے دوسرے دن باقاعدہ طور پر جنگ کے آغاز کا پروگرام مرتب فرمایا۔

صبح ہوئی تو آپ نے جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پرچم اسلام عطا فرمایا اور آپ کی معیت میں جیشِ اسلامی کو روانہ فرمادیا لشکر کو میدان میں آتے دیکھ کر یہودیوں کا لشکر ٹڈی دل کی طرح قلعہ قوص سے باہر آنا شروع ہو گیا اور پھر پورا دن جنگ جاری رہی بالآخر ہار جیت کا فیصلہ کئے بغیر جیشِ اسلامی اپنے مستقر پر واپس آ گیا اور یہودی اپنے قلعہ میں داخل ہو گئے۔

حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرے روز لشکرِ اسلام کی قیادت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تفویض فرمائی اور ان کے ہاتھوں میں پرچم اسلام دے کر یہودیوں سے مقابلہ کے لئے روانہ فرمادیا چنانچہ پہلے روز ہی کی طرح سخت مقابلہ ہوا مگر فتح اور شکست کا فیصلہ پھر بھی نہ ہوسکا اور سر شام جناب فاروق اعظم بھی لشکرِ اسلام کو بے نیل و مرام واپس لے آئے۔

ایک روایت کے مطابق تیسرے روز حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے انصار کے ایک شخص کو اسلامی پرچم عطا فرما کر میدان میں بھیجا مگر وہ بھی خیبر کو فتح کئے بغیر ہی غروب آفتاب کے ساتھ لشکر کو لے کر واپس آ گئے

ثم بعث رجلا من الانصار فقتل ورجع ولم
يكن فتح .

﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۴۳۱﴾

بہر حال جب تین روز اسی طرح گزر گئے تو حضور سرور کوئین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ کل ہم اپنا علم اس شخص کو عطا فرمائیں گے جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ خیبر کو فتح فرمائے گا اور وہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں اور وہ شخص میدان سے فرار نہیں ہوگا۔

جب یاد تیری آئی

مدارج النبوت وغیرہ کتب سیر میں آتا ہے کہ ارادۃ الہی ازل ہی

عن سلمه بن اکوع قال بعث رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ابا بكر صديق برأيته الى حصون خيبر فقاتل فرجع ولم يكن فتح وقد جهدت بعث عمر الغد فقاتل فرجع ولم

سے یہ تھا کہ خیبر کو فتح کرنے کا اعزاز خاص بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی دیگر خصوصیات ہی میں شامل ہو۔

چونکہ قلعہ قوص خیبر کے تمام قلعوں سے زیادہ سخت اور مستحکم تھا اس لئے اس کو جناب شیر خدا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں پر فتح کروایا اور اس عظیم فتح کو خیبر کے تمام قلعوں اور تمام شہروں کی اساس بنایا حالانکہ ان میں نطاة اور صعب وغیرہ چند قلعے پہلے فتح ہو چکے تھے لیکن اتمام و اکمال فتح خیبر امیر المؤمنین جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے منسوب ہے۔

و یکن فتح وقد جهد فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الا عطین الراية غدا رجل يحب الله ورسوله يفتح الله يدیه ليس بفارار .

- ﴿خصائص نسائی صفحہ ۵﴾ ﴿بخاری ج ۱ ص ۵۲۵﴾
 ﴿فتح الباری ج ۲ ص ۳۸۶﴾ ﴿تیسیر القاری ج ۲ ص ۲۲۵﴾
 ﴿حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۲﴾ ﴿مدارج النبوة ج ۲ ص ۲۱۲﴾
 ﴿اشرف الموبد ص ۱۱۶﴾ ﴿أسد الغابہ ج ۲ ص ۲۱﴾
 ﴿مواہب الدنیہ ص ۹۸﴾ ﴿نور الابصار ص ۹۰﴾
 ﴿ترمذی ج ۲ ص ۷۲۰﴾ ﴿مُسند احمد ج ۱ ص ۷۸﴾
 ﴿مشکوٰۃ ج ۲ ص ۶۲۱﴾ ﴿اشعة اللمعات﴾ ﴿معارج النبوة ج ۲ ص ۱۷۴﴾
 ﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۷۳۴﴾ ﴿سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۳۹﴾
 ﴿روض الانف ج ۲ ص ۲۳۹﴾

خداوند قدوس جل مجدہ الکریم کی پوشیدہ حکمتوں کو جان لینا نہایت مشکل ہے جمیش اسلامی جب تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیرِ کمان مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہا سے روانہ ہوا تو ایک روایت کے مطابق اُس وقت تاجدارِ بلقی مرثضیٰ مشکل کشا شیرِ خدا حضرت علی علیہ السلام کی چشمانِ مبارک کو تکلیف تھی جس کی وجہ سے آپ لشکر کے ہمراہ روانہ نہ ہو سکے مگر جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت و معیت کا خیال آیا تو پروا نہ شیخ رسالت بے چین ہو گیا اور آنکھوں کی شدید تکلیف کے باوجود آپ نے آغازِ سفر کر دیا اور تیزی سے قطع منازل کرتے ہوئے بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے خیبر کا قلعہ قوص مدینہ منورہ زاد اللہ تشریفاً و تکریماً سے آٹھ منزلوں کے فاصلہ پر واقع ہے۔

یہ اعزاز علی کیلئے تھا

چنانچہ ادھر جنابِ حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکرِ اسلام میں تشریف لے آئے ادھر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمادیا کہ کل پرچمِ اسلام اُس شخص کو عطا فرمایا جائے گا جو خیبر کو فتح کرے گا اور پھر اس کے ساتھ اُس کی یہ نشانی بھی بتادی کہ وہ شخص خدا اور اُس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور خدا اور اس کا رسول اُس سے محبت کرتے ہیں۔

ان عظیم اعزازات کے حصول کی کس مسلمان کو خواہش نہیں تھی ہر

شخص تمارا رکھتا تھا کہ میں ہی خدا و مصطفیٰ کے اس خصوصی الطاف و اکرام کا
مورد بنوں۔ حضور سرورِ کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ اعلان جب جناب حیدر
کبرار علیہ السلام کے گوش گزار کیا گیا تو آپ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض
کیا!

الہی جب تو عطا فرمانا چاہے تو اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جب تو
روک دے تو کوئی دینے والا نہیں۔

”اللہم لا مانع لما اعطیت ولا معطى لما منعت“

﴿معارج النبوة ج ۲ ص ۱۷۳﴾ ﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۷۳۷﴾

﴿مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۱۲﴾

صحابہ کی خواہش

بہر حال تمام اہل لشکر اختتامِ شب کے منتظر تھے اور وہ منظر دیکھنے
کے لئے بے تاب تھے جب حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
اس شخص کو پرچم عطا فرمانا تھا جس کے ہاتھوں پر خیر کو رح ہونا تھا۔

روایات میں آتا ہے کہ وہ شب اہل اسلام نے اس طرح بسر کی کہ
اُن کی آوازیں اس بات پر تبصرہ کرتے ہوئے آپس میں مکرراتی تھیں کہ صبح
میں خوش نصیب کو پرچم مصطفیٰ عطا فرمایا جائے گا۔

عن سهل بن سعد ان رسول الله صلى الله عليه وآله

اور پھر جب صبح کے وقت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ! علی کہاں ہے ؟

وسلم قال يوم خير لا عطین هذه الراية رجلا يفتح الله يديه يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله قال فبات الناس يدوكون ليلتهم ايهم يعطاها، فقال ابن علي ابن ابي طالب؟ فقالوا يا رسول الله يشتكى عينه ! قال فارسلوا اليه ! قال فاتي به، قال ضبصق رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في عينه وه دعاية فبرا حتى كان لم يكن به وجع واعطاه الراية .

﴿حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۲﴾ ﴿مدارج النبیۃ ج ۲ ص ۲۱۲﴾
 ﴿بخاری ج ۲ ص ۵۲۵﴾ ﴿فتح الباری ج ۲ ص ۳۸۶﴾
 ﴿تیسیر القاری ج ۲ ص ۲۱۲﴾ ﴿اشرف الموبد ص ۱۱۶﴾
 ﴿ترمذی مترجم ج ۲ ص ۴۲۰﴾ ﴿مواهب الدنیہ ص ۱۱۸﴾
 ﴿نور الابصار ص ۹۰﴾ ﴿خصائص نسائی ص ۵﴾
 ﴿مسند احمد ج ۱ ص ۴۸..... ج ۱ ص ۹۹..... ج ۱ ص ۱۲۲..... ج ۱ ص ۱۸۵.....

ج ۱ ص ۳۳۰..... ج ۵ ص ۲۳۲..... ج ۵ ص ۳۵۸﴾
 ﴿مشکوٰۃ ج ۲ ص ۱۱۲﴾ ﴿اشعة اللغات صواعق معرقة ص ۱۲۱﴾
 ﴿مدارج النبیۃ ج ۲ ص ۱۴۴﴾ ﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۴۴۲﴾
 ﴿سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۳۹﴾ ﴿روض الانف ج ۲ ص ۲۳۹﴾
 ﴿الاصابه ج ۲ ص ۵۰۲﴾ ﴿مسلم ج ۲ ص ۲۴۸..... ج ۲ ص ۲۴۹﴾

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اُن کی آنکھوں کو سخت تکلیف ہے
 آپ نے فرمایا انہیں بلا لاؤ چنانچہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم بارگاہِ مصطفیٰ
 میں اس حالت میں حاضر ہوئے کہ آنکھوں کی شدید تکلیف کی وجہ سے آپ
 اپنے پاؤں مبارک کی طرف بھی نہیں دیکھ سکتے تھے اور آپ نے حضور صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنی اس تکلیف کے اظہار بھی کیا کہ محبوب میں تو
 اپنے پاؤں بھی نہیں دیکھ سکتا۔

ادھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کسی معجزہ کے انتظار میں دم
 بخود تھے کیونکہ اس حالت میں خیبر کو فتح کرنا تو کیا میدانِ کارزار میں پہنچنا
 بھی سخت دشوار تھا اور پھر وہ معجزہ ظہور میں آ ہی گیا رسول خدا صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم نے شیر خدا علیہ السلام کو اپنے پاس بٹھا کر ان کا سر اپنی آغوشِ رافت

فتنات علی کرم اللہ وجہہ یا رسول اللہ انی ارمک کما تروی لا
 ابصر موضع قدمی فتفل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و فی لفظ بصق
 فی عینہ، ای بعد ان وضع راسہ فی حجرہ و فی لفظ فتصل فی کفہ
 و فتح له عینہ،

﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۳۷۵﴾

کان له صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لواء ابیض مکتوب فیہ

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ای بالسواد

﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۳۷۵﴾

میں لیا پہلے دکھتی ہوئی آنکھوں کو کھول کر اپنا دستِ رحمت پھیرا اور دعا فرمائی پھر انگلی کے ساتھ اپنا لعابِ دہن مبارک لگا کر آنکھوں میں لگایا ہی تھا کہ تمام تکلیف پلک جھپکنے سے بھی پہلے پہلے ختم ہو گئی اور جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چشمانِ مبارک بلور کی طرح چمکنے لگیں۔

پھر آپ نے جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف مسرت سے دیکھتے ہوئے سفید رنگ کا جھنڈا جس پر سیاہ روشنائی سے ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ“ لکھا ہوا تھا عطا فرمادیا بعض روایات میں اس علم کے دیگر مختلف رنگ بھی آتے ہیں مگر محققین کی کثیر جماعت اسی طرف ہے کہ خیر کے دن پر چم اسلام سفید رنگ کا تھا اور اس پر سیاہ رنگ سے کلمہ شریف لکھا ہوا تھا۔

علی گرمی سردی سے محفوظ

لعابِ دہن مبارک لگانے کے ساتھ حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب علی علیہ السلام کے لئے جو جامع ترین دعا فرمائی وہ یہ تھی

”اللَّهُمَّ اذهب عنه الحر والقر“

الہی علی کو گرمی اور سردی سے محفوظ فرمادے۔

﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۴۳۷﴾ معارج النبوة ج ۲ ص ۱۷۴

﴿مدارج النبوة ج ۲ ص ۲۱۳﴾

بظاہر تو یہ نہایت مختصری دعا ہے مگر اپنے مفہوم کے اعتبار سے یہ چھوٹا سا جملہ اس قدر پھیلا ہوا ہے کہ الفاظ و معانی کی وسعتیں اس کا احاطہ کرنے

سے قاصر نظر آتی ہیں کسی انسان کے لئے اس سے بڑا اکمال اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ عالم بشریت کی زد میں رہتے ہوئے بھی حرارت و برودت جیسی بنیادی کیفیتوں سے دوچار نہ ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ مقدس دعا اُسی وقت شرف قبولیت کو پہنچ گئی اور مشیت الہیہ نے گرمی اور سردی سے محفوظ رہنے کا اعزاز عظیم بھی جناب حیدرِ کرار کی جھولی میں ڈال دیا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ہم نے دیکھا کہ جناب شیرِ خدا رضی اللہ عنہ گرمیوں میں گرم روئی کا لباس زیب بدن فرماتے اور سردیوں میں باریک سا کپڑا پہن لیتے۔

عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن ابی قال لعلی
 کان یسیر معہ ان الناس قد انکر منک شیاً
 تخرج فی البر و فی الماء و تخرج فی الحر فی
 الخشن و الثوب الغلیظ .

﴿خصائص نسائی صفحہ ۵﴾ ﴿مدارج النبوة ج ۲ ص ۲۱۲﴾

﴿سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۳۹﴾ ﴿روض الانف ج ۲ ص ۲۳۹﴾

﴿معارج النبوة ج ۲ ص ۱۷۲﴾

بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خود بھی اس امر کی تصدیق ان

الفاظ میں فرماتے ہیں !

کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لئے سردی اور

گرمی سے محفوظ رہنے کی دعا فرمادی تو اُس دن کے بعد میں نے کبھی گرمی اور

سردی کو محسوس نہیں کیا حتیٰ کہ میں گرمیوں میں سخت گرم پشمینہ کی قبا پہنتا اور سردیوں میں خفیف اور باریک کپڑے کا لباس پہن لیتا مگر نہ تو گرمیوں میں گرم لباس سے گرمی کا احساس ہوتا اور نہ سردیوں میں باریک اور ٹھنڈا لباس پہننے سے سردی محسوس ہوتی۔

علاوہ ازیں حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعابِ دہن کی برکت سے پھر کبھی میری آنکھوں کو کسی بھی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی بلکہ اہل عرفان حضرات بیان فرماتے ہیں کہ جناب شیرِ خدا کی آنکھوں کو حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعابِ دہن میں ایک مخصوص قسم کی چمک بھی عطا فرمادی تھی جو صدیاں گزر جانے کے بعد آج بھی ساداتِ کرام کی چشمانِ مبارک میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

بات دُور نکل گئی بتانا یہ تھا کہ ذاتِ خداوندی کے راز ہائے سرِ بستہ کو

عن علی کرم اللہ وجہہ الکریم انہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا لہ بقولہ اللہم اکفہ الحر و البرد قال علی کرم اللہ وجہہ فما وجدت بعد ذلک الیوم لا حر و لا بر دا ای فکان یلیس فی الحر و الشدید القباء المحشوا الثخین و یلیس فی برد الثوب الخفیف فلا یبالی بالبرد۔

﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۴۲۵﴾ ﴿سیرت ابنِ مشام ج ۲ ص ۲۳۹﴾

﴿روض الاثنف ج ۲ ص ۲۳۹﴾ ﴿معارج النبوة ج ۲ ص ۱۴۲﴾

جان لینا ہر انسان کے مقدر میں کہاں ہے۔ اپنی حکمتوں کو وہی ذات مقدس خوب جانتی ہے اور یا پھر وہ جن پر وہ اپنی حکمتوں کو خود ظاہر فرما دے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز قبل ہی خیبر کے فتح کی بشارت مسلمانوں کو دے کر یہ بھی فرما دیا کہ کل ہم اُس شخص کو پرچم عطا فرمائیں گے جو خیبر کو فتح کرے گا۔

ہم نے بڑی کوشش کی کہ کوئی ایسی روایات بھی مل جائے جن میں حضور سرورِ انبیاء عالم ما کان وما یكون نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے ہوں کہ ہمیں جبریل نے یہ خبر دی ہے کہ کل علی کے ہاتھ پر خیبر فتح ہوگا مگر کوشش بسیار کے باوجود یہ الفاظ کہیں سے بھی نہیں مل سکے بلکہ صاف صاف اور واضح ترین روایت یہی ہے کہ کل ہم اُس کو جھنڈا عطا فرمائیں گے جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ خیبر کو فتح فرمائے گا اور وہ شخص ایسا ہے کہ وہ خود بھی خداوند قدوس اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور خدا تعالیٰ جل و علا اور اس کا رسول اس کے ساتھ محبت کرتے ہیں کچھ لوگ اسے پیش گوئی کا نام دے کر ہی خود کو مطمئن کر لینے کی کوشش کرتے ہیں مگر اس پیش گوئی کا اصلی نام محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم غیب پر مطلع ہونا ہی قرار پاسکتا ہے۔

بہر حال یہ اعزاز عظیم جناب شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ہی

مخصوص تھا اور آپ ہی کو حاصل ہونا تھا کیونکہ،

یہ سعادت جس کو ملنا تھی اُسے مل کر رہی۔

حضرت سعد کے انداز

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے یقین تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کل مجھے ہی جھنڈا عطا فرمائیں گے روایت میں آتا ہے کہ وہ اسی خیال سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتہائی قریب دوڑا نو ہو کر بیٹھے ہوئے تھے کہ ابھی مجھے یہ اعزاز ملنے والا ہے۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ گوید کہ در برابر چشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑا نور آدم بعد از ان برخاستم بامید آنکہ صاحب رایت من باشم۔

﴿معارج النبوت ج ۲ ص ۱۷۳﴾

اُن کے اس خیال کی خاص وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپ السابقون الاولون میں سے تھے اور آپ پر جن کو تقدیم ہو سکتی تھی۔ وہ جناب صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی تھے مگر وہ دونوں یکے بعد دیگرے ناکام واپس لوٹ چکے تھے اسی طرح دیگر شہبہ زور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اپنے مقام پر یہ آس لگائے بیٹھے تھے کہ ممکن ہے قرعہ فال ہمارے ہی نام نکل آئے۔

فلما أصبح رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم

غداوا كلهم ير جوان يعطا ما فقال رسول الله صلى

الله عليه وآله وسلم اين علي ابن ابي طالب

﴿الاصابه ج ۲ ص ۵۰۲﴾ ﴿بخاری ج ۱ ص ۵۲۶﴾

﴿تيسير الباری ج ۲ ص ۲۲۵﴾ ﴿فتح الباری ج ۲ ص ۳۷۸﴾

اگر جناب شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں تندرست ہوتیں تو یقینی طور پر ہر مسلمان یہی تصور کرتا کہ کل آپ ہی خیبر کو فتح کریں گے کیونکہ آپ سے زیادہ بہادر شخص پورے لشکر اسلام میں کوئی موجود ہی نہ تھا لیکن آپ کی آنکھوں کی تکلیف کی وجہ سے اُن کے متعلق کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ فتح خیبر کا سہرا بھی آپ کے ہی سر پر مزین ہوگا۔

اُدھر امیر المومنین شیر خدا منار الایمان قاتل الکفار تاجدارِ ہل اتی مرتضیٰ مشکل کشا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کبھی تشکیک و شبہات کی دنیا میں قدم رکھا ہی نہ تھا چنانچہ آپ پورے یقین و اعتماد کے ساتھ اپنے خدائے پاک سے اس طرح محوِ راز و نیاز ہیں کہ،

یا اللہ جسے تو عطا فرمائے اُسے کون روک سکتا ہے
اور جسے تو روک دے اسے کون عطا کر سکتا ہے ؟

حقِ بحق دارِ رسد

بالآخر رحمتِ خداوندی جوش میں آگئی حقِ بحق دارِ رسد کی صورت سامنے آگئی۔

اُس دن کے بعد جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو تین چیزیں محبوبِ کبریا کی بارگاہ سے ایسی عطا ہوئیں کہ مجھے ان میں سے ایک بھی مل جاتی تو میرے لئے سرخ

اُونٹوں سے بہتر تھی اور ان میں سے ایک چیز خیبر کے روز آپ کو فتح کا جھنڈا عطا ہونا تھا۔

يقول في على ثلاث خصال الا ن يكون لي
واحدة منهم احب الي من حمرا نعم سمعت
يقول لا عطین السراية غدار جلا يحب الله
ورسوله ويحبه الله ورسوله.

﴿خصائص نسائی ص ۲﴾

جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے کبھی امیر بننے کی خواہش نہیں ہوئی سوائے اُس دن کے جب علی کو خیبر کی فتح کا پرچم دیا گیا۔

وعن عمر ابن الخطاب رضى الله عنه رانه قال ما
اجبت الامارة الا ذلك اليوم .

﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۷۳۳﴾ ﴿معارج النبوت ج ۲ ص ۱۷۳﴾

﴿خصائص نسائی صفحہ ۸﴾ ﴿مسلم ج ۲ ص ۲۷۹﴾

حضرت علی کی تیاری

بہر حال حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر علیہ السلام کو میدان کارزار میں بھیجنے کے لئے حسب سابق اپنے مبارک ہاتھوں سے تیار کیا پہلے اپنی زرہ مبارک اپنے دستِ رحمت سے خود پہنائی پھر ذُو الفقار حیدری کو میان میں باندھا اور فتح کا جھنڈا ہاتھوں میں تھماتے ہوئے فرمایا۔

الینہ ورعہ الحدید وشد ذو الفقار ای الذی هو
سیفہ فی وسطہ و اعطاه الراية ووجهه الى
الحصن .

﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۴۳۷﴾

علی جاؤ خدا تمہارا حامی و ناصر ہو میرے شیر کافروں سے اُس وقت
تک جنگ کرنا جب تک وہ توحید و رسالت کا اقرار نہ کر لیں۔

وفی رواية لما اعطاه صلى الله عليه وآله وسلم
الراية قال له امش ولا تلتفت فسا رشيما ثم وقف
ولم يلتفت فصرخ يا رسول الله علام اقاتل
الناس؟ قال قاتلهم حتى يشهد وان لا اله الا الله
وان محمد رسول الله .

﴿سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۴۳۷﴾ ﴿مسلم ج ۱ ص ۲۷۹﴾

دوسری روایت میں ہے کہ شیر خدا چند قدم آگے بڑھ کر لوٹ آئے
اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں دشمنوں سے اُس وقت بھی جنگ کرتا رہوں
جب وہ مسلمان ہو جائیں تو حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
ارشاد فرمایا۔

حضور کی علی کیلئے ہدایات

علی عجلت نہ کرنا جنگ سے پہلے کافروں کو دعوت اسلام دینا اگر وہ
قبول سے گریز کریں تو پھر آغاز جنگ کر دینا خدا کی قسم اگر تمہاری دعوت سے

ایک بھی کافر مسلمان ہو گیا تو وہ تمہارے لئے سُرخ اونٹنوں سے بہتر ہے

فقال علی کرم اللہ وجہہ یا رسول اللہ اقاتلہم

حتی یکنوا امثلنا؟ قال انفذ علی رسلک حتی

تنزل بساحتہم ثم ادعوہم الی الاسلام

وامنبرہم بما یجب علیہم من حق اللہ فیہ فواللہ

لئن یہدی بک رجلا واحد اخیر لک من ان

یکون لک حمر النعم .

﴿حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۲﴾ ﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۷۳۷﴾

﴿بخاری ج ۲ ص ۵۲۵﴾ ﴿مواہب الدنیہ ج ۱ ص ۱۱۸﴾

﴿نور الابصار ص ۹۰﴾ ﴿مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۰﴾

﴿معارج النبوت ج ۲ ص ۱۷۲﴾ ﴿صواعق معرقہ ۱۲۱﴾

﴿مشکوٰۃ ج ۲ ص ۶۲۱﴾ ﴿الاصابہ فی تمیز الصابۃ ج ۲ ص ۵۰۲﴾

﴿خصائص نسائی ص ۷﴾ ﴿فتح الباری ج ۲ ص ۳۷۸﴾

﴿تیسیر القاری ج ۳ ص ۴۴۶﴾

کیا علی نہیں جانتے تھے؟

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا علی نہیں جانتے تھے کہ اگر کوئی

شخص مسلمان ہو جائے تو اُس سے جنگ ممنوع ہے لیکن یہ سوال اُس وقت

بے جان ہو جاتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ معاملہ یہودیوں سے تھا جو

موت کو سر پر دیکھ کر کلمہ بھی پڑھ لیتے تھے اور منافقانہ روش پر بھی ڈٹے

رہتے تھے۔

بہر حال جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سر نیاز خم کرتے ہوئے پرچم مصطفیٰ کو عقیدت کے ساتھ آنکھوں سے لگایا اور فضا میں بلند کر دیا اور پھر لشکر اسلام کی ترتیب درست فرما کر قلعہ کی طرف پیش قدمی شروع فرمادی۔

آپ قلعہ قموں کے قریب پہنچے تو سطوت اسلام اور شکوہ حیدری کا مظاہرہ کرنے کے لئے بلند آواز سے یہ جرز پڑھنا شروع کر دی کہ،

ستشهدی بالکر والطعن رایة

جانی بہا الطہر النبی المہذب

میرے حملے اور نیزہ بازی پر یہ پرچم گواہی دے گا جو مجھے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمایا ہے۔

وتعلم انی فی الحروب اذا التظت

بنیرا نہا البث الهوس المجوب

کافرو! تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ جب آگ کے شعلے بھڑک اٹھیں تو میں نہایت اطمینان اور سکون سے چلنے والا شیر ہوں۔

دشی لاتی المہول فی مصطعانة

وقل لہ الجیش الخمیس العطبب

مجھ جیسا شخص اُس وقت مصائب کے خطرات میں بے دھڑک چھلانگ لگا دیتا ہے جب اُس کا پانچ رکنی لشکر تعداد میں کم ہو۔

وقوع علم الا حياء انى زعيمها

وانى لد الحرب العذيق الموجب

قبائل کے لوگ جانتے ہیں کہ میں اُن کا سردار ہوں اور جنگ کے وقت خاص طور پر کام آتا ہوں

﴿دیوان علی صفحہ نمبر ۳۲﴾

جناب حیدر کرار شیر خدا امیر المومنین سیدنا و مرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پورے جلال و جہوت مجاہدانہ کے ساتھ اس قسم کی رجزیں پڑھتے ہوئے اور پرچم اسلام کو عقاب کی طرح فضا میں لہرے دیتے ہوئے قلعہ قموں کی دیوار کے قریب پہنچ گئے۔

ملا کہ مقرین آج کی فتح مبین کا منظر دیکھنے کے لئے میدان خیبر کی طرف دیکھ رہے تھے حواریں فتح کے سہرے گانے کے لئے تیار کھڑی ہیں آفتاب سپہر لا جو ردی سے طلوع کر کے مجاہدین اسلام کے قدموں پر اپنی کرنیں نچھاور کرنے کے لئے تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے قلعہ خیبر کی دیواروں نے ابھی سے کانپنا شروع کر دیا ہے مشیت فاتحہ خیبر کا تمغہ جناب حیدر کرار علیہ السلام کے سینے پر سجانے والی ہے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے انخی و صی کی کامیابی اور کامرانی کا مکمل یقین رکھتے ہوئے بھی مصروف دعا ہیں حبش اسلامی جو مسلسل تین روزنا کامی کی صورت میں واپس ہوتا رہا ہے آج فتح کے تصور سے ہی فرحت و انبساط میں ڈوبا ہوا ہے۔

یہودی قلعہ کی دیواروں پر چڑھتے ہیں اور آج کے دن لشکرِ اسلام کو
 نئے انداز میں آتے دیکھ کر لرزتے ہوئے نیچے اتر جاتے ہیں جناب شیرِ خدا
 علی المرتضیٰ علیہ السلام فصیل قلعہ کے قریب پہنچے تو آپ نے سنگریزوں کے
 ایک ڈھیر پر جم اسلام گاڑ کر دیوار پر پھرتے ہوئے یہودیوں کو فاتحانہ انداز
 میں دیکھا اُن لوگوں میں سے احبارِ یہود میں سے بھی ایک شخص موجود تھا اُس
 نے جناب حیدر کرار کا پر وقار چہرہ انور دیکھا تو پوچھنے لگا اے علم بردار آپ کا
 نام کیا ہے؟

آپ نے فرمایا! علی ابن ابی طالب،

یہ اسم پاک سنا تو یہودیوں کے عالم نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا
 کہ اے قوم یہود مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی توریت کی
 قسم ہم لوگ مغلوب ہو جائیں اور یہ ہم پر غالب آئیں گے،

حتیٰ رکز را بنہ فی رضم من الهجارة تحت
 الحصن فاطلع الیہ یہودی من راس الحصن فقال
 من انت؟ فقال علی ابن ابی طالب قال یقول
 الیہودی غلبکم ولما نزل علی موسیٰ او کما قال
 فما رجع حتی فتح اللہ علی یدیه.

﴿حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۳﴾ ﴿معارج النبوة ج ۴ ص ۱۷۴﴾

﴿مدارج النبوت ج ۲ ص ۲۱۲﴾ ﴿روض الانف ج ۲ ص ۲۳۹﴾

ایک روایت ہے تمہیں غالب رہو گے اور جو موسیٰ پر نازل ہوا وہ حق

فَقَالَ الْيَهُودِيُّ عَلُوْتُ وَحَقُّ مَا نَزَلَ عَلَى مُوسَى

﴿سیرت حلبیہ ج ۳ ص ۴۳۰﴾ ﴿روض الانف ج ۲ ص ۲۳۹﴾

اگرچہ یہودیوں کے عالم کی اس پیش گوئی نے یہودیوں کو بدحواس کر دیا تھا اور قلعہ بند ہونے والوں میں سراسیمگی کے عام آثار پیدا ہو گئے تاہم وہ لوگ آسانی سے شکست تسلیم کرنے والے نہیں تھے۔

حارث، مولا علی کے روبرو

چنانچہ یہودیوں کے بہت بڑے پہلوان مَرَحِب کا سگا بھائی حارث جو مَرَحِب کی طرح ہی قوی ہیکل اور دیوپیکر عفریت انسان تھا قلعہ سے باہر آ گیا یہودیوں کے اس پہلوان کی ہیئت اور ہمت کا صرف اس ایک بات سے ہی آسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اُس کے نیزے کا وزن تین من تھا اُس نے قلعہ سے باہر آتے ہی مسلمانوں پر وحشیانہ حملہ کر دیا اور پہلے ہی حملہ میں دو مسلمانوں کو شہید کر دیا حارث کا یہ حملہ اس قدر غیر متوقع تھا کہ مسلمانوں کو سنبھلنے کا موقع بھی نہ مل سکا اور وہ اپنا کام کر گیا اس اثناء میں جناب حیدر کرار کی عقابی نظریں اُس کی طرف اٹھ گئیں اور پھر بجلی کی طرح تڑپتی ہوئی دُوالفقار حیدری ایک ہی وار میں اس کا خون چاٹ گئی۔

فَمِنْ حَزْجِ أَهْلِ الْحَصْنِ وَكَانَ أَوَّلَ مَنْ حَزَجَ مِنْهُمْ

إِلَيْهِ الْحَارِثُ أَخُو مَرَحِبٍ وَكَانَ مَعْرُوفًا

بالشجاعة فانكشف المسلمون وثبت على كرم
الله وجهه فتضار با فقتله على.

﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۷۳۷﴾

یہودی قلعہ کی فصیل پر کھڑے ہو کر حارث کے اچانک حملہ سے دو
مسلمانوں کی شہادت پر خوشی کا نعرہ بلند کر رہے تھے کہ فوراً ہی ان کی
صدائے مسرت حلق میں ہی گھٹ کر رہ گئی ان کا مانا ہوا بہادر ایک ہی ضرب
ید الہی سے جہنم رسید ہو چکا تھا۔

جناب شیر خدا علیہ السلام پہلے یہودیوں کو دعوت اسلام دینا چاہتے
تھے مگر ان بد نصیبوں کی قسمت نے یاوری ہی نہ کی اور وہ بغیر کچھ کہے سنے ہی
جنگ کی آگ میں کود پڑے۔

کیسکے از حصار با قوم خویش بجگ آمد حارث یہودی
بودے برادر مرحب آغاز کرد و دو مسلمانان را شہید گردا
نید آنگاہ امیر المومنین علی رضی اللہ متوجہ آں شد و بیک
ضرب تیغ جو رک را بدوزخ فرستاد۔

﴿معارج الذنبوت ج ۲ ص ۱۷۷﴾

مرحب کی آمد

حارث نے جنگ کی ابتداء ہی ایسے انداز میں کی تھی کہ تبلیغ کا فریضہ
ادا کرنے کی مہلت ہی نہ مل سکی اور اُس وقت تو جنگ قطعی طور پر ناگزیر ہو گئی

جب حارث کے قتل کے چند لمحوں بعد ہی اُس کا بھائی مرحب جوش انتقام میں اندھا اور بہرا ہو کر میدان میں پہنچ گیا۔

مرحب اپنے بھائی سے طاقت میں کہیں زیادہ تھا اور نہ صرف طاقت ہی میں اس پر بھاری پڑتا تھا اپنے ذیل ڈول اور قوی الجبّہ ہونے میں بھی وہ اُس سے کہیں زیادہ تھا۔

حارث کی بات چھوڑیے حقیقت یہ ہے کہ یہودیوں کی پوری فوج میں مرحب کی ٹکر کا ایک بہادر بھی موجود نہیں تھا اور پھر جن لوگوں کو ساتھ لے کر وہ میدان میں آیا تھا وہ یہودیوں کی دس ہزار افراد پر مشتمل فوج کا دل متصور کئے جاتے تھے اور اہل یہود کی فتح و شکست کا انحصار انہی لوگوں کی فتح و شکست پر تھا جو مرحب کے ساتھ میدان کارزار میں پہنچ چکے تھے ان لوگوں میں کثرت سے آنے والے یہودیوں کے وہ سردار اور زعماء تھے جو بہادر شہہ زور اور بے پناہ قوت کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ فنِ حرب سے بھی پوری واقفیت رکھتے تھے اور پھر اس پر طرہ یہ کہ ان میں یہودیوں کا سب سے زیادہ شجاع اور خوفناک طریقہ سے جنگ لڑنے والا مرحب بھی موجود تھا۔

مرحب آج جس انداز سے میدان میں آیا تھا اس سے پہلے شاید کبھی نہ آیا ہو اُس نے گردن سے لے کر ناف کے نیچے تک اوپر نیچے آہنی کڑیوں کو مضبوط زریں پہن رکھی تھیں اور دونوں ہاتھوں میں برق کی طرح چمکتی ہوئی دو تلواریں تھام رکھی تھیں علاوہ ازیں اس نے سر پر جو خول پہن

رکھا تھا وہ عجیب وضع کے بیضوی شکل میں تراشے ہوئے پتھر کا تھا۔

وجاء ان مرحبا لمارای ان اخاه قد قتل خرج
سریعا من الحصن فی سلا حای وقد کان لبس
ورعین وتقلد بسیفین واعتم بعما متین و لبس
فوقهما مغفرا اور حجرا قد ثقبه قدرا البیضة و
معه ساه ثلاثة اسنان وهو یر تجز و یقول من
ابیات.

﴿سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۷۳۷﴾

جس کو آہنی کڑوں میں مضبوطی سے ٹھونس دیا گیا اس خوف ناک
ہیئت کزائیہ کو مزید بھیانک بنانے کے لئے اُس نے خود کے اوپر دو پگڑیاں
باندھی ہوئی تھیں۔“

عام حالات میں بھی مرحب کے بھاری بھر کم جسم اور مہیب چہرے کو
دیکھتے ہی بڑے بڑے پہلوانوں اور شجاع ترین انسانوں کا زہرہ آب ہو جاتا
تھا مگر آج تو وہ انتہائی وحشت ناک انداز لئے ہوئے میدان میں آیا تھا اور
اب جب کہ وہ اپنے بھائی کو قتل ہوتا بھی دیکھ چکا تھا تو اُسکی وحشت اور
درندگی کی کیفیت کیا ہوگی اس کا اندازہ قارئین خود ہی کر سکتے ہیں اس کا چہرہ
تانے کی طرح سرخ ہو گیا تھا اور آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔

اُس نے میدان میں آتے ہی نہایت متکبرانہ اور وحشیانہ انداز میں
چیخ چیخ کرید جز پڑھنا شروع کر دیا کہ

قد علمت خیرانی مر حب
 شاکی السلاح بطل محرب
 اذا لیوث اقبلت تلهب
 فامجمت عن صولتی المحجب
 خلعت حمای ابد الا یقرب
 اطعن احیانا وحين اضرب
 ان غلب الدهر فانی الغالب
 والقرن عندی بالدماء مخضب

﴿تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۶۶﴾ ﴿معانم التنزیل ج ۲ ص ۱۶۶﴾

﴿دیوان علی ص ۳۲﴾ ﴿مدارج النبوة ج ۲ ص ۲۱۳﴾

﴿خصائص نسائی ص ۱﴾ ﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۷۴۷﴾

جس وقت شیر گرجتے ہوئے آتے ہیں تو میرے مقابلہ سے ہٹ
 جاتے ہیں خوب غور کرو کہ میری آبرو ہمیشہ محفوظ رہتی ہے اور میں اپنی آبرو کی
 حفاظت کرنے کے لئے کبھی نیزہ بازی کرتا ہوں اور کبھی تلوار چلاتا ہوں۔
 اگر تمام دنیا کو بھی مغلوب کر لیا جائے تو میں غالب ہی رہوں گا۔
 میرے ساتھ جو بھی مقابلہ کرے گا میرے سامنے خون میں رنگا ہوا
 ہوگا۔

مرحب ، مولا علی کے روبرو

مرحب کی خوف ناک صورت اور دلوں پر لرزہ طاری کر دینے والی

گر جتنی ہوئی آواز کو سنا تو طرفین پر سکتہ طاری ہو گیا

حضرت علی نے حیثیتِ اسلامی پر اُچھتی ہوئی نگاہ ڈالی اور کسی بھی
بہادر کو اس کے مقابلہ پر نکلتے ہوئے نہ دیکھا تو آپ نے گھوڑے کو ایڑ لگا دی
اور پھر اس سے پہلے کہ مرحب اہلِ اسلام کو دوسری بار چیلنج کرتا اُس کے
سامنے پہنچ گئے اور پورے جاہ و جلالِ مُرضائی کے ساتھ ارشاد فرمایا!

”میں علی ہوں اور عبدالمطلب کا بیٹا ہوں“

”میں پاکیزہ اور صاحبِ سطوت و جلال ہوں“

میری پرورش ایسے عزت والے گھر میں ہوئی ہے جس میں کوئی
پریشانی نہیں“

اور میں حوادثِ زمانہ اور جنگ کی پرواہ نہ کرنے والے ماحول میں
پروان چڑھا ہوں“

چوں در معرکہ رجز گویاں در آمد چند انکہ اظہار جلا

دست نمود هیچ کس راز از اہل اسلام طاقت و مقاوت آں نہ

بود کہ باوے در میان قتال در آئند لاجرم شاہِ مرداں و شیریز

داں علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ بجانہ اُروان شد۔

﴿معارج النبوت ج ۲ ص ۱۷۷﴾

انا علی وابن عبدالمطلب

مہذب و ذو سطوت و ذو حسب

غذیت فی الحربو عصیان النوب
 من بیت عزیس فیہ منشعب
 و فی یمینی صارم یجد الکرب
 من یلقنی یلق المنا یا والعطب
 از کف مثلی بالروس یلتعب

«ریاض الفضرہ ج ۲ ص ۲۲۲» «دیوان علی ص ۳۲»

میرے دائیں ہاتھ میں تلوار ہے جو تمام مصائب کو دور کر دیتی ہے۔
 جو شخص بھی جنگ میں مجھ سے ملے گا موت اور ہلاکت سے ملے گا۔
 اس لئے کہ میرا ہاتھ سروں سے کھیلا کرتا ہے۔

علاوہ ازیں تاجدارِ ہلّ اُتی مُقتضی مُشکل کشا شیر خُدارضی اللہ تعالیٰ
 عنہ نے مرحب کے جواب میں جو جرأت مندانہ اور مجاہدانہ رجزیہ اشعار
 پڑھے اُن کا ترجمہ ہے !

میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام شیر رکھا ہے۔

اور میں وہ شیر ہوں جو چیر پھاڑ کر رکھ دیتا ہے۔

میں شیرِ ببر کی طرح مہیب صورت اور مضبوط گردن والا ہوں۔

میں تلوار سے تمہیں اس طرح ناپوں گا جس طرح بڑے پیانے سے

ناپا جاتا ہے۔

میں تمہیں ایسی مار ماروں گا جو پشت کی ہڈی کو علیحدہ کر دے۔

میں اپنے مقابلہ میں آنے والے کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا اور
تکوار سے کافروں کی گردنیں اس طرح اڑاؤں گا جس طرح شریف اور
طاقتور گردنیں اڑاتے ہیں“

اور جو حق کو ترک کرے گا وہ ذلت اٹھائے گا۔

ان الذی سمتنی امی حیدرہ
ضر غام اجام ولیث قسورہ
عبل الذرا عین شدید القصرہ
خلیث غابات کریہ المنظرہ
اکیلکم بالسیف کیل السندرہ
اضربکم ضربا یبین الفقرہ
واترک القرن بقاء جذرہ
اضرب السیف رقاب الکفرہ
ضرب غلام ماجد حرورہ
من یترک الحق یقول صغرہ

﴿تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۶۶﴾ ﴿تفسیر معالم التنزیل ج ۳ ص ۱۶۶﴾
﴿ریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۲۲﴾ ﴿دیوان علی ص ۸۱﴾
﴿مدارج النبوة ج ۲ ص ۴۱۲﴾ ﴿معارج النبوة ج ۲ ص ۲۷۵﴾
﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۷۳۷﴾

مرحب کا خاتمہ

مرحب میں یہ الفاظ سننے کی تاب کب تھی وہ تو اس زعم باطل کا شکار

تھا کہ اُس کا مقابلہ کرنے والا کوئی شخص دنیا میں موجود ہی نہیں اگرچہ وہ اپنے بھائی کو جناب حیدر کرار کے ہاتھوں واصل جہنم ہوتے دیکھ چکا تھا تاہم اُسے اپنی طاقت کا پورا پورا اندازہ تھا یہی وجہ تھی کہ جناب شیر خدا کے اشعار اس پر بجلی بن کر گرے اور اس کا اشتعال پہلے سے کئی گنا بڑھ گیا۔

اُسے اس بات پر بھی ناز تھا کہ وہ سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہوا ہے اور اسے اس بات پر بھی فخر تھا کہ آج تک میدان میں اُسے کوئی شخص بھی شکست نہیں دے سکا تھا خواہ وہ کتنا ہی بہادر کیوں نہ ہو۔

مگر اب اُس کے تکبر و غرور اور ناز و نخوت کو توڑنے والا اپنے رجزیہ اشعار سے اُسے مزید مشتعل کر رہا تھا چنانچہ انتقام اور غصہ کی آگ نے اُس کو جلا کر رکھ دیا اور وہ سراپا غیظ و غضب بن کر زخمی درندے کی طرح جناب شیر یزدان پر حملہ آور ہو گیا اگرچہ اُس نے پیش دستی کرنے میں انتہائی چابکدستی سے کام لیا تھا مگر اس کی وار کرنے کی حسرت دل ہی دل میں دم توڑ کر رہ گئی۔

اُس کی تلوار چلنے سے پہلے ہی ذوالفقار حیدری اپنا فریضہ سرانجام دے چکی تھی جناب شیر خدا علیہ السلام کی خارا شکاف تلوار جب اُسکے فولادی خول میں گسے ہوئے پتھر کے خول پر پڑی تو اُس کی صدائے بازگشت پورے لشکر میں سنی گئی اور اس زور کا چھٹکا ہوا کہ لوگ لرز کر رہ گئے ذوالفقار حیدری اُس کے سر پر منڈھے ہوئے لوہے اور پتھر کو کاٹی ہوئی اُس کے سر کی کھوپڑی کو بھی چیر گئی نہ صرف یہ کہ اس کی کھوپڑی کو ہی چیرا بلکہ اُس کے جبروں کو

چیرتی ہوئی گردن تک آ پہنچی۔

کیا ذوالفقار علی نے صرف گردن تک ہی پہنچنے پر اکتفا کر لیا تھا؟
نہیں..... نہیں..... ضربتِ حیدری نے تو دنیا میں مثال بن کر زندہ رہنا تھا۔

یہاں تو قدرت کی آواز لافٹی اِلَّا عَلٰی لَاسِیْفُ اِلَّا ذُو الْفِقَار کی تصدیق
مکرر ہونا تھی پھر ذوالفقار گردن تک کیوں رکتی اگرچہ مرحب نے اپنے
فولادی جسم پر انتہائی مضبوط قسم کی اہنی زر ہیں اوپر نیچے پہن رکھی تھی مگر وار علی
کا تھا تلوار ذوالفقار تھی جو پتھر کے خود اور لوہے کی زر ہوں کو کاٹتی ہوئی
گھوڑے کی زین تک اُترتی چلی گئی اور مرحب کو رانوں تک درمیان سے
سیدھے کا سیدھا چیر کر رکھ دیا۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ ذوالفقار حیدری مرحب کو چیرتی ہوئی
زین سمیت اُس کے گھوڑے کے بھی دو ٹکڑے کر گئی۔

جناب شیر خدا سیدنا علی المرتضیٰ سلام اللہ علیہ کی جرأت و جلالت کو
بیان کرنے کے لئے الفاظ کہاں سے لائے جائیں خدا اور رسول ہی بہتر
جانتے ہیں کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کن اجزائے ترکیبی سے
ترتیب دیا گیا تھا اور لفظ ”علی“ میں کون سی جوہری توانائی موجود ہے جو
آج بھی یا علی کا نعرہ لگانے سے کفار و مشرکین پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔

خدا ہی جانتا ہے کہ ذوالفقار حیدری پر کن اسمائے مقدسہ کے وظیفہ
کی پان چڑھی ہوئی تھی جو فولادی طرح مضبوط اجسام کے ساتھ ساتھ لوہے

اور پتھر کو بھی خس و خاشاک کی طرح کاٹتی چلی جاتی ہے۔

اس مقام پر اگر عقل پریشان ہو جاتی ہے تو اس میں تعجب کیا ہے علی تو اعلیٰ سے مشتق ہے پھر اسفل کی اعلیٰ تک رسائی کیسی یہ تو ممکن ہی نہیں، علی کے زور و شجاعت کو وہی جانتا ہے جس نے یہ قوتیں عطا فرما رکھی تھیں اور یادہ جانتے تھے جنہوں نے بارگاہ ایزدی سے یہ زور و قوت لے کر دیا تھا ﴿صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ یہودیوں کا سب سے بہادر پہلوان ایک ہی ضربت حیدری سے دو ٹکڑے ہو کر خاک و خون میں لتھڑا پڑا تھا اور اس کے ساتھ آنے والے دوسرے بہادر سکتے کی حالت میں یہ سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے کہ مرحب قتل کیسے ہو گیا ابھی وہ بحر تھیر میں غوطہ زن ہی تھے کہ لشکر اسلام اُن کے سروں پر پہنچ گیا اور پھر چند ہی لمحوں میں خونریز لڑائی شروع ہو گئی نیزوں سے نیزے اور تلواروں سے تلواریں ٹکرانے لگیں جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرحب کو قتل کرنے کے بعد اس کے ساتھیوں پر مسلط ہو چکے تھے۔

وفی آخرہ قصہ مرحب و قتل علی لہ

فضریہ علی ہامتہ ضربۃ حتیٰ عض السیف منہ

بیضۃ راسہ و سمع اہل العسکر صوت ضربۃ فما

نام آخر الناس حتیٰ فتح اللہ لہم .

﴿الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج ۲ ص ۵۰۲﴾ ﴿خصائص نسائی ص ۷﴾

﴿معارج النبوة ج ۲ ص ۱۷۴﴾ ﴿مدارج النبوة ج ۲ ص ۴۱۴﴾

﴿ریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۴۵﴾ ﴿تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۶۶﴾

﴿معالم التنزیل ج ۲ ص ۱۶۶﴾

حیدر و عنتر

ذوالفقارِ حیدری پورے جلال و جبروت کے ساتھ دشمنوں کے،
سروں کے پیانے ناپ رہی تھی کہ یہودیوں کا ایک مرحب نما بہت بڑا بہادر
ابولیت عنتر درج ذیل رجز یہ اشعار پڑھتا ہوا آگے بڑھا کہ:-

انا ابو البلیت و اسمی عنتر

شاکی السلاح و بلادی خیبر

اشجع مفضال ہز برا زور

جہم عبوس بارز مسمر

عند السیوٹ للیوٹ قسور

”میں ابوالبلیت ہوں اور میرا نام عنتر ہے۔ میں پوری

طرح مسلح ہوں اور میرا وطن خیبر ہے۔

میں پیکرِ شجاعت اور شیرِ کج سینہ ہوں۔ میں سامنا

کرنے والا تلخ اور ترش رو شیر ہوں۔

میں شیروں کے پاس شیروں کو چیر پھاڑ دینے

والا درندہ ہوں۔

﴿دیوان علی ص ۸۲﴾

پھر جناب شیرِ خدا علی علیہ السلام نے عنتر اور دیگر یہودیوں کو مخاطب

کر کے پورے وقار و کمکت کے ساتھ یہ رجز پڑھا،

هذا عمكم معاشر الا حزاب
 من فالح الهامات والرقاب
 اے احزاب یہود تم پر یہ حملہ تمہاری گردنوں اور
 کھوپڑیوں کو مجروح کرنے والے علی کی طرف سے
 ہے۔

فاستعجلوا للطعن والضرب
 واستسلحوا للموت والمآب
 اب تم نیزہ بازی اور شمشیر زنی کے جو ہر دکھانے کے
 لئے سرعت سے کام لو۔ اور اپنے انجام کے لئے اپنے
 سروں پر مسلط ہونے والی موت کے لئے گردنیں جھکا
 دو۔

صيركم سيفي العذاب
 بعون ربي الواحد الوهاب
 میری شمشیر خارا شگاف نے تمہیں عذاب کی
 وادی تک پہنچا دیا ہے اور یہ سب کام میرے اکیلے
 پروردگار کی تائید و نصرت سے ظہور میں آیا ہے۔

«دیوان علی ص ۳۳»

ویروی ان علیا کرم اللہ وجہہ ضرب مر حبا
 ففترس فوق السیف علی الترس فقدہ و شق

المغفر والحجر الذي تحته. والعما متين وخلق

هامته حتى اخذ السيف في الاضراس.

﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۷۸﴾ ﴿معارج النبوة ج ۲ ص ۲۱۲﴾

﴿تفسیر خازن و معالم التنزیل ج ۲ ص ۱۶۶﴾

سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قسم کے رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے شیر کی طرح چاروں طرف حملہ آور ہو کر دشمنوں کی صفوں کو اُلٹتے چلے جا رہے ہیں اس معرکہ میں ابوالبلیت عتتر نے بھی اپنے ارمان پورے کرنے کے لئے شیرِ خدا علیہ السلام پر حملہ کیا مگر چند ہی لمحوں میں اپنی شجاعت سمیت ذوالفقارِ حیدری کا لقمہ بن کر رہ گیا۔

یہودیوں کے ایک بہادر رنچ بن ابی حقیق نے چند رجزیہ اشعار پڑھ کر اپنی بہادری کا سکہ جمانا چاہا مگر جناب حیدر کرار نے پہلے تو اس کے رجز کا جواب درج ذیل رجزیہ اشعار میں دیا اور پھر ایک ہی وار سے واصلِ جہنم کر دیا آپ نے فرمایا۔

انا علی وابن عبد المطلب

احمى ذماری و اذب عن حسب

والموت خير للفتى من الهرب.

میں علی ہوں اور عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

میں اپنی حفاظت اور اپنے حسب و نسب کا تحفظ

کرنا جانتا ہوں۔

جوان کے لئے میدان چھوڑ کر بھاگنے سے
بہتر ہے کہ وہ موت کی آغوش میں چلا جائے۔

﴿دیوان علی صفحہ ۴۳﴾

اب جناب شیر خدا نے عام خیر والوں کو خطاب فرمایا۔

انا علی ابن عبد المطلب

محذب ذو سطوة و ذو حسب

میں علی ہوں اور عبد المطلب کا بیٹا ہوں میں

پاکیزہ اور صاحب جبروت و سطوت اور اعلیٰ خاندان کا

فرد ہوں۔

قرن اذا القیت قرنا لم اھب

من یلقنی یلق المنا یا والکرب

میں جب اپنے مقابل حریف سے ملتا ہوں تو

ڈرتا نہیں ہوں بلکہ جو مجھ سے ملے گا وہ موت اور

مصائب سے ہمکنار ہوگا۔

﴿دیوان علی ص ۴۴﴾

قوتِ حیدری ویا سرِ خیبری

یہودیوں کا ایک اور شجاع ترین نو جوان درج ذیل رجز پڑھتا ہوا

آگے بڑھا کہ

خیبر والوں کو معلوم ہے کہ میں یا سر ہوں اور مسلح دلیر اور جنگجو ہوں۔
جس وقت شیر پیش قدمی کرتے ہیں تو میرے حملے سے دیہاتوں
کے سردار پیچھے ہٹتے جاتے ہیں۔

آگے بڑھ کر آ کہ میرے نیزہ مارنے کے وقت موت حاضر ہوتی
ہے یا سر کی اس خرافات کا جواب دیتے ہوئے جناب اسد اللہ الغالب نے
فرمایا !

اے کافر کے بچے تجھ پر افسوس ہے اور تیرے لئے ہلاکت ہے
کیونکہ میں فوجوں کو شکست دینے والا علی ہوں۔
میں وہ ہوں جو تجھ پر تلوار کے وار پر وار کرے گا۔ میرا مددگار خدا ہے
اور اسی کے لئے میری ہجرت ہے۔

بَاوَعَسَا يَا ابْنَ الْكَافِرِ
اَنَا عَلِيٌّ هَازِمُ الْعَسَاكِرِ
اَنَا الَّذِي اضْرَبُكُمْ وَنَاصِرِي
اَللهُ حَقٌّ وَلَهُ مَهَاجِرِي
اضْرَبُكُمْ بِالسَّيْفِ فِي الْمَصَاغِرِ
اَجُودُ بِالطَّعْنِ وَضَرْبِ ظَاهِرِ
مَعَ ابْنِ عَمِيٍّ وَالسَّرَاجِ الْمَظَاهِرِ
حَتَّى تَدِينُوا عَلِيَّ الْقَادِرِ
ضَرْبِ غِلَامٍ صَارِمٍ مِمَّا صَرِ

يَنْصُرْنِي رَبِّي خَيْرُ نَاصِرٍ
 آمَنْتُ بِاللّٰهِ بِقَلْبٍ شَاكِرٍ
 اضْرِبْ بِالسِّيفِ عَلَيَّ الْمَغَافِرِ
 مَعَ النَّبِيِّ الْمُصْطَفَى الْمَهَاجِرِ

﴿دیوان علی علیہ السلام ص ۸۲﴾

میں تمہیں مقامِ ذلت پر تلوار سے ماروں گا اور تم پر شمشیر برہنہ اور
 نیزہ کے واروں کی بارش کر دوں گا۔

اور یہ کام میں اپنے آقائے نعمت ابنِ عم اور سراجِ منیر کی معیت میں
 میں کروں گا یہاں تک کہ خدائے قادر و بلند کی اطاعت کرنے لگوں۔

یہ مارا اس نوجوان کی مار ہوگی جو کائے والا اور جنگوں کا ماہر ہے۔

میری استعانت و امداد وہ خدا فرمائے گا جو بہترین مددگار ہے۔

میرا خدا پر ایمان شکر گزار دل کے ساتھ ہے۔

میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو نبی اور ہجرت فرمانے والے

ہیں کی معیت میں تلوار سے سروں پر پہنی ہوئی خود پر ضربیں لگاتا ہوں۔

صحيح يا غير صحيح

صحیح نامی یہودی کو قتل کرتے وقت جناب امیر علیہ السلام نے

فرمایا۔

میں علی ہوں مجھ کو بنی ہاشم نے پیدا کیا ہے۔

میں جنگوں کا شیر مردوں کی کمر توڑنے والا ہوں۔

میں دورانِ جنگ میں گردوغبار کے بگولوں میں در آنے والا اور پیش

قدمی کرنے والا بہادر ہوں۔

جو شخص بھی دورانِ قتال ملے گا اس پر دفعۃً موت ٹوٹ پڑتی ہے۔

اِنَا عَلٰی وَلَدَتْنِیْ هَاشِم

لِیْثِ حُرُوْبٍ لِّلرِّجَالِ قَاصِم

مَوْصُوبٍ فِیْ نَفْعِهَا مَقَادِم

مَنْ یَلْقَنِیْ یَلْقَاهُ مَوْتُ هَاجِم

«دیوانِ علی ص ۱۷۰»

اللہ اور اس کے رسول کے شیر امامِ الاِشجعین سیدنا و مُرشدنا جناب

حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تیغِ آبدار کے جو جو ہر جنگِ خیر کے

وقت پیش کئے اُن کی مثال تاریخِ عالم میں کہیں موجود ہی نہیں۔

کمال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو صاحب

علم بھی بنا رکھا تھا اور صاحبِ علم بھی، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے عطا فرمودہ علم کو بھی لہراتے جاتے ہیں اور آپ عطا کی ہوئی ذوالفقار کی

کاٹ کے جو ہر بھی دکھاتے جاتے ہیں۔

اور اس کے ساتھ ہی ساتھ نبی کریم رُوفِ الرحیم مدینۃ العلم کے

عطا کئے ہوئے علم سے فی البدیہہ رجزیہ اشعار پڑھ کر چرب زبان یہودیوں

کی زبانیں بھی گنگ کرتے جاتے ہیں اور علم باطنیہ اور قوت ظاہریہ کی شوکت سے انہیں موت کی وادیوں میں بھی دھکیلے جاتے ہیں۔

صاحبانِ علم و دانش اور اہلِ فہم و بصیرت آپ کے رجز یہ اشعار کی شوکت و تمکنت سے شکوہ و جلالِ حیدری کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایک طرف تو جناب اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم باوجود گھمسان کی جنگ ہونے کے پورے وقار و عظمتِ اطمینان قلبی اور جرأت و جوانمردی کے ساتھ سیفِ ذوالفقار سے دشمنوں کی گردنیں اڑا رہے ہیں اور دوسری طرف رجز یہ اشعار سے خوفزدہ کر کے اُن کی زبانوں کو بھی بند کرتے جاتے ہیں۔

اسی جنگ میں ایک موقع پر آپ نے یہودیوں کو مخاطب کر کے فرمایا تمہارے سروں کے بالائی حصّوں پر یہ سخت قسم کی مار ایک ہاشمی نو جوان کی طرف سے ہے یہ ایک ایسی مار ہے جو آبدار اور قلم کر دینے والی تلوار سے کھوپڑیوں کے بالوں کو کھینچنے والی ہے اور یہ قاطع تلوار ایسی ہی ہے۔

هذا لكم من الغلام الهاشمي

من ضرب صدق في ذو الكمائم

ضرب يقود شعر الجماعم

بصارم ابيض اى صارم

﴿دیوان علی علیہ السلام صفحہ ۱۷۰﴾

ذوالفقار حیدری دشمنوں کے جسموں میں تیرتی جا رہی تھی آپ چند لمحات میں ہی یہودیوں کے مزید سات بڑے بڑے بہادروں کو موت کی نیند سلا چکے تھے کہ اچانک ہی یہودیوں نے میدان چھوڑ کر قلعہ کی طرف بھاگنا شروع کر دیا جناب حیدر کرار اُن کے پیچھے جا رہے تھے ایک یہودی نے انتہائی جرأت سے کام لیتے ہوئے جناب شیر خدا کے ہاتھ پر وار کر دیا مگر اُس کا وار سپر پر ہوا اور سپر زمین پر گر گئی چنانچہ ایک دوسرا یہودی جوان کے سرداروں میں سے تھا اُس سپر کو اٹھا کر قلعہ کی طرف بھاگ نکلا۔

دروازہ علی کے ہاتھ میں

یہودیوں کی اس حرکت سے جناب امیر علیہ السلام کو جوش آ گیا جلال حیدری پوری تمکنت اور شان سے ظاہر ہو گیا آپ پر آپ کی روحانی قوت کا اس قدر شدید غلبہ ہوا کہ آپ ناقابلِ عبور خندق سے ایک ہی جست میں پار پہنچ گئے اور قلعہ کے دروازہ کو فولادی پنجرے میں پکڑ کر اس قدر شدید جھٹکا دیا کہ اُس کا آہنی دروازہ اکھڑ کر آپ کے ہاتھ میں آ گیا آپ نے اُس دروازہ کو اس طریقہ سے اپنے ہاتھ میں اٹھایا ہوا تھا کہ وہ سپر کا کام بھی دیتا رہے اور آپ تلوار بھی چلاتے رہیں۔

امیر ازیں واقعہ بغاوتِ شمناک گشتہ خود را بدر

قلعہ قموں رسانید و از خندق یک جست نمودہ خود را بدر

حصار گرفت و منجہ فولاد درجہ در حلقہ در ز دور حصار را بکند و
سپر خود ساخت۔

﴿مدارج النبوة ج ۲ ص ۲۱۵﴾

کتب سیر میں آتا ہے کہ سیدنا امام باقر علیہ السلام علی آباء العظام و
اولادہ الکرام روایت بیان فرماتے ہیں کہ جب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ
الکریم نے خیبر کے دروازہ کو اکھاڑنے کے لئے جھنجھوڑا تو سارا قلعہ کا پنے لگا
چنانچہ یہودیوں کے سردار حنی بن اخطب کی بیٹی صفیہ تخت سے گر کر زخمی ہو گئی،
یاد رہے کہ یہی جناب صفیہ اسیر ہو کر دربار رسالت میں آئیں تو
سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی زوجیت کے شرف سے نواز
کر ام المومنین بنا دیا۔

وازا امام باقر رضی اللہ عنہ منقول است کہ گفت
چوں علی در خیبر را گرفت و بکینایتا بکند تمامی آن حصار
چنان بختید کہ صفیہ دختر حنی بن اخطب از بالائے تخت خود
بیفتاد و روئے او مجروح شد۔

﴿معارج النبوة ج ۲ ص ۱۷۵﴾ ﴿مدارج النبوة ج ۲ ص ۲۱۵﴾

پس اہل اسلام بامداد شاہ مردان در آمدند و دست بقتل
جہوداں دراز کردند و گفت کس از روسائے یہود و ابطال خیبر
بضر بخت امیر المومنین حیدر رضی اللہ عنہ کشتہ گشت و باقی
جہوداں ہزیمت نمودہ روئے بقباکل آوردند و شاہ مردان

در عقب ایشاں روان شد و در آن اثناء یکے از مخالفان
ضرب بردست امیر نہ و چنانکہ سپر از دست آن حضرت
بر زمین افتاد و دیگرے از جهودان کمر سردار بود سپر را گرفتہ
روی بگریز آورد۔

﴿معارج النبوة ج ۲ ص ۱۴۵﴾ ﴿مدارج النبوت ج ۲ ص ۲۱۲﴾
ارباب سیر بیان فرماتے ہیں کہ جب قلعہ کا دروازہ ٹوٹ گیا تو لشکر
اسلام نہایت آسانی سے قلعہ کے اندر داخل ہو گیا جناب شیر خدا نے جنگ
سے فارغ ہو کر اس دروازہ کو اڑٹسٹھ و جب کے فاصلہ پر اپنے پس پشت
پھینک دیا تھا۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ یہ دروازہ خندق پر اس طرح پھینکا گیا
تھا کہ وہ ایک پل کا کام دینے لگا متعدد روایتوں میں آتا ہے کہ جناب علی کرم
اللہ وجہہ الکریم نے جب اس دروازہ کو زمین پر پھینک دیا تو اُسے ستر مجاہدین
اسلام نے مل کر اٹھانے کی کوشش کی مگر اُسے جنبش تک نہ دے سکے ایک
روایت کے مطابق انہی اشخاص مل کر بھی اس دروازہ کو ہلانے سے معذور
رہے۔

ایک روایت کے مطابق اس دروازہ کا وزن آٹھ صد من تھا جسے شیر
خدا نے ایک ہی جھٹکے سے اُکھاڑ بھی دیا اور پھر اس کو ایک ہاتھ میں اُٹھا کر سپر
بھی بنائے رکھا اور پھر جب پھینکا تو وہ اتنی دُور جا کر گرا جیسے گیند کو اچھال دیا

گیا ہو۔

سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ یہ جناب مولا مرتضیٰ علیہ السلام کی جسمانی نہیں بلکہ روحانی قوت کرشمہ تھا جس سے آپ نے آٹھ صد من وزن کا دروازہ ایک ہی جھٹکے سے اکھاڑ بھی لیا اور اٹھائے بھی رکھا ہمیں اُن کے اس خیال سے بھی اتفاق ہے اس لئے کہ یہ قوت روحانیہ بھی تو جناب علی المرتضیٰ کی تھی۔

آوردہ اند کہ وزن ان ہشتصد من بود

﴿معارج النبوة ج ۲ ص ۱۷۵﴾

بعد از فراغ جنگ آل حضرت رضی اللہ عنہ آں
در را ہشتاد و جب از پس پشت دور انداخت و گویند ہفت
کس از قویای اسلام چندا نکہ جہد نمودند با تقاق یکد
گیر آں در از پہلوئے بہ پہلوئے دیگر گردانند تو استند
و چہل مرد برخاستند ہمدیک دیگر بردارند عاجز شدند قال
الشاعر علی مری باب المدینہ بخیر و ثمانین بشر و فی کم بسلام

﴿معارج النبوة ج ۲ ص ۱۷۵﴾

بہر حال جناب حیدر کرار کی روحانی اور جسمانی قوت کا مشاہدہ
یہودی بھی کر رہے تھے اس لئے اُن پر آپ کی اس قدر ہیبت طاری ہو چکی
تھی کہ ہر شخص اپنے اپنے مقام پر لرز کر رہ گیا تھا۔

اگر انہوں نے زورِ یدِ الہی سے قلعہ کے دروازہ ٹوٹنے کا حشر نہ دیکھا ہوتا تو شاید اب بھی مقابلہ کی کوشش کرتے کیونکہ اُن کا قلعہ بند لشکرِ دس ہزار بہادروں پر مشتمل تھا اور اسلامی لشکر کی تعداد ان کے مقابلہ میں دسواں حصہ تھی مگر قوتِ حیدری نے تو اُن کے حواس ہی مختل کر دیئے تھے وہ آپ کو مافوق الفطرت ہستی خیال کرتے ہوئے سامنا کرنے کے تصور ہی سے فنا ہوتے جا رہے تھے۔

ان حالات میں مقابلہ ہوتا کیا ہر شخص کو اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے چنانچہ جب جناب حیدرؑ کرار علیہ السلام اسلامی جیش کو ساتھ لے کر نہایت کروفر اور شان و تمکنت سے قلعہ میں داخل ہوئے تو یہودیوں کے ہر چھوٹے بڑے کو اس حالت میں پایا جیسے اُن کے خون کا آخری قطرہ تک نہچوڑ لیا گیا ہو اور وہ لوگ نہایت خوفزدہ انداز میں الامان الامان پکارنے لگے جناب شیرِ خدا علیہ السلام نے انہیں اُن شرائط پر امان عطا فرمادی جو آپ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قلعہ فتح کر لینے کی صورت میں ارشاد فرمائی تھیں یہودیوں نے وہ تمام شرائط بغیر کسی حیل و حجت کے تسلیم کر لیں کیونکہ ایسا نہ کرنے کی صورت میں انہیں زندہ کیوں سے بھی ہاتھ دھونا پڑتے اور تمام مال و اسباب بھی مسلمانوں کے حوالے کرنا پڑتا،

یہودیوں کی یہی تو فطرت ہے کہ وہ دولت کے حصول کے لئے اپنی عزت اور غیرت تک کا سودا کر لیتے ہیں مگر زندگی بچانے کے لئے کچھ لو کچھ

دو کی پالیسی پر ہی عمل کرتے ہیں۔

بہر حال ادھر اہل یہود پر مکمل طور پر تسلط قائم کرنے کے بعد جناب شیر خدا علیہ السلام بارگاہ رسالت میں پہنچنے کے لئے واپسی کا ارادہ کرتے ہیں اور ادھر حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح خیبر کی مسرت آگیاں خبر سن کر مسجود حقیقی کے دربار میں سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اور اظہارِ فرحت و انبساط فرماتے ہیں۔

تعریف مرتضیٰ بزبانِ مصطفیٰ

تاجدار مملکتِ قوت و شجاعت مولائے کائنات سید العرب جناب اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب علیہ السلام جب مع حیث اسلام اپنے مستقر کے قریب پہنچے تو اُس وقت تاجدارِ اولین و آخرین سید المرسلین سپہ سالارِ اعظم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے شیر کی حوصلہ افزائی اور تبریک و تہنیت کے لئے خیمہ اطہر سے باہر تشریف لا کر استقبال کرنے کے لئے چند قدم بڑھ آئے اور فرحت و مسرت سے جناب علی کو آغوشِ رحمت میں لے لیا اور پھر حضور رحمۃ اللعلمین نے جناب حیدرِ کرار کی چشمانِ زر گس نشین کو چوم کر ان الفاظ میں اُن کی جرأت و شجاعت کی داد دی کہ،

علی تمہاری مشکورانہ تعریفیں اور جرأت مند یوں کے واقعات ہم تک پہنچے بے شک اللہ تعالیٰ عز و جل بھی تم سے راضی ہوا اور ہم بھی تم سے راضی

ہوئے۔

محبوب کا آگے بڑھ کر استقبال کرنا اور پھر آغوشِ رافت میں لے کر پیشانی پر بوسہ دینا ہی جنابِ حیدرِ کرار کو لذت و کیفیات کی اُن گراں مایہ نعمتوں سے نواز چکا تھا جن کے حصول کے بعد کسی اور نعمت کا تصور ہی بے کار ہے۔

اوپر سے آپ کی زبانِ فیض ترجمان سے شفقت و محبت بھرے جملے سنے تو حیدرِ کرار کی آنکھوں سے بے اختیار مسرت کے آنسوؤں کا چشمہ پھوٹ نکلا جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکراتے ہوئے استفسار فرمایا اعلیٰ یہ رونا خوشی کا ہے یا غم کا؟

جنابِ ولایت مآب نے سر نیاز خم کرتے ہوئے عرض کی یا رسول اللہ یہ گریہ غم نہیں بلکہ مسرت کے آنسو ہیں اور مجھے کیوں فرحت اور خوشی نہ ہو کہ خدا اور اس کا رسول مجھ سے راضی ہیں۔

محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید اظہارِ مسرت کرتے ہوئے فرمایا نہ صرف یہ کہ ہم اکیلے ہی تم پر خوشی ہیں بلکہ خداوندِ تعالیٰ بھی تم پر راضی ہیں اور ساتھ ہی جبریل و میکائیل اور تمام ملائکہ بھی تم پر خوش ہیں“

وَحَمَلْ يَوْمَئِذٍ بَابِ حَصْنِهَا عَلَى ظَهْرِهِ حَتَّىٰ

صَعِدَ الْمُسْلِمُونَ عَلَيْهِ فَفَتَحُوا هَا وَانْهَامُ جُرُوه

بَعْدَ ذَلِكَ فَلَمْ يَحْمِلْهُ إِلَّا أَرْبَعُونَ رَجُلًا وَفِي رَوَايَةٍ

انه تناول با با من الحصن حصن خيبر فتتوس به
عن نفسه فلم يزل يقاتل وهو في يده حتى فتح
الله عليا ثم الاقواء فاد ثمانية ان يلقوه
فما استطاعوا .

﴿صواعق محرقة ص ۱۲۲﴾

وفى رواية ان اوليا قلع الباب خيبر ولم يحر كه
سبعين رجلا ﴿مواهب اللدنيہ﴾

روى عبد الله بن احمد بن حنبل من رواية
جابر ان النبي صلى الله عليه وآله وسلم لما رفع
الراية لعل يوم الخيبر اسرع فجعلوا يقولون له
ارفق حتى انتهى الى الحصن فاجتذب بابه فألقاه
على الارض ثم اجمع عليه سبعون رجلا اعادوه

﴿اشرف الموائد ص ۱۱۷﴾ ﴿الاصابة ج ۲ ص ۵۰۲﴾

﴿مسند احمد ج ۱ ص ۳۱۱﴾ ﴿سيرت حلبيه ج ۲ ص ۷۷﴾

﴿معارج النبوة ج ۲ ص ۱۷۵﴾

حسب عادت واقعات خيبر کی بھی بعض روایات پر بعض متشددين
نے ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی ہے اور اپنے سفلی جذبات کی تسکین کے
لئے نہایت مکروہ انداز سے جرح کے دروازے کھولے ہیں مگر ان کی ہر قسم کی
موشگافیاں بالآخر ان کی بے بسی پر ہی ختم ہوتی ہیں۔

ایک طرف تو جناب حیدر کرار سے ان کا مبغوضانہ رویہ انہیں

بضحوائے حدیث مصطفیٰؐ ”علی سے بغض منافقت ہے“ کی وعید کا مستحق بنا دیتا ہے اور دوسری طرف محققین کی نگاہوں میں بھی یہ طبقہ عصیّت زدہ اور خائن قرار پاتا ہے۔ ہم چونکہ ان مضامین کو بیان کرتے وقت قارئین کرام کو بحث مناظرہ کے تکلفات سے بچا کر عشق و محبت کی منازل سے ہمکنار کرنا چاہتے ہیں اس لئے دانستہ طور پر ان لوگوں کے مطاعن کا اظہار نہیں کیا گیا۔

مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم ان روایات کو جن پر بعض نام نہاد محققین نے جرح و تعدیل کے نام پر نیش زنی کی ہے اور انہیں موضوعات واپسی روایات کے نام سے موسوم کیا ہے کہ پوری پوری وضاحت بحث و تحقیق کے اس باب میں کریں گے جو اس کتاب میں اسی مقصد کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔

انشاء اللہ العزیز ہم مخالفین کی پوری پوری عبارات پیش کرنے کے بعد ان کی حقیقت کو مکمل طور پر بے نقاب کریں گے اس لئے قارئین کرام سے درخواست ہے کہ آپ نہایت اطمینان سے ہر واقعہ کو حق و صداقت کی تصویق سمجھتے ہوئے ملاحظہ فرماتے جائیں اور یہی وہ طریقہ ہے جس سے آپ اپنے ذوق و وجدان کو مزید جلا دے سکیں گے۔

اس وضاحتی نوٹ کے بعد ہم پھر اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں کہ غزوہ خیبر کی مکمل ترین فتح فاتح خیبر شیر خدا مولا مشکل کشا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات والا صفات سے منسوب ہے اور تا قیام قیامت رہے گی اور

اس پر حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان شاہد عدل ہے کہ،
ہم کل اُس کو جہنم عطا فرمائیں گے جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ
خیبر کو فتح فرمائے گا اور پھر وہ پرچم جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم عطا فرما دیا
گیا خیبر کی فتح جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ اعزازِ عظیم ہے جس
میں کوئی دوسرا ہرگز ہرگز شریک و سہم نہیں۔

القصہ چوں اہل حصن قنوص و مروم سائر قلاع خیبر
امرے چٹاں غریب از امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ
مشاہدہ کردند از قلعا فریاد الا مان الا مان بر آوردند و علی
ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ از حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم رخصت طلبید با شارت او خیبر یاں را امان داد
مشروط بر آنکہ،

وچوں خبر فتح خیبر بسمع ہمایوں آن سرور صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم رسید بغایت فرحان و مسرور گشت،

﴿معارج النبوة ج ۲ ص ۱۷۵﴾ ﴿مدارج النبوة ج ۲ ص ۲۱۲﴾

چوں حیدر کرار رضی اللہ عنہ، مہم کفار قرار دادہ بجانب سید
الابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توجہ فرمود و خواجہ عالم صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم جہت تمشیت و تہنیت علی رضی اللہ عنہ
باستقبالِ اواز خیمہ بیرون آمد و علی را در کنار گرفت دہر

دو چشمش را ببوسید و بفرمود۔

قد بلغنی تبارک الممشکور و صنعک للمذکور قد رضی اللہ
عنک و رضیت انا عنک ،

چون حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اظہار رضا
از علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرمود علی راضی اللہ عنہ رقتے
دست داد از وی پرسید کہ آیں گریہ شادی است یا گریہ
اندوہ گفت گریہ فرح است چگونہ فرحناک نہ باشم و
شادمان نہ گردم کہ خدا و رسول او از من راضی باشند آں
سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ من از تو راضی و
خدائے عز و جل و جبریل و میکائیل و جملہ فرشتان از تو
راضی اند۔

﴿معارج النبوة ج ۲ ص ۱۷۵﴾ ﴿مدارج النبوة ج ۲ ص ۲۱۲﴾

بَاب

بَعَثَ رَمْلَ

أَوْ

حَيْدَرِ كَرَارِ الْعَلِيَّةِ

حیدر کرار پر حضور کی خاص نوازش

شر پسندوں کی سرکوبی

غزوہ تبوک سے واپسی کے چند روز بعد ایک اعرابی نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ اطلاع بہم پہنچائی کہ وادی رمل میں کفار عرب کے کچھ لوگ اس ارادہ سے جمع ہوئے ہیں کہ موقع ملتے ہی مدینہ منورہ پر شب خون مارنے کے لئے چڑھائی کر دیں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعرابی کی اطلاع کو مٹی بر حقیقت سمجھتے ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ وادی رمل میں چند شر پسندوں نے جمع ہو کر مدینہ منورہ پر شب خون مارنے کا ارادہ کر رکھا ہے تم میں سے کون ہے جو ان کو ان کے ناپاک عزائم پر عمل کرنے سے پہلے پہلے ہی ختم کر دے۔

تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد عالیہ سنا تو اہل صفہ و دیگر متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے شر پسندوں کی اس جماعت کا قلع

قع کرنے کے لئے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنی خدمات پیش کر دیں جنہیں آپ نے بخوشی قبول و منظور فرمالیا۔

ابوبکر صدیق کا حملہ اور ناکامی

صحابہ کرام کو دشمنوں سے مقابلہ پر تیار پا کر تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر پرچم اسلام عطا فرمایا اور حبش اسلامی کو اُن کی کمان میں دے کر دشمنوں سے مقابلہ کے لئے روانہ فرما دیا۔

چنانچہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر اسلام کی کمان کرتے ہوئے منزل بمنزل وادیِ رمل کے قریب پہنچ گئے اور دشمنوں پر حملہ کرنے کی ترکیبیں سوچنے لگے کیونکہ مخالفین نے جس جگہ میں اپنی کمین گاہیں بنا رکھی تھیں وہ درختوں اور پتھروں میں اس طرح گھری ہوئی تھی کہ یہ پتہ لگانا انتہائی مشکل تھا کہ دشمن کس جگہ چھپے ہوئے ہیں اور اُن کی تعداد کتنی ہے۔

جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی اس بات کا جائزہ ہی لے رہے تھے کہ حملہ کرنے کے لئے کون سا طریقہ کار اختیار کیا جائے کہ اچانک ہی درختوں اور پتھروں کی اوٹ سے مسلمانوں پر تیروں کی بارش ہونا شروع ہو گئی پھر اس سے پہلے کی اسلامی لشکر سنبھالا لیتا دشمنوں کی بھاری

تعداد نے نیزوں اور تلواروں سے براہ راست حملہ کر دیا اور حبش اسلامی کو نیزوں، تیروں، تلواروں اور بھالوں کی باڑھ پر رکھ لیا چنانچہ اس حادثہ فاجعہ متعدد گرامی قدر ہستیوں کو جام شہادت نوش کرنا پڑا۔

اس جنگ کا خطرناک ترین پہلو یہ تھا کہ دشمن نہایت آسانی سے چھپ کر بھی وار کر سکتے تھے کیونکہ وہ اشجار و اجار کے پس پردہ نہایت محفوظ ترین کمین گاہوں میں چھپے ہوئے تھے جبکہ لشکر اسلام کھلے میدان میں فروکش تھا۔“

بالآخر جب اُن لوگوں پر قابو پانے کا کوئی ذریعہ نظر نہ آیا تو جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ متعدد جانبازان اسلام کو شہید کروانے اور ہزیمت اٹھانے کے بعد مدینہ منورہ زاد اللہ تشریفاً و تکریماً میں واپس لوٹ آئے۔

بعد از غزوہ تبوک اعرابی نزو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمد و گفت قوے از عرب در وادی الرمل آمدند و داعیہ آن دارند کہ بر سبیل شجوخ بجانب مدینہ توجہ نمایند، حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لواریا میرالمومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دادہ بر آن طائفہ اش امیر گردانید و بر سر راہ اعدا فرستاد و مقام مخالفان را وادی بود کثیر الحجارہ والا شجار چون مومنان خواستند کہ پائے در آن وادی لنیدار باب خلاف ازال وادی بیرون رفتند قتال اشتعال پذیرفت، چنانچہ بسیارے از سپاہ اسلام شربت شہادت چشیدند و باقی را انہزام پیش گرہند و بمدینہ مراجعت نمودند،

فاروق اعظم کا حملہ اور ناکامی

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب متعدد صحابہ کرام کی شہادت اور جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بحالتِ شکست واپس آنے کی اطلاع ملی تو آپ نے شُرِ پسندوں کی سرکوبی کے لئے اسلامی لشکر کو دوبارہ ترتیب دیا اور جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر آپ کے ہاتھوں میں پرچم اسلام تھما دیا۔

لشکرِ اسلام جناب فاروق اعظم کی قیادت میں چلتا ہوا جب مطلوبہ مقام پر پہنچا تو دشمنوں نے وہی حربہ استعمال کیا جو جناب ابو بکر صدیقؓ پر آزما چکے تھے۔

بعد ازاں کہ آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عقدِ رایتِ نمودہ بفاروق اعظم رضی اللہ عنہ تسلیم نمود چوں بمقصد رسید خواست قادر آں وادی درآید مشرکاں کہ از عقب اشجار و احجار کمین کردہ بودند بیرون آمدند و بعد از کوشش و کشش لشکر اسلام باز طریق فرار اختیار کردہ بدار اسلام معاودت نمودند۔

چنانچہ پیشتر اس کے کہ اسلامی لشکر اُن لوگوں کو تلاش کرتا یا اپنے دفاع کے لئے کوئی صورت نکالتا دشمنوں کی طرف سے سنناتے ہوئے تیروں کی بارڑھ آئی اور متعدد صحابہ کرام کو زخمی اور شہید کر گئی اس کے ساتھ ہی اُن کے چند مسلح دستوں نے نیزوں اور تلواروں سے سامنے آ کر شدید حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں اُن لوگوں کا پلہ کافی بھاری رہا اور اہل اسلام دوبارہ ناقابلِ حلائی نقصان اٹھا کر مدینہ منورہ کو واپس پلٹ آئے۔

عمرو بن العاص کی آرزو اور شکست

جب سیدنا فاروق اعظم بھی شریکوں سے شکست فاش اٹھانے کے بعد واپس آ گئے تو جناب عمرو بن العاص حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ملتمس ہوئے کہ اب آپ مجھے اجازت عطا فرمائیں تاکہ میں جنگ دھوکہ ہے کہ مقولہ پر عمل کرتے ہوئے دشمنوں کو مکر و فریب اور جنگی چالوں سے مغلوب و مقہور کر کے فتح یاب ہو کر واپس آؤں۔

بعد از وقوع عمرو بن العاص کہ بشیوہ مکر و حیلہ اکتصاص داشت التماس نمود کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابرائشاں فرستادہ بمقتضائے الحرب خدمتہ عمل نماید حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم التماس اور ابرائشاں داشت و اور امیر جمع گر و ایندہ بجانب مخالفان فرستاد و او نیز چوں متوجہ معاندان شد و در مقابلہ و مقاتلہ ایشاں در آمد نیزم بازگشت و بعضی از مسلماناں شہید شدند،

حضرت عمرو بن العاص کی اس درخواست کو قبول فرماتے ہوئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لشکرِ اسلام کو از سر نو ترتیب دیا اور پرچمِ اسلام عمرو بن العاص کو عطا فرما کر دشمنوں کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمادیا عمرو بن العاص لشکرِ اسلام کی کمان کرتے ہوئے جب دشمنوں کی کمین گاہ کے قریب پہنچ گئے اور دشمنوں سے نبرد آزما ہونے کا طریقہ سوچنے لگے تو اچانک لشکرِ اسلام میں کھلبلی مچ گئی کیونکہ دشمنوں نے پھر وہی طریقہ کار اختیار کیا تھا جس پر وہ اس سے پہلے دوبار عمل کر چکے تھے،

وہ اپنی کمین گاہوں میں مکمل طور پر محفوظ تھے جب کہ لشکرِ اسلام براہِ راست اُن کے تیروں کی زد پر تھا چنانچہ اس سے پہلے کہ جناب عمرو بن العاص اپنی کسی جنگی چال کا تجربہ کرتے اور الحربِ خدمتہ پر عمل کرتے اہل اسلام میں سے متعدد حضرات کے سینے تیروں سے چھلنی ہو چکے تھے۔

اب پھر میدانِ کافروں کے ہاتھ میں تھا اور اُن لوگوں نے سامنے آ کر بھی اس قدر شدید حملہ کیا جس کی تاب نہ لاتے ہوئے لشکرِ اسلام کو پیچھے بھاگنے ہی میں عافیت نظر آئی اور جناب عمرو بن العاص بھی متعدد جنگی چالوں سے آشنائی کے باوجود زبردست شکست اٹھانے اور متعدد صحابہ کرام کو شہید کر جانے کے بعد بے نیل و مرام مدینہ منورہ میں واپس آ گئے۔

علی ہی فاتح قرار پائے

جناب عمرو بن العاص کو شکست اٹھا کر آئے ہوئے چند روز گزر گئے تو ایک دن اچانک سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بلا کر فرمایا کہ علی اب دشمنوں کی سرکوبی کے لئے تجھے جانا ہے، جناب حیدرِ کزار کو کیا انکار ہو سکتا تھا آپ فوراً تیار ہو گئے حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جیشِ اسلام کو مرتب فرما کر پرچمِ اسلام جناب حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تفویض فرما دیا جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو جھنڈا عطا کرنے کے بعد آپ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند

بعد از چند روز حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از برائے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ لوائے راست کردہ دست بجانب آسمان برداشت و در شان اود دعائے نیکو بتقدیم رسانید و تا بہ مسجد اتراب بتشیع شاہ مردان قدم رنجہ فرمود فرمانم داد کہ امیر المومنین ابو بکر و عمرو بن العاص و جمیع دیگر از یاران رضی اللہ عنہم و رآں سفر با امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ رفاقت نمایند و از صواب و یداد تجاوز نمایند۔

﴿معارج النبوة ج ۲ ص ۲۲۲﴾

القصة شاہ مردان بر آنچہ ضمیر ضمیر او عکس انداختہ بود عمل نمود میر اند تا وقت طلوع فجر بر سر عدو رسیدہ بروفق خاطر خواہ الحمد للہ از معاندان انتقام کشید،

فرمائے اور علی کی فتح و نصرت کے لئے بارگاہِ ایزدی میں دعا فرمائی اور نیک
تمناؤں کا اظہار فرمایا۔

اسلامی لشکر میں آپ نے اس دفعہ جناب ابو بکر صدیق اور جناب
عمرو بن العاص کو بھی شامل فرمایا مگر اب اُن سب کے سپہ سالار جناب حیدر
کرار تھے کیونکہ آپ نے تمام جیشِ اسلامی کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ تم
سب لوگ علی کی کمان میں ہو اور تمہیں ہر حالت میں انہی کے احکام کو ماننا ہے
اور انہی کی صوابدید پر عمل کرنا ہے کوئی شخص نہ تو ان کے حکم سے سرتابی کرے
اور نہ ہی کسی امر میں ان کے فرمان سے تجاوز کرے۔

یہ احکام صادر کرنے کے بعد حضورِ تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
بہ نفسِ نفیس جیشِ اسلامی کو الوداع کرنے کے لئے مسجدِ احزاب تک تشریف
لائے اور خدا تعالیٰ کے سپرد کرنے کے بعد واپس تشریف لے گئے۔

فراستِ حیدر کرار

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب آغازِ سفر کیا تو اُس
راستے کو قطعی طور پر نظر انداز کر دیا جو ادیّہ ریل کی طرف جاتا تھا بلکہ آپ نے
جیشِ اسلامی کو اُس راہ پر ڈال دیا جو مدینہ منورہ سے عراقِ عرب کی سمت جاتا
تھا بظاہر یہ بات کسی کی سمجھ میں نہ آنے والی تھی اور اس حکمت کو وہی جانتا تھا
جسے دارِ حکمت اور مدینۃ العلم کا دروازہ ہونے کا شرف حاصل تھا تاہم صحابہ

کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس وجہ سے اس راستہ پر بغیر حیل و حجت
گامزن ہو گئے کہ انہیں ہر حالت میں علی کے احکام کی ہی اتباع کرنے کا حکم
در بار مصطفیٰ سے مل چکا تھا۔

عمرو بن العاص کا مشورہ

بالآخر منازل کو قطع کرتے ہوئے ایک لمبا چکر کاٹنے کے بعد جناب
حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکرِ اسلام کو وادیِ رمل کے عقب میں لے آئے تو
جناب عمرو بن العاص نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مشورہ دیا کہ علی
نے جو طریقہ اور طریق اختیار کیا ہے یہ ہرگز مناسب نہیں اور اس دشمن میں
چند وجوہات بھی پیش کیں مگر تمام حیثیتِ اسلامی نے اُن کے مشورہ کو مسترد
کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں اُسی بات پر عمل کرنا ہے جسے علی مناسب خیال
کریں چنانچہ عمرو بن العاص کو خاموش رہنا پڑا اور جناب حیدر کرار تمام امور
کو اپنی مرضی کے مطابق سرانجام دیتے رہے۔

دُشمنوں کا خاتمہ

جناب حیدر کرار ہراول کے دستہ میں بھی سب سے آگے تھے اس
لئے کسی بھی شخص کو کسی قسم کی کوئی پریشانی لاحق نہیں تھی شب کا کچھ حصہ
استراحت اور آرام سے گزارنے کے بعد آپ طلوع فجر کے ساتھ ہی عقب
کی طرف سے دشمنوں کے سروں پر مسلط ہو چکے تھے اب نہ تو وہ لوگ کمین

گا ہوں سے نکل کر کہیں بھاگ سکتے تھے اور نہ ہی وہ درختوں یا ٹیلوں کی اوٹ لے کر حملہ کر سکتے تھے چنانچہ اب اُن کے لئے موت کے سوا تمام راستے بند ہو چکے تھے ذوالفقار حیدری اُن کے سروں پر بجلی کی طرح کوند رہی تھی اور تڑپ تڑپ کر واصل جہنم ہو رہے تھے جیشِ اسلامی نے بھی جرأت و جوان مردی کے بیشتر کارنامے سرانجام دیئے تھے اور بالآخر اُن دشمنانِ اسلام کا خاطر خواہ قلع قمع کر دیا گیا۔

ادھر لشکرِ اسلام فتح و کامرانی کا جھنڈا گاڑتے ہوئے خداوندِ قدوس کا شکر و سپاس ادا کر رہا تھا اور ادھر مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہا میں تاجدارِ انبیاءِ مخیر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس فتح کی بشارت سنارہے تھے۔

حضورِ العلام ملامعین کا شفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صاحب کشف الغمۃ نے لکھا ہے کہ ”سورہ والعدایات“ اسی موقع پر نازل ہوئی تھی۔ دیگر متعدد واقعات کے علاوہ مذکورہ بالا روایت میں بتایا گیا ہے کہ ”سورہ مقدّسہ والعدایات“ اسی واقعہ کی شان میں نازل ہوئی ہے اگرچہ

وصاحب کشف الغمۃ گوید کہ سورہ والعدایات دریں باب نازل شدہ وآں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصحاب را بفتح بشارت داد و چوں شاہ مردان مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ نزدیک بمدینہ رسید۔

ہمیں کتب تفاسیر سے واضح طور پر کوئی ایسی روایت نہیں مل سکی جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ تذکرہ بالا سورۃ اسی واقعہ سے متعلق ہے تاہم اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ نفس مضمون کے اعتبار سے مذکورہ سورۃ کی آیات مقدسہ کا اس واقعہ سے بھی گہرا ربط تعلق ہے ان آیات کا مطلب ہے کہ،

وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا

قسم ہے ﴿گھوڑوں﴾ کی جو سینے سے آواز نکالتے یعنی ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں۔

فَالْمُورِيَّاتِ قَدْحًا

پھر ٹاپ مار کر ﴿پتھروں سے﴾ آگ نکالتے ہیں

فَالْمُغِيرَاتِ صُبْحًا

پھر صبح ہوتے ہی تاخت و تاراج کرتے ہیں۔

فَأَثَرُنَّ بِهِ نَقْعًا

پھر اُس وقت غبار اُڑاتے ہیں۔

فَوَسْطَنَ بِهِ جَمْعًا

پھر ﴿دشمن کے﴾ لشکر میں جا گھستے ہیں۔

مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جل مجدہ الکریم نے

مجاہدین اسلام کے گھوڑوں کی قسم کھا کر اُن کی شان و شوکت کی جو تصویر کشی

آیات قرآنیہ میں کی ہے اس سے درحقیقت اُن غازیوں اور مجاہدوں کی شان

بیان کرنا مقصود ہے جو اُن گھوڑوں کو جہاد کے مصرف میں لاتے تھے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جب خالق کائنات گھوڑوں کے ہانپنے کی قسم کھاتا ہے تو اُن شہسواروں کی قدر و منزلت کا کیا عالم ہوگا جو محض رضائے الہی کے خاطر ہمہ وقت اپنی جان کی بازی لگائے رکھتے تھے۔

بہر حال ان آیات میں جیشِ اسلامی کے حملہ آور ہونے کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے اس کی پوری تصویر ہمیں وادیِ رمل کے کفار پر جنابِ حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حملہ حیدری میں نظر آتی ہے یعنی اُن دشمنوں پر بھی شبِ خون نہ مارنا جو موقع ملتے ہی مسلمانوں پر شخون مارنا چاہتے تھے بلکہ عینِ طلوعِ صبح کے وقت پتھریلی اور میدانی زمین پر گھوڑوں کے سُموں سے پتھروں سے چقماق پتھر کی طرح آگ نکالتے اور دبے ہوئے غبار کو اڑاتے ہوئے دشمن کے لشکر میں جا گھسنا ان آیات مقدسہ کی کامل ترین تصویر ہے۔

مفسرین کا یہ کہنا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے گھوڑوں کا ذکر کر کے بالواسطہ طور پر مجاہدینِ اسلام کی تعریف و توصیف فرمائی ہے تو یہ جنابِ حیدر کرار اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان و عظمت اور علو و مرتبت کی واضح اور عظیم ترین دلیل ہے کیوں کہ مجاہدینِ اسلام میں آپ کے برابر کا نہ تو کوئی مجاہد ہے اور نہ ہی شہسوار آپ شہسواروں کے بھی امام ہیں اور مجاہدین کے بھی امام ہیں لہذا اگر سورۃ العادیات کے ذیل میں اس واقعہ کو بھی لے آئیں تو قرین قیاس ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک تو

یہ آیات تمام غزوات و سریات میں شرکت کرنے والے مجاہدین کے گھوڑوں پر بھی چسپاں کی جاسکتی ہیں۔

علاوہ ازیں مفسرین کرام کا اس بارہ میں بھی اختلاف ہے کہ یہ سورہ مدنی ہے یا کسی چنانچہ اکثر مفسرین نے اس کے بارے میں دو قول نقل کئے ہیں پہلا قول حضرت عبداللہ ابن مسعود کا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ یہ سورہ مکی ہے ”قول مکیہ“ ای فی قول ابن مسعود وغیرہ

اور دوسرا قول جبر الاُمّت حضرت عبداللہ ابن عباس کا ہے کہ سورۃ العادیات مدنی ہے ”وقولہ مدنیہ“ فی قول ابن عباس وغیرہ

بہر حال یہ سورہ مکی ہو یا مدنی اس میں ذکر مجاہدین اسلام کے اُن گھوڑوں کا ہی ہے جو صبح دم ہی لشکر کفار پر یلغار کر دیتے تھے ایک روایت میں آتا ہے کہ اس سورۃ میں جنگ بدر میں حصہ لینے والے مجاہدین کے گھوڑوں کا ذکر ہے حالانکہ اُس جنگ میں سپاہ اسلام کے پاس صرف تین گھوڑے تھے اور پھر غازیان اسلام اُن گھوڑوں کو لے کر دشمنوں کی صفوں میں بھی نہیں گھسے تھے بلکہ پہلے باقاعدہ طور پر مبارزت طلبی ہوئی تھی۔ ﴿واللہ اعلم﴾

ایک روایت میں آتا ہے کہ یہ ایک سریہ میں حصہ لینے والے مجاہدین اسلام کے گھوڑوں کا ذکر ہے مگر اس میں یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ کس سریہ کا واقعہ ہے ممکن ہے کہ وادی رمل میں ہونے والے سریہ کے متعلق ہی ہو۔

﴿صاوی علی الجلائین جلد ۲ صفحہ ۲۹۳﴾

﴿کنز الایمان﴾ ﴿کشاف ج ۲ ص ۵۵۲﴾

حیدر کرار کا استقبال

بہر حال جب جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ دشمنانِ اسلام کا قلع قمع کرنے کے بعد فتح و کامیابی کا پرچم لہراتے ہوئے مدینہ منورہ زاد اللہ تشریفاً و تکریماً کی جانب مراجعت پذیر ہوئے۔

چنانچہ جب آپ مدینہ الرسول کے نزدیک پہنچے تو حضور امام الانبیاء سید الاولین و آخرین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حکم فرمایا کہ جناب حیدر کرار شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استقبال کے لئے تیار ہو جاؤ اور پھر جلد ہی آپ صحابہ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے آئے تاکہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا شایانِ شان استقبال کیا جاسکے۔

ادھر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع صحابہ کبار کے شہر سے باہر تشریف لائے اور ادھر لشکرِ اسلام سامنے سے آتا ہوا نظر آنے لگا ولایت مآب، تاجدارِ اولیاء شیر خدا علی علیہ السلام نے محبوب خدا صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کو استقبال کے لئے تشریف لاتے دیکھا اور حضور سرور کائنات کے مسکراتے ہوئے رخ انور کی زیارت کی تو احترام نبوت کے پیش نظر والہانہ طور پر گھوڑے سے چھلانگ لگا دی۔

بشارت در بشارت

تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاجدار اولیاء کے عقیدت و احترام کو ملاحظہ فرمایا تو بشارت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا علی گھوڑے پر سوار ہو جاؤ کیونکہ خدا تعالیٰ عز و جل اور اُس کا رسول ﴿صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ تجھ سے راضی ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے محبوب کی یہ عنایت دیکھی تو آپ کی آنکھوں میں مسرت کے آنسوؤں کا سیلاب آگیا حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا علی اگر ہمیں اپنی اُمت کی طرف سے یہ اندیشہ نہ ہوتا تو کہ وہ تیرے متعلق وہی کچھ کہیں گے جو لوگوں نے عیسیٰ بن مریم

آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا راں با استقبال امر فرمود در آں زماں کہ چشم ولایت مآبے بر روئے فرخندہ آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افتاد از اسپ پیادہ شد۔ آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ اے علی اسوار شو خدا اور رسول او ﴿صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ از تو راضی اند۔

کے بارے میں کہا تھا تو ہم تمہارے متعلق یقیناً وہ بات لوگوں کو بتا دیتے کہ تم جدھر سے بھی گزرتے ہر گروہ تمہارے قدموں کی خاک پاک کو کل الجواہر سمجھتے ہوئے اٹھا لیتا اور اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتا۔

مقام علی کا تعین

یہ روایت ہم کسی دوسرے مقام پر بھی متعدد حوالہ جات کی روشنی میں پیش کریں گے تاہم دیکھنا تو یہ ہے کہ امیر المؤمنین سید الاولیاء علی المرتضیٰ علیہ السلام کے مقامات و کرامات کو کا حقہ سمجھا بھی جاسکتا ہے یا نہیں اور اگر جواب نفی میں ہے تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ خدا اور رسول کے بعد کوئی شخص بھی نہ تو مقام علی کا تعین کر سکتا ہے اور نہ ہی مقام علی کو سمجھ سکتا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کو سمجھا سکتا ہے حق یہ ہے کہ،

یہ راز عیاں ہو کے بھی اک راز رہے گا
بعض لوگ کچھ اس قسم کی باتیں کرتے ہوئے بھی پائے گئے ہیں کہ

شاہ مردان از غایت فرح در گریہ درآمد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ اگر اندیشہ آں نمیداشتم کہ طوائف امت در بارہ تو گویند آنچه در بارہ مسیح گفتند ہر آئینہ در بارہ تو سخنی می گفتم کہ برہج گروہ نمیکذشتی الا آنکہ خاک قدمت را برداشتہ کل الجواہر ہر دیدہ را دیدہ خویش می کردند۔

جناب شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ الکریم عالم فاضل تو واقعی بہت بڑے تھے لیکن آپ نہ تو حکومت کرنا جانتے تھے اور نہ ہی جنگی چالوں کے پورے طور پر ماہر تھے اگر فن حرب اور عسکری صلاحیتوں کے مالک ہوتے تو مخالفین کا پلہ بھاری نہ ہونے دیتے چونکہ ہم یہ بحث جنگ صفین کے باب ہی میں پورے طور پر کر سکیں گے اس لئے یہاں صرف یہی واضح کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ جنگ صفین میں جنگی چالوں کی سب سے ماہر ترین شخصیت جناب عمرو بن العاص ہی کو قرار دیا جاتا ہے

مگر وہ جس مقام سے شکست فاش اٹھا کر آئے فراست علی اسی مقام سے فاتحانہ شان کے ساتھ واپس آئی۔

بات دُور چلی گئی بتانا یہ تھا کہ جناب شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خداوند قدوس جل و علا اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار اقدس سے یکے بعد دیگرے جو مخصوص اعزازات اور بے مثال تمغات قرآنی آیات اور احادیث مقدسہ کی صورت میں تفویض ہوتے رہے اُن پر تبصرہ کرنے کے لئے عمر خضر اور لاکھوں صفحات کی ضرورت ہے مگر پھر بھی یہی کہنا پڑے گا کہ،

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اسی واقعہ کے ذیل میں حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جناب شیر خدا کا استقبال کرتے ہوئے یہ فرمانا کہ علی اگر ہمیں لوگوں سے اس

بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ وہ تمہیں عیسیٰ علیہ السلام کی طرح خدا یا خدا کا بیٹا سمجھنے لگیں تو ہم تمہارے متعلق یقیناً وہ بات بتا دیتے جس سے واقف ہو کر ہر گروہ تمہارے قدموں کی دھول کو کھل الجوا ہر سمجھ کر آنکھوں میں لگاتا، قطعی طور پر خاص اعزاز ہے۔

کتاب

مَنْزُورَةُ حُسَيْنٍ

اور

مَنْزُورَةُ كَرَارِ الْعَلِيِّ

غزوہ حنین کا پس منظر

یہ غزوہ شوال المکرم ۸ھ میں ہوا غزوہ حنین کو غزوہ ہوازن بھی کہتے ہیں وادی حنین مکہ معظمہ سے تین شب کے فاصلے پر ہے جہاں پر کفار عرب کے نہایت جنگجو قبائل ہوازن اور ثقیف رہائش پذیر تھے،

جنگ حنین کا پس منظر یہ ہے کہ جب تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ زاد اللہ شرفہا و قرب و جوار کو فتح کر چکے تو قبیلہ ہوازن کے سرداروں کو خیال پیدا ہوا کہ اب لشکرِ اسلام یقینی طور پر ہم لوگوں پر حملہ آور ہو گا لہذا ہوازن اور ثقیف کے سربراہ اور وہ لوگوں نے مشورہ دیا کہ اس سے پہلے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری بستیوں کو تاخت و تاراج کرنے کے لئے پیش قدمی کریں ہم لوگ اپنے گھروں کو خالی کر دیں اور مکہ معظمہ سے آنے والے راستہ کی ناکہ بندی کر دیں اور ایسے پہاڑی درّوں کو کمین گاہوں کی صورت میں استعمال کریں جہاں سے لشکرِ اسلام کو زد میں لے کر اُس کا خاتمہ کر دیا جائے۔

چنانچہ انہوں نے اپنے گھروں کا تمام مال و اسباب اونٹ گھوڑے وغیرہ لے کر طائف و حنین اور مکہ معظمہ کے درمیان ایک بستی جس کا نام اوطاس ہے کو اپنا مستقر بنا لیا اور راستے کے تنگ درّوں پر شدید حفاظتی

اقدامات کر لئے۔

حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اُن لوگوں کے اِن عزائم کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے حق میں اُن کا یہ اقدام بہتر فرمایا ہے اور ساتھ ہی جیش اسلامی کو تیاری کا حکم فرمادیا۔

چنانچہ جب لشکر تیار ہو چکا تو اس کی تعداد چودہ ہزار افراد پر مشتمل تھی جس میں بارہ ہزار لوگ اہل مدینہ اور دو ہزار اہل مکہ میں سے تھے بعض روایات کے مطابق اسلامی جیش کی تعداد بارہ ہزار تھی جس میں دس ہزار ساکنان مدینہ اور دو ہزار مکہ معظمہ کے نو مسلم وغیرہ تھے۔ بلکہ اہل مکہ میں سے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو ابھی دولت اسلام سے مشرف نہیں ہوئے تھے اور محض غلبہ اسلام کی وجہ سے ساتھ تیار ہو گئے۔

کثرت پر ناز غلط ہے

چونکہ اب تک کے ہونے والے تمام غزوات میں اس قدر کثیر تعداد میں اسلامی فوج کبھی جمع نہیں ہوئی تھی اس لئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

فقد جاء ان بعض اصحابه ای وهو ابو

بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا فی سیرۃ

الی یارسول اللہ من تغلب الیوم من قلتہ

آج ہم قَلتِ افواج کی وجہ سے ہرگز مغلوب نہیں ہوں گے بعض کتابوں میں بغیر نام کی تخصیص کے اس طرح آتا ہے کہ اسلامی فوج سے کسی شخص نے یہ جملہ کہا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہایت ناگوار گزرا اور فرمایا کہ فتح و شکست کا انحصار لشکر کی قَلت اور کثرت پر نہیں بلکہ یہ سب کچھ خدا تعالیٰ جل و علیٰ کے دستِ قدرت میں ہے اور اُسی خالقِ کائنات کی نصرت و حمایت پر ہی موقوف ہے اسی سلسلہ میں آپ نے چند قرآنی آیات بھی تلاوت فرمائیں“

ہمیں چونکہ اختصار سے ہی ہر واقعہ کو بیان کرنا ہے اس لئے تفصیل سے گریز کرتے ہوئے آئندہ پیش آنے والے واقعات کا اجمالی خاکہ پیش خدمت ہے۔

ہولناک حالات

جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا کسی اور صحابی کے لشکر کی کثرت پر گمان کرنے کا نتیجہ انتہائی ہولناک صورت میں ظاہر ہوا جیشِ اسلامی انتہائی کروفر اور شان و شوکت سے وادیِ حنین کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا کہ اچانک درّوں میں چھپے ہوئے کفار و مشرکین نے شدید ترین حملہ کر دیا۔

چونکہ یہ حملہ خلاف توقع اور ناگہانی صورت میں ہوا تھا اس لئے

مسلمانوں کو اپنی اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور جنگِ اُحد کی طرح ہر شخص نے پیچھے پلٹ کر بھاگنا شروع کر دیا،

یہ اُفراقِ فِری پیدا کرنے میں مکہ معظمہ کے نو مسلم اور اُن کے حلفاء و طلقا پیش پیش تھے حتیٰ کہ سوائے چند بنو ہاشم اور جناب ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہم اجمعین کے مہاجرین و انصار میں سے بھی تمام لوگ فرار ہو گئے۔

یہ پروانے

تاریخِ اسلام میں جنگِ حنین کو بھی اہل اسلام کے نزدیک امتحان اور شدید آزمائش کا واقعہ قرار دیا جاتا ہے حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو میدان چھوڑ کر فرار ہو ہی نہیں سکتے تھے اس لئے کہ میدان سے فرار ہونا کسی بھی مہی کی شان لائق نہیں۔

مگر اُس مقدس طاقت کو نظر انداز کر دینا بھی تاریخ کے ساتھ سخت نا انصافی ہوگی جو اس عالمِ اضطراب و اضطراب میں بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ سائے کی طرح لگے ہوئے تھے اور شمعِ رسالت کی حفاظت کے لئے پروانوں کی طرح گھیرا ڈال کر فدا ہونے کو تیار کھڑے تھے ان عشاقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و علیہم کی فہرست صفحاتِ تاریخ پر اس طرح مُرسم ہے۔

﴿طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ ۴۸۹﴾

﴿معارج النبوت رکن چہارم صفحہ ۲۱۲﴾

کون فرار نہ ہوا ؟

☆ حضرت جناب سیدنا حیدر کرار اسد اللہ الغالب علی ابن طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہم اجمعین۔

☆ حضرت جناب سیدنا عباس ابن سیدنا عبدالمطلب بن سیدنا ہاشم رضی اللہ عنہم اجمعین۔

☆ حضرت جناب سیدنا ابوسفیان بن حارث بن سیدنا عبدالمطلب بن سیدنا ہاشم رضی اللہ عنہم اجمعین۔

☆ حضرت جناب سیدنا ربیعہ بن حارث بن سیدنا عبدالمطلب بن سیدنا ہاشم رضی اللہ عنہم اجمعین۔

☆ حضرت جناب سیدنا قثم بن سیدنا عباس بن سیدنا عبدالمطلب بن سیدنا ہاشم رضی اللہ عنہم اجمعین۔

☆ حضرت جناب سیدنا فضل بن سیدنا عباس بن سیدنا عبدالمطلب بن سیدنا ہاشم رضی اللہ عنہم اجمعین۔

☆ حضرت جناب سیدنا عبد اللہ بن زبیر بن سیدنا عبدالمطلب بن سیدنا ہاشم رضی اللہ عنہم اجمعین۔

☆ حضرت جناب سیدنا عقیل ابن ابی طالب بن سیدنا عبدالمطلب بن سیدنا ہاشم رضی اللہ عنہم اجمعین۔

☆ حضرت جناب سیدنا اُسامہ بن زید غلام زادہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

☆ حضرت جناب اُسامہ کے ماموں یعنی برادر حضرت اُم ایمن کنیز مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب ایمن ابن اُم ایمن رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ایک روایت کے مطابق ہاشمیوں کے علاوہ یہ حضرات بھی استقامت پذیر ہے۔

مخالفاں زہنیار فرصت نمودہ از کمین ہا برآمدہ یکبار بر لشکر ریختند و تیر باران کروند و ایشان تیر اندازان بودند و مقدمہ لشکر خالد بن ولید بود و ابی سلیم اکثر سلاح نداشتند و بفرار نہادند و از عقب ایشان کفار قریش کہ ہمراہ بودند و نو مسلمانان وضعیف الایمان کہ در دلہائے ایشان قرار نہ یافتہ بودند نیز فرار نمودند باقی صحابہ نیز طاقت نیاوردہ جولان نمودہ متفرق متزلزل شدند و تفرقہ در میان لشکر اسلام بطورے افتاد کہ پیش محدودے چندیش نما نند از دواں کرد و روز ثبات قدم در زیدند اعلیٰ بود و عباس و ابوسفیان بن الحارث و ربیعہ بن الحارث و ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب و لسپر ان عباس قثم و فضل و اسامہ بن زید و برادر مادرام ایمن بن ام ایمن و عبد اللہ بن زبیر بن عبدالمطلب و عقیل بن ابی طالب و چندے دیگر اہل بیت و ابوبکر و عمر و ابن مسعود نیز در میان ایشان بودند۔

☆ حضرت جناب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ حضرت جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

☆ حضرت جناب عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ان کے علاوہ دیگر چند نفوس قدسیہ اہل بیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی آپ کے ساتھ باقی رہے دیگر تمام لوگ کسی نہ کسی وجہ سے میدان کارزار کو چھوڑ کر راہ فرار اختیار کر گئے۔

علاوہ ازیں ابن جوزی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بحوالہ مسند احمد نقل کرتے ہیں کہ یوم حنین کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا اور آپ کے ساتھ مہاجرین و انصار کے اسی افراد ثابت قدم رہے مگر اس روایت کو سوائے ابن جوزی کے کسی سیرت نگار نے نقل نہیں کیا واللہ اعلم بالصواب،

طبقات ابن سعد

کتاب ہذا میں اس واقعہ کی تفصیل کا خلاصہ اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی الصبح جیشِ اسلامی کو اس طرح مرتب فرمایا کہ مہاجرین کا جھنڈا جناب شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو عطا فرمایا اور دو بڑے جھنڈے حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہما کو تفویض فرمائے علاوہ ازیں دیگر کئی چھوٹے بڑے جھنڈے

مختلف قبائل کے سرداروں کو مرحمت فرمائے جس روز آپ مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے آپ نے مقدمۃ الحجۃ بنو سلیم کو بنایا اور اُن پر خالد بن ولید کو سپہ سالار مقرر فرمایا یہاں تک کہ وہ مقام حعرانہ میں فروکش ہو گئے۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لشکر کی کمان خود فرما رہے تھے اور جنگ کی پوری طرح تیاری کی ہوئی تھی آپ سفید دلدل پر جو آپ کو شاہ مقوس نے نذرانہ کے طور پر بھیجا تھا پر سوار تھے اور جسم اطہر پر دُوزر ہیں اور سر انور پر مغفر اور خود پہنے ہوئے تھے۔

پھر آپ نے ہوازن کی طرف اس قدر تارکی کا مشاہدہ فرمایا جس کی مثال پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ بنی سلیم جب وادی کی تنگ گھاٹیوں میں سے لشکر گزارنے لگے تو اہل ہوازن نے اُن پر شدید حملہ کر دیا چنانچہ بنی سلیم مع اہل مکہ اور دیگر لشکر کے پشت پھیر کر پیچھے کو بھاگ اُٹھے۔

اُس روز آپ کے ہمراہ عباس بن عبد المطلب علی ابن ابی طالب فضل بن عباس، ابوسفیان بن الحارث، ربیعہ بن الحارث بن عبد المطلب ابو بکر و عمرو اور اسامہ بن زید مع اپنے اہل خانہ کے ثابت قدم رہے ﴿رضی اللہ عنہم اجمعین﴾

وفی روایت لِمَا فَرَا النَّاسُ يَوْمَ حَنْزِئٍ عَنِ النَّبِيِّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَبْقَ مَعَهُ إِلَّا أَرْبَعَةٌ

ثَلَاثَةٌ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ وَرَجُلٌ مِنْ غَيْرِهِمْ عَلِيُّ بْنُ

ابی طالب، والعباس، و هما بین یدیه و ابو سفیان
 بن الحارث آخذ باللعنان وابن مسعود جانبہ الا
 یسر ولا یقبل احد من المشرکین جہتہ صلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم الا قتل .

﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۶۷﴾

فتح کیسے ہوئی؟

مندرجہ بالا واقعات کے بارے میں بیسیوں حوالے مزید بھی پیش
 کئے جاسکتے ہیں لیکن ہمیں بہر صورت اپنے مقصد کی طرف رجوع کرنا ہے
 قارئین کرام کو مذکورہ بالا صورتِ حالات سے اندازہ ہو گیا ہوگا کہ سرکارِ
 دو عالم تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وہ لمحات کس قدر گراں گزرے
 ہوں گے جب پورے کا پورا جیشِ اسلامی سوائے چند گنتی کے افراد کے
 میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا اور عالم یہ ہو کہ میدانِ جنگ میں چاروں
 طرف دشمن ہی دشمن بکھرے پڑے ہوں بلکہ اُن کی زبردست جدوجہد محض
 اس لئے ہو کہ جس طرح بھی ممکن ہو شمعِ رسالت کو گل کر دیا جائے۔

بہر حال جب سارے کا سارا لشکرِ اسلام سوائے چند نفوسِ قدسیہ
 کے تتر بتر ہو گیا اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کفار و مشرکین کا
 دباؤ بڑھتا جا رہا تھا تو اُس وقت سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
 نے آپ کی رکاب تھامی ہوئی تھی۔

أَبُو سَفْيَانَ بْنِ حَارِثٍ بْنِ عَبْدِ الْمَطْلِبِ أَتَىكُمْ أَيْكُمْ كَيْفَ دَلَّكُمْ مَبَارَكُ كَيْفَ
عَنْ مَبَارَكِ بِكَزَّيْ هُوَ تَحْتَهُ أَوَّلًا مَبَارَكِ مَبَارَكِ مَبَارَكِ مَبَارَكِ مَبَارَكِ مَبَارَكِ
اللَّهُ الْغَالِبُ عَلَى ابْنِ أَبِي طَالِبٍ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ الْكَرِيمُ أَتَىكُمْ كَيْفَ دَلَّكُمْ مَبَارَكُ كَيْفَ
جَاهُ وَجَلَّالِ حَيْدَرِي أَوَّلًا وَتَمَكَّنْتَ بِهَاشِمِي كَيْفَ دَلَّكُمْ مَبَارَكُ كَيْفَ دَلَّكُمْ مَبَارَكُ
سِرْكَارِ دَوْلَامِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ دَلَّكُمْ مَبَارَكُ كَيْفَ دَلَّكُمْ مَبَارَكُ
كَيْفَ دَلَّكُمْ مَبَارَكُ كَيْفَ دَلَّكُمْ مَبَارَكُ كَيْفَ دَلَّكُمْ مَبَارَكُ كَيْفَ دَلَّكُمْ مَبَارَكُ

اگر چہ اکثر سیرت نگاروں نے یوم حُنین میں ثابت قدم رہنے
والوں کی تعداد اتنی ہی بتائی ہے جس قدر ہم سابقہ اوراق میں تفصیل سے
بیان کر چکے ہیں تاہم سیرت حلبیہ اور معارج النبوت وغیرہ میں ہے کہ اُس
روز حضور سرور کونین کے ساتھ صرف چار آدمی باقی رہ گئے تھے ممکن ہے اُن کا
اس روایت سے یہ مطلب ہو کہ یہ چاروں رجالِ اعظم حفاظتِ مصطفیٰ
اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فریضہ خاص طور پر ادا کر رہے تھے جیسا کہ متفقہ علیہ کتب
احادیث و سیر میں ثقہ روایتوں سے یہ امر موجود ہے کہ اُس روز تاجدارِ انبیاء
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغلہ مبارک کی رکاب سیدنا عباس اور عنان
مبارک سیدنا ابوسفیان بن حارث نے تھامی ہوئی تھی۔

ایسے ہی جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے سامنے اس
انداز سے سپر بن کر کھڑے تھے کہ آپ کی طرف پیش قدمی کرنے والے ہر
دُشمنِ خدا و رسول کو فی النار کر دیں۔

اور جناب عبد اللہ ابن مسعود آپ کی بائیں سمت پر تلوار سونتے کھڑے تھے کہ اگر کوئی دشمن اس سمت سے حملہ آور ہو تو اُسے واصل جہنم کر دیا جائے۔

چنانچہ اس حقیقت کا اعتراف اپنی عادت کے مطابق مبہم الفاظ میں علامہ واقدی نے بھی کیا ہے وہ مغازی الرسول میں رقمطراز ہیں کہ۔

ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب آپ کے دُلہل مبارک کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور جناب عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی رکاب تھامے ہوئے تھے اور جو قلیل آدمی آپ کے ساتھ رہ گئے تھے اُن میں سے چند حضرات دائیں بائیں مصروف قتال تھے۔

﴿مغازی الرسول واقدی ص ۳۳۹﴾

انہوں نے حضور کے دائیں بائیں قتال کرنے والوں میں جناب حیدر کرار کا نام لکھنے سے طبعاً گریز کیا ہے کیونکہ یہ غزوہ خیبر میں مرحب کا قاتل بجائے حیدر کرار کے کسی اور کو بتاتے ہیں “

علامہ معین کاشفی اس واقعہ کو واضح طور پر اس طرح لکھتے ہیں کہ،

کہ ہر کس از جماعت اعدا کہ جہت تعرض آں

سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توجہ می نمود کشتہ می شد در روایت

است کہ آں روز چہار کس پیش آنحضرت صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم پیش نمازند از بنی ہاشم امیر المومنین علی وعباس و

سفیان بن الحارث ویکے دیگرے غیر بنی ہاشم و آن ابن
مسعود بود رضی اللہ عنہم،

امیر المومنین علی وعباس رضی اللہ عنہما پیش روئے
آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نگاہ می داشتند و ابو
سفیان عنان مرکب را گرفته بود و عبد اللہ ابن مسعود رضی
اللہ تعالیٰ عنہ طرف چپ را محافظت می نمود۔

﴿معارج النبوت رکن چہارم صفحہ ۲۱۲﴾

اس سے ملتی جلتی روایت ہم اس سے پہلے سیرت حلبیہ سے بھی
پیش کر چکے ہیں۔

بہر حال ان مایوس کن حالات میں بھی محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اور آپ کے چند رفقاء نہایت صبر و استقامت کے ساتھ میدان کارزار میں
تشریف فرما تھے اور ہر قسم کے حالات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے مکمل طور
پر تیار تھے۔

اسی اثناء میں حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے فرار ہونے والے ساتھیوں کو پکار کر فرمایا کہ میں اللہ
تعالیٰ کا فرستادہ پیغمبر اور نبی ہوں اور میں جھوٹ نہیں کہتا اور
میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں چونکہ آپ کی ابتداء میں حضرت
عبدالمطلب نے پرورش کی تھی لہذا آپ نے بجائے باپ کے

دادا کا نام لیا اور اس میں دیگر بھی کئی اسرار اور حکمتیں ہیں جو ہم کتاب "والدین رسول الثقلین" میں پیش کریں گے۔

علاوہ ازیں اگرچہ قرآن مجید میں آپ کے شاغر ہونے کی نہیں اور نفی موجود ہے اور یہ قطعی بات ہے کہ آپ شاعر نہیں تھے تاہم یہ عربی زبان کی فصاحت اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلاغت کلام کی مُعجز نمائی تھی کہ آپ نے جملہ ارشاد فرمایا وہ نہایت خوبصورت اور موزوں شعر کی صورت اختیار کر گیا آپ نے بھاگنے والوں کو فرمایا۔

انا النبی لا کذب ، انا ابن عبد المطلب

بعد ازاں آپ نے اپنے عم محترم حضرت عباس ابن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ارشاد فرمایا آپ بلند صوت والے ہیں لہذا اونچی آواز سے فرار ہونے والوں کو واپس آنے کی ترغیب دلاؤ چنانچہ جناب عباس رضی اللہ عنہ نے مہاجرین و انصار کو اُن کے قبیلوں کے نام لے لے کر پکارنا شروع کر دیا حتیٰ کہ آپ نے اس طرح بھی اُن کی غیرتِ اسلامی کو بیدار کیا کہ اے بدر والو اور اے اُحد والو ، اے احزاب والو اور اے خیبر والو وغیرہ وغیرہ،

بہر حال فرار ہونے والے مہاجرین و انصار دیکھتے ہی دیکھتے جمع ہونے شروع ہو گئے حالانکہ مکہ کے نو مسلم وغیرہ میدانِ حنین سے اس طرح بھاگ گئے تھے کہ انہوں نے مکہ معظمہ میں ہی جا کر دم لیا سوائے چند لوگوں

کے جن میں چند مشرکین بھی تھے اور نو مسلم بھی۔

ضربتِ حیدری

کوکب الدّری کشف الغمّہ ودیگر کتب سیر میں آتا ہے کہ باوجود اہل اسلام میں بھگدڑ مچ جانے کے صرف چار مسلمان شہید ہوئے اور ستر کافر مارے گئے کفار اور مشرکین کے اُن ستر مقتولین میں سے چالیس کافروں کو اکیلے امیر المؤمنین امام الاِشعین اسد اللہ الغالب علی کلّ غالب سیدنا و مرشدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے واصلِ جہنم کیا درج ذیل واقعہ سے ہی قارئین کو اندازہ ہو جائے گا کہ میدانِ حنین بھی علی ہی کے ہاتھ رہا۔

ابو خزول جہنم میں

کُتب سیر میں آتا ہے کہ اس معرکے میں ایک مشہور کافر ابو خزول نامی ایک اُونٹ پر سوار میدان میں آیا اور رجز پڑھ کر مبارزت طلبی کی دلاورانِ سپاہِ اسلام اُس کے طویل القامت اور بھاری بھر کم جسم کی ہیئت سے اس قدر مرعوب ہوئے کہ کوئی بھی اس کے مقابلہ کو نہ نکلا اچانک شاہِ ولایت پناہ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اُس گرانڈیل اور دیو پیکر کافر کی طرف پیش قدمی کی اور دیکھتے ہی دیکھتے ذوالفقارِ حیدری بجلی کی طرح چمک کر اس پر گری اور اس کو دو حصّوں میں تقسیم کر گئی۔

﴿ماخوذ کوکب الدری ص ۲۵۲﴾

کو کب الدری کے حوالہ سے نقل کی گئی عبارت معمولی تغیر کے ساتھ سیرت حلبیہ میں بھی موجود ہے چنانچہ علامہ برہان الدین حلبی روایت لائے ہیں کہ !

مُشرکین کا سردار سرخ اونٹ پر سوار ہو کر میدان میں نکلا اُس نے لمبے نیزے کے ساتھ سیاہ پرچم باندھ رکھا تھا جو اُس کے سر کے اوپر لہرا رہا تھا اور قبیلہ ہوازن کے لوگ اُس کے عقب میں اپنے نیزوں کو بلند کرتے ہوئے بڑھ رہے تھے۔

چنانچہ شیر جزار حیدر کرار اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے جب اُسے اس ہیئت کذائیہ سے ہاتھی کی طرح جھولتے ہوئے دیکھا تو باوجود اس کے عقب میں نیزہ بردار ہوازن کے لوگوں کی موجودگی کے ذوالفقار حیدری کو لہرا کر اُس کے عقب ہی سے اُس کے اونٹ کی ران پر اس قوت سے وار کیا کہ اونٹ ضربت حیدری کی تاب نہ لاتے ہوئے اسی مقام پر گر گیا اور ابھی مشرکوں کا سردار اونٹ گرنے کی وجہ سے سنبھلنے بھی نہیں پایا تھا کہ جناب حیدر کرار کے ساتھ آنے والے انصاری نے اس کی پنڈلی پر وار کر کے درمیان سے چیر دیا اور پھر جب بھاگ کر جانے والے مسلمان جمع ہونے شروع ہو گئے تو کافروں کے اُس سردار کو قیدی بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔

وکان امام المشرکین رجل علی جمل احمر

بیدہ رایۃ سوداء فی راس رمح طویل وهو اذن
 خلفه اذا ادرك طعن برمحہ و اذا افانہ رفع
 رمحہ لجن وراءہ فاتبعوه فیینما کذا لک اذا
 هوی الیہ علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ
 الکریم ورجل من الانصار یریدانہ فاتی علی
 من خلفہ و ضرب عرقوبی الجمل و فقع علی
 عجزہ و وثب الانصار علی الرجل فضربتہ
 اطن قرمہ ینصف ساقہ و اجتاد الناس فواللہ
 مارجعت راجعة المسلمین من ہزیمتہم حتی
 وجد الانصار مکتفین عند رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم

﴿سیرت حلبیہ ج ۳ ص ۷۰﴾

بات میں بات

آئندہ پیش آنے والے واقعات نہایت اختصار سے ہدیہ قارئین
 کرنے سے پہلے ایک واقعہ پیش کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کیونکہ اس جنگ
 کے عواقب و نتائج کا زیادہ تر انحصار اسی قسم کے واقعات کے پس منظر کو سمجھ
 لینے پر ہی رکھا جاسکتا ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ جب مسلمانوں کا تمام لشکر افراتفری کا شکار ہو گیا تو
 ابوسفیان بن حرب جو مشرف بہ اسلام ہو چکا تھا نے صفوان کو جو ابھی بظاہر

حالتِ شرک میں تھا اور حضور کی مہربانیوں اور شفقتوں سے متاثر ہو کر اس جنگ میں مسلمانوں کا حلیف بن کر شامل ہوا تھا سے کہا کہ صفوان تجھے بشارت اور خوشخبری ہو کہ محمد ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُس کے ساتھی بھاگ کھڑے ہوئے ہیں مگر صفوان نے ابوسفیان کا یہ جملہ سننے کے بعد بھی بجائے اظہارِ مسرت کرنے کے کہا کہ اللہ تعالیٰ تیرے منہ کو توڑے میرے لئے سردارِ ہوازن کے زیرِ سایہ رہنے سے سردارِ قریش کے زیرِ نگرانی رہنا زیادہ بہتر ہے متن ہے۔

و بعضی امثال ایں سخاں از ابوسفیان بن حرب
 نیز نقل کردہ اندوی با صفوان گفت بشارت باد ترا کہ محمد
 واصحاب او گر بختند صفوان چوں در صورت شرک و کفر
 وے شکستی شدہ بود و ممنون عنایت آں حضرت شدہ در
 حیطہ امن و امان آمدہ اظہار است بشارتہ کرد و گفت
 بشکند خدا تعالیٰ دہن ترا ہر آئینہ تربیت کردن مروے از
 قریش مرا بہتر است از اں کہ تربیت کردہ مروے از
 ہوازن،

﴿مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۲۱۰﴾

یہاں یہ واقعہ بیان کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ قارئین کو اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے کہ پورے کا پورا لشکر اسلام سوائے چند لوگوں کے

کیوں بھاگ کھڑا ہوا تھا۔

اندازہ فرمائیں سب اہل مکہ کے دلوں میں ابھی اسلام نے اپنی جڑیں مضبوط ہی نہیں کی تھیں تو اُن سے یہ توقع کیسے رکھی جاسکتی ہے کہ وہ ہر حالت میں جان کی بازی لگا دیں گے اگر یہ لوگ اہل مدینہ کے ساتھ شامل نہ ہوتے تو جنگ بدر و احزاب اور غزوہ خیبر کی فتوحات کے روح پرور مناظر دیکھنے والے جانبازان اسلام ہر گز ہر گز میدان چھوڑ کر فرار نہ ہوتے حالات خواہ کیسے بھی ہوتے۔

چونکہ مقدمۃ لکچس میں شامل تمام لوگ نو مسلم تھے اُن پر کفار کی طرف سے تیر برسنے لگے تو انہوں نے اس طریقے سے بھگدڑ مچائی کہ پورے لشکر اسلام کے پاؤں اکھڑ گئے اور ہر شخص پر اضطراری کیفیت طاری ہو گئی اور یہ نو مسلم لشکر کے میمنہ، میسرہ اور عقب میں بھی مختلف ٹولیوں کی صورت میں موجود تھے چنانچہ انہوں نے ہر اول کے دستوں سے بھی بڑھ کر پیچھے بھاگنے میں تیز رفتاری کا مظاہرہ کیا اور پھر جس لشکر میں ابوسفیان بن حرب جیسے لوگ موجود ہوں جو باوجود اسلام لے آنے کے اور باوجود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس قدر عظیم انعامات و اکرامات حاصل کرنے کے تا حال قلبی کدورت کا یہ عالم ہو کہ مسلمانوں کے قدم اکھڑ جانے پر دوسروں کو خوشخبریاں اور بشارتیں سن رہے ہوں۔

چونکہ اسی جنگ کے اختتام پر ابوسفیان کے ساتھ حضور سرور کائنات

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن سلوک کا ایک عجیب منظر قارئین کے سامنے آنے والا ہے اس لئے بھی یہ واقعہ یہاں نقل کر دینا ضروری معلوم ہوتا تھا۔

برسِ مِتِ مَقْصِد

اب ہم پھر اپنے موضوع کی طرف لوٹتے ہیں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالی شان اور جناب عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غیرت دلانے والے جملے سننے کے بعد دیکھتے ہی دیکھتے تمام کا تمام لشکر اسلام جمع ہو گیا دوبارہ مقاتلہ شروع ہوتے ہی حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنگریزوں کی ایک مٹھی اٹھا کر کفار و مشرکین کے لشکر پر پھینکی اور فرمایا ! ”شاہت الوجہ“

خُدا تعالیٰ اور اُس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں کہ اُس مٹھی بھر خاک یا کنکریوں میں کونسے ایٹم بم پوشیدہ تھے لشکرِ کفار پر تو گویا آفت نازل ہو چکی تھی کیونکہ نہ ہوتا جب کہ خود خداوندِ قدوس فرماتے ہیں کہ،

محبوب آپ نے کفار کو کنکریاں نہیں ماریں جب آپ نے اُن کو کنکریاں ماریں بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو کنکریاں ماری ہیں۔

وَمَا رَمَيْتْ إِذْ رَمَيْتْ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى

بہر حال کفار میں سے کوئی شخص ایسا نہ بچ سکا جس کی آنکھ میں اُن چند سنگریزوں نے خونِ آسمانی نہ کی ہو روایتوں میں یہ بھی آتا ہے کہ جب

لشکرِ اسلام جمع ہو کر کفار پر حملہ آور ہوا حالانکہ جمع ہونے والوں کی تعداد ابھی صرف ایک صد تھی تو کفار کے پاؤں ڈمگ گئے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”آل ان حمی الوطیس“ یعنی اب تنور گرم ہوا اہل لغت لکھتے ہیں آپ سے پہلے جنگ کے موقع کے لئے اتنا جامع دل کش اور حسین جملہ کسی نے ادا نہیں کیا بہر حال مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے نہایت ہی مختصر وقت میں نہایت ہی شاعر اور عظیم فتح نصیب فرمائی چونکہ اہل ہوازن اپنے گھروں کا تمام مال و اسباب اور عورتیں بچے وغیرہ ساتھ لے کر آئے تھے اور یہی چیز ان کے لئے عذابِ مستقل کی صورت اختیار کر گئی۔

کیونکہ جب مسلمانوں نے ان پر پے در پے حملے کئے تو ان کے لئے اپنی جانیں بچا کر بھاگ جانا ہی انتہائی غنیمت تھا چنانچہ وہ مسلسل قتل بھی ہوتے رہے اور اپنا تمام تر مال و اسباب اونٹ گھوڑے بھیڑ بکریاں وغیرہ سب کچھ چھوڑ کر بھاگ گئے کتبِ سیر میں آتا ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت میں لڑے جانے والے کسی بھی غزوہ میں مسلمانوں کو اس قدر مال غنیمت حاصل نہیں ہوا۔

ہمیں اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ اگرچہ جناب مرتضیٰ مشکل کشا علیہ السلام کو اس غزوہ مبارکہ میں اپنے جو ہر نمایاں کرنے کا کم موقع ملا ہے تاہم یہ ہی کیا کم ہے کہ جب اسلام کی تمام تر عسکری قوت منتشر ہو چکی تھی تو سید الاولیاء علیہ السلام سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سپر بن کر کھڑے

تھے پھر جب گھمسان کی لڑائی ہوئی اور جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اب تنور گرم ہوا ہے تو اُس وقت ذوالفقارِ حیدری کون کون سے جو ہر نہ دکھا رہی ہوگی اور قوتِ حیدری کن کن مراحل سے نہ گزری ہوگی۔

اور پھر اس سے بڑھ کر جرأت و جواں مُردی حیدر کرار علیہ السلام کے لئے کونسی دلیل پیش کرنے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے کہ تمام جیوشِ اسلامی جن کی تعداد چودہ ہزار تھی نے ملکر تیس کافروں کو قتل کیا اور جناب شیر خدا غالب علی کل غالب امام المشرق والمغرب جناب علی ابن ابی طالب اکیلے نے چالیس کفار و مشرکین کو مع اُن کے سردار کے واصلِ جہنم کیا۔

بَابُ

مَنْزُورَةُ طَائِفَتِ

اَوْر

مَنْزُورَةُ طَائِفَتِ

محاصرۂ طائف

مکہ معظمہ کی شاندار فتح اور غزوہ حنین سے فراغت کے بعد حضور سرور
 انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حبش اسلامی کو طائف کی طرف پیش قدمی کا حکم
 دیا چونکہ قبیلہ ہوازن کے لوگ جنگ حنین میں شکست فاش اٹھائے اور مال و
 اسباب گنوا بیٹھنے کے بعد طائف کے قلعہ میں جمع ہو گئے تھے اور انہیں یقین تھا
 کہ اب لشکر اسلام کا رخ طائف ہی کی طرف ہوگا چنانچہ حفظہ ما تقدم کے طور
 پر انہوں نے شہر پناہ کو بے حد مضبوط بنانے کے ساتھ ساتھ عسکری قوت میں بھی
 انتہائی اضافہ کر لیا تھا اور تقریباً ایک سال کے عرصہ کے لئے سامان خورد و نوش
 کا وافر ذخیرہ بھی جمع کر لیا تھا اور پھر حبش اسلامی قطع مسافت کر کے سپہ سالار
 اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر قیادت جب قلعہ کے قریب میدان میں
 فروکش ہوا تو ہوازن و ثقیف کے جنگجو لوگوں نے فسیل پر کھڑے ہو کر
 مسلمانوں پر تیر برسوں کے شروع کر دیئے جس کے نتیجے میں متعدد صحابہ کرام
 شہید اور زخمی ہو گئے۔

حضور سرور کو نبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی اس حرکت کا سختی
 سے نوٹس لیا اور ساہ اسلام کو حکم دیا کہ ان کے باغات کو جلا دو چنانچہ جب اُن

کے باغات جن میں سیب انگور اور دیگر اثمار بکثرت موجود تھے جلنے لگے تو وہ لوگ اللہ کے نام پر رحم رحم کی فریاد کرنے لگے ان کی چیخ و پکار سُن کر حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں ہم اللہ کے نام پر رحم کرتے ہیں اور صحابہ کرام کو باغ جلانے سے منع کر دیا اس کے ساتھ ہی حضور سرور کائنات نے لشکر اسلام کو میدانی علاقہ سے ہٹا کر بلند مقامات پر جہاں اب مسجد طائف ہے ڈیرا ڈالنے کا حکم صادر فرمایا اور متجسسوں کے ساتھ شہر پناہ پر سنگباری شروع کروادی اہل اسلام نے پہلی بار متجسسوں کا استعمال طائف ہی کے محاصرے کے دوران کیا تھا۔

یہ محاصرہ مختلف روایات کے مطابق کم از کم سولہ دن اور زیادہ سے زیادہ چالیس روز رہا، ایک روز حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل قلعہ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جو غلام ہمارے پاس پہنچ کر اسلام لے آئے گا اسے مکمل طور پر امان دی جائے گی چنانچہ بیس کے قریب غلام کسی نہ کسی طریقہ سے شہر سے باہر آ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

علی سب بُتکدے جا کر مٹا دو

دورانِ محاصرہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ چند اصحاب کو مقرر فرما کر ارشاد فرمایا کہ علی جاؤ طائف کے اطراف و جوانب کو چھان مارو اور جہاں کہیں بھی کفار و مشرکین کا

صنم کدہ نظر آئے اُسے مہمار کر دو اور اس علاقہ کو مکمل طور پر بتوں کی نجاست و آلودگی سے پاک کر دو۔

امیر المومنین کا سر الاضام شیر خدا علیہ السلام نے فرمان محبوب سنا تو اسی وقت جیش اسلامی کے چند منتخب دستے ساتھ لے کر ہوازن و ثقیف کے بُت خانوں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے طائف کے اطراف و جوانب میں تشریف لے گئے۔

ثقفہ روایت کے مطابق کفار عرب کے تین بڑے بتوں میں سے ایک بڑا بت لآت بھی طائف ہی کے علاقہ میں تھا اور بنو ثقیف کے لئے اس بت کا ان کی تحویل میں ہونا دوسرے مشرکین کی نگاہ میں باعثِ صد عزت و افتخار تھا اور یہ بت اہل ثقیف نے مسدود و محبوب کر رکھا تھا۔

بُتِ شَکَن

تاجدارِ اہلِ اُتّی اَسَدُ اللہِ الغالبِ علی ابنِ ابی طالب کرم اللہ وجہہ

و در ایام محاصرہ طائف علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم با جمع از اصحاب بفرمود
آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در اطرافِ ایں دیار برآمد و در محاربہ و قتال داد و بتان
ہوازن و ثقیف کہ در آں نواح است بشکست و آثار و دیار مشرکان خراب ساخت شاہ
مردان رضی اللہ عنہ چوں از لشکر اسلام بیرون رفت با جمعی از اصحاب مقرر فرمود۔

الکریم نہایت تیز رفتاری کے ساتھ کُفار و مشرکین کے صنم کدوں کو ویران کرنے کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے ایک روایت کے مطابق اس مقام پر بھی تشریف لے گئے جہاں ان کے بڑے بُت لات کو نہایت اہتمام کے ساتھ پس پردہ رکھا ہوا تھا۔

چنانچہ آپ نے اس بت کو بھی تلاش کر کے ایک ہی ضربتِ یدِ اللہ سے پاش پاش کر کے رکھ دیا..... بعد ازاں آپ نے طائف کے قُرب و جوار کا پورا علاقہ چھان مارا اور ایک ایک کر کے تمام تر بُت کدوں کو ویران اور برباد کر دیا اور کُفار و مشرکین کے تمام تر آثارِ مٹا ڈالے۔

بُتوں کا پجاری جہنم میں

ایک روز اثنائے راہ ہی میں قبائل ہوازن و ثقیف کی آنکھوں کے تارے اور نہایت جری اور بہادر نوجوان خُشم سے لشکرِ اسلام کا ٹکراؤ ہو گیا اس نے مسلمانوں کو دیکھا۔ تو مشتعل ہو کر میدان میں آ گیا اور مقابلے کی دعوت دینے لگا حبشِ اسلامی نے اُس کی خوف ناک ہیبت کذا سِیہ کو دیکھا تو کوئی شخص بھی اُس سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار نظر نہ آیا ان حالات کو دیکھتے ہی خونِ ہاشمی جوش میں آ گیا اور جنابِ حیدرِ کرار نے خود ہی اُس سے مقابلہ کرنے کا ارادہ فرمایا آپ کو میدان کی طرف جاتے ہوئے دیکھ کر آپ کے ہم ذُلف جناب ابوالعاص ربیع نے گزارش کی کہ یہ ہرگز مناسب نہیں کہ فوج

کاسپہ سالار خود ہی مقابلہ کے لئے جائے تو آپ نے فرمایا اب جب کہ اس سے مقابلہ اور محاربہ کے لئے کوئی شخص اسلامی لشکر سے جانا ہی نہیں چاہتا تو میں اپنا فرض کیوں نہ ادا کروں ہاں اگر میں اس بد بخت سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو جاؤں تو میری جگہ آپ اس لشکر کے امیر ہوں گے یہ بات کرتے ہوئے آپ چشم زدن میں میدان میں پہنچ گئے اور اس سے پہلے کہ دشمن سنبھالا لیتا ذو الفقار حیدری اُس کو واصل جہنم کر چکی تھی اور کافروں کا انتہائی شہہ زور اور بہادر شخص یہ بھی نہ سوچ سکا کہ اس کا یہ حشر ہوا کیسے۔

سُبْحَانَ اللَّهِ یہ ہے قوت حیدری جو ہر مقام پر اپنی انفرادیت کو قائم

در راہ بطائفہ از خشم ملاقات کردہ از مبارزان و دلاوران ایشان شغفے کہ بزور بازوئے خود اعتمادی داشت در میدان در آمدہ مبارز طلبید هیچ کس اہل اسلام را یارائے آں نہ بود کہ بآن مشرک در مقام مقابلہ در آید عاقبت الامر امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم آہنگ محاربہ او کردہ

ہر چند ابو العاص ریح و اما د حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گفت کہ سزاوار نیست کہ امیر لشکر باوجود دیگران ابتداء جنگ کند شاہ مردان و شیریزدان از منع او ممنوع نشد و گفت چون دیگرے معرض در نیابد ضرورتاً خود بایں امر قیام نمائے اما اگر چنانچہ من دریں محاربہ قتل باشم تو بایں لشکر امیر باشی آں گاہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ باں مخالف در میدان در آمد و شمشیر آب دار آں خدا ربے مدار برادر البوار فرستاد۔

رکھتے ہوئے مسلمانوں کی عزت و آبرو کی پوری پوری حفاظت فرماتی ہے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بھی عظیم معرکہ کے لئے یوں ہی جناب حیدر کرار کو منتخب نہیں فرماتے تھے بلکہ آپ فراموش رسالت و نبوت سے جان لیتے تھے کہ اس کام کو سوائے جناب حیدر کرار کے کوئی دوسرا سر انجام دے ہی نہیں سکتا۔

بہر حال ادھر جناب شیر خدا کا سرا لاضام امام برحق امیر المومنین حیدر کرار اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم تمام تربتوں کا قلع قمع کر کے اور بت خانوں کو برباد اور ویران کر کے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہونے والے ہیں اور ادھر محبوب کبریا علیہ التحیۃ والثناء پوری توجہ کے ساتھ آپ کا راستہ دیکھ رہے ہیں۔ چنانچہ جب جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ محبوب میں حاضر ہوئے تو آپ کو اپنا ہی منتظر پایا اور جب سید المرسلین کی نگاہ پاک جناب

حضرت رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم بردر حصار طائف انتظار قدم شاہ مرداوی بردہ آں سلطان الاولیا یعنی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بخدمت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسید چون چشم مبارک آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر روی امیر المومنین حیدر کرار کرم اللہ وجہہ الکریم افتاد تکبیر گفت و باوے خلوت ساختہ۔

علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے رُخِ اقدس پر پڑی تو آپ نے نعرہ تکبیر بلند فرمایا

خدا نے کی ہے سرگوشی علی سے

اور پھر جناب شیرِ خدا علیہ السلام کو ساتھ لیکر خلوت میں تشریف لے

گئے اور آپ کے گوش مبارک میں دیر تک راز و نیاز کی باتیں کرتے رہے حتیٰ

کہ جب اس خلوت و تنہائی کا زمانہ طویل تر ہو گیا تو حضرت جابرؓ بیان کرتے

ہیں کہ صحابہ نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دُور دراز اور راز کی باتیں اور

مشورے اپنے چچا زاد بھائی سے کرتے ہیں اور دُوروں سے نہیں کرتے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ آپ نے علیؓ کے ساتھ

خلوت فرمائی اور ان سے راز کی باتیں کی تو آپ نے فرمایا کہ علیؓ سے راز کی

باتیں میں نے نہیں کیں بلکہ یہ راز کی باتیں تو اس سے خدا تعالیٰ عز و جل نے

کی ہیں ،،

و طریق راز سخاں بسیار گفت و چوں زمانہ نجوی دراز گفتن امتداد پذیرفت

جابرؓ گویند کہ صحابہ گفتند عجیب راز و دور دراز با پسر عم خویش فرمود کہ بادگیر نمیگوید

رسول اللہ فرمود من راز نہ گفتن وے ولیکن خدا راز گفت بوے۔

﴿مدارج النبوت جلد دوم ۳۱۸﴾

﴿معارج النبوت جلد چہارم ۲۲۷﴾

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تنہائی میں طویل ترین مشورہ کرنے اور مخصوص اسرار و رموز ظاہر فرمانے کے بعد جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سپاہ اسلام کو ارشاد فرمایا کہ اب محاصرہ اٹھالیا جائے اور واپسی کی تیاری شروع کر دو۔

بعض حضرات نے آپ کے اس ارشاد کے خلاف اس قسم کے مشورے بھی عرض کئے کہ اتنے دنوں تک محاصرہ کرنے کے بعد بغیر طائف کو فتح کرنے کے واپس لوٹ جانا قرین مصلحت نہیں لہذا مزید کچھ انتظار کیا جائے اور فیصلہ کن جنگ کی جائے ان مشوروں اور قیاس آرائیوں سے جبین رسالت شکن آلود ہو گئی اور آپ نے فرمایا کہ ہمیں ہر حالت میں محاصرہ توڑ کر ہی یہاں سے روانہ ہو جانا ہے اور طائف کو فتح کرنے کا پروگرام آئندہ کسی وقت بنایا جائے گا جب بعض لوگوں کا اصرار جاری رہا تو آپ نے فرمایا کہ صبح میدان میں جا کر دیکھ لو صبح جب اسلامی لشکر شہر پناہ کے قریب گیا تو دشمن کے تیروں سے کئی مسلمان شدید زخمی ہو گئے جس کی وجہ سے سب لوگ واپسی پر آمادہ ہو گئے مشورہ دینے والوں کو کیا معلوم تھا کہ طائف کا اس وقت محاصرہ توڑ دینا ہی درحقیقت صلح حدیبیہ کی طرح طائف کی فتح کا پیش خیمہ ہے اور نگاہ رسالت جو کچھ دیکھتی ہے دوسرے کسی بھی فرد کی وہاں تک رسائی نہیں ہو سکتی یہی وجہ تھی کی حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف سے واپسی کے وقت مسکرا رہے تھے ﴿طبقات ابن سعد وغیرہم متفقہ علیہ﴾

بہر حال ان اسرار و رموز سے کون واقف ہو سکتا تھا جو سرتاج الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرتاج الاولیاء جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر خلوت کے خصوصی لمحات میں منکشف فرمائے تھے اور پھر اپنی اس طویل سرگوشی کو خداوندِ قدّوس جلّ و علا کی سرگوشی قرار دیا تھا۔

اس محاصرہ کو توڑ دینے کے نتائج سے کما حقہ آگاہی تو خداوندِ قدّوس ہی کو تھی یا پھر خدا کے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خدا کے مقبول علی المرتضیٰ علیہ السلام جانتے تھے کہ آئندہ کیا فائدے حاصل ہوں گے جنگ کا ایک بار تجربہ کروالینے کے بعد سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو تیاری کا حکم فرمانے کے بعد کھڑے ہو کر یہ خطبہ ارشاد فرمایا کہ تمام حمد و ثناء اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

اور ہم تمہیں اپنی محترمت و اہل بیت کے لئے بہتر اور اچھے سلوک کی وصیت کرتے ہیں اور اس کے بدلہ میں حوضِ کوثر کا وعدہ کرتے ہیں۔

قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے نمازوں کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو ورنہ میں تم پر ایسے شخص کو مسلط کروں گا جو مجھ سے ہے یا ایسے ہے جیسے میری جان،

اور وہ شخص تمہاری گردنیں اڑا دے گا پھر آپ نے جناب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ وہ شخص یہ ہے۔

تقسیم غنیمت

طائف سے واپسی

طائف سے واپسی پر حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وادیِ اوطاس میں تشریف لے آئے کیونکہ جنگِ حنین کے دوران بنو ثقیف اور ہوازن کے قبائل سے حاصل ہونے والا مالِ غنیمت اسی جگہ پر اسلامی جیش کے چند دستوں کی سپردگی میں موجود تھا۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مالِ غنیمت تقسیم فرمانے لگے تو ابوسفیان کہنے لگا کہ مجھے سواؤنٹ دیئے جائیں، تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو حکم فرمایا اسے سواؤنٹ دے دو۔

اپنے سواؤنٹ حاصل کرنے کے بعد ابوسفیان نے کہا میرے بیٹے یزید بن ابوسفیان کو بھی سواؤنٹ دیئے جائیں کیونکہ یہ بھی غزوہ حنین میں شامل تھا، حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسے مزید سواؤنٹ دے دو۔

ابوسفیان نے پھر کہا ! میرے بیٹے معاویہ بن ابوسفیان کو بھی ۱۰۰

اونٹ دیئے جائیں حضور تاجدارِ انبیاء نے فرمایا اسے مزید سواونٹ دے دیئے جائیں۔

اسلام کی جس قدر بھی جنگیں اب تک لڑی گئی تھیں اہل اسلام کو اس قدر مالِ غنیمت کبھی بھی حاصل نہیں ہوا تھا جس قدر غزوہٴ حنین میں ملا چنانچہ تین سواونٹ اکیلے ابوسفیان نے اپنے اور اپنے بیٹوں کے نام سے حاصل کئے حالانکہ یہی لوگ انتہائی تیزی کے ساتھ میدانِ جنگ کو چھوڑ کر فرار ہونے والوں میں تھے۔

بہر حال دیگر تمام اونٹ اور کثیر مال بھی اہل مکہ کے طلب کرنے پر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی تالیفِ قلبی کے لئے عطا فرمادیا۔

بہر حال قلیل مال باقی بچا جو انصار و مہاجرین مدینہ منورہ میں تقسیم ہونے لگا تو بعض انصارِ مدینہ نے آپس میں سرگوشیاں کرنا شروع کر دیں کہ اسلام کے لئے ہر مقام پر عظیم خدمات ہم پیش کرتے رہے ہیں مگر غنیمت کا کثیر مال حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے شہر کے لوگوں کو عطا فرمادیا ہے۔

انصار کی ان سرگوشیوں کی اطلاع حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے فرمایا! کہ اے انصارِ مدینہ بلاشبہ تم لوگوں نے ہم سے ہمیشہ وفاداری کی ہے اور ہم پر فدا ہونے کو ہر وقت تیار رہے ہو لیکن

ہم نے بھی تو تمہیں ظلمتِ کفر سے نکال کر ایمان کی روشنی سے مستنیر فرمایا ہے
تم بڑے ہوئے قبیلوں میں تھے ہم نے تمہیں ایک کر دیا تم ایک دوسرے کے
دشمن تھے ہم نے تمہیں آپس میں بھائیوں جیسی قرابت عطا فرمادی۔

تم کمزور تھے ہم نے تمہیں قوت عطا فرمائی بتاؤ کیا یہ درست نہیں؟
انصارِ مدینہ نے محبوب کے احسانات اور اپنی قربانیوں کا تجزیہ کیا تو ندامت
سے سر جھکائے

آؤ سودا کر لیں

جب انصارِ مدینہ کو احساس دلایا جا چکا تو حضور امام الانبیاء رحمۃ
للعالین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا! ہمارے وفادار ساتھیو ہم تم پر
خوش ہیں بلا شک و شبہ تم ہمارے سچے جان نثار ہوتا ہم آؤ آج ہم سے
ایک سودا کر لو۔

تمام انصار ہمدن گوش ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
کہ اے انصار مکہ والوں کو ملنے والا تمام مالِ غنیمت تم لے لو اور ہم مکہ معظمہ کو
چلے جاتے ہیں۔

بتاؤ تمہیں یہ ہمارا فیصلہ منظور ہے اگر اللہ کے رسول کو لینا ہے تو مال
مکہ والوں کو دے دو اور اگر مال لینا ہے تو اللہ کا رسول مکہ والوں کو دے دو
انصارِ مدینہ نے فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنا تو چیخیں مار

مار کر رونے لگے اور بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اشکبار آنکھوں سے عرض پرداز ہوئے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں مال کی ضرورت نہیں ہمیں صرف آپ کی ضرورت ہے آپ ہمارے ساتھ ہیں تو سب کچھ ہمیں مل جائے گا چنانچہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بقایا مال اُن میں تقسیم فرمادیا اور وہ سب خوش ہو گئے۔

ضروری بات، وضاحت پھر ہوگی

اس مقام پر خوارج کے با و آدم ذوالنویصرہ نجدی نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ توہین آمیز رویہ کے ساتھ گستاخانہ گفتگو کی تھی اور اسی مقام پر ہی اُس کے متعلق حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ اسے اب چھوڑ دو کیونکہ یہ شیرِ خدا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا شکار ہے اور یہ جنگِ نہروان میں علی کے ہاتھوں جہنم میں پہنچے گا۔

اس کے متعلق جنگِ نہروان کے موقع پر انتہائی کارآمد اور دلچسپ مضمون ہدیہء قارئین کیا جائے گا اور وضاحت کی جائے گی کہ خوارج اور نجدیوں کا آپس میں اتنا گہرا ربط کیوں ہے۔

مختصر یہ ہے کہ یہ لوگ اب تک جناب حیدر کرار علیہ السلام اور آپ کی اولادِ طاہرہ پر طعن و تشنیع اس لئے کرتے ہیں کہ ان کے با و آدم

ذوالخویصرہ نجدی خارجی کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے قتل کیا تھا۔

طائف کیسے فتح ہوا؟

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طائف کو بغیر فتح کئے واپس تشریف لائے ہوئے ابھی تھورا ہی عرصہ گزرا تھا کہ اہل طائف کو یہ خبریں پہنچنا شروع ہو گئیں کہ اہل اسلام طائف پر حملہ کرنے کے لئے زبردست جنگی تیاریوں میں مصروف ہیں خداوند قدّوس جل وعلا نے اس قسم کی خبروں کے ذریعہ سے اُن کے دلوں میں اس قدر بیبت ڈال دی کہ بنو ثقیف کے سرداروں کا ایک وفد بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض پرداز اور منت پذیر ہوا کہ آپ اب ہم پر دوبارہ لشکر کشی نہ کریں اور مشروط طور پر ہمارے ساتھ صلح کر لیں۔

اُن لوگوں کی عجیب شرائط میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ انہیں بُتوں کی پرستش سے منع نہ کیا جائے جسے سختی سے مسترد کر دیا گیا۔

چونکہ قبیلہ ہوازن کے بیشتر لوگ پہلے ہی مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے جس کی تفصیل آگے آئے گی اس لئے بنو ثقیف کو بھی صلح نامہ کی رو سے طوعاً و کرہاً دائرہ اسلام میں آنا ہی پڑا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے صلح نامہ میں آخر پر لکھوایا۔

جو امر مسلمانوں کے لئے جائز ہے وہی ان کے لئے جائز ہے۔

جو بات مسلمانوں کے لئے ناجائز ہے وہ اُن کے لئے بھی ناجائز ہے۔

انہوں نے آخر پر جو شرط لکھوائی وہ یہ تھی کہ طائف کو بھی مکہ معظمہ کی طرح حرم قرار دیا جائے۔

اور وہاں پر شکار کھیلنا اور درخت وغیرہ کا شوا منوع قرار دیئے جائیں
مختصر یہ کہ صلح نامہ کی رو سے وہ لوگ مسلمان ہو ہی چکے تھے چنانچہ بالآخر یہ صلح
اُن کے سچے اور پکے مسلمان ہو جانے پر ہی منتهی ہوئی۔

صلح نامہ خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر کیا اور
مسلمانوں کی طرف سے اُس پر گواہی ڈالنے والے جناب شیر خدا حیدر
کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جناب امامین کریمین طہیین و طاہرین حضرت
جناب سیدنا حسن و حسین علیہم السلام تھے،

﴿واقعی ج ۱ ص ۲۲۲﴾ ﴿روض الانف ج ۲ ص ۲۲۷﴾

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سن بلوغت
سے قبل بھی بچوں کا گواہی دینا اور شاہد کا نام تحریر کرنا فہم میں جائز ہے اور قابل
قبول ہے۔

وذكر كتابه صلى الله عليه وآله وسلم

لثقیف وذكره ابو عیید كما ذكره ابن اسحاق

وذكره فی شهادة علی وابنه الحسن والحسین

قال وفيه من الفقه شهادة البيان وكتابة اسمائهم
قبل البلوغ وانما تقبل شهادتهم اذا ادواها بعد
البلوغ

﴿سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۲۷﴾

صلح نامہ لکھنے کے بعد ثقیف کے وفد کو جو تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کی مفصل روایت ثقہ ترین کتب میں اس طرح
ہے،

مطلب بن عبد اللہ بن حطب روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف سے آنے والے ثقیف کے وفد کو مخاطب کر
کے فرمایا کہ تمہیں اب مسلمان اور اطاعت گزار بن کر رہنا ہوگا بصورت دیگر
میں تمہاری طرف ایسے شخص کو بھیجوں گا جو مجھ سے ہے یا ایسے ہے جیسے میری
جان ہو اور وہ شخص یقیناً تمہاری گردنیں اڑا دے گا اور تمہاری اولادوں کو
پابند سلاسل کرے گا اور تمہارے اموال چھین لے گا۔

علی جان مصطفیٰ ہیں

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں
اس روز امارت کی تمنا ہوئی لیکن حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
جناب حیدرِ کرار علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف التفات فرماتے ہوئے آپ
کا ہاتھ تھام کر دو مرتبہ فرمایا کہ وہ شخص یہ ہے وہ شخص یہ ہے جسے رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی جان کہا ہے۔

پیشتر ازیں خیبر کے واقعہ میں بھی یہ روایت گزر چکی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! کہ کل ہم اس شخص کو جھنڈا عطا فرمائیں گے جو اللہ اور رسول کا محبوب ہے اور اللہ اور رسول اس کے محبوب ہیں اور وہ خیبر کو فتح کرے گا تو جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اس دن کے سوا کبھی امارت کی تمنا نہیں ہوئی اور میرا خیال تھا کہ مجھے جھنڈا عطا کیا جائے گا لیکن آپ نے علم اسلام جناب علی کو عطا فرمایا اور یہاں بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وہی جملہ دہراتے ہیں کہ مجھے اس روز کے سوا کبھی امارت کی تمنا نہیں ہوئی اور میرا خیال تھا کہ حضور میرا نام لیں گے لیکن آپ نے حیدر کرار کا ہاتھ تھام کر کہا کہ وہ شخص یہ ہے تو اس کی تطبیق کیسے دی جائے یہاں ہم صرف یہی بتا سکتے ہیں کہ جناب عمر فاروق نے خیبر کے روز اپنی تمنا کا اظہار نہیں کیا تھا کیونکہ وہاں آپ ایک روز پہلے جنگ کر کے واپس آ چکے تھے۔

عن المطلب بن عبد اللہ بن حنطب قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوفد ثقیف
حين جاء وہ تسلمن اولاً بعثن اليكم رجلا مني
وفي رواية مثل نفسي فليفر بن اعناقكم ويصين
الامارة الا يومئذ ، وجعلت انصب صدرى له

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رجاء ان يقول هو هذا
فالتفت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی علی کرم
اللہ وجہہ فاخذ بیدہ وقال هو هذا ،

﴿الاستعیاب ج ۳ ص ۲۲﴾ ﴿سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۷۳۲﴾
﴿ریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۱۶﴾ ﴿ذخائر العقبی مع ینابیع المودۃ ج ۱ ص ۲۰۳﴾
انہی الفاظ پر غزوہ طائف اور قوت پروردگار کے ضمن میں آنے
والے دیگر ابواب کا سلسلہ ختم کیا جاتا ہے حالانکہ جناب شیر خدا سیدنا علی کرم
اللہ وجہہ الکریم نے دیگر بھی متعدد غزوات و سرایا میں بے مثال قوت ید الہی
کا مظاہرہ فرمایا ہے جن میں فتح مکہ فتح یمن غزوہ بنی مطلق غزوہ الکدر غزوہ
بدر ثانی و دیگر متعدد جنگیں شامل ہیں جو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے ظاہری زمانہء حیات میں لڑی گئیں۔

جَاب

قُرْآن اور علی

علی اور قرآن

”علی اور قرآن“ اس قدر وسیع تر اور عظیم عنوان ہے جس کے لاحدود و مضامین کو ہزار ہا صفحات پر پھیلانے کے بعد بھی یہی کہنا پڑے گا کہ! حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اور اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ اگرچہ بظاہر علی اور قرآن دو الگ الگ حیثیتوں کے حامل ہیں مگر جب ان دونوں کی حقیقت و فرائض کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ واضح حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ نہ قرآن علی سے الگ ہے اور نہ ہی علی قرآن سے علیحدہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان مقدس پوری تشریحی تابانیوں کے ساتھ قلوب و اذہان پر جلوہ گر ہو جاتا ہے کہ!

”عَلَى مَعَ الْقُرْآنَ وَالْقُرْآنَ مَعَ الْعَلِيِّ“

یعنی قرآن علی کے ساتھ ہے اور علی قرآن کے ساتھ ہے۔

اس منصوص بالنص حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن مجید کے احکام و فرائض اور جناب حیدر کرار علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ کے عملی نمونہ کا موازنہ کیا جائے تو قطعی طور پر ظاہر جاتا ہے کہ قرآن مجید کے رموز و اسرار اور

راز ہائے سر بستہ کا امین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا قلبِ اطہر ہے اور علی علیہ السلام کی شانِ اعلیٰ اور علو مرتبت کی داستانِ عالی شان قرآن مقدس کی آیاتِ بینات میں پوشیدہ ہے۔

بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ پورے کا پورا قرآن مجید مقامِ علی علیہ السلام کی ترجمانی کرتا ہے اور قرآن مجید کے تمام تر مندرجات کی واضح نشان دہی علی علیہ السلام کی ذاتِ کریمہ کرتی ہے۔

آئینہ صفحات میں ہم انشاء اللہ العزیز قرآن اور علی کی ازلی ابدی معیت کے بارے میں چند ثقہ ترین روایات کے خاکے ہدیہ قارئین کرنے کی سعادت بھی حاصل کریں گے۔

مگر اس کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ ہم نے علی اور قرآن کے بارے میں سیر حاصل تبصرہ کر لیا ہے اس لئے کہ خداوندِ کریم جل مجدہ العظیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی شخص خواہ وہ کتنا ہی عظیم المرتبت اور صاحبِ فہم و فراست کیوں نہ ہو قرآن اور علی کے بارے میں قطعیت کے ساتھ سب کچھ جان لینے کا نہ تو دعویٰ کر سکتا ہے اور نہ ہی اس قسم کے کسی دعویٰ کی دلیل پیش کر سکتا ہے۔

قرآن اور علی کے بارے میں جس جس نے جو جو کچھ بھی بیان کیا ہے اپنی اپنی ہمت و استطاعت کے مطابق بیان کیا ہے اور وہ قطعی طور پر حرفِ آخر کی حیثیت نہیں رکھتا کیونکہ!

وہیں تک دیکھ سکتا ہے نظر جس کی جہاں تک ہے

ہمیں حیرت ہے

ہمیں اُن نام نہاد مسلمانوں کی عقلوں کی فسادیت پر حیرت ہوتی ہے جو تحقیق و ریسرچ کے نام پر کبھی تو قرآن مجید کی آیات مقدسہ کو اپنے علمی اور ذہنی معیار پر پرکھنا شروع کر دیتے ہیں اور کبھی امیر المومنین و امام المتقین باب مدینۃ العلم سیدنا و مرشدنا مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات مقدسہ کو اپنے گمان کے مطابق ایک عام آدمی کی حیثیت سے آگے نہیں بڑھنے دیتے۔

حالانکہ قرآن اور علی دونوں ہی اُن کی ذہنی اختراعوں کا تمام عقول تخیلاتی فلسفے اور تصوراتی خاکوں کی دست برد سے قطعی طور پر باہر ہیں۔

فرامینِ مصطفیٰ کو تسلیم کرو

ہاں! اگر ان دونوں کی بقدر استطاعت قدرے معرفت اور آشنائی حاصل ہو سکتی ہے تو اس کا واحد ذریعہ فرامینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دل سے تسلیم کر لینا ہے انہیں رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات مقدسہ کو جن پر قرآن کا پاک ایک حرف نازل ہوا اور جن کی گود میں ایک ایک ساعت گزار کر علی پروان چڑھے۔

قرآن مجید کی تفسیر و تاویل اپنی عقلوں کے مطابق مت کرو ورنہ

تمہیں جہنم میں پیٹھ کے بل کھینچا جائے گا اور حیدر کرار علیہ السلام کے متعلق آپ نے یہ ارشاد گرامی فرمادیا کہ علی سے محبت کرو کیونکہ علی سے محبت کرنا ہی تمہارے ایمان کی دلیل اور تمہارے مومن ہونے کی نشانی ہے اور ساتھ ہی فرمایا کہ علی سے بغض نہ رکھو اگر تم علی سے بغض رکھو گے تو تمہارا شمار منافقین میں ہوگا علی سے بغض رکھنا منافق ہونے کی واضح ترین دلیل ہے۔

تاجدارِ دُعا عالم سرورِ کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مغض علی کو کافر بھی کہا ہے لیکن کثرت سے روایتوں میں یہی آتا ہے کہ علی سے بغض رکھنے والا منافق ہے اس میں حکمتِ خاص یہ ہے کہ کچھ لوگ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر عبد اللہ بن ابی کی طرح بظاہر کلمہ بھی پڑھتے ہوں گے اور اُن کے دلوں میں بغضِ علی کی تہیں بھی جبی ہوں گی۔

علی صراطِ مستقیم کی تفسیر ہیں

بہر حال اگر علی کی معیت میں قرآن مجید کی منازل طے کرو گے تو قرآن مجید مکمل طور پر تمہاری راہنمائی کرے گا وہ تمہیں اُس صراطِ مستقیم پر چلائے گا جس کی وہ خود نشانہ ہی کرتا ہے کیونکہ علی ہی تو صراطِ مستقیم کی تفسیر ہیں قرآن مجید تمہیں مشورہ دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے صراطِ مستقیم پر چلنے کی آرزو کرو اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ یا اللہ ہمیں علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔

اور اگر تم جناب حیدر کرار علیہ السلام کی سیاسی اور غیر سیاسی غلطیاں جمع کرنا شروع کر دو گے اور یہ تصور کر لو گے کہ علی نے تو خود ہی صراطِ مستقیم کو چھوڑ رکھا تھا تو پھر قرآن مجید ہر گز ہر گز تمہاری راہنمائی نہیں کرے گا تمہاری یہی ایک گستاخی تمہیں مسلمانوں کے زمرہ سے نکال کر منافقین کے گروہ میں شامل کر دے گی اُن منافقوں کے گروہ میں جن کے لئے قرآن مجید ہی نے جہنم کے دکھتے ہوئے انگاروں کی وعیدیں سینکڑوں آیات میں دے رکھی ہیں

بھٹکتے رہو گے

جناب حیدر کرار علیہ السلام کی ذاتِ اقدس پر طعن و تشنیع اور اُن کے بارے میں بدگمانی رکھنا اور بدگمانیاں پیدا کرنا تمہیں بغض و نفاق کے اُن ویرانوں میں لے جائیں گی جہاں ساری زندگی بھٹکتے رہو گے اس دنیا میں بھی تمہیں چین نصیب نہیں ہو گا تمہارے دل ہمیشہ مضطرب رہیں گے تمہارے خیالات منتشر رہیں گے تمہاری ناپاک روحوں مضطرب اور بے چین رہیں گی اور بالآخر تم ان تمام اذیتوں کو برداشت کرتے کرتے ابدی اذیتوں اور عذابِ مُستقل کا شکار ہو جاؤ گے۔

تمہاری منافقت کے صلہ میں ملنے والے بغض و حسد اور جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلے دنیا اور آخرت دونوں میں تمہاری عقلوں کی تلبیس ابلیس کے ساتھ ساتھ تمہارے جسموں کو بھی جھلس ڈالیں گے۔

ہم آئندہ صفحات میں بالوضاحت سرور کوٹین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُن ارشادات کی تفصیل بیان کریں گے جن میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ علی سے محبت رکھنا مومن ہونے کی دلیل ہے اور علی سے بغض رکھنا منافق ہونے کی نشانی ہے اور اس کے ساتھ ہی قرآن مجید کی چند آیات بھی پیش کریں گے جن میں قطعیت کے ساتھ فیصلہ ہو چکا ہے کہ منافقوں کا ٹھکانہ صرف اور صرف جہنم کی دردناک عذاب دینے والی شعلے برساتی ہوئی آگ ہے۔

قرآن و علی سے محبت کرو

فی الحال تو ہم یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ علی سے بغض نہ رکھو علی سے محبت کرنا سیکھو اگر تمہیں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت و شفاعت پر بھروسہ ہے تو اُس مخبر صادق کے فرمان کو دل سے تسلیم کرو قرآن پڑھنا ہے تو علی سے محبت کرو اس لئے کہ قرآن علی کے ساتھ ہے۔

دامن علی کو چھوڑ کر تم قرآن سے کیا حاصل کر سکو گے اس حالت میں تو قرآن کی ہر آیت تمہارے لئے حجاب بن جائے گی،

علی کے دامانِ کرم کو جھٹک کر قرآن مجید کی آیات مقدسہ سے جو نتیجہ بھی تم اپنی عقل کے مطابق اخذ کرو گے اور قطعی طور پر غلط اور حقیقت سے کوسوں دور ہوگا۔

علی اور قرآن

قرآن پڑھنا ہے تو دامنِ علی سے وابستہ ہو کر پڑھو اور اگر علی سے شناسائی حاصل کرنا ہے تو قرآن کو سینے سے لگا کر رکھو قرآن اور علی کو کسی بھی مقام پر علیحدہ کرنے کی کوشش نہ کرو اس لئے کہ فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق یہ دونوں کبھی الگ الگ نہیں ہوں گے علی اور قرآن کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

قرآن علی کے مدارج و مقامات کی نشاندہی کرتا ہے اور علی قرآن کے رموز و اسرار کو بیان کرتے ہیں۔

علی قرآن کے شارح بھی ہیں اور قرآن کی تفسیر بھی۔

علی قرآن کے فہیم بھی ہیں اور مفہوم بھی۔

علی قرآن کی روح بھی ہیں اور جان بھی۔

علی قرآن کا دل بھی ہیں اور نور بھی۔

علی قرآن کا دل بھی ہیں اور نور بھی۔

علی قرآن کی تفسیر بھی ہیں اور تشریح بھی۔

علی قرآن کی تاویل بھی ہیں اور مؤول بھی۔

علی قرآن کی حقیقتوں کے آشنا بھی ہیں اور اس بحرِ ذخار کے شناور

بھی۔

علی قرآن کے قاری بھی ہیں اور قرآن ناطق بھی،
الغرض علی ہی قرآن ہیں اور قرآن ہی علی ہے۔

علی بسم اللہ کی ”ب“ کا نقطہ ہیں

حدیث میں آتا ہے

عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال کل ما فی
کتاب بمنزلة هو فی القرآن و کل ما فی القرآن
فہو فی الفاتحة و کل ما فی الفاتحة فہو فی
بسم اللہ الرحمن الرحیم و کل ما فی بسم اللہ
الرحمن الرحیم فہم فی الباء و کل ما فی الباء
فہو فی النقطة التي تحت الباء .

﴿الکھف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمن الرحیم﴾

﴿ص ۱۷۱ للعبد الکریم جیلی﴾

یعنی خواجہ عالیہ بیان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے
نازل ہونے والے جمیع صحائف میں جو کچھ بھی ہے وہ
سورہ فاتحہ میں موجود ہے اور جو کچھ سورہ فاتحہ میں ہے
وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں ہے اور جو کچھ
بسم اللہ الرحمن الرحیم میں ہے وہ سب کچھ
بسم اللہ کی ”ب“ کے میں ہے اور وہ سب کچھ اُس

نقطے میں ہے جو ب کے نیچے ہے۔

امیر المؤمنین تاجدار اولیاء حیدر کرار شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ
الکریم ارشاد فرماتے ہیں کہ ”ب“ کے جس نقطہ میں مذکورہ بالا تمام علوم جمع
ہیں وہ نقطہ میں ہی تو ہوں۔

انا النقطة تحت الباء

تفسیر روح البیان

علامہ اسماعیل حق ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ کی تفسیر میں
فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جمیع علوم بسم اللہ کی ”باء“ میں امانت
رکھے ہیں ”الخ“

اور ”ب“ کو یہی بلند مقام اور قد رت حاصل ہے کہ اُس نے غیر
میں تو حید و ارشاد کی تکمیل کراتی ہے اور اس کے موافق ہی سیدنا علی کرم اللہ
وجہہ الکریم کا ارشاد ہے۔ کہ ”انا النقطة تحت الباء“ یعنی میں وہ نقطہ
ہوں جو باء کے نیچے ہے پس باء کو ارشاد و دلالت علی التوحید کا مرتبہ عطا
کیا گیا۔

بسم اللہ کی با

خواجہ محمد پارسا نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب فصل الخطاب میں
لکھتے ہیں۔

تمہیں جاننا چاہئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے تمام رموز و اسرار آسمانی کتابوں میں موجود ہیں اور آسمانی کتابوں کے اسرار و رموز تمام و کمال قرآن مجید میں موجود ہیں اور قرآن مجید کے تمام اسرار سورۃ فاتحہ میں ہیں اور سورۃ فاتحہ کے تمام راز بسم اللہ الرحمن الرحیم میں موجود ہیں جبکہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے تمام راز بسم اللہ کی ”با“ میں اور ”یا“ کے تمام اسرار ”باء“ کے نقطہ میں موجود ہیں جو ”با“ کے نیچے ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ”انا النقطة تحت الباء“ یعنی وہ نقطہ میں ہوں جو ”باء“ کے نیچے ہے۔

﴿فضل الخطاب مولفہ خواجہ محمد یار سا نچاری نقشبندی

مع ینا بیع المودۃ ج دوم ص ۴۰۹﴾

ان الباء حرف کامل فی صفات نفسہ بانہ للاً
صلاق والا استعانة والا ضافة مکمل لغیرہ بان
یخفص الاسم التابع له ویجعلہ مکسوراً
امتصفا بصفات نفسہ ولہ علو و قدرة فی تکمیل
الغیر بالتوحید والا رشاد کما اشار الیہ سیدنا
علی رضی اللہ عنہ بقول ! انا النقطة تحت الباء.

﴿تفسیر روح البیان جلد اول صفحہ ۷ مطبوعہ بیروت﴾

نقطہ میں مزید نکتہ

خواجہ محمد حسینی گیسو دراز ”ب“ کے اس نقطہ میں مزید یہ نکتہ بیان

فرماتے ہیں کہ ”ب“ حرف اتصال و تضمن ہے موجودات کی ابتداء اللہ تعالیٰ سے ہے اور اس کا حدث یا فنا ہونا بھی اللہ ہی کی طرف سے ہے متن ہے۔

الباء حرف الاتصال و تضمن ابتداء الموجدات بالاله والحادثات من الله

﴿جواهر العشاق ص ۴۳﴾

اسرار قرآن اور بسم اللہ

علامہ سلیمان خفی قدوزی مفتی اعظم قسطنطنیہ کتاب الدر المنظم کے حوالہ سے یہ روایت معمولی تغیر لفظی سے اس طرح نقل کرتے ہیں کہ،

جاننا چاہیے کہ تمام آسمانی کتب و صحائف کے اسرار قرآن مجید میں موجود ہیں اور تمام قرآن کے جمیع علوم سورۃ فاتحہ میں ہیں اور تمام سورۃ فاتحہ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں ہے اور تمام بسم اللہ کا علم بسم اللہ کی باء میں موجود ہے اور بسم اللہ کی باء کے تمام علوم باء کے نقطہ میں موجود ہیں اور امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں وہ نقطہ ہوں جو بسم اللہ کی باء کے نیچے ہے متن ہے۔

وفي در المنظم اعلم ان جميع اسرار الكتب

السماء و في القرآن و جميع ما في القرآن في

الفاتحة و جميع ما في الفاتحة في البسملة و

جميع ما البسملة في باء البسملة و جميع في باء

بِسْمِ اللّٰهِ فِي النّقْطَةِ الَّتِي تَحْتَ الْبَاءِ قَالَ الْإِمَامُ
عَلَى كَرَمِ اللّٰهِ وَجْهَهُ الْكَرِيمُ أَنَا النّقْطَةُ تَحْتَ
الْبَاءِ.

﴿ينابيع المودة ص ۲۹﴾

بائے بسم اللہ پدر

ترجمانِ اہل سنت شاعر مشرق حکیم الامت ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمۃ
اللہ علیہ جگر گوشہ رسول سیدنا امام حسین علیہ السلام کی بارگاہِ اقدس میں نذرانہ
عقیدت پیش کرتے ہوئے انہی روایات کو تلمیح کے طور پر اس طرح پیش
کرتے ہیں۔

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر
معنی ذبح عظیم آمد پدر

ان تمام امور پر تاجدارِ اولیاء سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ
ارشاد گرامی موجود ہے کہ غیب کے جو راز بھی چاہو مجھ سے پوچھ لو میں انبیاء و
مرسلین کے علوم کا وارث ہوں۔

سَلَوْنِي عَنْ اسرار الغيوب فاني وارث علوم
الانبياء والمرسلين.

﴿ينابيع المودة ص ۲۲﴾

آپ کا یہ ارشاد جمیع انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عزت

افزائی کے لئے ہے ورنہ آپ کا خلاصہ کائنات عالمِ ماکان و مایکون رسولِ غیب دان امام الانبیاء والمرسلین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علومِ عالیہ کا وارث ہونا ہی کیا کم ہے۔

جبکہ تمام انبیاء و مرسلین کے تمام تر علوم اس مخزنِ علوم و معارف صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہِ الطاف و التفات کے رہینِ منت ہیں۔

علیٰ تو علم کے اُس شہر کا دروازہ ہیں جس کا علم خدا تعالیٰ کے علم سے ہے جو براہِ راست خداوندِ قدوس جلّ و علا کے تلمیذِ ارشد ہیں اور جن کے لئے الرَّحْمَنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ اور عَلَّمَكُ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ

جیسے ارشاداتِ ربانی قرآن مجید میں موجود ہیں۔

بہر حال امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم خلاصہ قرآن مجید ہیں آپ تمام کتبِ سماویہ اور قرآن مجید کے تمام علوم و معارف کا سرچشمہ اور جوہر ہیں اس لئے کہ آپ بسم اللہ کی ”ب“ کا نقطہ ہیں اور بسم اللہ کی ”ب“ کا نقطہ تمام علوم کا جوہر اور خلاصہ ہے۔

اور اسی ”ب“ کے نقطہ کے متعلق جناب سیّدنا حیدر کرار علیہ السلام کے تلمیذِ رشید حبرِ الامّت مفسرِ قرآن سیّدنا عبد اللہ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد کتابِ مذکورہ میں اس طرح ہے کہ،

جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مجھے ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ کی ”ب“ کے نقطہ کی تفسیر رات کے وقت بتانا شروع کی حتیٰ کہ آثارِ سحر نمودار ہو

گئے لیکن آپ ابھی ”ب“ کے نقطہ کی تفسیر سے فارغ نہیں ہوئے تھے اور میں نے خود کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پہلو میں اُس فوارہ کی مانند پایا جو متلاطم سمندر کے پہلو میں موجود ہو۔

دوسری روایت میں جناب عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایک چاندنی رات کو جناب علی علیہ السلام مجھے جنت البقیع میں لے گئے اور مجھے فرمایا کہ عبداللہ پڑھو میں نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی تلاوت کی تو آپ مجھے طُلُوعِ سَحَرِ تِک بِسْمِ اللّٰهِ کے رموز سے آگاہ فرماتے رہے۔

﴿يُنَابِعُ الْمَوْدَةَ ص ۷۰﴾

ابن عباسؓ کا اعتراف

بسم اللہ اور بسم اللہ کی ”ب“ کے نقطے کی تفسیر سننے کے بعد سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک مقام پر جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہما شریف کی تفسیر سننے کا واقعہ بیان کر کے یوں اعتراف عجز فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سیدنا حیدر کرار علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا کہ اے ابن عباس ”الحمد“ کی ”الف“ کی تفسیر کیا ہے۔

میں نے عرض کی کہ مجھے معلوم نہیں تو آپ نے پوری ایک ساعت الحمد کی الف کی تفسیر بیان فرمائی اُس کے بعد جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مجھ سے فرمایا کہ ”الحمد“ کی ”لام“ کی تفسیر کیا ہے؟

میں نے پھر نفی میں جواب دیا تو آپ نے پوری ایک ساعت

”الحمد“ کی لام کی تفسیر بیان کی۔

بعد ازاں آپ نے مجھ سے پوچھا ”الحمد“ کی ”ح“ کی تفسیر کیا ہے؟

میں نے عرض کیا! میں نہیں جانتا تو آپ نے پوری ایک ساعت ”الحمد“ کی ”ح“ کی تفسیر بیان فرمائی۔

اس کے بعد آپ نے مجھ پر پھر سوال کیا ”الحمد“ کی ”میم“ کی تفسیر کیا ہے؟

میں نے کہا مجھے معلوم نہیں تو آپ نے پوری ساعت ”الحمد“ کی ”میم“ کی تفسیر بیان فرماتے رہے۔

پھر فرمایا کہ ”الحمد“ کی دال کی تفسیر کیا ہے؟

میں نے پھر معذرت کی کہ میں نہیں جانتا تو آپ نے الحمد کے دال کی تفسیر فرمانا شروع کی حتیٰ کہ آثارِ سحر نمودار ہو گئے تو آپ نے مجھے اجازت مرحمت فرمائی کہ اب جاؤ چنانچہ میں حسبِ الحکم اٹھ کھڑا ہوا اور جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا تھا یاد نہ رکھ سکا پھر میں نے غور و فکر کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ میرا علم قرآن کے متعلق حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علم مبارک کے مقابلہ میں ایسے ہے جیسے ٹھانھیں مارتے سمندر کے مقابلہ میں ایک چھوٹا سا حوض۔

تاجدارِ اہلِ اُتے قرآنِ ناطق بابِ مدینۃ العلم اور بابِ دارِ الحکمت

سیدنا حیدر کرار علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کے قرآن مجید سے متعلق وسیع تر علم کا احاطہ کون کر سکتا ہے جبکہ بڑے بڑے صحابہ کرام علم و معرفت کے اس بحر بیکنار کے حضور میں خود کو قطروں کی مانند متصور کرتے ہیں

عن ابن عباس قال ! قال لی علی ، یا ابن عباس ما تفسیر الالف من الحمد ؟ قلت لا اعلم ! فتکلم فی تفسیرها ساعة تامة ، ثم قال ما تفسیر السلام من الحمد ؟ قال قلت لا اعلم ، ثم قال ماء تفسیر الحاء من الحمد ؟ قلت لا اعلم ! فتکلم فی تفسیرها ساعة تامة ، ثم قال ما تفسیر المیم من الحمد ؟ قلت لا اعلم ! فتکلم فی تفسیرها ساعة تامة ، قال فما تفسیر الدال من الحمد ؟ قال قلت لا ادری ! فتکلم فیها الی ان بزغ عمود الفجر قال وقال لی قم یا ابن عباس الی منزلک فتاهب لفرضک فقممت وقد وعیت ما قال ، ثم تفکرت فاذا علمی بالقرآن فی علم علی کا القراءة الغدير الصغير المشعجر البحر .

﴿ الشرف الموبد للعلامة النبهانی ص ۱۱۸، ۱۱۹ ﴾

نافع کلام

حرم الامت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مقام پر

مزید یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کے کلام نے اس قدر نفع نہیں دیا جس قدر نفع مجھے اس کلام سے پہنچا جو میں امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لئے لکھتا تھا یعنی جو میں آپ کے ارشادات کتابی صورت میں تحریر کرتا تھا۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قلا ما انتفعت بكلام بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كان نقفا عی بكتاب كتبه الى امير المؤمنين علي بن ابي طالب رضي الله عنه.

﴿نور لا بصار ص ۹۳﴾

خداوند قدوس جل وعلا نے عظمتِ آدم کا اعتراف کروانے کے لئے فرشتوں کے سامنے جو معیار رکھا وہ علم ہی تو تھا اور پھر جب آدم علیہ السلام نے اُن تمام اشیاء کے نام بتا دیئے جن کی تعلیم انہیں خداوند قدوس نے خاص طور پر دے رکھی تھی تو فرشتوں کو آدم علیہ السلام کے شرف و کرامت کا قائل ہونا پڑا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی تمام تر مخلوق کے اندر فکر اور مزاج کے بھی خالق ہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں ہر قوم کے مزاج کے مطابق مثالیں بیان کی گئیں ہیں لیکن علم خداوند قدوس کی ایسی عطائے خاص ہے جسے ہر

زمانہ اور ہر دو میں وجہ فضیلت قرار دیا۔

”اَتَيْنَهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَهُ مِنَ لَّدُنَّا عِلْمًا“

ہمارے ایک بزرگ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا ملاقات کے اُس تذکرے میں جو قرآن مجید میں زیر آیت موجود ہے رقمطراز ہیں کہ مفسرین و محدثین کہتے ہیں کہ جو علم حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے لے خاص فرمایا وہ علم باطن و مکاشفہ ہے اور یہ اہل کمال کے لئے باعث فضل ہے چنانچہ وارد ہوا ہے کہ صدیق کو نماز و غیرہ اعمال کی بناء پر صحابہ پر فضیلت نہیں بلکہ اُن کی فضیلت اُس چیز سے ہے جو اُن کے سینہ میں ہے یعنی علم باطن و علم اسرار ہے کیونکہ جو افعال صادر ہوں گے وہ حکمت سے ہوں گے اگرچہ بظاہر خلاف معلوم ہوں۔

﴿تفسیر کتر الایمان ص ۲۲۶﴾

اگرچہ ہمارے یہ بزرگ مفسر یہ وضاحت تو نہیں فرما سکے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت کے لئے علوم و اسرار باطنیہ کا خاص ہونا قرآن مجید یا حدیث شریف کی کس نص سے منصوص ہے تاہم ہے فارمولا قطعی اور درست ہے اور اس حقیقت سے پہلو تہی کرنا حق و صداقت سے اعراض کر لینے کے مترادف ہے،

یہ الگ بات ہے کہ متذکرہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے یہ فارمولا پیش کرنے سے حضرت خضر علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر

واضح ترین اور قطعی افضلیت ثابت ہو جاتی ہے جو تقویٰ اور نماز وغیرہ کے متعلق بیان کی جاتی ہیں۔

چونکہ ہم اس قسم کی مباحث میں الجھ کر اپنے موضوع سے دور نہیں جانا چاہتے اس لئے ہم اس مقام پر مذکورہ بالا تخیل کے برعکس مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کا ایک مکاشفہ بیان کرنے پر ہی اکتفاء کرتے ہیں۔

آپ مکتوبات شریف جلد اول میں فرماتے

ہیں کہ ہم نے کشف باطنیہ کے ذریعہ اُمتِ محمدیہ علی

صاحبھا الصلوٰۃ والتسلیم میں علوم و اسرار باطنیہ و روحانیہ

پر فائز المرام لوگوں کا مشاہدہ کیا تو تمام اُمتِ مرحومہ

میں جناب امیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو سب

لوگوں سے ہی بلند تر پایا۔

بہر حال یہ اپنے اپنے میلانِ طبع اور مکاشفوں کی بات ہے لیکن یہ

حقیقت بدستور اپنے مقام پر ایک مسلمہ حقیقت سے قائم و دائم ہے کہ جو شخص

علوم و اسرار باطنیہ کو جس قدر زیادہ جاننے والا ہوگا اسی قدر وہ شرف و کرامت

عظمت و بزرگی اور فضیلت کا حامل قرار پائے گا اور اس ناقابل تردید حقیقت

سے انکار کرنے کی کوئی معقول وجہ کسی کے پاس موجود نہیں۔

جیسا کہ ہم قرآن مجید کی نص بیان کر چکے ہیں کہ فرشتوں کا جناب

آدم علیہ السلام کے سامنے اظہارِ عجز کرنا آپ کے اس مخصوص علم کی وجہ سے

تھا جو اللہ تبارک و تعالیٰ جل مجدہ الکریم نے بطور خاص آپ کو عطا فرمایا تھا چونکہ ہم موازنہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں اور نہ ہی اس خط میں مبتلا ہو کر اپنا اور قارئین کرام کا وقت ضائع کرنا چاہتے ہیں اس لئے کہ کوشش بسیار کے باوجود ہمیں آج تک وہ پیمانے اور تر از و دستیاب ہی نہیں ہو سکے جو بعض لوگوں نے اپنی اپنی وسعت عقل کے مطابق تیار کر رکھے ہیں۔

ہمیں تو سلطنتِ روحانیت کے تاجدار سید الاولیاء والا صفیاء و اوصیاء امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی سیرت بیان کرنا ہے اس لئے ہم بغیر واقعات کو مسخ کرنے اور الفاظ کو پیچ و خم دینے کے آپ کی شان میں آنے والی تمام تر روایات کو بلا کم و کاست ہدیہ قارئین کر دیں گے نتیجہ اخذ کرنا ہر کسی کے وجدان و ذوق کا کام ہے۔

سات سمندروں میں ایک قطرہ

امام اہلسنت عاشقِ مصطفیٰ سیدنا امام یوسف بن اسماعیل نبھانی ودیگر آئمہ کرام جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم و عرفان کے بارے میں مزید یہ روایت نقل فرماتے ہیں کہ،

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم مبارک اللہ تبارک و تعالیٰ کے علم مقدس سے ہے اور جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم

سے ہے اور میرا علم جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علم سے ہے۔
 نیز میرا اور تمام اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم حضرت علی کرم
 اللہ وجہہ الکریم کے علم کے مقابلہ میں ایسے ہے جیسے سات سمندروں میں
 ایک قطرہ متن ہے۔

وقال ابن عباس رضى الله تعالى عنهما علم
 رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من علم الله
 تعالى وعلم على من علم رسول الله صلى الله
 عليه وآله وسلم وعلمى من علم على وما علمى
 وعلم اصحاب محمد صلى الله عليه وآله وسلم
 فى علم على الا كقطرة فى سبعة البحر.

﴿الشرف الموبد للنبهاني ص ۱۱۹﴾

﴿ينابيع المودة للسليمان الحنفى القندوزى ص ۷۵﴾

علم علی کے مُعترف

صرف سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی جناب حیدر
 کرار کے علم و فضل کے معترف نہیں بلکہ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم
 اجمعین بھی نہایت فراخ دلی سے آپ کی جلالت علمی کے معترف ہیں چنانچہ
 عطاء ابن ابی رباح جنہیں صحابہ کرام میں اجتہاد کا درجہ حاصل تھا سے سوال کیا
 گیا کہ آپ کے خیال میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں کوئی ایسا
 شخص بھی تھا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے زیادہ عالم ہو تو انہوں نے

کہا نہیں خدا کی قسم اُن سے زیادہ جاننے والا کوئی بھی نہیں تھا متن ہے۔

وسئل عطاء رضى الله عنه اكان فى اصحاب

محمد احد اعلم من على؟ قال! لا والله ما

اعلمه.

﴿الاستيعاب ج ۲ ص ۱۴۶﴾ ﴿الشرف الموبد ص ۱۲۰﴾

﴿أسد الغایہ ج ۲ ص ۲۲﴾

علی نبی کیلئے ایسے ہیں جیسے نبی خدا کیلئے

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جناب حیدر کرار سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ایک ملاقات کا تذکرہ محدثین کرام نے اس طرح کیا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے چھ روز بعد جناب ابوبکر صدیق اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر اطہر پر زیارت کے لئے حاضر ہوئے جو کہ اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ مبارک کے اندر تھی تو حجرہ شریف کے اندر داخل ہونے کے لئے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ اے خلیفہ رسول آپ سبقت فرمائیں تو جواباً جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یا علی میں اُس شخص پر کیسے سبقت کر سکتا ہوں جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ،

علی میرے لئے اُسی طرح ہے جس طرح میں اپنے
 رب کے لئے ہوں علی کی میرے نزدیک وہی قدر و
 منزلت ہے جو قدر و منزلت میری خدا کے ہاں ہے،
 متن ہے!۔

اخرجہ علی ابن السمان فی الموافقة قال جاء
 ابوبکر و علی یز و ران قبر النبی صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم بعد وفاته بستة ایام قال علی لابی
 بکر تقدم یا خلیفة رسول اللہ فقال ابو بکر ما
 کنت لا تقدم رجلا سمعت رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم یقول ”علی منی بمنزلتی من
 ربی“

﴿ریاض النضرة فی مناقب العشرة ج ۲ ص ۲۱۵﴾

مندرجہ بالا روایت سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ خداوند قدوس
 جل و علا کو جس قدر محبوب نا جدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس
 تھی اُس قدر تا جدار اہل اتے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات اقدس
 محبوب تھی اور پھر کیسا ہے محبوب محبت میں میرا تیرا۔

بلا تشبیہ جس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب! حضور
 رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام تر علوم و معارف کا عالم بنایا تھا اسی
 طرح حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے محبوب جناب

حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام علوم و عرفان کا مخزن بنا دیا۔

قرآن ناطق کیسے ؟

باب مدیۃ العلم سیدنا و مرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علم و عرفان کے بارے میں دیگر متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے واضح ترین ریمارکس پیش کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ وضاحت کر دی جائے کہ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے خود کو قرآن ناطق کیسے اور کیوں فرمایا؟

جنگ صفین کے موقع پر حیدر کرار علیہ السلام کے شکست خوردہ مخالفین نے جب قرآن مقدس کو غلط طور پر استعمال کرنے کی چال چلی تو آپ کے اپنے ہی لشکر کے کمزور ایمان لوگ جن کی کثیر تعداد بعد میں خوارج کے زمرہ میں شمار ہوئی قرآن مجید کو نیزوں پر بلند دیکھ کر مخالفین کو حق پر سمجھتے ہوئے اُن کی طرف دوڑ پڑے تو جناب حیدر کرار علیہ السلام نے انہیں سمجھانے اور اتمام حجت کے لئے فرمایا ارے نادانو تم کس دھوکہ میں آ گئے نیزوں پر قرآن بلند کرنے کا مطلب یہ تو نہیں کہ قرآن اُن کے ساتھ ہے نادانو قرآن مقدس تو میرے ساتھ ہے بلکہ میں ہی تو بولنے والا قرآن یعنی قرآن ناطق ہوں آپ نے فرمایا۔

اننا القرآن الناطق اس اجمال کی تفصیل تو آپ بے شمار حوالوں

کے ساتھ جنگِ صفین کے واقعات میں ہی ملاحظہ فرمائیں گے تاہم حاشیہ میں اختصاراً چند حوالے پیش کر دیئے ہیں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کسی سوال کے جواب میں اس امر کی تصدیق فرماتے ہیں کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درج ذیل اپنا یہ تعارف بھی کروایا تھا کہ

انا منشی الا رواح، انا باعث فی القبور،

انا ید اللہ، انا وجہہ اللہ، انا القرآن الناطق۔

﴿ینابیع المودۃ ج ۱ ص ۷۵﴾ ﴿فتاویٰ عزیز ج ۲ ص ۱۱۳﴾

﴿منصب امامت ص ۷۵﴾

جناب سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ کے مذکورہ ارشادات اور اسی قسم کے دیگر فرمودات عالیہ نہایت شرح و بسط کے ساتھ ہم کسی دوسرے مقام پر زیر بحث لائیں گے یہاں تو صرف اس امر کی وضاحت کرنا ہے کہ آپ قرآنِ ناطق ہیں۔

علی قرآن کے ساتھ ہے

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کو کہ آپ نے فرمایا کہ میں قرآنِ ناطق ہوں اذہان میں رکھیں اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کو سامنے لے آئیں کہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور یہ دونوں اکٹھے ہی حوضِ کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں گے۔

على مع القرآن والقرآن مع العلى لا يفترقان
حتى ير ذا الحوض.

﴿الصواعق المعرقة ص ۱۲۲﴾ ﴿يتابع المودة ص ۲۸ "۳"﴾

﴿نور الابصار ص ۱۱۳﴾

حضور تاجدار انبیاء سرور کو نین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے اس فرمان مقدس میں جن لطیف ترین اور دلآویز نکات کی
نشاندہی ہوتی ہے اور اہل وجدان حضرات کے لئے حقائق و معارف کے جو
سرچشمے اُبل رہے ہیں انہیں کسی بھی طرح سطور و صفحات میں سمو دینا نہایت
ہی مشکل کام ہے بلکہ یہ ایک ایسا لاغتناہی مضمون ہے جس کا حصرواحاطہ کر لینا
تقریباً ناممکنات سے اور محالات عظیمہ سے ہے۔

تاہم حصول برکات کے لئے صرف دوسوالوں کو زیر بحث لانے کے
لئے جرات خامہ فرسائی کی گئی ہے امید ہے قارئین ان لطائف و معارف
سے خاص طور پر محفوظ ہوں گے۔

پہلا سوال یہ ہے

پہلا سوال تو یہ ہے کہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں
قرآن اور علی بغیر کسی لمحہ علیحدہ ہوئے حوض کوثر پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے پاس پہنچیں گے تو کیا قرآن مجید موجودہ دور کے مطابق طبع شدہ
اوراق میں ہوگا یا صحابہ کرام کے زمانہ کے مطابق چمڑے وغیرہ پر لکھا ہوگا۔

ان دونوں صورتوں میں ہی قرآن مجید کا جناب حیدر کرار علیہ السلام کے ساتھ ساتھ رہنا قرین قیاس نہیں کیونکہ ان دو میں سے کسی بھی ہیئت کذائیہ کو تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ یا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے خود قرآن پاک کو ہاتھوں پر اٹھایا ہوگا یا پھر آپ کے ساتھ ساتھ کوئی دوسرا شخص قرآن اٹھا کر چل رہا ہوگا اس طرح کسی تیسرے ساتھی کی موجودگی بھی ثابت ہوتی ہے اور یہ بات بھی حقائق سے دُور معلوم ہوتی ہے کہ خود جناب حیدر کرار کرم اللہ وجہہ الکریم نے کسی مطبع کا چھپا ہوا یا چمڑے پر لکھا ہوا قرآن ہاتھوں پر یا سر پر اٹھا رکھا ہو اس لئے کہ اس قسم کے قرآن مجید کا ہمیشہ ہمیشہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ رہنا اس دنیا میں بھی ثابت نہیں کیا جاسکتا چہ جائیکہ قیامت کے دن کے لئے کوئی واضح روایت دریافت کی جاسکے۔

اسی لئے قطعی اور آخری بات یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان اقدس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ الفاظ و اوراق کی صورت میں قرآن مجید حوض پر وارد ہوگا پھر پڑھیں۔

اول تو یہ ہے کہ قرآن مجید جب جناب مرتضیٰ مشکلی کشا شیر خدا علیہ السلام کی معیت میں حوض کوثر پر پہنچے گا تو کیا ان طبع شدہ اوراق کی صورت میں ہوگا۔

ہرگز نہیں یہ صورت ممکن ہی نہیں کیونکہ یا تو قرآن مجید کو اس ہیئت کذا یہ بس خود اپنے ہاتھوں میں اٹھایا ہوا ہو یا پھر کوئی دوسرا شخص قرآن کو تھامے ہوئے آپ کے ساتھ ساتھ چل رہا ہو مگر اس طرح قرآن مجید اور علی کے ساتھ قرآن اٹھانے والا شخص بھی شامل ہوگا جبکہ حدیث شریف کے الفاظ ہیں یہ قرآن اور علی کبھی علیحدہ علیحدہ نہیں ہوں گے حتیٰ کہ یہ دونوں ہی حوض کوثر پر اکٹھے آئیں گے۔

ان الفاظ سے یہ گمان بھی غلط ثابت ہوتا ہے کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کسی مطبع کا چھپا ہوا قرآن خود ہاتھوں میں تھاما ہوا ہو کیونکہ قرآن تو اُس وقت بھی علی کے ساتھ تھا جب قرآن مجید کا غد کی بجائے چمڑے اور کھالوں وغیرہ پر لکھا جاتا تھا بلکہ قرآن تو کسی بھی صورت میں ضبط تحریر میں لانے سے پہلے بھی مولائے کائنات شیر خدا حیدر کرار کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ تھا۔

دوسری صورت

دوئم یہ کہ کیا قرآن مجید جناب حیدر کرار علیہ السلام کے سینہ اطہر میں موجود ہوگا جیسا کہ دیگر لاکھوں حفاظ کرام کے سینوں میں محفوظ ہے؟ مگر یہ بات بھی قرین قیاس نہیں کیونکہ اس صورت میں لاکھوں قرآن حفظ کرنے والوں کی موجودگی میں جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کیا

تخصیص باقی رہ جاتی ہے۔

اب قارئین کرام کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ آخر قرآن کس صورت میں علی کے ساتھ ہوگا جس کی تخصیص امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے۔

حق امانت ادا کیا

تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کے متعلق تمام تر رموز و اسرار اور حقائق و معارف کا امین جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب حیدر کرار کرم اللہ وجہہ الکریم کو ہی بنایا تھا اور جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس امانتِ مصطفائی کی حفاظت پورے عزم و ثبات اور مکمل دیانتداری کے ساتھ کرنے کا حق بھی ادا کر دیا۔

آپ نے علومِ مصطفائی کے تقدس کو کسی بھی صورت میں مجروح نہیں ہونے دیا آپ امین تھے اس لئے حق امانت ادا کرتے وقت ہر مصیبت اور ہر اذیت کو بخوشی قبول فرماتے رہے۔

آپ کے قلبِ اطہر اور سینہٴ اقدس میں قرآن مجید کے وہ راز ہائے سر بستہ موجود تھے کہ اگر ان میں سے کسی بھی راز کو پہاڑوں پر منکشف فرما دیتے تو پہاڑ رُوئی کے گالوں کی طرح فضائے بسیط میں اڑتے ہوئے نظر آتے مگر آپ نے ہرگز ایسا نہیں کیا۔

علی کا سینہ علم کا خزینہ

آپ کے پاس وہ تمام علوم موجود تھے جن میں سے ایک بھی علم کو بروئے کار لاتے ہوئے مخالفین کی افواج کو سیسے کی طرح پگھلا کر پانی کی طرح بہا دیتے مگر آپ نے ایسا بھی نہیں کیا آپ رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم کے امین تھے پھر تصور خیانت کیسا آپ نے قرآن مجید کے تمام فوائد مثبت انداز میں حاصل کئے لہذا کسی بھی منفی صورت کا آپ کی ذات سے تصور ہی ممکن نہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا انتخاب علوم رسالت و نبوت کی روشنی میں فرمایا تھا پھر یہ انتخاب غلط کیسے ہو سکتا تھا۔

اسرار غیبیہ کا علم

جناب حیدر کرار علیہ السلام کو جنگِ جمل اور جنگِ صفین وغیرہ کے آغاز و انجام کی مکمل طور پر آگاہی تھی بلکہ یہ تو نہایت ادنیٰ سی بات ہے آپ تو ان اسرار و علوم غیبیہ کو بھی کامل طور پر جانتے تھے جن کا تعلق قیامت تک بلکہ قیامت کے بعد تک ہے۔

یہ افسانہ نہیں ایک ٹھوس حقیقت ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرما کر ارشاد فرمایا اُکْتُبْ یعنی لکھ دے قلم نے عرض کی کیا لکھوں فرمانِ خداوندی ہوا جو کچھ اب تک ہوا ہے اور جو وہ سب کچھ قلم نے حکم پروردگار لوح محفوظ پر لکھ دیا۔

قرآن میں سب علوم

یہ حدیث ثقہ ترین کتب احادیث میں موجود ہے اس لئے کسی بھی شخص کے لئے انکار کی گنجائش ہرگز نہیں ہے۔

بہر حال قرآن وحدیث کا بغور مطالعہ کرنیکے بعد ایک یہ حقیقت بھی منکشف ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید کی ہر آیت لوح محفوظ پر مرقوم ہے اور لوح محفوظ کے تمام علوم قرآن مجید میں پوشیدہ ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ فرمان موجود ہے کہ قرآن مجید میں ہر چیز کی تفصیل موجود ہے۔

اور یہ آیت کریمہ بھی موجود ہے کہ کل شیء احصینہ فی امام مبین یعنی لوح محفوظ نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے، ہم یہاں قرآن وحدیث کے بے شمار دیگر شواہد بھی اس ضمن میں پیش کر سکتے ہیں کیونکہ یہ مضمون اپنے مقام پر ضخیم ترین کتاب پر بھی حاوی ہے لیکن طوالت کے خوف سے کنایہ یہ چند آیات واحادیث پیش کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے تاکہ ہم اور ہمارے قارئین موضوع کے قریب تر رہتے ہوئے متذکرہ حقائق ومعارف کی لطافتوں سے بہتر طریقہ پر بہرہ ور ہو سکیں۔

لوح محفوظ اور قرآن مجید

ہم بتا رہے تھے کہ لوح محفوظ ہو یا قرآن مجید دونوں ہی میں اللہ

تبارک و تعالیٰ نے ازل سے لے کر ابد تک کے جمیع علوم و معارف کو جمع فرما رکھا ہے

اور ان تمام تر علوم و معارف کا امین جناب سرور کائنات احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنایا بلکہ ہم تھوڑی سی یہ وضاحت مزید کریں گے کہ اس جملہ کا ہر گز ہر گز یہ مطلب نہیں رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم پاک صرف اسی قدر ہے جو لوح محفوظ اور قرآن مجید میں موجود ہے حالانکہ یہ امر اپنی جگہ پر ایک اٹل حقیقت ہے کہ ان دونوں میں ہر شے کی تفصیل موجود ہے خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی مگر رسول غیب دان سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقدس علم ان ہر دو پر محیط ہے۔

سرکارِ دو عالم کا علم

علامہ بوصری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ شریف میں اس حقیقت کی طرف واضح ترین اشارہ فرماتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوح قلم کا علم تو آپ کے علم پاک کا ایک حصہ ہے۔

فان من جودک الدنیا فصرتها

ومن علومک علم اللوح والقلم

اس لئے کہ لوح قلم کا وجود تو جوہر کائنات امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور اقدس کے فیض سے ظہور میں آیا ہے اور لوح قلم تو فرع ہیں جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصل کائنات ہیں۔

جوہر اُوئے عرب نے اعجم اُست
آدم اُست وہم زِ آدم اقدم اُست

﴿اقبال﴾

بات پھر دور جارہی ہے لیکن یہ وضاحت بھی ضروری تھی۔

علی امام مبین ہیں

یہ تو آپ جان ہی چکے ہیں کہ امام الاولیاء امیر المومنین امام المتقین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بولنے والا قرآن یعنی قرآن ناطق ہیں اب ہم آپ کو یہ بتاتے ہیں کہ اگرچہ ”امام مبین“ کو بعض مفسرین نے لوح محفوظ ہی کا نام دیا ہے کیونکہ لوح محفوظ ہی ہر چیز کو گھیرے میں لئے ہوئے ہے لیکن مفسرین کے ایک گروہ نے بھی لکھا ہے کہ قرآن مجید میں یہاں جسے امام مبین کہا گیا ہے اس سے مراد بھی مولائے کائنات سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات مبارک ہی ہے۔

وجہ یہ ہے کہ امام مبین وہ لوح محفوظ بھی ہے جس پر روزِ ازل سے حکم پروردگار قلم نے مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ کا علم رقم کر دیا۔

اور امام مبین جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات والا صفات بھی ہے جس کو ان تمام تر علوم کا سرچشمہ بنا دیا گیا۔

قرآن مجید وہ کتاب مقدس بھی ہے جو الفاظ و آیات کی صورت میں

ہمارے سامنے موجود ہے۔

اور قرآنِ ناطق جناب علی علیہ السلام کی مقدس ذات بھی ہے جس کو اس مقدس کتاب کے تمام تر علوم و معارف سے سرورِ کونین رسولِ عالمین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کامل طور پر آگاہ فرمادیا تھا۔
بلکہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کی ”ب“ کا وہ نقطہ بنا دیا تھا جس میں خالق کائنات نے جمیع صحائف اور قرآن مجید کے تمام علوم اور پوشیدہ اسرار جمع کر دیئے ہوں۔

فرمانِ علی ہے

جناب جیدر کرار علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعبِ دہن میرے منہ میں موجود ہے مجھے سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم اس طرح چُن چُن کر ودیعت فرمایا ہے جس طرح پرندہ اپنے بچوں کو دانے چُن چُن کر کھلاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعبِ دہن میرے منہ میں ہونے کی وجہ سے علم میرے پہلو میں متلاطم سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔

علیؑ نے یاد رکھا

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ ایسا خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے قیامت تک کے تمام حالات بیان فرمادیئے

صحابہ کہتے ہیں کہ حضور سرور کونین کا وہ خطبہ جو یاد رکھ سکا سو یاد رکھ سکا اور جو بھول گیا سو بھول گیا۔

یاد رکھنے والوں میں جناب علی علیہ السلام ہی کی وہ ذات مبارک ہے اس کے لئے قرآن مجید کی نصوص شاہد ہیں کہ آپ نے جو کچھ سُن لیا پھر کبھی نہ بھولا۔

نوحی حصے علم

متعدد ثقہ کتب میں وارد ہے کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے علم و معرفت کے دس حصوں میں سے نو حصے علم عطا فرمایا اور باقی تمام لوگوں میں صرف علم کا ایک حصہ تقسیم ہوا اور اس دسویں حصہ میں بھی آپ پورے طور پر شریک ہیں ایک روایت میں ہے کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو سو میں سے ننانوے حصے علوم تفویض ہوئے اور باقی سب کو ایک حصہ علم ملا۔

ان تمام شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن مجید اور لوح محفوظ کے جمیع علوم جناب حیدر کرار کی ذات اقدس میں موجود تھے اور دوسرا کوئی شخص خواہ صحابی ہو یا غیر صحابی نہ وہ ان علوم و معارف کا متحمل ہو سکتا تھا اور نہ ہی کسی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں قرآن ناطق ہوں اور نہ ہی کسی نے یہ اعلان کیا ہے کہ جو چاہو مجھ سے پوچھ لو میں قیامت تک کے تمام اسرار و غیوب کو جانتا

ہوں۔

قرآن مجید کے یہی اُسرار و رموز تھے جن کا امین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بنا کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور یہ بھی فرمایا کہ میری اہل بیت اور قرآن کا دامن تھام کر رکھنا کیونکہ یہ دونوں کبھی الگ نہیں ہوں گے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کی وضاحت اس طرح ہوتی ہے کہ جناب علی علیہ السلام کے سینہ اقدس میں علوم و معرفت کے جو راز ہائے سر بستہ پوشیدہ تھے اُن کے امین اہل بیت رسول تھے۔

چنانچہ سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس قرآن مجید کے وہ راز ہائے سر بستہ موجود ہیں جنہیں ہم پہاڑوں پر ڈال دیں تو وہ اپنی جگہ چھوڑ دیں۔

غوث اعظم کا ارشاد ہے

قُطْبُ الاقطاب غوث الاعیاض شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ اگر ہم اپنا راز پہاڑوں پر ظاہر کر دیں تو پہاڑ پھٹ کر ریت کے ذرات میں تبدیل ہو جائیں اور اگر سمندروں پر ڈال دیں تو سمندر خشک ہو جائیں یہ وہی رموز و اسرار الہیہ ہی تو ہیں جو جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ

عند نے اپنی نسی اور معنوی یعنی روحانی اولاد کو بقدر ظرف تفویض فرمائے اور یہ سلسلہ تا قیام قیامت جاری و ساری رہے گا مگر خاص طور پر جناب علی علیہ السلام اور آپ کی اہل بیت کرام کے مقدس قلوب ہی اس عظیم الشان متاع بے بہا اور امانتِ مصطفائی کے امین ہیں اور فی الحقیقت قرآن مجید اپنے تمام تر حقائق و معارف اور علوم روحانی کے ساتھ جناب مولا مرتضیٰ مشکل کشا علیہ السلام کے قلبِ اطہر میں موجود ہے پھر آپ کے وسیلہ جلیلہ سے آپ کی اولادِ اطہار اور آپ کے تلامذہ نے بقدر ظرف اس نعمتِ عظمیٰ سے حصہ پایا،

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ ارشادات اس امر پر شاہد عدل ہیں کہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے نیز میرے بعد قرآن اور مرئی اہل بیت کا دامن تھا مے رکھنا کیونکہ یہ لوگ قرآن سے الگ نہیں ہوں گے۔

ہم نہیں جانتے کہ قارئین کرام ان لطائف سے کس قدر محفوظ و محفوظ ہوں گے لیکن ذاتی طور پر ہماری تشنگی ابھی باقی ہے جو کچھ ہم بیان کرنا چاہتے ہیں وہ ہرگز بھی بیان نہیں کر سکے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ قلم جذبات کا ساتھ دینے سے عاجز ہے ممکن ہے لاشعور میں کوئی ایسی خلش بیدار ہوگئی ہو کہ یہ طوالت قارئین کے لئے بار نہ بن جائے۔

بہر حال آئندہ اوراق میں روایات نقل کرتے وقت ہم اپنی تشنگی کو دور کرنے کی کوشش کریں گے ممکن ہے اپنے جذبات کی ترجمانی کر ہی لیں

یہاں ہم آپ کو یہ بتاتے ہیں کہ قرآن مجید کے بارے میں جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علم کی وسعت کا عالم کیا ہے۔

سورة فاتحه کی تفسیر

جناب ابن حمزہ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر ہم چاہیں کہ سورة فاتحہ کی تفسیر فرمائیں تو ستر اونٹوں کا بوجھ بن سکتا ہے۔

قال ابن حمزة عن علي رضي الله تعالى عنه لو

شئت ان اوفر سبعين بعير امن تفسير ام القرآن.

اندازہ فرمائیں کہ جو شخص قرآن مجید کی صرف سات آیات بیانات سبع مثانی کی تفسیر کو اس وسعت کے ساتھ تحریر فرمانے کا دعویدار ہے کہ وہ ستر اونٹوں کا بوجھ بن جائے تو اگر وہ شخص پورے قرآن مجید کی تفسیر فرمائے تو وہ ستر ہزار اونٹوں کے بوجھ سے کس طرح کم ہوگی،

ایک فرمان ہی دیکھ لو

کیا مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی ایک فرمان عقلموں کو سرگردان کر دینے کے لئے کافی نہیں جبکہ یہ تصور بھی نہ کیا جاسکتا ہو کہ آپ تفسیر بالرائے جیسی کسی چیز کا ذکر کر رہے ہیں۔

حضور علی کرم اللہ وجہہ الکریم تفسیر بالرائے ہرگز نہ فرماتے بلکہ انہی

اسرار و رموز کے گنج گراں مایہ لوگوں کو سامنے لاتے جو قرآن مجید کے متعلق سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے سینہ اقدس اور قلب اطہر میں ودیعت فرما رکھے تھے۔

اگرچہ آپ کے تفسیر قرآن فی زمانہ کتابی صورت میں ناپید ہے تاہم خاتم حفاظ مصر علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی تفسیر قرآن انتہائی ضخیم ہے جسے میں نے اپنی تفسیر مُسند میں باسناد متعلقہ بیان کیا ہے۔

﴿الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی ج ۲ ص ۱۸۹﴾

﴿اشرف الموائد للنبھانی ص ۱۱۹﴾ ﴿مشجر اولیاء للققھانی ص ۳۰﴾

ینابیع المودۃ ص ۷۵ ﴿تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۲۰۰﴾

امام جلال الدین سیوطی کی یہ کوشش لائقِ صد تحسین ہے و قابلِ

تبریک ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دُنیا کے

اسلام کے سب سے بڑے مفسر اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تلمیذِ اعظم و

ارشاد جناب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی تفسیر قرآن کے نمونہ کو اپنی

کتاب کی زینت بنایا، ہم اُسے نمونہء کلام ہی کہیں گے کیونکہ آپ نے ظاہر

طور پر بھی جو تفسیر قرآن وقتاً فوقتاً فرمائی وہ بھی پوری کی پوری جمع نہیں کی

جاسکی۔ جبکہ قرآن مجید کی باطنی تفسیر کا منبع و مخزن صرف آپ اور صرف آپ کا

سینہء اطہر ہی ہے جس میں سے علوم و معارف اور اسرار و معانی کے بیش بہا

اور نایاب موتی آپ کی اولاد کرام اولیاء عظام اور صالحین اُمت کی طرف منتقل ہوتے رہے۔

علوم و اسرار الہیہ کا منبع

بلاشبہ یہ مسئلہ امر ہے کہ تمام اہل عرفان اور علمائے راسخین قرآن مجید کے علوم باطنیہ سے آگاہی حاصل ہونے کے بعد ہی اپنے اپنے مقام متعینہ پر فائز ہوتے ہیں اور یہ علوم و اسرار جس کسی کو بھی حاصل ہوئے تاجدار سلطنت روحانیت و باطنیہ جناب حیدر کرار علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے وسیلہء جلیلہ اور واسطہء عظیمہ کے صدقہ ہی سے ملے ہیں اور ان اسرار الہیہ کا حصول بھی وسعت و امان کی حد تک ہے کیونکہ جناب مولائے کائنات نور موز و اسرار قرآنیہ کا وہ بحر بیکران ہیں جس کا کنارہ کسی نے پہلوں میں سے دیکھا اور نہ ہی پچھلوں سے دیکھ سکے گا۔

جناب حیدر کرار کے علم و عرفان کا احاطہ کس طرح ممکن ہے جب کہ آپ باب مدینۃ العلم بھی ہیں اور قرآن ناطق بھی، بسم اللہ کی باک نقطہ بھی ہیں اور مع القرآن بھی،

گواہی علمائے راسخین کی

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم بزرگ اور بہت بڑے ولی اللہ حضرت جناب خواجہ محمد زاہد پارسا بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو شیخ المشائخ حضرت خواجہ

بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین اول ہیں اپنی تالیف مبارکہ فصل الخطاب میں اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ،

شرح تعرف میں لکھا ہے کہ بے شک حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تمام تر عارفوں کے سر تاج ہیں اور اس پر تمام اُمّت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو اتفاق ہے اور جو کلام آپ نے فرمایا وہ نہ تو آپ سے پہلے کسی نے کیا اور نہ ہی کسی نے بعد میں کیا اور وہ یہ ہے کہ آپ نے برسر منبر کھڑے ہو کر اعلان فرمایا کہ،

جو چاہو مجھ سے پوچھ لو میرے پہلو میں علم سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مارتا ہے اور یہ میرے منہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لُعاپ دہن مبارک ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح چُن چُن کر ودیعت فرمایا ہے جس طرح پرندہ اپنے بچے کو چُن چُن کر خوراک کھلاتا ہے۔
قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم مجھے کہو تو میں تو رات و انجیل والوں کو تو رات و انجیل سے احکام سنا سکتا ہوں۔

وفی شرح التعرف ان علیا رضی اللہ عنہ راس

کل العرفاء با اتفاق الامة وله کلام ما قال احد

قبله ولا بعده ووصعد علی المنبر وقال سنلونی

فان ما بین جنبی علما جما هذا لعاب رسول

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی فمی هذا ما رزقنی
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زقا زقا
 فوالذی نفسی بیدہ الوزن فی التوراة والانجیل
 فاخبرت بما فیہا فصدقانی علی ذالک.

﴿فصل الخطاب از محمد خواجہ پارسائی البخاری اسبق
 خلفاء خواجہ محمد البخاری شاہ نقبند قدس اللہ سرہ ہما مع
 ینابیع المودۃ جلد اول ص ۳۷۳﴾

متذکرہ بالا روایت کا مضمون دیگر بے شمار ثقہ کتابوں میں بھی موجود
 ہے جو انشاء اللہ العزیز کسی دوسرے مقام پر پیش کیا جائے گا یہاں تو صرف یہ
 بتانا تھا کہ اولیائے کبار اور صوفیائے عظام کے نزدیک یہ امر طے شدہ ہے کہ
 سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم تمام اہل عرفان کے سر تاج ہیں اور اس کی وجہ یہ
 ہے کہ آپ تمام لوگوں سے زیادہ قرآن مجید کے اسرار و رموز اور لطائف
 باطنیہ کو جاننے والے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نہ صرف امت کے
 بلکہ پہلی اُمتوں کے تمام اولیاء اللہ تمام اہل عرفان اور صاحبان ولایت کے
 بھی سر تاج اور رئیس ہیں اور سب ہی سے زیادہ اسرار باطنیہ کو جانتے ہیں اس
 ضمن میں ہم حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ نقشبندی سلسلہ کے
 بہت بڑے بزرگ اور سلسلہ مجددیہ کے بانی ہیں کے اس قول کا پھر اعادہ
 کریں گے جسے تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے بھی زیر آیت

واخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنهون عن
المنكر.

﴿آل عمران آیت ۹۱﴾

نقل فرمایا ہے مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ،
میں کہتا ہوں گذشتہ اقوام سے زیادہ اس اُمت کے مُبلِّغین و
مرشدین کی ہدایت میں اثر ہے کہ لوگوں کو کھینچ کر اللہ کی طرف لے جاتے
ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم قطب الارشاد اور شاہ ولایت ہیں گذشتہ
اُمتوں سے کوئی بھی آپ کی رُوحانی وساطت کے بغیر درجہ ولایت کو نہیں پہنچ
سکا۔

یہ قول نقل کرنے کے بعد قاضی ثناء اللہ پانی پتی، حضور صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی یہ حدیث اس قول کی تقویت کے لئے نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان کہ قرآن اور اہل بیت کو تھامے رہو اور میں تمہیں
اہل بیت کے معاملہ میں خدا سے ڈراتا ہوں اور یہ کہ اللہ کی کتاب اور میری
اہل بیت و عترت اکٹھے رہیں گے اور حوض کوثر پر ہم سے ملاقات کریں گے
اب دیکھنا یہ ہے کہ تم ان دونوں کے معاملہ میں میری نیابت کا حق اس طرح
ادا کرتے ہو۔ ﴿الحديث﴾

یہ حدیث نقل کرنے کے بعد صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں۔
میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلبیت کو

پکڑے رہنے کا مشورہ اس لئے دیا ہے کہ اہل بیت ہی ولایت کے سلسلہ میں راہنمائی کے قُطب ہیں اگلوں اور پچھلوں میں سے کوئی بھی ان کے وسیلہ کے بغیر درجہ ولایت کو نہیں پہنچ سکتا اور ان میں پہلا نمبر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے پھر آپ کے صاحبزادگان ہیں اور یہ سلسلہ حضرت امام حسن عسکری تک آتا ہے اور آخری نمبر غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی کا ہے۔

﴿تفسیر مظہری جلد دوم ص ۳۱۶﴾

انشاء اللہ العزیز ہم اس سلسلہ میں صوفیائے کبار کے مزید بے شمار اقوال اس کتاب کی دوسری جلد میں پیش کریں گے لہذا آپ ایسی روایت ملاحظہ کریں جس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ایک صحابی رسول کو بتاتے ہیں کہ کتاب اللہ سے ہر چیز وہی شخص اخذ کر سکتا ہے جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فہم بھی عطا فرمایا ہو۔

فہم اور صحیفہ کیا ہے ؟

حضرت حجیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا کہ آپ کے نزدیک کوئی ایسی چیز بھی ہے جو قرآن مجید میں موجود نہ ہو؟

تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا ! کہ قسم ہے اُس

ذات کی جو دانے کو پھاڑ کر شکوے پیدا فرماتی ہے ہمارے نزدیک ایسی کوئی چیز نہیں جو قرآن میں موجود نہ ہو مگر وہ جس شخص کو کتاب اللہ کا فہم عطا فرمایا گیا ہو اور وہ جو کچھ صحیفے میں موجود ہے۔

عن حنیفة قال سئلت علیا کم شی لیس فی القرآن؟ فقال والذي فلق الحبة وبراء النسمة ما عندنا الا فی القرآن ای فہما یعطى الرجل فی کتابہ وما فی الصحیفة قلت! وما صحیفة؟ قال العقل و فکا ک الاسیر ﴿مشکوٰۃ مسلم﴾

﴿اشعة النعمات ج ۳ ص ۲۲۹﴾

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ صحیفہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ عقل،

لفظ فہم کی تشریح کرتے ہوئے اس حدیث کی شرح میں شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ دوسری چیز کو جو اس نامہ میں ہے وہ صحیفہ تھا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شمشیر کے غلاف پر تحریر تھا اور جس میں بعض ایسے احکام تحریر تھے جو قرآن مجید میں موجود نہیں۔

دیگرے چیزے کہ دریں نامہ است وی گویند کہ صحیفہ

بود در غلاف شمشیر و بے رضی اللہ عنہ کہ درو لے بعضے

احکام بود کہ نہ در قرآن نوشته بود۔

﴿اشعة النعمات ج ۳ ص ۲۲۹﴾

فہم یعنی خدا تعالیٰ نے جس شخص کو یہ فہم عطا فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے معانی سے استنباط کرے اور اس کے پوشیدہ علوم اور اسرارِ باطنیہ اشارات کا ادراک کر سکے وہ اشارات واستعارات جو علمائے راسخین پر ظاہر رہتے ہیں اور جن کا انکشاف اہل عرفان اور ارباب یقین پر ہوتا ہے۔

فہم کے دادہ شود مردے را در کتاب خدا کہ استنباط کند
بداں معنی و ادراک کند اشارات و علومِ پنهانی و اسرارِ
باطنیہ را کہ ظاہری گردد مر علماء راسخین را و منکشف گردد

مر عارفان ارباب یقین را۔

﴿اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۲۹﴾

صحیفہ کی شرح میں شیخ محقق فرماتے ہیں۔

دوسری چیز کو جو اس نامہ میں ہے وہ صحیفہ تھا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شمشیر کے غلاف پر تحریر تھا اور اس میں جس ایسے احکام تحریر تھے جو قرآن مجید میں موجود نہیں۔

فہم کس شخص کے پاس ہے

مذکورہ بالا روایت میں جناب سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے قرآن مجید کے اسرار و علومِ باطنیہ کا ادراک رکھنے کا نام فہم تجویز فرما کر بلا تخصیص یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص بھی فہم رکھتا ہو۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ شخص کون ہے جو قرآن مجید کے پوشیدہ اسرار و رموز اور علوم باطنیہ کو جاننے والا ہے جبکہ یہ بات آپ چودھویں صدی کے کسی عالم دین کو نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی حضرت حنفیہ رضی اللہ عنہ کو بتا رہے ہیں۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علمائے راسخین اور اہل عرفان لوگوں پر ان اسرار باطنیہ کے انکشاف کا انکشاف فرمانے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی وہ شخص ہیں جو قرآن مجید کے ظاہری و باطنی تمام علوم کو اُمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سب سے بہتر جاننے والے تھے اور یہ ہمارا اپنا گمان ہی نہیں کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم خود ہی وہ رجل عظیم تھے جس کی نشان دہی آپ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمائی تھی، بلکہ شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کے ماتحت واضح طور پر اس امر کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے آپ پوری حدیث کا ترجمہ بیان کرنے کے ساتھ اس حقیقت کا یوں اظہار فرماتے ہیں کہ۔

”جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پوچھا گیا کہ آپ کے نزدیک کوئی ایسی چیز بھی ہے جو قرآن مجید میں موجود نہ ہو یعنی احکام میں سے تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ قرآن گلِ اکل اور تمام تر علوم کا قوۃ و اجمال کے ساتھ جامع ہے۔

مگر اس سے ہر چیز وہی حاصل کر سکتا ہے جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے

فہم عطا فرمایا ہو۔ اور جس کو فہم عطا کر دیا گیا اُس کا قرآن مجید سے کوئی بھی چیز حاصل کر لینا بعید نہیں اور فہم میں بھی بعض کو بعض پر فوقیت ہے اور یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ”فہم“ رکھنے والے شخص کی صراحتاً تخصیص نہ فرمانا محض تواضع اور ادب کی وجہ سے تھا یعنی حضرت علی علیہ السلام کا خصوصیت سے اس مقام پر بجائے اپنا نام لینے کے بلا تخصیص ”جو شخص“ فرمانا انکساری اور تواضع کے طور پر تھا حالانکہ آپ ہی وہ شخصیت تھے جو قرآن کا فہم سب سے زیادہ رکھتے تھے۔

اور اس واقعہ میں تخصیص علی الاطلاق نہیں بلکہ درجات و مراتب ہیں اور بعض کو بعض پر فوقیت ہے اور اس میں شک نہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جو کچھ قرآن سے اخذ کر کے دیا وہ کثیر صحابہ کبار بھی نہیں دے سکے اور یہ اضافی امر ہے۔

پس ہر گاہ پُر سیدہ ہُدٰی علی رضی اللہ عنہ کہ نزد ہما چیز ے
ہست کہ نہ از قرآن است یعنی از احکام جواب داد کہ
قرآن کل الکل است و جامع جمیع علوم است بالقوۃ
والاجمال بیرون نمی آید ازو ے ہر چیز ے ولیکن اگر
عطا کردہ شود کسے را فہم آں بیرون آوردن معانی از اں
دور نباشد و فہم مخصوص است بہ بعضے از بعضے و ذالک

فضل اللہ یوتیہ من یشاء وتصریح نہ کر دے وے رضی
 اللہ عنہ باختصاص آل بنو دجہت تواضع و تادب و در
 واقع مخصوص نیست علی الاطلاق بلکہ آل را مراقب و
 درجات است بعضے فوق بعضے و شک نیست کہ وے
 رضی اللہ عنہ دادہ شدہ است قسطے ادنیٰ ازاں کہ دادہ
 نقد کثیرے از صحابہ را و ایں امرے اضافی است۔

﴿اشعة اللمعات جلد ۳ صفحہ ۲۳۰﴾

من اندازِ قدتِ رامی شناسم

زیر نظر حدیث مبارکہ میں اگرچہ قرآنی علوم کے اسرارِ باطنیہ اور
 پوشیدہ معانی کو جاننے والے شخص کا تعارف حضرت علیؑ نے اپنی ذات کی
 صورت میں نہیں کرایا اور تواضع کے طور پر بالصراحت اپنا نام لینے سے گریز
 فرمایا، مگر اہل علم کے سامنے آپ کے دیگر بے شمار ایسے ارشادات بھی موجود
 ہیں جن میں آپ نے بالوضاحت فرما رکھا ہے کہ قرآن مجید کی پوشیدہ حکمتیں
 اور رموز و اسرارِ باطنیہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہم سے زیادہ
 جاننے والا کوئی بھی نہیں۔

آپ کے ان ارشادات کے علاوہ مقتدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم
 اجمعین کے متعدد ایسے اقوال کتب احادیث میں بھرے پڑے ہیں جن
 میں جناب سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسرار و معارفِ قرآنیہ کا سب

سے زیادہ عالم ہونا روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔

یہی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مرفوعہ بھی اس ضمن میں کثرت سے موجود ہیں یہی وجہ ہے کہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے حدیث کی عبارت میں آپ کا نام موجود نہ ہونے کے باوصف صراحتاً لکھ دیا کہ اگرچہ جناب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تواضع کے طور پر اپنے نام کی تخصیص نہیں فرمائی لیکن حقیقت یہی ہے کہ آپ خود ہی اس مقام پر فائز تھے اور دیگر تمام صحابہ سے علوم قرآنیہ کو زیادہ جاننے والے تھے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش

من اندازِ قدتِ را می شناسم

اس روایت میں حضرت جحفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قرآن مجید کے علوم کے متعلق آگاہی حاصل کرنے کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا انتخاب کرنا بذاتِ خود اس امر کی واضح دلیل اور صریح برہان ہے کہ اُن کے نزدیک آپ سے زیادہ قرآن مجید کو جاننے والا کوئی دوسرا تھا ہی نہیں جس سے اُن کو آپ سے بہتر جواب ملنے کی توقع ہوتی۔

اس سے بھی بڑھ کر جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا قرآن مجید کے متعلق یہ واضح ترین انکشاف فرمانا ہے کہ قرآن مجید تمام تر علوم کا جامع اور کل الکل ہے اور اس کے علوم و اسرارِ مخفیہ کا اظہار اُس شخص پر ہوتا ہے جسے

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فہم عطا کیا ہو۔

انکشاف حقیقت

مولائے کائنات علیہ السلام کا یہ فرمانِ عالیشان واضح طور پر اس حقیقت کا غماز ہے کہ آپ اُن تمام تر اُمور کو مکمل حقہ جانتے تھے جن کا آپ نے انکشاف کیا کیونکہ یہ سب کچھ وہی بتا سکتا ہے جو اس کا ادراک رکھتا ہو اور اس پر مستزاد یہ کہ آپ نے یہ بھی فرما دیا قرآن مجید کے علاوہ جو چیز ہے وہ ہمارے صحیفہ میں موجود ہے گویا اب قطعی طور پر فیصلہ ہو گیا کہ جناب حیدر کرار علیہ السلام اُن تمام تر حقائق و دقائق اور لطائف و معارف کو بھی جانتے ہیں جو کچھ قرآن مجید جیسی جمیع علوم کی جامع کتاب میں بھی موجود نہیں حالانکہ قرآن مجید اپنے دامن کی وسعت کا اظہار خود اس طرح فرماتا ہے کہ،

اور تمہارے رب سے ذرہ بھر کوئی چیز غائب
نہیں نہ زمین میں نہ آسمان میں اور نہ اس سے چھوٹی
اور نہ اس سے بڑی کوئی چیز نہیں جو ایک رشت کتاب
میں نہ ہو۔

وَمَا يَعْذِبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ
وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرَ
فِي كِتَابٍ مُبِينٍ .

صحیفہ کہاں سے آیا؟

وہ احکامات و ارشادات اور حقائق و معارف جو جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے صحیفہ مبارکہ میں تھے وہ یقیناً یقیناً تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی غیر متلو کی صورت میں ودیعت فرمائے گئے تھے اور یا پھر اُس نوے ہزار کلام کا حصہ تھے جو شبِ اسری میں لا مکان کی خلوتوں میں بلا واسطہ عطا ہوا۔

علاوہ ازیں حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالمِ مآکان و مآ یَکُون اور مدینۃ العلم ہیں پھر آپ کے علوم کا حصہ و احاطہ کیسے کیا جاسکتا ہے۔ ہاں! اگر ان لامتناہی اور نامحدود علومِ مصطفیٰ سے سب سے زیادہ اگر کوئی مستفیض و مستفید ہو سکتا ہے تو وہ اس علم کے شہر کا دروازہ ہی ہو سکتا ہے اور سوائے جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوسرا کوئی شخص بھی نہ بابِ دار الحکمت کے لقب سے ملقب ہے اور نہ ہی بابِ مدینۃ العلم ہو سکتا ہے۔

بعض لوگوں کو یہ خیال بھی اکثر پریشان رکھتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو جبریل علیہ السلام سے ہی سُن کر سب کچھ بیان کرتے تھے اور آپ مسجدِ اقصیٰ کا محل وقوع بتانے کے لئے جبریل کا انتظار کرتے رہے تا آنکہ جبریل علیہ السلام نے مسجدِ اقصیٰ کو آپ کے سامنے کر دیا۔

ہم پوچھتے ہیں کہ جس نورِ اقدس کے وسیلہ جلیلہ سے ظہور کن فکان

ہوا ہے وہ جبریل امین کی اطلاعات کے کہاں تک محتاج تھے جبکہ جبریل امین علیہ السلام اُن پیغمات پر بھی مطلع نہیں ہیں جو وہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام بارگاہِ خداوندی سے لایا کرتے تھے اور اپنے اس عجز کا اعتراف بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خود کرتے ہیں۔

اس ضمن میں ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں جسے سر تاج العارفین امام اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور زمانہ تفسیر قرآن تفسیر روح البیان میں حروفِ مقطعات کے ذیل میں الف لام میم اور کھایٰ نعص کی تفسیر کرتے ہوئے نقل فرمایا ہے وہ لکھتے ہیں۔

ہم جانتے ہیں

اور تمام حروفِ مقطعات اُن مواضع اور اسرارِ غیبیہ میں سے ہیں جن کا علم سوائے محبوب اور محبت کے کسی دوسرے کو نہ ہو سکے کیونکہ یہ حروف دو محبت کرنے والوں کے درمیان ایک راز کی حیثیت رکھتے ہیں،

اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان حروف کا علم اُس وقت عطا فرمایا جس وقت نہ تو کوئی مقرب فرشتہ وہاں پہنچ سکتا تھا اور نہ ہی کسی بنی مرسل کی رسائی تھی تاکہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب علیہ التحیۃ والتسلیم سے راز و نیاز کی گفتگو فرمائے اور یہ باتیں اگرچہ جبریل علیہ السلام کی زبان سے ادا ہوں مگر نہ تو اُن سے جبریل واقف ہو اور نہ ہی

کوئی دوسرا جان سکے اس کے بعد آپ نے لکھا ہے کہ،

اس امر کی تائید میں اس روایت سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے جس میں ہے کہ جب جبرائیل علیہ السلام حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں کھینچے لے کر حاضر ہوئے تو عرض کیا ”کاف“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا ہم جانتے ہیں۔

جبریل نے کہا ”ھا“ حضور نے فرمایا ہم جانتے ہیں۔

جبریل نے پڑھا ”یا“ سرکار نے فرمایا ہم جانتے ہیں۔

جبریل نے عرض کی ”عین“ آپ نے فرمایا ہم جانتے ہیں۔

جبریل نے کہا ”صاد“ امام الانبیاء نے فرمایا! ہم جانتے ہیں۔

جبریل نے آپ کے ارشادات کو سن کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم جس کو میں بھی نہیں جانتا آپ نے کیسے جان لیا۔

وسائر الحروف المقطعات من قبیل

الموضوعات و المغیبات بالحوارف بین

المحبین لا یطلع علیہا غیر ہم وقد وضعها اللہ

تعالیٰ مع نبیہ علیہ السلام فی وقت لا یسعہ فیہ

ملک مقرب ولا نبی مرسل لیتکلم بہا معہ علی

لسان جبریل باسرار و حقائق لا یطلع علیہا

جبریل ولا غیرہ يدل علی ما روی فی الاخبار
 ان جبریل علیہ السلام نزل بقوله تعالى
 ﴿كهيعص﴾ فلما قال "كاف" قال قال النبی
 علیہ السلام علمت فقال ما فقال علمت فقال یا
 فقال علمت فقال عین فقال علمت فقال صاد
 فقال علمت فقال جبریل کیف علمت ما لم
 اعلم.

﴿تفسیر روح البیان للعلامة حقی علیہ الرحمة جلد پنجم ص ۴۲﴾
 ﴿جلد اول ص ۳۴﴾

علاوہ ازیں ان امور پر سورۃ والنجم کے یہ آیت بھی دلالت کرتی ہے
 فاوحی الی عبدہ ما اوحی

یعنی خدا تعالیٰ نے وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

تفسیر خزائن العرفان علی کنز الایمان میں اس آیت کی تفسیر میں
 روح البیان وغیرہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو وحی فرمائی یہ وحی بے واسطہ تھی
 کہ اللہ تعالیٰ اس کے حبیب کے درمیان کوئی واسطہ نہ تھا اور یہ خدا اور
 رسول کے درمیان اسرار ہیں جن پر ان کے سوا کسی کو اطلاع نہیں۔

بقلی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس راز کو تمام خلق سے مخفی رکھا اور بیان
 نہ فرمایا کہ اپنے حبیب کو کیا وحی فرمائی اور محبت و محبوب کے درمیان ایسے راز

ہوتے ہیں جن کو ان کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

﴿روح البیان﴾

علماء نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس شب میں جو آپ کو وحی فرمائی گئی وہ کئی قسم کے علوم تھے۔

ایک تو علم شرائع و احکام جن کی سب کو تبلیغ کی جاتی ہے۔

دوسرے معارف الہیہ جو خواص کو بتائے جاتے ہیں۔

تیسرے حقائق و نتائج علوم ذوقیہ جو صرف ان خواص کو عطا کئے جاتے ہیں۔

اور ایک قسم وہ اسرار ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ خاص ہیں کوئی ان کا تحمل نہیں کر سکتا۔ ﴿روح البیان﴾

﴿تفسیر خزائن العرفان علی کنز الایمان ص ۷۲﴾

﴿للعلا مہ نعیم الدین مراد آبادی﴾

تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم لامتناہی کے بارے میں اگر صرف قرآن مجید کی آیات کو ہی استدلال کے طور پر پیش کیا جائے تو ان کی تشریحات کا دائرہ ہزاروں صفحات سے بھی تجاوز کر جائے گا اس لئے مذکورہ بالا روایتوں پر ہی اکتفاء کرتے ہوئے ہم اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا وہ صحیفہ جو آپ کی تلوار کے غلاف پر مرقوم تھا علم شرائع اور احکام کے متعلق ہی تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس امر سے انکار

کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ وہ صحیفہ جو آپ کے سینے میں محفوظ تھا انہیں اسرارِ باطنیہ اور علومِ غیبیہ پر مشتمل تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فواحی الی عبدہ ما اوحی کی صورت میں تفویض ہوئے۔

علوم و اسرار کا خزانہ

اور وہ تمام علوم و اسرار اور حقائق و معارف جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے خواص اور اخص الخاص لوگوں کو تفویض ہوئے اُن سب کے منبع اور مخزن حیدر کرار علیہ السلام کا قلبِ معظم اور سینہ اطہر تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرما رکھا ہے کہ ہم علم کا شہر ہیں اور علی اس کا دروازہ ہیں اور شہر میں کوئی شخص داخل نہیں ہو سکتا سوائے دروازہ کے اس حدیث پاک کی روشنی میں ایک تو اس بات کا اظہار ہوا کہ مدینۃ العلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ قرب و اتصال جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی کو ہے کیونکہ آپ بابِ مدینۃ العلم ہیں اور دوسرے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ جس کسی کو بھی علم و عرفان حاصل ہوا یا ہوگا اُس کا وسیلہ صرف اور صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذاتِ اقدس ہے۔

سب سے زیادہ علم کیسے

اب تک کے پیش کردہ دلائل کے علاوہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا سب سے بڑا عالم ہونا اس حدیث سے بھی ظاہر ہوتا ہے جس میں

ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو کچھ بھی سنتے تھے آپ کو یاد رہتا تھا جبکہ یہ شرط کسی بھی دوسرے شخص کے لئے ثابت نہیں۔

حدیث کی معتبر کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دورانِ خطبہ صحابہ کرام کو قیامت تک کے تمام حالات بتادیئے مگر جو یاد رکھ سکا وہ رکھ سکا اور جو بھول گیا سو بھول گیا۔

اس حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے اگر مذکورہ بالا روایت جس کی تفصیل ہم ابھی پیش کریں گے کا تجزیہ کریں تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ باطنی تعلیم کے علاوہ ظاہر طور پر بھی علوم کے جن خزانوں کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حاصل کیا وہ کوئی دوسرا نہ کر سکا یہی وجہ ہے کہ علی علیہ السلام قرآن مجید کے تمام ظاہری باطنی مطالب و معانی کو سب سے زیادہ جانتے تھے اور اسی وجہ سے آپ کو محافظ قرآن اور قرآن ناطق کہا جاتا ہے کیونکہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو بھی سنا اُسے کبھی نہ بھولے۔

کیسے بھول سکتے تھے ؟

سلسلہ سہروردیہ کے بانی شیخ الامشاخ سیدنا شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روحانی تلامذہ یعنی علمائے راسخین اور صوفیہ کرام کے قلوب کی کیفیت اور ان میں جمع ہونے والے علوم کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ،

بعض قلوب تالابوں اور جھیلوں کی مانند ہیں جن میں بارش کا پانی جمع رہتا ہے۔

ان صوفیاء کرام اور مشائخ عظام کے فیضان سے علماء زہاد کے دلوں کو پاکیزگی اور تزکیہ کی دولت نصیب ہونے کے ساتھ ساتھ جھیلوں اور تالابوں کی طرح اُن کے کنارے مزید مضبوط کر دیئے گئے ہیں حتیٰ کہ یہ پاکیزہ قلوب انوارِ علوم کی بارش کے پانی کو اچھی طرح جمع کرنے کے قابل ہو گئے۔

وما من القلوب ما هو بمشابة الاخاذاات ای
الغدران جمع اخازقة وهو المصنع والغدير
الذی یجتمع فیہ الماء فنفس العلماء والزاهدین
من الصوفیہ والشیوخ تزکت وقلوبہم صنعت
فاختصت بمزید الفائدة فصاروا اخاذاات

﴿عوارف المعارف ص ۲۲﴾

حضرت مسروق نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کی صحبتوں سے فیضیاب ہونے کے لئے ان کی خدمت میں رہا تو میں نے مشاہدہ کیا کہ اُن کے مصفا قلوب اُن علوم کے محافظ اور نگہبان تھے جو اُن کو تزکیہ کے باعث نصیب ہوئے اور ان کے علاوہ وہ دل ایسے ظروف تھے جن میں علم محفوظ کر دیا گیا ہو۔

قال مسروق صحبت اصحاب رسول صلی اللہ

عليه وآله وسلم فوجتھم کا خاذات لان قلوبھم
کانت واعیة فضات او عیة للعلوم بما رزقت
من صغاء المفھوم.

﴿عورف المعارف مطبوعه ص ۲۲﴾

قول مسروق بیان کرنے کے بعد بانی سلسلہ سہروردیہ شیخ شہاب
الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اس قول کو تقویت دینے کے لئے مزید خاص
کرتے ہوئے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ،

جب یہ آیت کریمہ ﴿وتعینھا اذن واعیة﴾ یعنی یاد رکھنے والا
کان یاد رکھیں نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی
کرم اللہ وجہہ الکریم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا! کہ یا علی ہم نے تیرے
لئے اللہ سبحانہ تعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ یا اللہ علی جو کچھ سن لے اُسے ہمیشہ یاد
رکھے۔

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں
نے جو کچھ بھی سنا اسے کبھی نہیں بھولا اور جو میرے لئے کہا گیا اسے ہمیشہ یاد
رکھا۔

اخبرنا الشیخ الامام رضی الدین ابو الخیر

احمد بن اسماعیل القزوینی اجازۃ قال انباء نا

ابو سعید محمد الخلیلی وقال انباء نا القا ضی

ابو سعید محمد الفرخرادی قال انباء نا ابو

اسحق بن محمد الشعابی انباءنا فتحوۃ قال
 حدثنا ابن حبان قال حدثنا ابن اسحق بن محمد
 قال حدثنا ابی قال حدثنا ابراہیم بن عیسیٰ قال
 حدثنا علی بن علی قال حدثنا ابو حمزۃ الثمالی
 قال حدثنا عبد اللہ بن حسن قال حین نزلت هذه
 الآیۃ اور تعیہا اذن و اعیۃ قال رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم لعلی سالت اللہ سبحانہ و
 تعالیٰ ان یجعلہا اذ نک یا علی قال علی فما
 نسیت شیاء بعد وما کان لی ان انسی .

﴿بقیہ حاشیہ از ص ۷۰۳﴾

اس حدیث پاک کی تشریح کے لئے موصوف مزید لکھتے ہیں۔
 ابوبکر واسطی کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ لاکریم اللہ تبارک
 و تعالیٰ کے اُن اسرار کی محافظت فرماتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کو
 ودیعت کئے گئے تھے۔

قال ابو بکر الواسطی اذان و عیت عن اللہ تعالیٰ

اسرارہ .

﴿عوارف المعارف مطبوعہ ص ۲۵﴾

ایک سوال

اس مقابلہ پر یہ ایک سوال پیدا کیا جاسکتا ہے کہ اگر تمام صحابہ کرام

رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لئے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ بھولنے کی دعا فرمائی تھی تو دیگر صحابہ کرام کے اقوال اور تفسیر پر کیسے بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔

اس سوال کا سیدھا سا جواب ایک تو یہ ہے کہ جہاں تک قرآن مجید کے باطنی رموز و اسرار کشف و حقائق و دقائق و معانی اور مطالب و معارف کا تعلق ہے تو یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ اگر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب امور کا مرکز و محور اور منبع و مخزن کسی کو بنایا ہے تو وہ صرف اور صرف جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات مقدسہ ہے اور اس میں کوئی اُن کا شریک و سہیم نہیں۔

اور جس کسی نے بھی علوم روحانیت اور اسرار باطنیہ کا بقدرِ ظرف حصہ حاصل کیا تو وہ اس ذاتِ ستودہ صفات کا عطا کردہ ہے لہذا اس مسئلہ حقیقت کا انکار کر دینا صاف طور پر قرآن مجید کی آیات مقدسہ احادیث رسول خیر الانام اور اقوال صحابہ کا انکار کر دینے کے مترادف ہے۔

البتہ قرآن مجید کی اُس تفسیر میں جناب حیدر کرار علیہ السلام کے دیگر بھی چند ساتھی صحابہ کرام کی کثیر جماعت میں موجود تھے جن کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظاہر طور پر قرآن مجید کے احکام و شرائع کے متعلق جو ارشادات فرمائے انہوں نے اُن کو بغوش ہوش سنا بھی اور پوری دیانتداری اور ایمانداری کے ساتھ دوسروں تک پہنچایا بھی۔

مگر ایک لاکھ سے بھی زائد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے یہ شرف بھی گنتی کے چند خوش نصیب حضرات کو ہی حاصل ہوا تھا اور ان میں بھی قرآن مجید کے علوم ظواہر کو سب سے زیادہ جاننے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی ہیں۔

کیونکہ محدثین و مفسرین کرام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ صحابہ کرام میں سے جن حضرات نے تفسیر قرآن کی وہ یہ ہیں۔

﴿۱﴾ سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

﴿۲﴾ سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

﴿۳﴾ سیدنا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

﴿۴﴾ سیدنا حضرت حیدر کرار علی کرم اللہ وجہہ الکریم

﴿۵﴾ سیدنا حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

﴿۶﴾ سیدنا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

﴿۷﴾ سیدنا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

﴿۸﴾ سیدنا حضرت زید بن ثاقب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

﴿۹﴾ سیدنا حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

﴿۱۰﴾ سیدنا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اشتهر بالتفسیر من الصحابة عشرة لخلفاء الا

ربعة و ابن مسعود و ابن عباس و ابی بن کعب و

زید بن ثابت و ابو ہریرہ و ابو موسیٰ و عبد اللہ
بن زبیر اما الخلفاء فا کثر من روى عن منهم على
ابن ابی طالب.

﴿الاتقان ج ۲ ص ۱۸۶﴾

ان دس حضرات میں سے اول الذکر تینوں خلفاء رضی اللہ عنہم کی تفسیر
قرآن برائے نام ہے بالخصوص سیدنا صدیق اکبر حضرت ابوبکر صدیق رضی
اللہ تعالیٰ عنہ کی تفسیر قرآن انتہائی قلیل ہے اور اس کا سبب یہ بتایا گیا ہے کہ
اُن لوگوں کی وفات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پہلے ہو گئی تھی اس
لئے تفسیر قرآن کے متعلق کثرت سے روایتیں حضرت علی علیہ السلام سے ہی
ملتی ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مزید یہ لکھا ہے کہ
ایک تو ان کے ہزار حدیث کی روایتوں کی بھی قلت ہے اور دوسرے اُن کی
تفسیر میں چند آثار کے سوا کچھ بھی محفوظ نہیں کیا گیا اور وہ دس سے زیادہ نہیں
ہیں۔

ورواية عن الثلاثة نادرة جدا كان السبب في
ذلك تقدم وفاتهم كما ان ذلك هو السبب
في قلة رواية ابو بكر صدیق رضی اللہ عنہ
للحدیث ولا احفظ عن ابی بكر رضی اللہ عنہ
في تفسير الا آثار قليلة جد الا تكاد تجاوز

«الاتقان فی علوم القرآن جلد دوم ص ۱۸۷ للسیوطی»

پانچواں نمبر حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جن کے بارے میں ہم گذشتہ اوراق میں وضاحت کر چکے ہیں کہ وہ تفسیر قرآن کے متعلق حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ہی سب سے بڑا عالم تسلیم کرتے تھے

چھٹا نمبر مفسرین صحابہ میں باقاعدہ طور پر تفسیر کرنے والے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے جن کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو بار دعا فرمائی تھی کہ یا اللہ عبداللہ ابن عباس کو تفسیر قرآن اور فقہت دین کا علم عطا فرما چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کے صدقہ میں ملنے والے علوم کی روشنی میں جب انہوں نے علوم علی کا مشاہدہ کیا تو یوں اعترافِ عجز کرنا پڑا کہ میرا علم حضرت علی کے علوم کے سمندر کے ایک قطرہ کی مانند ہے۔

علاوہ ازیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا مبارک کے شرف قبولیت حاصل کرنے کے صلہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جو کچھ بھی ملا جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ جلیلہ سے حاصل ہوا کیونکہ آپ مولائے کائنات علیہ السلام کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔

دیگر چاروں حضرات جناب ابی ابن کعب جناب زید بن حارث
 جناب ابو موسیٰ اشعری اور جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تفسیر
 قرآن کے بارے میں جناب مرتضیٰ مشکل کشا حضرت علی کرم اللہ وجہہ
 الکریم کے نہ صرف یہ کہ خوشہ چیں ہیں بلکہ آپ کے حلقہ ارادت منداں
 میں سے بھی ہیں تفسیر قرآن کے بارے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم
 کے متعلق جو ان حضرات کے ریمارکس ہیں وہ کسی دوسرے مقام پر پیش کئے
 جائیں گے۔

یہاں آپ اُس حدیث کے متعلق متعدد حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں
 جو ہم نے اپنے آقائے نعت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے نہ بھولنے کے
 متعلق شیخ شہاب الدین سہروردی کی تالیف مبارکہ عوارف المعارف کے
 حوالہ سے نقل کی ہے۔

مزید حوالے

حضرت کھول رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت
 کریمہ وتعبہا اذن و اعیۃ یعنی یاد رکھنے والے کان یاد رکھیں نازل ہوئی
 تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے علی کرم
 اللہ وجہہ الکریم کے لئے سوال کیا کہ یا اللہ علی کو نہ بھولنے والی یادداشت عطا
 فرماتا۔

حضرت مکحول کہتے ہیں کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا کے بعد میں نے جو کچھ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماعت کیا مجھے ہمیشہ یاد رہا۔

عن مکحول رضی اللہ عنہ نزلت وتعيها أذن واعية .

﴿سورة الحاقة آیت ۱۲﴾

قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم سألت ربي ان يجعلها اذن على قال مكحول فكان على يقول ما سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم شيئا فنسيت .

﴿در منثور ج ۶ ص ۲۱۰﴾ ﴿کشاف ج ۲ ص ۱۵۱﴾

﴿ینابیع المودة ج ۱ ص ۱۲۱﴾

حضرت مکحول ہی سے معمولی تغیر لفظی سے دوسری روایت اس طرح ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ جب وتعیها اذن واعیه ، آیت کریمہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ یا علی میں نے تیرے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ تیری یادداشت کو ایسا کر دے کہ تو جو سنے پھر کبھی نہ بھولے۔

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا کے بعد میں نے جو بھی سنا وہ مجھے حفظ ہو گیا اور

ہمیشہ یاد رہا اور پھر کبھی نہ بھولا۔

عن ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ فی قولہ وتعیہا
اذن واعیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم سالت اللہ ان يجعلہا اذنک یا علی
ففعل فكان علی رضی اللہ عنہ یقول ما سمعت
من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلاما
الا وعیتہ وحفظہ ولم انسہ

﴿نور الابصار ص ۹۰﴾ ﴿حلیہ الا ولیاء ج ۱ ص ۶۷﴾

﴿تفسیر ابن جریر ص ۲۳۲-۲۳۸﴾ ﴿ینابیع المودۃ ج ۱ ص ۱۲۱﴾

حضرت کبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ یہ روایت دیگر صحابہ کرام
رضی اللہ عنہم ائمہین سے قدرے مختلف مضمون کے ساتھ اس طرح مروی ہے

علی کو دُور نہ رکھنا

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ارشاد فرمایا کہ
مجھے اللہ تبارک و تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ میں تجھے اپنے قریب رکھوں اور دُور
نہ جانے دوں اور تجھے ایسی تعلیم دوں جسے تو ہمیشہ یاد رکھے اور ایسا یاد رکھے جو
یاد رکھنے کا حق ہے تو یہ آیت کریمہ وتعیہا اذن واعیہ نازل ہوئی۔

عن بریدۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم لعلی ان اللہ امرنی ان اذنیک ولا

اقصیک وان اعلمک وان تعی وحق لک ان
تعی.

﴿در منشور ج ۲ ص ۴﴾ ینابیع المودة ج ۱ ص ۱۲۱

اس روایت کو مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خود
بھی روایت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
مجھے ارشاد فرمایا یا علی اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے اپنے قریب
رکھوں اور تجھے علم سکھاؤں جسے تو کبھی نہ بھولے۔

حدثنا محمد ابن عبد الله عن عمر عن ابي علي
قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
يا علي ان امر الله امرني ان اذنيك واعلمك
نتعنى وانزلت هذا لاية وتعيها اذن واعية اذن
واعية لعلمي

﴿حلیۃ الاولیاء جلد ۱ ص ۶۷﴾ ﴿در منشور ج ۲ ص ۲۶۰﴾

﴿ینابیع المودة ج ۱ ص ۱۲۱﴾

متذکرہ بالا روایت دیگر متعدد طرائق سے بھی کتبِ تقاسیر و
احادیث میں موجود ہے تاہم قارئین کے سامنے ہم جن روشن اور درخشندہ
حقیقتوں کو لانا چاہتے تھے انہیں پوری دیانتداری سے لایا جا چکا ہے۔

رُعمائے اہل سنت کی معتبر کتب کے جو حوالہ جات ہم نے اس ضمن
میں پیش کئے ہیں انہیں کسی بھی صورت میں نہ تو مسترد کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی

بے جاتا ویلوں سے حقائق کو مسخ کیا جاسکتا ہے۔

اللہ کے حکم سے سکھایا

قارئین خود بھی اندازہ لگا سکتے ہیں اُن علوم و اسرار کی کیفیت کیا ہوگی جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو سکھایا جبکہ اُن علوم کو سینہ حیدر کرار علیہ السلام میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی اصلی صورت میں محفوظ رکھنے کے لئے خالق کائنات جل مجدہ الکریم نے بذریعہ وحی تحفظ بھی خود ہی دیا ہو۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان مقدس میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی حکمتوں کے کتنے اسرار پوشیدہ ہیں کہ محبوب علی کو اپنے قریب رکھو اور اُسے علم سکھاؤ ہم آپ کے اس سکھائے ہوئے علم کی حفاظت فرمائیں گے۔

اہل عرفان حضرات کے لئے اس ایک جملہ میں کتنے اسرار و رموز اور لطائف و معارف سمو دیئے گئے ہیں اور اس جملہ میں صاف طور پر واضح ہے کہ علی کو قریب رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اس لئے ارشاد فرمایا کہ علم کی ان امانتوں کو زیادہ سے زیادہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سینہ اطہر میں منتقل کر دیا جائے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے آنے والے صاحب ولایت اور اہل باطن حضرات کو پہنچانے کے لئے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائی تھی۔

ان حقائق کے پیش نظر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد مبارکہ کتنی حسین وضاحتوں کے ساتھ قلوب و اذہان کو منور کر دیتا ہے کہ علی قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔

اگر ایک طرف خداوند قدّوس جلّ وعلیٰ قرآن مجید کے ظاہری الفاظ کی حفاظت اپنے ذمہ لیتے ہیں تو دوسری طرف قرآن مجید کے اسرار باطن اور لطائف غیبیہ کی حفاظت بھی قلب حیدر کرار کے ذریعہ سے اپنے ذمہ لے لی۔

قرآن مجید کے ظاہری اور باطنی مطالب و معانی جناب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ مبارکہ میں اس طرح محفوظ ہو چکے ہیں کہ ان میں کسی بھی قسم کا تغیر و تبدل آنے کا احتمال ممکن ہی نہیں رہا۔

جناب علی علیہ السلام نے مخزن علوم و معارف ”مَدَن کَانَ وَمَا يَكُونُ“ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو جو کچھ ماعت فرمایا وہ نقشِ کالجبر کی طرح آپ کے دل پر مُرِسم ہو گیا۔

یہی وجہ ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو ”بابِ مدینۃ العلم“ کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے گوشِ حق نیوش نے جو جو کچھ بھی آپ سے سنا اُس کو نہ بھولنے کی ذمہ داری خالق کائنات نے قبول فرما رکھی ہے۔

ناقابل تردید حقیقت

بہر حال ! یہ ایک مُسلمہ اور ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ قرآن مجید اپنے تمام تر ظاہری اور باطنی مطالب و معانی کے ساتھ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سینہ اقدس میں ہے اور یہ معیت ازلی اور ابدی ہے اور جناب علی علیہ السلام پورے وقار و دیانت کے ساتھ قرآن مجید کے ساتھ ہیں۔

چنانچہ اس حقیقت کی نشاندہی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے کہ جس طرح ہم قرآن کی تزیل کے لئے جنگیں لڑتے ہیں اسی طرح علی کو قرآن کی تاویل و تفسیر کے لئے قتال کرنا پڑے گا۔

یہ روایت پورے سیاق و سباق کے ساتھ کسی دوسرے مقام پر نقل کی جائے گی یہاں تو صرف یہ بتانا ہے کہ یہ ناممکنات میں سے ہے کہ کوئی شخص دامنِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے وابستہ ہوئے بغیر قرآن مجید کے رموز و نکات اور اسرار و معارف سمجھنے میں کامیاب ہو جائے اور یہ بھی غیر ممکن ہے کہ کوئی شخص قرآن مجید سے پہلو تہی کر کے سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وابستگی کے دعویٰ میں حق بجانب ہو۔

علی اور قرآن کبھی علیحدہ علیحدہ نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ فرمانِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور فرمانِ مُصطفیٰ کو جھٹلانے والا اور کچھ ہو تو ہو مومن اور

مسلمان ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اتنی جلدی کیسے

حضرت علامہ عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ جناب سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے پر سواری کے وقت ایک رکاب میں پاؤں رکھتے تو آغاز تلاوت قرآن کرتے اور دوسری رکاب میں پاؤں رکھتے تو پورا قرآن مجید ختم فرما لیتے۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ گھوڑے پر پوری طرح بیٹھنے سے پہلے پہلے پورا قرآن مجید تلاوت فرما لیتے،

﴿شواہد النبوت ص ۲۸۰﴾

حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ بھی اس روایت کو دیگر متعدد ثقہ مؤلفین نے نقل کیا ہے جس کی تفصیل کسی دوسرے مقام پر پیش کی جائے گی۔

بتانا یہ تھا کہ بظاہر یہ بات ایک اچنبہ معلوم ہوتی ہے اور کوئی سر پھرا اسے ناقابل یقین اور غیر حقیقی بھی قرار دے سکتا ہے لیکن اس قسم کے تمام تر عقلی دلائل اور شکوک و شبہات اس وقت دم توڑ دیتے ہیں جب باب مدیۃ العلم کی معرفت حاصل ہو جائے اور مقام علی علیہ السلام سے شناسائی نصیب ہو جائے مقام علی علیہ السلام کو جان لینے کے بعد اس قسم کے واقعات ہرگز ہر گز حیرت و استعجاب کا باعث نہیں بنیں گے حیرت و پریشانی تو ان لوگوں

کے لئے ہے جو معرفت حیدر کرار علیہ السلام سے قطعی طور پر تہی دامن ہیں جن کی ظواہر پرستی انہیں حقائق و معارف کے گنج گراں مایہ کی تلاش و جستجو سے یکسر روک دیتی ہے۔

جن خوش نصیب حضرات کو مقام علی المرتضیٰ علیہ السلام سے تھوڑی سی شناسائی بھی حاصل ہو جاتی ہے اُن کے لئے ایسی باتیں ہرگز ہرگز ناقابل قبول اور اور تحیر انگیز نہیں بلکہ اس قسم کے واقعات تو ان لوگوں سے بھی ظہور پذیر ہونا شروع ہو جاتے ہیں جن کو حیدر کرار علیہ السلام کی سچی غلامی نصیب ہو جاتی ہے۔

چلتا پھرتا قرآن

شہسوارِ عرصہ ولایت تاجدارِ ہل اتے مشکل کشا شیرِ خدا سیدنا و مرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا چند لمحات میں قرآن مجید کو تلاوت فرمالینا آپ کی کرامت بھی متصور کی جاسکتی ہے مگر مولائے کائنات کی حقیقی کرامت اور خصوصی اکرام تو یہ ہے کہ آپ خود قرآن ہیں چلتا پھرتا اور بولنے والا قرآن اور یہ کوئی تصوراتی بات نہیں بلکہ اپنے متعلق یہ اُن کا اپنا ارشاد ہے کہ

” انا القرآن الناطق “

اعترافِ فاروقِ اعظم

دوسرے خلیفہ راشد سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب حیدر کرار مولائے کائنات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لامتناہی علوم کا اظہار جس انداز میں فرماتے ہیں اُس کے متعلق روایات میں اس طرح آتا ہے۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اپنی بھول چوک کی مشکلات اور دشواریوں میں صرف ابو الحسن یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرتا ہوں۔

اور یہ بھی فرمایا کہ تمام صحابہ کرام میں کوئی ایک شخص بھی تو ایسا نہیں جس نے سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے یہ اعلان فرمایا ہو کہ مجھ سے جو چاہو پوچھ لو۔

عن سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ قال قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یتعوذ باللہ معضلة لیس لها ابو الحسن یعنی علیا و اخرج عنه قال لم یکن احد من الصحابة یقول سئلونی الا علی .

﴿صواعقِ معرکہ ص ۱۲۷﴾ ﴿اشرف الموائد نبہانی ص ۱۱۹﴾

﴿الاستعباب ج ۲ ص ۳۹﴾

ایک دفعہ کسی مسئلہ کے بارے میں جناب فاروق اعظم نے جب فتویٰ دینا چاہا تو جناب مولائے کائنات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ان کے فتویٰ سے اختلاف فرماتے ہوئے درست فتویٰ صادر فرمایا۔

چنانچہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کمال اعتراف و عجز کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہ صرف یہ کہ آپ کے فتویٰ ہی کو مبنی بر حقیقت تسلیم کیا بلکہ فرمایا کہ اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

قرآن کے ظاہر و باطن کا علم

سرکارِ دو عالم تاجدارِ مدینہ کی مرفوع حدیث ہے کہ قرآن مجید سات قرأت میں نازل ہوا ہے تم ان میں سے جس کو چاہو اپنا سکتے ہو ہر حرف کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے ہر حرف کے لئے ایک حد ہے اس کا ظاہر قرآن کے الفاظ میں اور اس کا باطن ان الفاظ کی تاویل ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم هذا القرآن انزل سبعة احرف فاقروا ما تسر منه ویروی لكل حرف من ظہر و بطن و لكل حد مطلع قبل فی معناہ الظہر لفظ القرآن والباطن تاویلہ .

﴿تفسیر معالم التنزیل ج ۱ ص ۱۲﴾ ﴿تفسیر خازن ج ۱ ص ۱۲﴾

اس حدیث کے پیش نظر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایک دفعہ کسی مسئلہ کے بارے میں جناب فاروق اعظم نے جب فتویٰ دینا چاہا تو جناب مولائے کائنات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ان کے فتویٰ سے اختلاف فرماتے ہوئے درست فتویٰ صادر فرمایا۔

چنانچہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کمالِ اعتراف و عجز کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہ صرف یہ کہ آپ کے فتویٰ ہی کو مبنی بر حقیقت تسلیم کیا بلکہ فرمایا کہ اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

قرآن کے ظاہر و باطن کا علم

سرکارِ دو عالم تاجدارِ مدینہ کی مرفوع حدیث ہے کہ قرآن مجید سات قرأت میں نازل ہوا ہے تم ان میں سے جس کو چاہو اپنا سکتے ہو ہر حرف کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے ہر حرف کے لئے ایک حد ہے اس کا ظاہر قرآن کے الفاظ میں اور اس کا باطن ان الفاظ کی تاویل ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم هذا القرآن انزل سبعة احرف فاقروا ما تسر منه ویروی لكل حرف من ظہر و بطن و لكل حد مطلع قبل فی معناہ الظہر لفظ القرآن و الباطن تاویلہ .

﴿تفسیر معالم التنزیل ج ۱ ص ۱۲﴾ ﴿تفسیر خازن ج ۱ ص ۱۲﴾
اس حدیث کے پیش نظر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے ہیں کہ یہ قرآن سات قرأت پر نازل ہوا اور ہر قرأت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم ان کے ظاہر کو بھی جانتے ہیں اور باطن کو بھی علم رکھتے ہیں۔

عن ابن مسعود قال ان القرآن انزل فی سبعة
احرف الا له ظهر و بطن وان علیا بن ابی طالب
عنده علم الظاهر و الباطن

﴿حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۲۱﴾ ﴿الاتقان ج ۲ ص ۱۸۷﴾

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ جلیل القدر اور خوش نصیب صحابی جن کی قرأت کو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پسند فرماتے تھے۔

اور اکثر طور پر انہیں سے ہی تلاوت قرآن مجید کی سماعت فرماتے تھے۔

اس عظیم خوش نصیبی کے علاوہ اُن کو مفسر قرآن ہونے کا شرف بھی حاصل تھا اور اس عظیم شرف پہ مستزادیہ کہ وہ مجتہد بھی تھے اور مجتہد بھی ایسے کہ مقلدینِ حنفیہ کے مذہب کی اساس انہی کے اجتہاد پر رکھی گئی ہے۔

قارئین اندازہ فرمائیں کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم قرآن کی تشریح کن الفاظ میں کی جاسکتی ہے جبکہ عبداللہ ابن مسعود جیسے ذی علم حضرات بھی علوم مرتضوی کو خراج عقیدت پیش کرنے پر مجبور ہیں۔

جو چاہو پوچھ لو

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علوم و معارف کے لامحدود ہونے پر یونہی مہر تصدیق ثبت نہیں کر دیتے تھے بلکہ اُن کے مشاہدات نے اُن پر اس حقیقت کو واضح کر رکھا تھا کہ انہیں قرآن کے بارے میں جب بھی کوئی مشکل درپیش آتی تو اس کا ازالہ صرف اور صرف آستانہ کحیدر کرار علیہ السلام پر ہی ہوتا تھا اس لئے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرما رکھا تھا۔

”خدا کی قسم تم جو چاہو سوال کرو میں تمہیں اس کا جواب دوں گا برسر منبر خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ تم مجھ سے اللہ کی کتاب کے متعلق سوال کرو خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ کون کون سی آیت رات کو نازل ہوئی ہے اور کون کون سی آیت دن کے وقت نازل ہوئی ہے میں یہ بھی جانتا ہوں کہ کون سی آیت پہاڑ پر نازل ہوئی ہے اور کون سی آیت نے میدان میں نزول فرمایا۔“

عن علی کرم اللہ وجہہ الکریم قال اللہ ما نزلت

آیۃ الا وقد علمت وفيما نزلت و این نزلت

﴿حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۷﴾ ﴿الاتقان ج ۲ ص ۱۸۷﴾

﴿اشرف الموبد ص ۳۹﴾ ﴿تاریخ الخلفاء ص ۱۵۲﴾

قال ابو الطفيل شهدت عليا يخطب وهو يقول
 سئلوني والله لا تسئلوني عن شي الا اخبركم
 به سئلوني عن كتاب الله فوالله ما من آية الا و
 انا اعلم بليل نزلت ام بنهر ام في سهل ام في
 جبل.

﴿الاستيعاب ج ۲ ص ۲۲﴾ ﴿الاصابه ج ۲ ص ۵۰۳﴾
 ﴿صواعق محرقة ص ۱۲۸﴾ ﴿اشرف الموائد ص ۱۱۹﴾ ﴿الاتقان ج ۲ ص﴾
 ﴿۱۸۷ تاریخ الخلفاء ص ۲۱۳﴾

جناب حیدر کرار علیہ السلام کا یہ اعلانِ عظیم جس نے تمام تر صحابہ
 کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی دم بخود کر دیا تھا سوائے آپ کے کوئی بھی
 نہیں کر سکتا تھا۔

یہ اعلان وہی کر سکتا تھا جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے
 محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مامور فرما رکھا تھا کہ علی کو اپنے قریب بھی رکھیں
 اور تعلیم بھی دیں۔

اعلان وہی کر سکتا تھا جو ہمہ وقت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم
 کے ساتھ سائے کی طرح رہتا تھا اور یہ اعلان وہی کر سکتا جو مدینۃ العلم کا
 دروازہ بھی تھا اور مدینۃ العلم کے دروازے کا پہریدار بھی۔

بفصلہ تعالیٰ وبفیض پنچتن پاک علیہم السلام

جلد اول تمام ہوئی مضمون جاری ہے جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیں

کتابیات

﴿ تفاسیر ﴾

- ﴿ ۱ ﴾ قرآن مجید فرقان حمید ﴿ ۱۹ ﴾ تفسیر کشف المحجوبین
 ﴿ ۲ ﴾ قرآن کریم مترجم ﴿ ۲۰ ﴾ تفسیر کشاف
 ﴿ ۳ ﴾ تفسیر ابن عباس ﴿ ۲۱ ﴾ تفسیر طبری
 ﴿ ۴ ﴾ تفسیر مجاهد بن مبارک ﴿ ۲۲ ﴾ تفسیر ابن کثیر
 ﴿ ۵ ﴾ تفسیر ابن جریر الطبری ﴿ ۲۳ ﴾ تفسیر در منثور
 ﴿ ۶ ﴾ تفسیر بحر المحيط ﴿ ۲۴ ﴾ تفسیر خازن
 ﴿ ۷ ﴾ تفسیر قرطبی ﴿ ۲۵ ﴾ تفسیر سراج منیر
 ﴿ ۸ ﴾ تفسیر کبیر الرازی ﴿ ۲۶ ﴾ تفسیر غزالی
 ﴿ ۹ ﴾ تفسیر انوار التنزیل ﴿ ۲۷ ﴾ تفسیر جمل
 ﴿ ۱۰ ﴾ تفسیر روح البیان ﴿ ۲۸ ﴾ تفسیر صاوی
 ﴿ ۱۱ ﴾ تفسیر جصاص احکام القرآن ﴿ ۲۹ ﴾ تفسیر جلالین
 ﴿ ۱۲ ﴾ تفسیر معالم التنزیل ﴿ ۳۰ ﴾ تفسیر بیضاوی
 ﴿ ۱۳ ﴾ تفسیر غرائب القرآن و شاهی ﴿ ۳۱ ﴾ تفسیر جامع البیان
 ﴿ ۱۴ ﴾ تفسیر ابو سعود ﴿ ۳۲ ﴾ تفسیر مدارک نسفی
 ﴿ ۱۵ ﴾ تفسیر ابن العربی ﴿ ۳۳ ﴾ تفسیر فتح القدیر
 ﴿ ۱۶ ﴾ تفسیر عرائس البیان ﴿ ۳۴ ﴾ تفسیر فتح البیان
 ﴿ ۱۷ ﴾ تفسیر مهائمى ﴿ ۳۵ ﴾ تفسیر حسینی قادری
 ﴿ ۱۸ ﴾ تفسیر کشف الاسرار ﴿ ۳۶ ﴾ تفسیر روح المعانی

- ﴿٢٧﴾ تفسير مواهب الرحمن ﴿٢٨﴾ تفسير مراح لبید
 ﴿٢٩﴾ تفسير يعقوب جرجی ﴿٣٠﴾ الاتقان فی اصول القرآن
 ﴿٣١﴾ مفردات القرآن ﴿٣٢﴾ تفسير عزيز البيان
 ﴿٣٣﴾ تفسير توضيح القرآن ﴿٣٤﴾ تفسير لبوی
 ﴿٣٥﴾ تفسير تاج التفاسیر ﴿٣٦﴾ تفسير مظهری
 ﴿٣٧﴾ تفسير احسن التفاسیر ﴿٣٨﴾ تفسير فتح العزيز
 ﴿٣٩﴾ تفسير فتح الرحمن ﴿٥٠﴾ تفسير كمالین
 ﴿٥١﴾ تفسير منار الايمان ﴿٥٢﴾ تفسير میراخی
 ﴿٥٣﴾ تفسيرات احمدی ﴿٥٤﴾ تفسير رؤفی
 ﴿٥٥﴾ تفسير نور العرفان ﴿٥٦﴾ تفسير كنز الايمان
 ﴿٥٧﴾ تفسير نعیمی ﴿٥٨﴾ تفسير ضیاء القرآن
 ﴿٥٩﴾ تفسير حقانی ﴿٦٠﴾ تفسير الحسنات
 ﴿٦١﴾ تفسير ازهری ﴿٦٢﴾ تفسير توضیح القرآن
 ﴿٦٣﴾ تفسير موضح القرآن ﴿٦٤﴾ تفسير تنویر الابصار
 ﴿٦٥﴾ تفسير جامع التفاسیر ﴿٦٦﴾ تفسير كشف الرحمن
 ﴿٦٧﴾ تفسير عمدة التفسیر ﴿٦٨﴾ تفسير فتح الحمید
 ﴿٦٩﴾ تفسير ستاری ﴿٧٠﴾ تفسير معارف القرآن
 ﴿٧١﴾ تفسير محمدی ﴿٧٢﴾ تفسير اكسير اعظم
 ﴿٧٣﴾ تفسير عثمانی ﴿٧٤﴾ تفسير ثنائی
 ﴿٧٥﴾ تفسير بیان القرآن ﴿٧٦﴾ تفسير و حیدی
 ﴿٧٧﴾ تفسير ترجمان القرآن ﴿٧٨﴾ تفسير جواهر البیان
 ﴿٧٩﴾ تفسير تفهیم القرآن ﴿٨٠﴾ حاشیه انشاء الله
 ﴿٨١﴾ حاشیه حریری ﴿٨٢﴾ حاشیه فوائد سلفیه
 ﴿٨٣﴾ حاشیه نزیری ﴿٨٤﴾ حاشیه ماجدی
 ﴿٨٥﴾ تفسير عزيز البیان ﴿٨٦﴾ تدبر القرآن
 ﴿٨٧﴾ تفسير احتشام الدين

احادیث و سیر ، بحث و مناظرہ

- ﴿۸۹﴾ مُسند امام اعظم
﴿۹۰﴾ موطا امام مالک
﴿۹۱﴾ جامع الصغیر شرح مؤطا
﴿۹۲﴾ مسوی شرح مؤطا
﴿۹۳﴾ مصفا شرح مؤطا
﴿۹۴﴾ کتاب الامم امام شافعی
﴿۹۵﴾ مسند امام احمد بن حنبل
﴿۹۶﴾ کتاب الآثار امام محمد
﴿۹۷﴾ کتاب الزهد امام احمد
﴿۹۸﴾ کتاب الزهد عبداللہ بن مبارک
﴿۹۹﴾ کتاب الآثار طحاوی
﴿۱۰۰﴾ مصنف ابن ابی شیبہ
﴿۱۰۱﴾ مصنف عبدالرزاق
﴿۱۰۲﴾ الفردوس دیلمی
﴿۱۰۳﴾ دارقطنی
﴿۱۰۴﴾ دارمی
﴿۱۰۵﴾ بخاری
﴿۱۰۶﴾ کرمانی شرح بخاری
﴿۱۰۷﴾ عینی شرح بخاری
﴿۱۰۸﴾ فتح الباری شرح بخاری
﴿۱۰۹﴾ قسطلانی شرح بخاری
﴿۱۱۰﴾ فیض الباری شرح بخاری
﴿۱۱۱﴾ حاشیہ بخاری شاہ ولی اللہ
﴿۱۱۲﴾ فیوض الباری شرح بخاری
﴿۱۱۳﴾ تفہیم البخاری
﴿۱۱۴﴾ حاشیہ بخاری احمد علی سہارنپوری
﴿۱۱۵﴾ مسلم
﴿۱۱۶﴾ مسلم نووی
﴿۱۱۷﴾ شرح مسلم قاضی عیاض
﴿۱۱۸﴾ ترمذی
﴿۱۱۹﴾ حاشیہ ترمذی
﴿۱۲۰﴾ تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی
﴿۱۲۱﴾ شمائل ترمذی
﴿۱۲۲﴾ ابن ماجہ
﴿۱۲۳﴾ الحاجہ شرح ابن ماجہ
﴿۱۲۴﴾ ابو داؤد
﴿۱۲۵﴾ عون المعبود شرح ابو داؤد
﴿۱۲۶﴾ حاشیہ ابو داؤد
﴿۱۲۷﴾ نسائی
﴿۱۲۸﴾ حاشیہ نسائی
﴿۱۲۹﴾ خصائص نسائی
﴿۱۳۰﴾ مشکوٰۃ

- ﴿١٣١﴾ لمعات شرح مشكوة ﴿١٥٥﴾ تذكرة قرطبي
 ﴿١٣٢﴾ مرفقات شرح مشكوة ﴿١٥٦﴾ احياء العلوم غزالي
 ﴿١٣٣﴾ اشعة اللمعات شرح مشكوة ﴿١٥٧﴾ طب روحاني وجسماني غزالي
 ﴿١٣٤﴾ مظاهر حق شرح مشكوة ﴿١٥٨﴾ كيميائي سعاد غزالي
 ﴿١٣٥﴾ حاشية مشكوة ﴿١٥٩﴾ كتاب النفس والروح الرازي
 ﴿١٣٦﴾ امرأة شرح مشكوة ﴿١٦٠﴾ رساله قشيري
 ﴿١٣٧﴾ مرعاة شرح مشكوة ﴿١٦١﴾ كشف المحجوب
 ﴿١٣٨﴾ الادب المفرد بخاري ﴿١٦٢﴾ الوفا ابن الجوزي
 ﴿١٣٩﴾ تاريخ كبير بخاري ﴿١٦٣﴾ جلاء الافهام ابن قيم
 ﴿١٤٠﴾ تاريخ الصغير بخاري ﴿١٦٤﴾ حيات ابن قيم
 ﴿١٤١﴾ المعجم الصغير طبراني ﴿١٦٥﴾ منهاج السنة ابن تيميه
 ﴿١٤٢﴾ جامع الصغير سيوطي ﴿١٦٦﴾ كتاب الوسيله ابن تيميه
 ﴿١٤٣﴾ خصائص كبرى سيوطي ﴿١٦٧﴾ صراط مستقيم ابن تيميه
 ﴿١٤٤﴾ حاوي للفتاوى سيوطي ﴿١٦٨﴾ حيات ابن تيميه
 ﴿١٤٥﴾ تاريخ الخلفاء سيوطي ﴿١٦٩﴾ صراط مستقيم اسمعيل دهلوي
 ﴿١٤٦﴾ بلوغ المرام عسقلاني ﴿١٧٠﴾ تقوية الايمان
 ﴿١٤٧﴾ كتاب الاذكار نووي ﴿١٧١﴾ كتاب التوحيد
 ﴿١٤٨﴾ مجمع الزوائد ابن حجر مكي ﴿١٧٢﴾ محمد بن عبد الوهاب
 ﴿١٤٩﴾ فتاوى حديثيه ابن حجر مكي ﴿١٧٣﴾ فتح المجيد شرح كتاب التوحيد
 ﴿١٥٠﴾ كتاب الايمان ﴿١٧٤﴾ هداية المستفيد
 ﴿١٥١﴾ صواعق محرقة ﴿١٧٥﴾ هداية اولين و آخرين
 ﴿١٥٢﴾ المستدرک حاكم ﴿١٧٦﴾ كنز الدقائق
 ﴿١٥٣﴾ المستدرک حاكم تلخيص دعي ﴿١٧٧﴾ كتاب الروح ابن قيم
 ﴿١٥٤﴾ كنز الاعمال ﴿١٧٨﴾ سيرت نعمان

- ﴿٢٠٣﴾ بهجة الاسرار
﴿٢٠٣﴾ نور الابصار
﴿٢٠٥﴾ اسعاف الراغبين
﴿٢٠٦﴾ ينابيع المودة
﴿٢٠٧﴾ روضة الشهداء
﴿٢٠٨﴾ كشف الغممة
﴿٢٠٩﴾ طيبة الغراء
﴿٢١٠﴾ اشرف المؤبد
﴿٢١١﴾ قللند الجواهر
﴿٢١٢﴾ نزهة انخواطر
﴿٢١٣﴾ شفا قاضى عياض
﴿٢١٤﴾ نسيم الرياض شرح شفاء
﴿٢١٥﴾ لطائف والمنن
﴿٢١٦﴾ تفريح البخاطر
﴿٢١٧﴾ ميزان الكبرى
﴿٢١٨﴾ العواصم من القواصم
﴿٢١٩﴾ مختصر تذكرة
﴿٢٢٠﴾ مكتوبات شاه عبدالحق
﴿٢٢١﴾ مكتوبات مجدد
﴿٢٢٢﴾ مكتوبات مظهر جان جانان
﴿٢٢٣﴾ فتوحات مكبه
﴿٢٢٤﴾ اخبار الاخيار
﴿٢٢٥﴾ تاريخ اسلام
﴿٢٢٦﴾ ندوة المصنفين
- ﴿١٧٩﴾ انسان العيون
﴿١٨٠﴾ سيرت حلبيه
﴿١٨١﴾ خيرات الحسان
﴿١٨٢﴾ سيرت ابن هشام
﴿١٨٣﴾ روض الانف
﴿١٨٤﴾ طبقات ابن سعد
﴿١٨٥﴾ جامع كرامات اوليائهنائى
﴿١٨٦﴾ تاريخ الامم والملوك
﴿١٨٧﴾ تاريخ واقدى
﴿١٨٨﴾ البدايه والنهائيه
﴿١٨٩﴾ تاريخ ابن خلدون
﴿١٩٠﴾ مروج الذهب
﴿١٩١﴾ حلية الاولياء
﴿١٩٢﴾ دلائل النبوة
﴿١٩٣﴾ مدارج النبوة
﴿١٩٤﴾ شواهد النبوة
﴿١٩٥﴾ معارج النبوة
﴿١٩٦﴾ تاريخ كامل ابن الاثير
﴿١٩٧﴾ أسد الغابه
﴿١٩٨﴾ الاصابه
﴿١٩٩﴾ الاستعياب
﴿٢٠٠﴾ رياض النضره
﴿٢٠١﴾ التبيه والاشراف
﴿٢٠٢﴾ نزهة المجالس

- ﴿٢٢٤﴾ سيرة النبي صلى
﴿٢٥١﴾ انفاص العارفين
- ﴿٢٢٨﴾ فتاوى عالمگیریه
﴿٢٥٢﴾ انوار اصفیاء
- ﴿٢٢٩﴾ مواهب اللدنیہ قسطلانی
﴿٢٥٣﴾ انوار اولیاء
- ﴿٢٣٠﴾ زرقانی علی المواهب
﴿٢٥٤﴾ قصص القرآن
- ﴿٢٣١﴾ انوار محمدیہ من مواهب الدینیہ
﴿٢٥٥﴾ قصص الانبیاء
- ﴿٢٣٢﴾ حدیقة الندیة فی طريقة المحمدیہ
﴿٢٥٦﴾ مطالع المبشرات
- ﴿٢٣٣﴾ نهج البلاغہ
﴿٢٥٧﴾ زاد المعاد
- ﴿٢٣٤﴾ دیوان علی ابن طالب
﴿٢٥٨﴾ تیسر الاصول
- ﴿٢٣٥﴾ دیوان ابو طالب
﴿٢٥٩﴾ نخبة الفکر
- ﴿٢٣٦﴾ غنیة الطالبین
﴿٢٦٠﴾ اصول حدیث
- ﴿٢٣٧﴾ فتوح الغیب
﴿٢٦١﴾ مکام حدیث
- ﴿٢٣٨﴾ شرح فتوح الغیب
﴿٢٦٢﴾ الترویضة الفیحاء فی تواریخ النساء
- ﴿٢٣٩﴾ وعظ محبوب سبحانی
﴿٢٦٣﴾ صحابیات
- ﴿٢٤٠﴾ سر الاسرار
﴿٢٦٤﴾ المذاهب الاسلامیہ
- ﴿٢٤١﴾ تذکرة الراعظین
﴿٢٦٥﴾ المنتقى
- ﴿٢٤٢﴾ شجرة الکون
﴿٢٦٦﴾ جذبہ القلوب
- ﴿٢٤٣﴾ عوارف المعارف
﴿٢٦٧﴾ عائبت بالسنة
- ﴿٢٤٤﴾ منطق الطیر
﴿٢٦٨﴾ در مختار
- ﴿٢٤٥﴾ تذکرة الاولیاء
﴿٢٦٩﴾ فتاوى شامی
- ﴿٢٤٦﴾ پند نامه
﴿٢٧٠﴾ فتاوى بزازیہ
- ﴿٢٤٧﴾ نفحات الانس
﴿٢٧١﴾ فتاوى عزیزیه
- ﴿٢٤٨﴾ ازالة الخفاء
﴿٢٧٢﴾ منصب امامت
- ﴿٢٤٩﴾ تفهیمات الہیہ
﴿٢٧٣﴾ مهر منیر
- ﴿٢٥٠﴾ ذکر ثمن مبشرات نبی الامین
﴿٢٧٤﴾ عجالہ نافعہ

- ﴿۲۷۵﴾ التکشف
 ﴿۲۷۶﴾ فتاویٰ مہربہ
 ﴿۲۷۷﴾ فتاویٰ اشرفیہ
 ﴿۲۷۸﴾ کمالات عزیزہ
 ﴿۲۷۹﴾ الافاضۃ الیومیہ
 ﴿۲۸۰﴾ حیاۃ الصحابہ
 ﴿۲۸۱﴾ امام اعظم اور علم حدیث
 ﴿۲۸۲﴾ حضرات القدس
 ﴿۲۸۳﴾ انوار اولیاء
 ﴿۲۸۴﴾ انوار اصفیاء
 ﴿۲۸۵﴾ خلافت راشدہ
 ﴿۲۸۶﴾ حیات القلوب
 ﴿۲۸۷﴾ اعیان شیعہ
 ﴿۲۸۸﴾ اصول کافی
 ﴿۲۸۹﴾ فروع کافی
 ﴿۲۹۰﴾ خلافت معاویہ و یزید
 ﴿۲۹۱﴾ وقائع زندگانی ام ہانی
 ﴿۲۹۲﴾ خلافت و ملوکیت
 ﴿۲۹۳﴾ رسائل و مسائل
 ﴿۲۹۴﴾ سادات بنو امیہ
 ﴿۲۹۵﴾ تجدید و احیاء دین
 ﴿۲۹۶﴾ سیرت علی و عثمان
 ﴿۲۹۷﴾ تاریخ اسلام امیر علی
 ﴿۲۹۸﴾ تاریخ اسلام شوق امرتسری
 ﴿۲۹۹﴾ نجیب اکبر آبادی
 ﴿۳۰۰﴾ خلافت راشدہ
 ﴿۳۰۱﴾ الانتباه فی سلاسل اولیاء
 ﴿۳۰۲﴾ مثنوی مولنا روم
 ﴿۳۰۳﴾ کلیات جامی
 ﴿۳۰۴﴾ دیوان جامی
 ﴿۳۰۵﴾ دیوان شمس تبریز
 ﴿۳۰۶﴾ دیوان بو علی قلندر
 ﴿۳۰۷﴾ دیوان معین الدین چشتی
 ﴿۳۰۸﴾ کلیات غالب
 ﴿۳۰۹﴾ کلیات اقبال
 ﴿۳۱۰﴾ گلستان سعدی
 ﴿۳۱۱﴾ حقائق بخشش
 ﴿۳۱۲﴾ ذوق نعت
 ﴿۳۱۳﴾ الامن والعلی
 ﴿۳۱۴﴾ آداب الدعا
 ﴿۳۱۵﴾ ترغیب و ترہیب
 ﴿۳۱۶﴾ میزان الاعتدال
 ﴿۳۱۷﴾ تقریب التہذیب
 ﴿۳۱۸﴾ زبدۃ الضائع
 ﴿۳۱۹﴾ جمعات
 ﴿۳۲۰﴾ کلیات امدادیہ
 ﴿۳۲۱﴾ جواهر البحار
 ﴿۳۲۲﴾ مجمع البحار

- ﴿۳۳۳﴾ امداد المشتاق
 ﴿۳۳۴﴾ امداد السلوك
 ﴿۳۳۵﴾ سلك سلوك
 ﴿۳۳۶﴾ شمائم امداديه
 ﴿۳۳۷﴾ شرح الصدور
 ﴿۳۳۸﴾ كشف الظنون
 ﴿۳۳۹﴾ حیات الموات
 ﴿۳۴۰﴾ حیات ولی
 ﴿۳۴۱﴾ امام اعظم کی سیاسی زندگی ﴿۳۶۵﴾ الجمال والکمال
 ﴿۳۴۲﴾ فصوص الحکم مع تعلیمات جامی ﴿۳۶۶﴾ رسول روحی
 ﴿۳۴۳﴾ نیراس
 ﴿۳۴۴﴾ شرح عقائد
 ﴿۳۴۵﴾ سیرت رسول عربی
 ﴿۳۴۶﴾ بستان المحدثین
 ﴿۳۴۷﴾ کرامات امدادیه
 ﴿۳۴۸﴾ مقدمه ابن خلدون
 ﴿۳۴۹﴾ ارجح المطالب
 ﴿۳۵۰﴾ اسد اللہ
 ﴿۳۵۱﴾ کتاب والفضائل
 ﴿۳۵۲﴾ نظام توحید
 ﴿۳۵۳﴾ کلیات خسرو
 ﴿۳۵۴﴾ غبار خاطر
 ﴿۳۵۵﴾ الانتقاء
 ﴿۳۵۶﴾ الیواقیت والجواهر
 ﴿۳۵۷﴾ الانسان الكامل
 ﴿۳۵۸﴾ هدايت الانسان
 ﴿۳۵۹﴾ علی ابن ابی طالب
 ﴿۳۶۰﴾ ۷ ارمضان
 ﴿۳۶۱﴾ اوراق غم
 ﴿۳۶۲﴾ شرح فقہ اکبر
 ﴿۳۶۳﴾ شرح دیوان علی
 ﴿۳۶۴﴾ شرح دیوان قلندر
 ﴿۳۶۵﴾ الجمال والکمال
 ﴿۳۶۶﴾ رسول روحی
 ﴿۳۶۷﴾ شمس العارفین
 ﴿۳۶۸﴾ كشف الحائق
 ﴿۳۶۹﴾ ملفوظات اعلیٰ حضرت
 ﴿۳۷۰﴾ سلطان الارواح
 ﴿۳۷۱﴾ خصائص مصطفیٰ
 ﴿۳۷۲﴾ الذکر الحسنین
 ﴿۳۷۳﴾ ابیان الارواح
 ﴿۳۷۴﴾ نور الصدور
 ﴿۳۷۵﴾ حجة الله الباقیہ
 ﴿۳۷۶﴾ نشر الطیب فی ذکر الحبيب
 ﴿۳۷۷﴾ عطر الوردہ شرح قصیدہ بردہ
 ﴿۳۷۸﴾ قصیدہ بردہ
 ﴿۳۷۹﴾ قصیدہ النعمان
 ﴿۳۸۰﴾ نسیم یمن

﴿٣٨١﴾ مقدمه معارج النبوت

﴿٣٨٢﴾ وفا الوفا

﴿٣٨٣﴾ نور الهدى

﴿٣٨٤﴾ در نجف

﴿٣٨٥﴾ شاهنامه فردوسی

﴿٣٨٦﴾ شاهنامه حفيظ

﴿٣٨٧﴾ حيات احمد بن حنبل

﴿٣٨٨﴾ القاموس المنجد

ایک نہایت ہی مقدّس صحیفہ
مقدّس رسول کی مقدّس بیٹی کی مقدّس سیرت
جناب سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا
کی حیات طیبہ کے مکمل حالات

سلام اللہ علیہا

الْبَتُول

حضرت علامہ صائم چشتیؒ

چشتی کتب خانہؒ

ارشاد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد فون 2646756

سینکڑوں حوالوں سے مزین والدِ حیدر کرار
جناب حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان پر
ایمان افروز کتاب

ایمان ایسی طالب

حضرت علامہ صائم چشتیؒ

چشتی گنج خانہؒ

ارشد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد فون 2646756

موبائل 0321.4926515

1008